کتابوں کی دنیا (علماء، طلباء، عوام) (واٹس ایپ گروپ)

بارہ ماہ کے جمعہ کے مفصل بیانات

تحفۃ الخطیب

جید علماء کرام کی تقاریر کا مجموعہ

مساجد کے ائمہ و خطباء کے لیے

بہترین و لاجواب علمی ذخیرہ

- مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
- مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی
- مولانا شبلی نعمانی
- مولانا احمد علی لاہوری
- مولانا احتشام الحق تھانوی
- مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید
- مولانا عبدالشکور دین پوری
- مولانا عبدالکریم ندیم
- مولانا زبیر احمد صدیقی
- مولانا محمد ابو ریحان فاروقی شہید

WORLD OF BOOKS
کتابوں کی دنیا
کوئی رفیق نہیں
کتاب سے بہتر

ترتیب و تدوین
حضرت مولانا محمد امان اللہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

الحافظ کتب خانہ

بارہ ماہ کے جمعہ کے مفصل بیانات

تحفۃ الخطیب

جید علماء کرام کی تقاریر کا مجموعہ

مساجد کے ائمہ وخطیبوں کے لئے
بہترین ولاجواب علمی ذخیرہ

- مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
- مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
- مولانا شبلی نعمانی ؒ
- مولانا احمد علی لاہوری ؒ
- مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ
- مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید ؒ
- مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ
- مولانا عبدالکریم ندیم ؒ
- مولانا زبیر احمد صدیقی [illegible]
- مولانا محمد ابوریحان فاروقی شہید ؒ

ترتیب وتدوین
حضرت مولانا محمد امان اللہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

الھادی للنشر والتوزیع
۳۸- غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
Ph:)423-7361473 Mob:0300-4118229

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ———— تحفۃ الخطیب

ترتیب وتدوین ———— حضرت مولانا محمد امان اللہ

اشاعت ———— جولائی 2019ء

ناشر ———— الہادی للنشر والتوزیع
۲۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
Ph:0423-7361473 Mob:0300-4118229

طابع ———— ناصر باقر پریس

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ فاروقیہ وہاڑی ☆ مکتبہ شیخ الہند بنوں ☆ مکتبہ فریدیہ رائیونڈ ☆ مکتبہ شیخ الہند کوہاٹ
☆ مکتبہ العاصم رائیونڈ ☆ زاہد کتب خانہ تیمرگرہ ☆ دینی کتب خانہ پشاور ☆ مکتبہ قاسمیہ لاہور
☆ شمع بک ایجنسی لاہور ☆ الحافظ کتب خانہ اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ ختم نبوت سرائے نورنگ

الہادی للنشر والتوزیع
۲۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
Ph:0423-7361473 Mob:0300-4118229

انتساب

ایک مردِ درویش وحق پرست

پیر طریقت، رہبر شریعت، مرشد عالم

پیر سیف اللہ خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: جامعہ منظور الاسلامیہ صدر کینٹ لاہور

کے نام

جن کا اُجلا چہرہ اور اُجلا کردار
آنے والے علماً کیلئے ایک خوبصورت مثال
اور مشعل راہ ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست خطبات

خطباتِ محرم الحرام [23 تا 184]

○ محرم اور عاشوراء کی حقیقت ○ اسلام میں پہلا مہینہ محرم الحرام
○ عمرؓ مرادِ رسول ﷺ ○ حضرت عمرؓ کی شہادت
○ فاتح ایران وروم سیدنا فاروق اعظمؓ ○ عاشورہ کی فضیلت
○ شہادت، فضیلت واقسام ○ شہادت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰؓ
○ شہادت سیدنا حسینؓ ○ حضرت سیدنا حسینؓ کی سیرت کی چند جھلکیاں

خطباتِ صفر المظفر [185 تا 238]

○ اسلام کی جامعیت ○ اعتقادات، عبادات، معاملات اور عصمتِ انبیاء
○ ہمارے آقا ﷺ کے آباء واجداد ○ موت کی تیاری (۱)
○ موت کی تیاری (۲)

خطباتِ ربیع الاول [239 تا 352]

○ سیرت اور میلاد ○ حضور ﷺ کا بچپن اور حسن
○ ولادتِ رسول ﷺ ○ سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی
○ سیرۃ النبی ﷺ

خطباتِ ربیع الثانی [353 تا 396]

○ عقیدۂ ختم نبوت ○ فلسفۂ نزولِ مسیح
○ اصلی مسیح ○ اصلی اور نقلی مسیح میں فرق

خطباتِ جمادی الاول [397 تا 442]

○ حضور ﷺ کا سفرِ طائف ○ آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت
○ پیغمبر انقلاب ﷺ ○ محمدیؐ انقلاب کی خصوصیات

خطباتِ جمادی الثانی [443 تا 520]

○ سیدنا صدیق اکبرؓ یارِ غار ○ نبی وصدیقؓ کا سفرِ ہجرت
○ ہجرتِ نبیؐ وصدیقؓ ○ اولیتِ صدیق اکبرؓ

فہرست

خطباتِ محرم الحرام [23 تا 184]

عنوانات	صفحہ
محرم اور عاشوراء کی حقیقت	24
حرمت والا مہینہ:	24
عاشوراء کا روزہ:	25
''یوم عاشوراء'' ایک مقدس دن ہے	25
اس دن کی فضیلت کی وجوہات:	26
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی	26
فضیلت کے اسباب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں	27
اس روز سنت والے کام کریں:	27
یہودیوں کی مشابہت سے بچیں:	27
ایک کے بجائے دو روزے رکھیں:	28
عبادت میں بھی مشابہت نہ کریں:	28
مشابہت اختیار کرنے والا انہی میں سے ہے:	29
غیر مسلموں کی نقالی چھوڑ دیں:	29
عاشوراء کے روز دوسرے اعمال ثابت نہیں	30
عاشوراء کے دن گھر والوں پر وسعت کرنا:	30
گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم مت کرو	31
دوسروں کی مجالس میں شرکت مت کرو	31
اسلام میں پہلا مہینہ محرم الحرام	32
احادیث پاک کی رو سے فضائل محرم وعاشورہ کا بیان	34
محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کیوں کہتے ہیں؟	35
سانحہ کربلا	38
حقیقت محرم	38
محرم کا روزہ	39
دسویں محرم اہل وعیال کے ساتھ	39
یوم عاشورہ کی چھٹی	40
تعزیہ کی بدعت	40
عمر ؓ مراد رسول ﷺ	43
فاروق اعظم ؓ حضور ﷺ کی دعا کا ثمر ہیں	44

عنوانات	صفحہ
رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ شخصیت ناقص نہیں ہوسکتی	45
مانگنے والا کون اور دینے والا کون!	46
فاروقِ اعظمؓ کی غیرت	48
فضائل عمرؓ بزبانی رسالت مآب ﷺ	49
سر لینے کیلئے جانا، سر دینے کی تمہید تھا	51
سیدنا عمرؓ اسلام کی سربلندی کا باعث بن گئے!	52
حضرت سعدؓ کا ایثار	53
لقب "فاروق" کی وجہ	54
رسول اللہ ﷺ کا اُحد پہاڑ کو حکم	55
عمرؓ مراد اور علیؓ مرید ہیں	56
امیر شریعت اور عمرؓ کی وفا	56
موافقاتِ عمرؓ کی چند جھلکیاں	56
مقامِ ابراہیم اور سیدنا فاروقؓ کی رائے	57
بدر کے قیدیوں کے متعلق فاروقؓ کی رائے	58
رئیس المنافقین کے جنازے پر فاروقِ اعظمؓ کی رائے	58
حضرت عمرؓ کی شہادت	60
فاتح ایران و روم سیدنا فاروقِ اعظمؓ	63
سیدنا فاروقؓ کی وصیت	65
سیدنا فاروقؓ کی روضہ رسول میں تدفین کی اجازت	66
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا	67
سیدنا صدیق اکبرؓ کا فاروق اعظمؓ کو خلیفہ بنانا	69
سیدنا فاروق اعظمؓ کا پہلا خطبہ	69
فاروقِ اعظمؓ کے دور میں غلبہ اسلام	70
شہنشاہ ایران کے نام پیغام	70
سابقہ کتب میں سیدنا فاروقؓ کی نشانیاں	72
بیت المقدس کی فتح کے بعد کا ایک واقعہ	74
فاروقؓ کے لشکر کی کہانی	76
قیدی صحابی کا میدان مارنا	77
مالِ غنیمت میں سونے کی صندوقوں کا حاصل ہونا:	78
فتح کی خوشخبری اور آیت قرآنی پر عمل	80
اپنے غلام کو سیدنا فاروق کا جواب	81
عاشورہ کی فضیلت	83
عربی زبان سے ناواقفیت کا انجام	83
محرم کو محرم الحرام کیوں کہا جاتا ہے؟	84
نظام قمری قبل از اسلام بھی رائج تھا	84
لفظ رمضان کی تحقیق	85
سنہ ہجری اسلام کی ایجاد کردہ ہے	85
سنہ ہجری کا آغاز اور چند پیچیدگیاں	85
ابتداء سنہ ہجری کا پس منظر	86

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سنہ ہجری کی ابتداء ماہ محرم سے کیوں؟	87	وصال نبی کے پچاس سال بعد	99
سنہ ہجری کا پیغام	87	اسلام سرفروشوں کا دین ہے	100
اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے	88	حضرت حسینؓ نے جہاد کیوں کیا؟	100
		مسلمان اور یہودی کی نماز میں فرق	101
طلوع اسلام کے وقت دنیا کا نقشہ	88	واقعہ کربلا منظر، پس منظر	101
مدینہ منورہ کا پہلا محرم	88	حضرت حسینؓ کا پیغام مسلمانوں کے نام	101
یہود کا طریقہ	89		
مسلمانوں کا طریقہ	89	شہادت......فضیلت واقسام	103
یوم عاشورہ کے روزہ کی فضیلت	89	شہید کسے کہتے ہیں؟	104
کفارہ سیئات کا مطلب	90	شہید کے احکام	105
میدان حشر میں فضل عدل پر غالب ہوگا	91	شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے	106
		شہید جنت الفردوس میں	106
دنیا کی ندامت معتبر ہے آخرت کی نہیں	92	شہید زندہ ہیں	107
رحمت حق بہانہ می جوید	93	مرنا تو سب کو ہے	108
حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے	93	شہید کی اقسام	108
حقوق العباد کی اہمیت	94	دنیا والوں کے اعتبار سے شہید	109
تقویٰ کا معیار سفید پوشی نہیں ہے	95	شہادت کی موت کی دعا	110
حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی عینی شہادت	96	حصول شہادت کا وظیفہ	110
تقویٰ کی حقیقت	96	شہادت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ	111
کامل مسلمان کی نشانی	97	بنات رسول اور نواسے نواسیاں	112
حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معافی	97	سیدنا حسین ؓ کی ولادت	113
قضائے عمری کا طریقہ	98	حضرت اسماء کا تعارف	114
عزم مصمم پر ثواب مرتب ہو جاتا ہے	99	بنات رسول پر دلیل	115

عنوانات	صفحہ
نواسوں کے لیے جنتی لباس	116
سیدہ فاطمہ کا طرزِ عمل	117
حضور ﷺ کا بتایا ہوا وظیفہ	118
سیدنا فاروق ؓ کی نواسۂ رسول سے محبت	118
سیدنا عثمان ؓ اور خاندانِ نبوت	119
سیدنا حسین ؓ کے کردار سے سبق	120
چند بنیادی باتیں	121
شہادتِ حسین کا اصل ذمہ دار	128
فضائلِ حسین حضور ﷺ کی زبانی	129
حضرت حسین ؓ کی مکہ سے روانگی	131
ایک غلطی کا ازالہ	132
حضرت حسین ؓ کو روکنے والے	132
حضرت مسلم بن عقیل کی کوفہ میں آمد	133
حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت	135
حضرت حسین ؓ کا غداروں سے خطاب	136
حضرت حسین کوفہ میں	136
حضرت حسین ؓ کی شرائط	137
حضرت فاطمہ صغریٰ کا پہلا خطبہ	141
حضرت اُم کلثوم کا خطبہ	142
حضرت زین العابدینؒ کا خطبہ	142
شہادت سیدنا حسین ؓ	144
واقعاتِ متعلقہ کربلا کی تمہید	145
اہل کوفہ کی طرف سے دعوت	145
مسلم بن عقیل کا کوفہ میں قیام اور بیعت لینا	145
عبیداللہ بن زیاد کا حاکم کوفہ ہو کر آنا	146
عبداللہ بن عباسؓ کا کوفہ جانے سے حضرت حسینؓ کو روکنا	147
حضرت امام حسینؓ کے چچیرے بھائی کا خط	148
حاکم مدینہ کا خط	148
فرزدق شاعر سے ملاقات	149
مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی ضد	149
حر ابن یزید کی ملاقات	149
میدان کربلا میں قیام	150
عمر بن سعد کی آمد	150
عبیداللہ بن زیاد کا بیعت کیلئے اصرار	151
واقعہ کربلا کا رنج والم	153
اظہارِ غم کے طریقے میں فرق	153
تعزیہ داری کے متعلق علماء اہلسنت کا فیصلہ	154
خلاصہ فتاویٰ اہلسنت	155
ماتم اور نوحہ کی ممانعت	155
مسلمانوں کا فرض	156
شیعہ صاحبان کے بڑوں کا شریک نہ ہونا	157

عنوانات	صفحہ
شیعہ کی تفاسیر سے نوحہ کی ممانعت	157
سیاہ ماتمی لباس کے خلاف علمائے شیعہ کے فتاوی	157
ماتم اور تعزیہ کی تاریخ	158
حضرت سیدنا حسین ؓ کی سیرت طیبہ کی چند جھلکیاں	163
رسول کریم ﷺ کا آپؓ کے کان میں اذان دینا	163
آقائے دو جہان ﷺ نے آپؓ کا نام حسین رکھا	164
یہ نام آپؓ سے پہلے کسی کا نہیں رکھا گیا	164
آپؓ کا عقیقہ اور ختنہ	165
آپؓ کا حلیہ مبارک	165
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی مشابہت	165
سیدنا حسین ؓ کا لباس و دیگر اشیاء	166
نبوت کی گود میں سیدنا حسین ؓ کی نشوونما و تربیت	167
رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ کا اعزاز و اکرام اور ناز برداری	168
رسول اللہ ﷺ کی آپؓ سے محبت و شفقت	169
آپؓ کا حضور ﷺ کی بیعت کرنا	170
حضرت سیدنا حسین ؓ کی وجہ سے حضور ﷺ کی بیتابی اور اضطراب	171
سیدنا حسین ؓ کے لئے حضور ﷺ کا اشک بار ہونا	173
رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت حسین ؓ کی نگہداشت	173
رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر آپ کا سوار ہونا	174
حسین ؓ ایک عظیم نواسۂ رسولؐ	175
حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں	178
حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقام و مرتبہ سیدنا عمر بن الخطاب ؓ کی نظر میں	178
حضرت عمر ؓ اور حضرت حسین ؓ کے مابین ایک گفتگو	179
سیدنا فاروق اعظم ؓ کی طرف سے حضرات علیؓ و حسینؓ کا وظیفہ	179
شہزادی شہربانو سیدنا حسین ؓ کے عقد میں	180
سیدنا حسین ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ کا باہمی تعلق	181

خطباتِ صفر المظفر [185 تا 238]

عنوانات	صفحہ
اسلام کی جامعیت	186
ناقص قانون کے متعلق واقعہ:	189
عورتوں سے خطاب:	193
اعتقادات، عبادات، معاملات اور عصمت انبیاء	199
اسلام تین چیزوں کا مجموعہ	199
عقیدہ کسے کہتے ہیں؟	200
بدعقیدگی روح کا کوڑھ	201
قرآن کے متعلق مسلمان کا عقیدہ کیا ہو؟	202
قرآن سے انٹرویو	203
اشاعت قرآن	204
نبی کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا	205
نبی حسب ونسب کے لحاظ سے عالی مرتبت ہوتا ہے	206
نبی کی زبان حکم خداوندی کے بغیر حرکت نہیں کرتی	206
نبی فطری طور پر معصوم عن الخطاء ہوتا ہے	208
اسلامی حکومت ہوتی تو مدعی نبوت قتل کردیا جاتا	208
نبی کوئی کام حکم خداوندی کے بغیر نہیں کرتا	209
اظہار حقیقت	210

عنوانات	صفحہ
جو چیز قرآن سے الگ کردے اسے آگ لگادو	211
نبی ثابت قدم ہوتا ہے	213
مقام عبرت	214
ہمارے آقا ﷺ کے آباء واجداد	216
اہل عرب کے چند اوصاف	217
حضور ﷺ کے نسب عالی کے تین حصے	219
حضور ﷺ کا متفق علیہ سلسلۂ نسب	219
حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کا تعارف	220
ہاشم اور ان کے فرزند عبدالمطلب کے حالات	221
عبدالمطلب کے دو اہم کارنامے	222
عبدالمطلب کی نذر ومنت	224
موت کی تیاری (۱)	227
موت ایک اٹل حقیقت ہے	227
اس موت نے کئی گھر اجاڑ دیئے	228
قبر آخرت کی پہلی منزل ہے	229
موت کی تیاری کرنی چاہئے	230
موت کی تیاری (۲)	233
آٹھ سوالوں کا جواب تیار رکھیں	233
میدان محشر میں پانچ سوال	234
موت کو یاد رکھنے کے تین فائدے	234

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
شیطان کی سرتوڑ کوشش	235	موت کا اعلان	237
چند اکابر کے آخری لمحات	236		

خطباتِ ربیع الاول [239 تا 352]

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سیرت اور میلاد	240	بحیرہ راہب کی محبت رسول ﷺ	257
ربیع الاول کے چار اہم واقعات	241	اللہ نے بھی ناز کیا	257
محمد عربی ﷺ کی تاریخ نہیں، سیرت!	241	بہترین تخلیق	259
سیرت اور تاریخ میں فرق	242	حضرت حسان ؓ کی نعت	259
حضور ﷺ کا وجود شریعت کا سانچہ ہے	242	حضور ﷺ کی صفات	260
حضور ﷺ قرآنِ ناطق ہیں	244	حضور ﷺ کی حیاء	261
خدا کا حسنِ انتخاب، انتخابِ لاجواب	245	دعویٰ توحید اور دلیل	261
حضور کے حرام کو بھی حرام ماننا پڑے گا	246	دعویٰ رسالت پر گواہ	265
دین کے بارے میں احتیاط ضروری ہے	247	صحابہ ؓ دلائل نبوت ہیں	266
حدیث کی حجیت اور اہمیت	248	محبت عیب چھپاتی ہے	266
سچی محبت فرمانبرداری کا نام ہے	249	صحابہ ؓ کو سمجھنے کے لئے معیار	267
حضور علیہ السلام نے انسانیت کا قبلہ درست کیا	250	صحابہ ؓ معیار حق ہیں	268
		یہ ہماری پہچان ہیں	269
نبی ﷺ کے نافرمان کا برا انجام ہوتا ہے	251	یہ آسان نہیں ہے	270
کامیابی اطاعتِ رسول ﷺ سے ملتی ہے	252	حضور ﷺ محبوب کل جہاں	271
ابورافع یہودی کا عبرتناک انجام	253	ولادت رسول ﷺ	273
حضور ﷺ کا بچپن اور حسن	255	حضور ﷺ کے والدین	274
حضور ﷺ کا بچپن اور سفر شام	255	آپ ﷺ کے والد ماجد کی پاکدامنی اور عفت	274
راہب کی ابوطالب سے ملاقات	255		

عنوانات	صفحہ
حضور ﷺ کے حمل کی برکات	276
آپ ﷺ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے	276
یومِ ولادت میں اختلاف	277
ولادت کے وقت والدہ ماجدہ کے مشاہدات	279
ایک یہودی عالم کا واقعہ	279
ربیع الاول میں ولادتِ رسول کی حکمتیں	280
درود پڑھنے کی فضیلت اور اہمیت	283
سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی	285
آپ کا تذکرہ باعثِ سعادت	285
تاریخ انسانیت کا عظیم واقعہ	286
۱۲ ربیع الاول اور صحابہ کرام	286
"کرسمس" کی ابتدا	287
"کرسمس" کی موجودہ صورتحال	288
"کرسمس" کا انجام	288
میلاد النبی کی ابتداء	289
یہ ہندوانہ جشن ہے	289
یہ اسلام کا طریقہ نہیں	289
ملے سے سیانا سو باؤلا	290
آپ کا مقصدِ بعثت کیا تھا؟	290
انسان نمونے کا محتاج ہے	291
ڈاکٹر کیلئے "ہاؤس جاب" لازم کیوں؟	292

عنوانات	صفحہ
کتاب پڑھ کر قورمہ نہیں بنا سکتے	292
تنہا کتاب کافی نہیں	292
تعلیماتِ نبوی کا نور درکار ہے	293
حضور ﷺ کی تعلیمات سراپا نور ہیں	293
آپ کی ذات ہر شعبہ زندگی کا نمونہ تھی	294
مجلس کا ایک ادب	294
اتباع ہو تو ایسی	295
میدانِ جنگ میں ادب کا لحاظ	296
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ	296
اپنے آقا کی سنت نہیں چھوڑ سکتا	296
ان احمقوں کی وجہ سے سنت چھوڑ دوں؟	297
کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دیا	298
اپنا لباس نہیں چھوڑیں گے	298
تلوار دیکھ لی...... بازو بھی دیکھ	299
یہ ہیں فاتحِ ایران	299
آج مسلمان ذلیل کیوں؟	300
ہنسے جانے سے جب تک ڈرو گے	301
صاحبِ ایمان کے لئے اتباعِ سنت لازم ہے	301
اپنی زندگی کا جائزہ لیں	302
اللہ کے محبوب بن جاؤ	302
یہ عمل کر لیں	303

عنوانات	صفحہ
سیرۃ النبی ﷺ	304
سارا قرآن حضورؐ کی سیرت ہے	306
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے پھرتے قرآن تھے	306
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان ہے	307
ہمارا تعلق کس سے ہے	308
دو عالم حسن کی قبر سے جنت کی خوشبو آئی	308
دو عالم جو سترہ برس گنبد خضریٰ کے سایہ میں درس دیتے رہے	309
عطاء اللہ شاہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام	309
دیوبند بھی شہر ہے بریلی بھی شہر ہے	310
کلہاڑی دیکھ کر انگریز کی پتلون ڈھیلی ہو جاتی تھی	311
مولانا الیاس کا دینی کام	311
ہم سچے نبی کو خدا نہیں مانتے	312
سچے نبی کے معجزات	313
سچے نبی نے کسے پکارا	313
جو کچھ مانگنا ہو اللہ سے مانگیں	313
بدر میں سچے نبی نے اللہ کو پکارا	314
حضور ﷺ نے آکر ہمیں حیاء سکھائی	315
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر ماں کا مقام بتایا	315

عنوانات	صفحہ
حضورؐ کے آنے سے کیا ہوا	315
حضورؐ کے آنے سے انقلاب	316
ہم پورا سال میلاد مناتے ہیں	318
ہمارے اکابر کو مدینہ سے کتنا پیار ہے	319
بچوں کو حضور ﷺ سے پیار	320
پہاڑ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے	321
درخت اور پتھر بھی حضورؐ سے محبت رکھتے تھے	321
جب آقا کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ پڑھا کریں	322
حضور ﷺ کی آمد سے پہلے	323
نبی حسین ہوتا ہے	323
عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یاد آگئے	324
حضور ﷺ کی سیرت	324
دین تلوار سے نہیں محمدؐ کے پیار سے آیا	325
مسجد میں ہنسنا منع ہے	325
عام لوگوں کا علم	326
دین پر عمل کرنا مشکل ہوگا	327
حضور ﷺ کی ولادت سے انقلاب آیا	327
ایک سورج آسمان کا ایک عائشہؓ کے حجرے کا	328

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ہمارا عقیدہ	328	حضور ﷺ ابو طالب کی نظر میں	340
اصل عمل ہے	329	نبی اور خدا جدا جدا	341
ہمیں ولادت بیان کرنا آتی ہے	329	علماء دیوبند کا علم	342
یتیم کے متعلق حکم	330	حضور ﷺ کی برکات	343
حضورؐ پاک پیدا ہوئے	331	بہن کے ساتھ حضور ﷺ کا برتاؤ	344
ہر جگہ سے لوگ آپ کے در پر جاتے ہیں	331	حضور ﷺ کی برکات	344
جو میرے روضہ کی زیارت کرے گا اس کی شفاعت کروں گا	332	دین کا مدار تین چیزیں، اور بیان کون کرے	346
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے کرتے کی برکت	332	قبروں کی پوجا کرنے والوں پر اللہ کی لعنت	347
عمل کے ذریعہ جنت عمل کے ذریعہ جہنم	334	ہم اولیاء کو مانتے ہیں، ان کی قبر پر کیسے جائیں	347
حضور ﷺ کی ولادت پر موتی	335		
صحابہ کی بھوک اور تھکاوٹ حضور کو دیکھنے سے ختم ہو جاتی	337	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی ایک اور جھلک	348
ابوبکرؓ و عمرؓ کا عشق رسول	338	ہر مسلمان کو سلام کرو	349
بڑوں کا ادب ضروری ہے	338	حضور ﷺ کا ایک دیہاتی سے درگزر	350
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درندے بھی پہچانتے تھے	339	پیشاب کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گلے لگایا	351
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت	339	ایسی کتابوں پر پابندی ہونی چاہئے	352

خطبات ربیع الثانی [353 تا 396]

عقیدۂ ختم نبوت	354	منہ بولے بیٹے	354
متبنیٰ کی رسم	354	عملی نمونہ	354

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
آیت کا مقصد	356	کھلی نشانیاں	378
ابوت اور نبوت کا فرق	356	معجزات عیسیٰ علیہ السلام	379
اہم نکتہ	358	قتل کی سازش	380
منصب کی شرائط	359	قتل یا شبہ	380
اولاد کی نعمت	360	معیار صداقت	382
اوّلین نبوت	361	اصل مسیح کی نشانیاں	383
اول و آخر	362	اصلی اور نقلی مسیح میں فرق	386
انداز تعارف	363	ا۔ مسیح کی آمد	386
لقب خاتم النبیین	363	۲۔ ماں کا نام	387
بنائے فضیلت	364	۳۔ نزول آسمانی	387
قائد الرسلین	364	۴۔ قیام دنیا	388
نبوت و قیامت	365	۵۔ حج و زیارات	389
فلسفۂ نزول مسیح	366	۷۔ حکم عدل و انصاف	389
نبی معلم اُمت	366	۸۔ صلیب کا خاتمہ	390
خطرے سے آگاہی	367	۹۔ وفات اور تدفین	391
چور کی چوری	368	۱۰۔ جہاد مسیح	392
نزول مسیح دلیل ختم نبوت	369	۱۱۔ انسانی رُشد و ہدایت	393
نزول مسیح کی حکمت	370	۱۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر	393
قائدانہ قوت و شوکت	371	۱۳۔ قتل دجال اور اس کی نشانیاں	394
فضیلت مریم علیہا السلام	374		
اصلی مسیح	376		
اہتمام قدرت	376	......☆......	
پہلا کلام	377		

خطباتِ جمادی الاول [397 تا 442]

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حضور ﷺ کا سفرِ طائف	398	1۔ بہادر لوگوں کا خطہ:	419
سرداروں کی طرف سے توہین	399	2۔ وسائل کی کمی کا خطہ	420
آپ ﷺ پر ظلم وتشدد کی داستان	400	3۔ فصاحت وبلاغت والے لوگوں کا خطہ	420
آپ ﷺ کی اللہ کے حضور دعاء ومناجات	400	4۔ ہیرے کی طرح چمکدار زندگی	421
		فرانسیسی مصنف ''ہیٹی'' کا اعتراف	423
عداس سے آپ ﷺ کی گفتگو اور اس کا اثر	402	حضور اکرم ﷺ کی شان میں مائیکل ہارٹ کا خراجِ تحسین:	423
کافر کو بددعا کب دی جائے!	404	انگلش رائٹر ''گبن'' کا اعتراف	424
قرآن سن کر جنات کا قبولِ اسلام	404	مقبولیت حاصل کرنے کے تین راستے	425
فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ	405	مشکل ترین راستے کا انتخاب:	426
جنات کی اپنی قوم کو تبلیغ	406	مشقتیں اٹھانے پر انعام:	426
جنات کا مقدمہ اور شاہ عبدالعزیز ؒ کا فیصلہ	407	ابتدائے حیات میں مشکلات:	427
		معاشرتی بائیکاٹ:	427
قرآن جنات پر بھی اثر کرتا ہے	409	مصائب کی انتہاء:	428
آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت	411	سب سے بہتر گواہ:	428
		؟ لوگوں کا قبولِ اسلام:	428
پیغمبر انقلاب ﷺ	417	انفرادی اور اجتماعی زندگی کے پرچار کا حکم	429
بعد از خدا بزرگ توئی	7		
انٹرنیٹ پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ	418	نبوت کی بہتر دلیل	429
ہندوؤں کا پروپیگنڈہ	418	نبی اکرمؐ کے اخلاق کریمانہ	430
دنیا کا جغرافیائی دل	419	اخلاق کی تلوار	430
خطۂ عرب میں بعثتِ رسول کی حکمتیں	419	اُم جمیل ھا کا قبول اسلام	431

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
تین سو آدمیوں کا قبول اسلام	432	کفار کا اعتراف:	437
فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان	433	انسان کامل:	438
عثمانؓ بن طلحہ کا قبول اسلام	434	رہبر کامل	439
حضرت عمرؓ کا قبول اسلام	435	معلم کامل:	440
حضرت خالدؓ بن ولید کا قبول اسلام	435	عدل نبوی ﷺ کفار کی نظر میں	440
جاذبیت اسلام	435	برطانیہ اور سویڈن کے شہزادوں کے تاثرات	441
محمدیؐ انقلاب کی خصوصیات	436		
1۔ کم وسائل کے ساتھ انقلاب:	436	صداقت نبوی ﷺ ابوجہل کی نظر میں	441
2۔ کم وقت میں انقلاب:	436	ہماری ذمہ داری	442
3۔ غیر خونی انقلاب:	437		

خطبات جمادی الثانی [443 تا 520]

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سیدنا صدیق اکبرؓ یار غار	444	ہجرت کی رات کو فیصلے:	450
ثانی اثنین کی تفسیر	445	صدیقؓ کی نبی ﷺ سے وفائیں	453
علماء مفسرین کا عجیب نکتہ:	445	عقیدہ حیات النبی ﷺ پر ایک نظر:	456
سیدنا صدیقؓ ہر اعتبار سے پیغمبر ﷺ کا ثانی	446	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا خلیفہ:	457
		نبی و صدیقؓ کا سفر ہجرت	460
ہجرت نبی ﷺ و صدیقؓ:	447	صحابہؓ کی عظمت نسبت پیغمبر کی وجہ سے	461
صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا تذکرہ قرآن میں:	448	رسول اللہؐ کے شہر سے نسبت	462
		کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا	463
خوف اور حزن میں فرق:	448	امامت صدیق اکبرؓ	464
صدیقؓ کی رفاقت نبی ﷺ کی زبانی:	449	منکرین صدیقؓ کا سوال اور جواب علیؓ	464
غار میں حفاظت:	450		

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ
غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کا انڈا	489
صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے چہرے پر ابوجہل کا تھپڑ	490
غار میں چھپنا کوئی نئی بات نہیں ہے!	490
غار سے آگے کے سفر کی تفصیلات	492
صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال	493
نبی و صدیقؓ ام معبد کے خیمے پر!	493
ایک جن کے اشعار جو مکہ میں سنائی دیئے	495
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار اور اللہ کی طرف سے اکرام	496
صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر قرآن کی مہر	496
نبی ﷺ کا محافظ اللہ ہے	497
اول حضور ﷺ اور ثانی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	500
حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں	503
مسجد قبا کی تعمیر	504
اسلام کی سب سے پہلی مسجد یہی ہے	504
مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نماز کا ثواب	505
قرب قیامت میں بیت اللہ کی شہادت	506
قبا میں حضور ﷺ کے اقرباء کی آمد	507
نبی ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ میں مماثلت	507
آپ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری اور استقبال	507
مدینہ میں پہلا خطبۂ جمعہ	508
آپ ﷺ نے تعمیر کی بات کی، تخریب کی نہیں	508
بنی نجار کی بچیوں کا استقبالی گیت	509
ابوایوب انصاریؓ میزبانِ رسول ﷺ	510
مہاجرینؓ پر آب وہوا کے منفی اثرات	510
حضور ﷺ کی مدینہ کے لئے خصوصی دعا	511
اولیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	512

......☆......

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

......☆...

عرض مرتب

خطابت انبیاء کرام کی میراث ہے، جو اللہ نے حاملینِ دین علماء کرام کو عطا فرمائی ہے، اس میں اہلِ حق اور اہلِ باطل کی کوئی تخصیص نہیں۔ علماءِ سُوء اس عطیۂ الٰہی کو اپنے مذموم مقاصد کیلئے استعمال کرتے اور اپنی طلاقتِ لسانی سے عوام کو اُلّو بناتے ہیں، ان کی خطابت جنسِ بازار ہوتی ہے اور "متاعِ قلیل" کے حصول و وصول کیلئے فروخت ہوتی ہے۔

علماءِ حق اس عطیۂ الٰہی کو مخلوقِ خدا کی راہنمائی اور بھلائی کیلئے استعمال کرتے ہیں اسے دینِ حق کے ابلاغ و تبلیغ کا ذریعہ بناتے ہیں اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی تصحیح کا فریضہ سرانجام دے کر انہیں کلمہ طیبہ کے شجرِ طیبہ کی چھاؤں میں لا کھڑا کرتے ہیں، اور

مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ.

"کلمہ طیبہ کی مثال ایسے پاکیزہ درخت کی ہے جس کی جڑیں زمین دوز اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہیں"۔

برصغیر پاک و ہند میں علماءِ دیوبند کی خطابت اس کی ایک بیّن مثال ہے۔ یہ وہ خوش بخت و سعید افراد ہیں جنہوں نے شرک و بدعات کے اندھیروں میں ہدایت کے چراغ روشن رکھے اور اپنے خطبات کے ذریعے عوام الناس کے عقائد و افکار کی اصلاح کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اس مجموعہ میں ان علماءِ کرام کے منتخب خطبات ایک خاص ترتیب کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن کا مقصد نو آموز خطباء اور علماء کو سال بھر کے

خطباتِ جمعہ کی تیاری کے لئے مستند مواد پیش کرنا ہے تا کہ وہ کم وقت میں اپنے مطالعہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بلا جھجک ان خطبات سے استفادہ کر کے جمعۃ المبارک کی گفتگو کو عوام کے سامنے پیش کر سکیں۔

''تحفۃ الخطیب'' علماءِ حق کی منتخب علمی و اصلاحی تقاریر سے مرتب و مزین کی گئی ہے، جن علماء کے خطبات اس میں پیش کیے جا رہے ہیں ان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی، حضرت مولانا طارق جمیل، خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری، حضرت مولانا ابوریحان فاروقی، شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، خطیب العصر حضرت مولانا عبدالکریم ندیم اور دیگر علماء شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرما کر اہلِ علم کے لئے نفع مند بنائے، آمین

مولانا مفتی محمد امان اللہ

لاہور

......☆......

خطباتِ محرم الحرام

① ......محرم اور عاشوراء کی حقیقت

② ......اسلام میں پہلا مہینہ محرم الحرام

③ ......عمر رضی اللہ عنہ مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

④ ......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

⑤ ......فاتح ایران و روم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

⑥ ......عاشورہ کی فضیلت

⑦ ......شہادت ...... فضیلت واقسام

⑧ ......شہادت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

⑨ ......شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

⑩ ......حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرتِ طیبہ کی چند جھلکیاں

......☆......

محرم اور عاشوراء کی حقیقت

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئات اعمالنا. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ واشھد ان لّا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ سیّدنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا.

امّا بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. انَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ. (التوبۃ: ۳۶)

امنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النّبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشاھدین والشّاکرین والحمدُ للّٰہ ربّ العالمین.

حرمت والا مہینہ:

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز! آج محرم کی ساتویں تاریخ ہے اور تین دن کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ عاشوراء کا مقدس دن آنے والا ہے۔ یوں تو سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، لیکن اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے پورے سال کے بعض ایام کو خصوصی فضیلت عطا فرمائی ہے اور ان ایام میں کچھ مخصوص احکام مقرر فرمائے ہیں۔ یہ محرم کا مہینہ بھی ایک ایسا مہینہ ہے جس کو قرآن کریم نے حرمت

والا مہینہ قرار دیا ہے۔ جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا کہ چار مہینے ایسے ہیں جو حرمت والے ہیں، ان میں سے ایک محرم کا مہینہ ہے۔

عاشوراء کا روزہ:

خاص طور پر محرم کی دسویں تاریخ جس کو عام طور پر ''عاشوراء'' کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں ''دسواں دن'' یہ دن اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا خصوصی طور پر حامل ہے۔ جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے، اس وقت تک ''عاشوراء'' کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا تھا، بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو اس وقت عاشوراء کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کو سنت اور مستحب قرار دیا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن روزہ رکھے گا تو اس کے پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ عاشوراء کے روزے کی اتنی بڑی فضیلت آپ نے بیان فرمائی۔

''یوم عاشوراء'' ایک مقدس دن ہے:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عاشوراء کے دن کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نواسے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس شہادت کے پیش آنے کی وجہ سے عاشوراء کا دن مقدس اور حرمت والا بن گیا ہے۔ یہ بات صحیح نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں عاشوراء کا دن مقدس دن سمجھا جاتا تھا اور آپؐ نے اس کے بارے میں احکام بیان فرمائے تھے اور قرآن کریم نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً ساٹھ سال کے بعد پیش آیا، لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ عاشوراء کی حرمت اس واقعہ کی وجہ سے ہے، بلکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا اس روز واقع ہونا یہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مزید فضیلت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو

شہادت کا مرتبہ اس دن میں عطا فرمایا جو پہلے ہی سے مقدس اور محترم چلا آ رہا تھا، بہرحال! یہ عاشوراء کا دن ایک مقدس دن ہے۔

اس دن کی فضیلت کی وجوہات:

اس دن کے مقدس ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، اس دن کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے دنوں پر کیا فضیلت دی ہے؟ اور اس دن کا کیا مرتبہ رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ہمیں تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں اترے تو وہ عاشوراء کا دن تھا، جب نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد خشکی میں اتری تو وہ عاشوراء کا دن تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا اور اس آگ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے گلزار بنایا تو وہ عاشوراء کا دن تھا اور قیامت بھی عاشوراء کے دن قائم ہوگی۔ یہ باتیں لوگوں میں مشہور ہیں لیکن ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں، کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جو یہ بیان کرتی ہو کہ یہ واقعات عاشوراء کے دن پیش آئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی:

صرف ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کے کنارے پر پہنچ گئے اور پیچھے سے فرعون کا لشکر آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی دریا کے پانی پر ماریں، اس کے نتیجے میں دریا میں بارہ راستے بن گئے اور راستوں کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر دریا کے پار چلا گیا اور جب فرعون دریا کے پاس پہنچا اور اس نے دریا میں خشک راستے دیکھے تو وہ بھی دریا کے اندر چلا گیا، لیکن جب فرعون کا پورا لشکر غرق ہو گیا۔ یہ واقعہ عاشوراء کے دن پیش آیا، اس کے بارے میں ایک روایت موجود ہے جو نسبتاً بہتر روایت ہے، لیکن اس کے علاوہ جو دوسرے واقعات ہیں، ان کے عاشوراء کے دن میں ہونے پر کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

فضیلت کے اسباب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں:

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو فضیلت بخشی؟ بلکہ یہ سب اللہ جل شانہٗ کے بنائے ہوئے ایام ہیں، وہ جس دن کو چاہتے ہیں اپنی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں، وہی اس کی حکمت اور مصلحت کو جاننے والے ہیں، ہمارے اور آپ کے ادراک سے ماوراء بات ہے، اس لئے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

اس روز سنت والے کام کریں:

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اپنی رحمت اور برکت کے نزول کے لئے منتخب کرلیا تو اس کا تقدس یہ ہے کہ اس دن کو اس کام میں استعمال کیا جائے جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہوا، سنت کے طور پر اس دن کے لئے صرف ایک حکم دیا گیا ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن میں روزہ رکھنا گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔ بس یہ ایک حکم سنت ہے، اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یہودیوں کی مشابہت سے بچیں:

اس میں ایک مسئلہ اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب بھی عاشوراء کا دن آتا تو آپؐ روزہ رکھتے، لیکن وفات سے پہلے جو ''عاشوراء'' کا دن آیا تو آپؐ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور ساتھ میں یہ ارشاد فرمایا کہ دس محرم کو ہم مسلمان بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودیوں کے روزہ رکھنے کی وجہ وہی تھی کہ اس دن میں چونکہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ فرعون سے نجات دی تھی، اس کے شکرانے کے طور پر یہودی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ بہر حال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں اور

یہودی بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ساتھ ہلکی سی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشوراء کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملاؤں گا، ۹ رمحرم یا ۱۱ رمحرم کا روزہ بھی رکھوں گا تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے۔

ایک کے بجائے دو روزے رکھیں:

لیکن اگلے سال عاشوراء کا دن آنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں ملی۔ لیکن چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمادی تھی، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عاشوراء کے روزے میں اس بات کا اہتمام کیا اور ۹ رمحرم یا ۱۱ رمحرم کا ایک روزہ اور ملا کر رکھا اور اس کو مستحب قرار دیا اور تنہا عاشوراء کے روزہ رکھنے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ قرار دیا، یعنی اگر کوئی شخص صرف عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو وہ گناہگار نہیں ہو گا بلکہ اس کی عاشوراء کے دن روزہ کا ثواب ملے گا لیکن چونکہ آپ کی خواہش دو روزے رکھنے کی تھی، اس لئے اس خواہش کی تکمیل میں بہتر یہ ہے کہ ایک روزہ اور ملا کر دو روزے رکھے جائیں۔

عبادت میں بھی مشابہت نہ کریں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں ہمیں ایک سبق اور ملتا ہے، وہ یہ کہ غیر مسلموں کے ساتھ ادنیٰ مشابہت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمائی، حالانکہ وہ مشابہت کسی برے اور ناجائز کام میں نہیں تھی، بلکہ ایک عبادت میں مشابہت تھی کہ اس دن جو عبادت وہ کر رہے ہیں، ہم بھی اس دن وہی عبادت کر رہے ہیں، لیکن آپؐ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو دین عطا فرمایا ہے، وہ سارے ادیان سے ممتاز ہے اور ان پر فوقیت رکھتا ہے، للہذا ایک مسلمان کا ظاہر و باطن بھی غیر مسلم سے ممتاز ہونا چاہئے، اس کا طرز عمل، اس کی چال ڈھال، اس کی وضع قطع، اس کا سراپا، اس کے اعمال، اس کے اخلاق، اس کی عبادتیں وغیرہ ہر چیز غیر مسلموں سے

ممتاز ہونی چاہئے۔ چنانچہ احادیث میں یہ احکام جابجا ملیں گے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیر مسلموں سے الگ طریقہ اختیار کرو، مثلاً فرمایا:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب فی العمائم)

یعنی مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے اپنا ظاہر و باطن الگ رکھو۔

مشابہت اختیار کرنے والا انہی میں سے ہے:

جب عبادت کے اندر اور بندگی اور نیکی کے کام میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشابہت پسند نہیں فرمائی تو دوسرے کاموں میں اگر مسلمان ان کی مشابہت اختیار کریں تو یہ کتنی بُری بات ہوگی۔ اگر یہ مشابہت جان بوجھ کر اس مقصد سے اختیار کی جائے تاکہ میں ان جیسا نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة)

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ اسی قوم کے اندر داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص انگریزوں کا طریقہ اس لئے اختیار کرے تاکہ میں دیکھنے میں انگریز نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن اگر دل میں یہ نیت نہیں ہے کہ میں ان جیسا نظر آؤں بلکہ ویسے ہی مشابہت اختیار کر لی تو یہ مکروہ ضرور ہے۔

غیر مسلموں کی نقالی چھوڑ دیں:

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کو اس حکم کا خیال اور پاس نہیں رہا، اپنے طریقہ کار میں، وضع قطع میں، لباس پوشاک میں، اٹھنے بیٹھنے کے انداز میں، کھانے پینے کے طریقوں میں، زندگی کے ہر کام میں ہم نے غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی ہے، ان کی طرح کا لباس پہن رہے ہیں، ان کی زندگی کی طرح اپنی زندگی کا نظام بناتے ہیں، ان کی طرح کھاتے پیتے ہیں، ان کی طرح بیٹھتے ہیں، زندگی کے ہر کام میں ان کی نقالی کو ہم نے ایک فیشن بنالیا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت کو پسند نہیں فرمایا، اس سے سبق ملتا ہے کہ ہم

نے زندگی کے دوسرے شعبوں میں غیر مسلموں کی جونقالی اختیار کر رکھی ہے، خدا کے لئے اس کو چھوڑیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نقالی کریں، اُن لوگوں کی نقالی مت کریں جو روزانہ تمہاری پٹائی کرتے ہیں، جنہوں نے تم پر ظلم اور استبداد کا شکنجہ کسا ہوا ہے، جو تمہیں انسانی حقوق دینے کو تیار نہیں، ان کی نقالی کر کے آخر تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ ہاں دنیا میں بھی ذلت ہوگی اور آخرت میں بھی رسوائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

عاشوراء کے روز دوسرے اعمال ثابت نہیں:

بہرحال! اس مشابہت سے بچتے ہوئے عاشوراء کا روزہ رکھنا بڑی فضیلت کا کام ہے۔ عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم تو برحق ہے، لیکن روزے کے علاوہ عاشوراء کے دن لوگوں نے جو اور اعمال اختیار کر رکھے ہیں، ان کی قرآن کریم اور سنت میں کوئی بنیاد نہیں۔ مثلاً بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عاشوراء کے دن کھچڑا پکنا ضروری ہے، اگر کھچڑا نہیں پکایا تو عاشوراء کی فضیلت ہی حاصل نہیں ہوگی۔ اس قسم کی کوئی بات نہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے اور تابعینؒ نے اور بزرگانِ دین نے اس پر عمل کیا، صدیوں تک اس عمل کا کہیں وجود نہیں ملتا۔

عاشوراء کے دن گھر والوں پر وسعت کرنا:

ہاں ایک ضعیف اور کمزور حدیث ہے، مضبوط حدیث نہیں ہے، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر اور ان لوگوں پر جو اس کے عیال میں ہیں، مثلاً اس کے بیوی بچے، گھر کے ملازم وغیرہ، ان کو عام دنوں کے مقابلے میں عمدہ اور اچھا کھانا کھلانے اور کھانے میں وسعت اختیار کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت عطا فرمائیں گے۔ یہ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس عمل پر جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ انشاء اللہ حاصل ہو گی۔ لہٰذا اس دن گھر والوں پر کھانے میں وسعت کرنی چاہئے، اس کے آگے لوگوں نے جو

چیزیں اپنی طرف سے گھڑلی ہیں، ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم مت کرو:

قرآن کریم نے جہاں حرمت والے مہینوں کا ذکر فرمایا ہے، اس جگہ پر ایک عجیب جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ:

فَلاَ تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ (التوبہ:۳۶)

یعنی ان حرمت والے مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ ظلم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان مہینوں میں گناہوں سے بچو، بدعات اور منکرات سے بچو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں، جانتے تھے کہ ان حرمت والے مہینوں میں لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں گے اور اپنی طرف سے عبادت کے طریقے گھڑ کر ان پر عمل کرنا شروع کردیں گے، اس لئے فرمایا کہ اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

دوسروں کی مجالس میں شرکت مت کرو:

شیعہ حضرات اس مہینے میں جو کچھ کرتے ہیں، وہ اپنے مسلک کے مطابق کرتے ہیں، لیکن بہت سے اہل سنت حضرات بھی ایسی مجلسوں میں اور تعزیوں میں اور ان کاموں میں شریک ہوجاتے ہیں جو بدعت اور منکر کی تعریف میں آجاتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو صاف حکم دے دیا کہ ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو بلکہ ان اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور اس کے ذکر میں اور اس کے لئے روزہ رکھنے میں اور اس کی طرف رجوع کرنے میں اور اس سے دعائیں کرنے میں صرف کرو اور ان فضولیات سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس مہینے کی حرمت اور عاشوراء کی حرمت اور عظمت سے فائدہ اٹھانے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کے مطابق اس دن کو گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اسلام میں پہلا مہینہ محرم الحرام

(از:۔ حضرت مولانا روح اللہ نقشبندی مدظلہٗ)

"محرم" اسلامی سال کا پہلا قمری مہینہ ہے۔ اس میں مضموم ح مفتوح اور رمشدد مفتوح پڑھی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

اس کے لغوی معنی معزز اور محترم کے ہیں۔ قرآن مجید میں بیت اللہ شریف کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دُعا کے ضمن میں آیا ہے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم. (۳۷. ابراهیم. ۱۴)

"اے اللہ! میں نے اپنی اولاد بے آب و گیاہ بستی میں تیرے گھر کے پاس بسائی ہے۔"

محترم گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ یہ اگرچہ اس وقت منہدم حالت میں تھا تاہم اس کی جگہ خوب جانی پہچانی اور سب کی نگاہوں میں محرم اور متبرک تھی۔

دوسری جگہ فرمایا گیا: "بے شک مہینوں کی تعداد تو اللہ کے نزدیک بارہ ۱۲ ہی ہے۔ اُسی دن سے جب سے اُس نے زمین و آسمان بنائے۔ ان میں سے چار مہینے خصوصاً عظمت والے ہیں۔ پس ظلم نہ کرو اپنی جانوں پر ان مہینوں میں" (۳۶۔توبہ:۹)

ان عظمت والے چار مہینوں میں بالاتفاق پہلا مہینہ "محرم الحرام" کا مہینہ ہے۔ باقی تین مہینے رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے مہینے ہیں۔

عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔ اسلام میں ان مہینوں کی عظمت اور حرمت اور زیادہ ہوگئی۔ (فلا تظلموا

فیھن انفسکم) ان مہینوں میں طاعت مقبول تر اور معصیت قبیح تر قرار دی گئی ہے۔

حکیم الامت مولانا محمد اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ متبرک اوقات میں معصیت کی برائی شدید تر ہوتی ہے اور اسی پر متبرک مقامات کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے تو وائے برحال ان لوگوں کے جو اولیاء صالحین کے مزارات پر اور وہ بھی زمانہ عرس میں فجور و بدعات کا ارتکاب کیا کرتے ہیں۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ماہ محرم الحرام کو تشریفاً شہر اللہ کہا گیا ہے جیسے دوسرے مقامات پر کعبہ شریف کو بیت اللہ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو "ناقۃ اللہ" فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ محرم الحرام کی اسی بزرگی اور برتری کی بناء پر حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"رمضان کے بعد سب مہینوں سے زیادہ افضل محرم الحرام کے روزے ہیں۔"

اور دوسری جگہ فرمایا کہ "یعنی ایام محرم میں سے ایک یوم کا روزہ دوسرے مہینوں کے تیس ۳۰ ایام کے برابر ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

شیخ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت سی وجوہ نقل فرمائی ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ کہ جملہ کائنات و مافیہا سب اسی ماہ محرم میں شرف وجود سے مشرف ہوئیں۔ نیز کائنات کے دوسرے اہم اور مہتم بالشان کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے تک سب اسی مبارک اور محترم مہینہ میں سرانجام پائے۔ (غنیۃ)

بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت بھی اسی مہینہ میں واقع ہوگی۔ (غنیۃ)

بناء بریں ہم اس مہینہ کو کائنات کا مبداء اور منتہیٰ قرار دے سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً انہیں خصوصیات کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے اس مہینہ کے خاص الخاص دن یعنی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور آئندہ سال دو روزے رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کی فرضیت سے پہلے یہی عاشورہ کا روزہ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی اُمت پر فرض تھا مگر چونکہ اس کا اہتمام زیادہ تر یہود اور نصاریٰ کیا کرتے تھے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے آئندہ سال ایک روزہ کے اضافہ کا فیصلہ فرمایا تاکہ یہود سے تشبہ بھی

لازم نہ آئے اور اکتساب ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو۔

چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

''عاشورہ کا روزہ رکھو تو ضرور رکھو مگر یہود سے امتیاز کیلئے آگے یا پیچھے ایک دن کا اضافہ کرلو۔'' (احمد)

مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:

''یعنی مجھے غالب توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گذشتہ ایک برس کے گناہ معاف فرمادیں گے''۔

احادیث پاک کی رو سے فضائل محرم و عاشورہ کا بیان

(۱) اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف)

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ''نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ اہتمام نفلی روزوں میں عاشورہ کے روزہ کا فرمایا کرتے تھے۔''

(۳) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''۱۰ ہجری میں آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آئندہ سال میں اس دن کو پاؤں گا تو نویں محرم و دسویں یا دسویں و گیارہویں محرم کا روزہ رکھوں گا تاکہ یہودیوں کے روزے اور ہمارے روزوں میں امتیاز ہوسکے۔''

(۴) حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ کا نفلی روزہ روزہ دار کے لیے دو سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جس سال میں اس نے روزہ رکھا اور اس سے پہلے سال کا کفارہ ہوتا ہے لیکن عاشورہ کا روزہ صرف ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔'' (مسلم)

نوٹ: اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں روزے ہیں تو نفلی ان میں کوئی بھی واجب یا فرض نہیں ہے لیکن عرفہ کے روزے کو عاشورہ کے روزے پر فضیلت

ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ شریعت میں مشروع نہیں ہے اس روزہ کو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہودیوں کو رکھتے ہوئے دیکھا اور دریافت فرمایا تو یہودیوں نے جواباً عرض کیا اس دن ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور اسی دن بفضل خدا انہوں نے دریائے نیل کو عبور کیا تھا ہم اس شکریے میں یہ روزہ رکھتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: (ہم اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں اس روزہ کے رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں) چنانچہ نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں نہیں بلکہ ان کی موافقت میں رکھا تھا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرا جو اُمتی عاشورے کے دن اپنے اہل و عیال پر رزق میں فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں فراوانی عطا فرمائے گا۔''

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت سفیان کہتے ہیں ہم نے حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کیا۔ تجربہ نے یہ ثابت کیا کہ پورے سال ہمارے رزق میں فراوانی رہی۔ جذبہ اتباع امر نبی ﷺ کی واقعی یہی برکات و ثمرات ہیں۔ مسلمانوں کو اس حدیث پاک پر عمل کر کے برکات سے مستفید ہونا چاہیے۔

محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کیوں کہتے ہیں؟

علماء لغت نے جو توجیہ کی ہے اسے آپ پیش نظر رکھیں۔ پہلی توجیہ گنتی کے لحاظ سے جب ہم عربی میں ایک سے دس تک گنتی گنیں تو اس طرح ہے:

واحد اثنان ثلث اربع خمس ست سبع ثمانیہ تسعہ عشرہ

ایک دو تین چار پانچ چھ سات آٹھ نو دس

''عاشورہ'' دسواں دن۔ محرم کے دسویں دن کو اسی مناسبت سے عاشورہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دنیا انبیاء کرام کو اللہ رب العزت نے دس انعامات سے نوازا ہے اس لیے اسے عاشورہ کہا جاتا ہے جس کی تفصیل اس طریقہ پر ہے۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام نے جب بھول کر درخت ممنوعہ کا پھل کھایا پھر فوراً ہی اپنی لغزش پر نادم ہو کر بارگاہ خداوندی میں ان الفاظ کے ساتھ توبہ کی:

''اے پروردگار! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر آپ کی بارگاہ اقدس سے ہمیں معافی نہ ملی اور ہم پر آپ نے رحم نہیں فرمایا تو یقیناً ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے''۔

(سورہ اعراف)

چنانچہ قرآن پاک میں ہے ''فتاب علیہ'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی) یہ دن عاشورہ کا تھا۔

(۲) حضرت ادریس علیہ السلام کو رفعت مکانی کی نعمت اسی دن حاصل ہوئی جیسا کہ سورہ مریم میں ہے ''ورفعناه مكانا عليا''

ترجمہ: اے محمد ﷺ! آپ ادریس کے بارے میں یاد رکھئے وہ سچے نبی تھے ہم نے انہیں قرب وعرفان کے بہت اونچے مقام پر پہنچایا''۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اور حضرت ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر اُٹھائے گئے۔

(۳) قوم نوح نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں جب انہیں طوفان میں غرق کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عاشورہ کے دن انعام خاص سے نوازا اور فرمایا ''اے نوح! اب تم مع اپنے متبعین کے جو تمہارے ساتھ اس کشتی میں ہیں ہماری بخشی ہوئی سلامتی کے ساتھ زمین پر اتر جاؤ اور ہمارے عطاء کردہ برکتوں سے بھی مستفید ہوتے رہو انہی برکات میں سے حضرت نوح علیہ السلام کا آدم ثانی ہونا بھی ہے کیونکہ عام غرقابی کے بعد دوبارہ نسل انسانی حضرت نوح علیہ السلام سے پھیلی ہے۔''

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام ۱۰ محرم کو پیدا ہوئے۔ اسی روز انہیں نبوت عطا فرمائی گئی اور خلیل اللہ کا لقب عطا کیا گیا۔ یہی دن تھا جب آپ نے نمرود کے شاہی مندر میں جا کر تمام بتوں کو توڑا اور اس کی سزا میں آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا۔ یہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: یا نا ر کونی

بردا وسلاما علی ابراھیم

ترجمہ: اے آگ تو ٹھنڈی ہوجا اور ہمارے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بن جا۔

(۵) مشہور روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ اسی دن قبول ہوئی جس کا ذکر سورہ ص میں ہے:

ترجمہ: اور داؤد علیہ السلام نے یہ خیال کیا ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انہوں نے اپنے رب کے حضور میں مغفرت کی درخواست کی تو ہم نے انہیں بھی معاف کردیا اور توبہ کی قبولیت سے نوازا۔

(۶) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں سے ملک نکل گیا تو عاشورہ کے روز رب کے حضور میں ان الفاظ سے دُعا کی:

ترجمہ: ''میرے پروردگار! مجھے ایسا ملک (غلبہ) عطا فرما کہ میرے بعد کسی کے لیے ایسا ملک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں حکمرانی عطا فرمائی۔''

(۷) مشہور ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اطہر پر آبلے پڑ گئے لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوا اور خدائے قدوس کے حضور دُعا کی:

رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین

ترجمہ: ''میرے رب مجھے تکلیف و مرض نے گھیر لیا ہے اور آپ ہی ارحم الراحمین ہیں۔''

چنانچہ اسی دن یعنی دس محرم کو ان کی دُعا قبول ہوئی اور فرمایا ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعا قبول کی اور ان کی تکالیف کو دور کردیا۔

(۸) عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل کو پار کیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق کیا گیا۔

(۹) ۱۰ محرم ہی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی رحمت بے پایاں سے نوازا کر انہیں مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکالا اور فرمایا:

فنبذناہ بالعراء وھو سقیم (الصفت)

ترجمہ: ''ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کو کنارے پر لاڈالا اس حال میں کہ وہ

بیمار تھے۔''

(۱۰) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا تو جیسا وعدہ فرمایا تھا:

ترجمہ: ''اے عیسیٰ! میں تجھے آسمان پر اُٹھالوں گا اور کافروں کے حربے سے پاک رکھوں گا۔'' (سورہ مریم)

پھر جیسا سورہ مائدہ پارہ (۶) کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے رب نے آسمان پر اٹھالیا اور سولی پر چڑھائے جانے والے شخص کے بارے میں وہ شک وشبہ میں ڈال دیئے گئے۔ یہ انعام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عاشورہ کے دن ہوا۔

یہ اجمالی تذکرہ تھا۔ ان انعامات خاص کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی اپنے انبیاء ورسل پر اس روز فرمائے جو عاشورہ کا دن کہلاتا ہے۔

سانحہ کربلا

یوم عاشورہ یعنی دس محرم کے دن ہی سانحہ کربلا بھی واقع ہوا جس میں حضرت حسین ابن علیؓ کو میدان کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ طوالت کلام کے سبب ہمیں اس کے اسباب وعلل پر گفتگو کرنا اس لیے مناسب نہیں کہ یہ ایک موضوع ہی علیحدہ ہے۔ اس پر طویل گفتگو کی جائے تو ایک علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

حقیقت محرم

محرم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ عربی میں تحریم کے دوسرے معانی کے ساتھ اس کے معنی تعظیم کرنے کے بھی آتے ہیں تو محرم کے معنی معظم (عظمت والا) ہوئے۔ چونکہ یہ مہینہ عظمت کے قابل ہے اس لیے اس کا نام محرم ہے۔ زمانہ اسلام سے قبل بھی محرم الحرام ان چار مہینوں میں شمار ہوتا تھا جن میں مشرکین عرب جنگ وجدال اور قتل و قتال کو بند رکھتے تھے اور ابتداء میں اسلام نے بھی اس کے اندر قتال کے ممنوع ہونے کو باقی رکھا مگر باتفاق اُمت حرمت قتال کا یہ حکم آیت قرآنیہ "فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم" (پارہ ۱۰) سے منسوخ ہوگیا اور اب ان مہینوں میں قتال جائز ہے۔ اگر چہ

اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں قتال کی ابتداء نہ کی جائے۔ (شامی ص۳۰۲، ج ۳)

پورا مہینہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہات کا محل ہے۔ اس مہینے میں جتنا ہو سکے عبادات میں کوشش کرنی چاہیے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے کو اس لیے فضیلت ملی کہ حضرت حسینؓ کی شہادت اس میں ہوئی اور شیعہ لوگ اسی لیے اس کو منحوس سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس ماہ میں وہ کوئی تقریب اور خوشی کا کام نہیں کرتے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے یہاں یہ مہینہ محترم و معظم اور فضیلت والا ہے۔ لہٰذا اس میں نیک کام بہت کرنے چاہئیں۔

محرم کا روزہ

اس ماہ کو یہ بھی عزت حاصل ہے کہ اس کے اندر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں فرعون مصر کے ظالم و جابر ہاتھوں سے نجات پائی اور فرعون مع اپنے ساتھیوں کے دریائے نیل میں غرق ہوا اس لیے بطور شکریہ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مہینے کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر ہم اس کے تم سے زیادہ حق دار اور موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم فرمایا۔ (بخاری ص ۲۶۸)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا '' کہ اس دن کا روزہ رکھنا رمضان کے بعد تمام روزوں سے افضل ہے۔'' (مسلم شریف ص ۳۶۸)

اس لیے اس کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملا لینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے نویں، دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔ اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو پھر دسویں کے ساتھ گیارھویں کا روزہ رکھنا چاہیے۔ صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔

دسویں محرم اہل و عیال کے ساتھ

شریعت مطہرہ نے اس دن کے لیے یہ تعلیم بھی فرمائی ہے کہ اپنے اہل و عیال پر کھانے پینے میں فراخی اور وسعت کی جائے تا کہ اس پر تمام سال فراخی رزق کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

من وسع علی عیالہ فی النفقۃ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنۃ

(رواہ رزین، مشکوٰۃ ص ۱۷۰ وا لبیہقی فی شعب الایمان ص۳۶۵، ۳۶۶)

اس ماہ کی برکت وعظمت اور فضائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر تجلیات رحمانی کا بڑا حصہ حاصل کیا جائے مگر ہم نے محرم الحرام کے مہینے اور خاص طور پر اس کی دسویں تاریخ میں طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات و بدعات کا اپنے آپ کو پابند کر کے بجائے ثواب حاصل کرنے کے اُلٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہو کر ہلاکت کا سامان فراہم کر لیا۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ماہ محرم فضیلت کی وجہ سے جس طرح اس میں عبادات کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اس ماہ کے اندر گناہوں اور معصیت میں ملوث ہونے کے وبال وعتاب کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس ماہ میں جن اُمور کی ہدایات پیغمبر ﷺ نے کی ہیں وہ دو ہیں۔ ایک نویں دسویں یا دسویں گیارہویں کا روزہ جو کہ سنت ہے، دوسرے دسویں کو حسب استطاعت اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت و فراخی کرنا جو کہ مستحب ہے۔ ان کے علاوہ جن بدعات و رسومات کا رواج ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے وہ سب قابل ترک ہیں ان میں سے بعض مروجہ بدعات و رسومات کا تذکرہ اس جگہ بھی کیا جاتا ہے۔

یوم عاشورہ کی چھٹی

دیکھا جاتا ہے کہ لوگ عام طور پر اس دن چھٹی کر دیتے ہیں حالانکہ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ شیعوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کے عزائم و ارادوں کو بڑھا دیتا ہے اور ان منکرات کی تائید و تقویت ہے۔ دوسرے یہ کہ شیعہ اس دن ماتم کرتے ہیں۔ سخت مصیبت و مشقت اور محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مسلمان چھوٹی کر کے ان کے تماش بین بن جاتے ہیں جبکہ منکرات کو دیکھنا بھی غلط ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تعزیہ کی بدعت

تعزیہ بنانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اس کا بنانا رسومات میں داخل ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔ مال اچھی اور جائز کمائی سے ہونا چاہیے اور خرچ بھی صحیح مصرف میں ہونا

چاہیے اور بعض عوام جہلاء تو تعزیہ کے سامنے نذر و نیاز کرتے ہیں جس کا کھانا" وما اھل بہ لغیر اللہ " میں داخل ہو کر حرام ہے۔اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑا ہونا اور عرضیاں لٹکانا اور اس کے دیکھنے کو ثواب سمجھنا سخت معصیت ہے اور بعض ان میں سے درجہ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔

اتعبدون ما تنحتون (کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو؟) میں داخل ہو کر موجب کفر و شرکت ہے۔العیاذ باللہ (بارہ مہینوں کے فضائل و احکام ص ۹۱)

حضرت حسینؓ کی طرف اس کی نسبت اور ان کا نام اس پر چسپاں کرنا سخت حماقت ہے جو عقلاً و شرعاً ہر طرح سے منع ہے۔نسبت سے بھی کسی شے میں تعظیم آجاتی ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وہ نسبت سچی اور واقعی ہو۔

حضرات سامعین کرام!

ہمارے اس مختصر سے تجزیہ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ماہ محرم الحرام کی یہ عزت و عظمت ہنگامی یا ناگہانی نہیں بلکہ یہ شان محرم کی ازلی اور ابدی شان ہے۔ ماہ محرم الحرام اپنے اس امتیاز میں کسی مکان و زمان کا پابند نہیں بلکہ خود زمان و مکان کس شان میں محرم الحرام کے پابند ہیں۔

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اسی مہینہ کی دس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے

☆......حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

☆......حضرت ادریس علیہ السلام کو درجات عالیہ عنایت فرمائے۔

☆......حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اُتری

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصب خلت سے سرفراز فرمایا گیا۔

☆......حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے چھٹکارا ملا۔

☆......حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی۔

☆......حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات بھی اسی روز ملی۔

☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اسی روز نجات پائی۔

☆...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔

☆...حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اسی روز اہل مکہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔(بخاری و مسلم)

اور شاید اسی مناسبت سے عرب اس دن کو "یوم الزینۃ" بھی کہتے ہیں۔

یہ سب واقعات ماہ محرم الحرام کے اس امتیاز اور افتخار کی زندہ دلیل ہیں جس کا تذکرہ ہم شروع میں مختصر طور پر کر چکے ہیں۔

یوں تو سال کے بارہ ۱۲ مہینوں کی ہر تاریخ کو کوئی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ یا سانحہ رونما ہوا ہے مگر سطور ذیل میں صرف ماہ محرم الحرام میں رونما ہونے والے چند واقعات و حادثات کا ذکر کیا گیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

......☆......

عمر رضی اللہ عنہ مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: حضرت مولانا ابو ریحان فاروقی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ.

وقال فی موضع اخر: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی دعا کا ثمر ہیں

میرے بھائیو! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی دعا کا ثمر ہیں۔ دعائے نبوت کا ثمر ہیں جیسے حضور ﷺ خود دعائے خلیل کا اثر ہیں۔اسی طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام میں حضور ﷺ کی دعا کا ثمر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کعبہ میں حضور ﷺ کو مانگا تھا اور حضور ﷺ نے بھی کعبہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مانگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس کو مانگا وہ کئی پشتوں کے بعد ملا اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے مانگا وہ اگلے دن مل گیا اور کس حالت میں کہ قتل کرنے کے لئے آرہے ہیں، دارالندوۃ میں میٹنگ ہوئی کہ حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے، اگر رسول اللہ ﷺ کو شہید نہ کر دیا گیا شمع رسالت کو گل نہ کر دیا گیا تو پورا مکہ حضور ﷺ کا صحابی بن جائے گا۔ بڑے بڑے سردار قریشیوں کے جو خانہ کعبہ میں دارالندوۃ میں شریک ہوئے، یا تو رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکالا جائے، یا نبی ﷺ کو قتل کر دیا جائے، یا نبی ﷺ کو گرفتار کیا جائے، یہ فیصلہ ہوا، کون شہید کرے؟ کسی کی جرأت نہ ہوئی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ تھے، بلکہ عمر ابن خطاب تھے انہوں نے کہا کہ یہ کام میں کرتا ہوں میں جا کر شہید کرتا ہوں۔

ادھر فاروق اعظم حضور ﷺ کے قتل کا وعدہ کر رہے ہیں اور عین اسی وقت کعبے میں اللہ کا پیغمبر ﷺ دعا کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے کعبہ میں دعا مانگی، کیا فرمایا؟ تاج رسالت نے کعبہ میں ایک دعا مانگی اور اس دعا میں حضور ﷺ نے فرمایا...... اللھم اعزّ الاسلام بعمر ابن خطاب او بعمرو ابن ھشام...... اے اللہ! اگر تو اسلام کو عزت دینا چاہتا ہے۔ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اسلام سربلند ہو، اسلام کا نام پوری کائنات میں پہنچے، اسلام صرف مکے کی بستی اور مدینے کے صحراؤں تک نہ رہے، بلکہ اسلام مدینہ سے نکل کر قیصر و کسریٰ کے درباروں تک پہنچے۔

اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ اسلام پوری دنیا میں سربلند ہو، تو میری ایک درخواست ہے، پیغمبر ﷺ نے درخواست کی ہے اور درخواست اس رب کے سامنے کی ہے

جو درخواست پوری کرسکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے ایک چیز مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے وہ چیز نبی ﷺ کو عطا کردی ہے۔ مانگنے والا کون ہے؟ دینے والا کون ہے؟

اگر اسی پر غور کریں تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہے کہ مانگنے والا کون ہے؟ اور دینے والا کون ہے؟ میں کہتا ہوں کہ سارے فضائل ایک طرف، میں نے صواعق محرقہ میں ایک حدیث پڑھی، میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ میں نے یہ حدیث پڑھی تو میں حیران اور ششدر ہوگیا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے کتنی فضیلت دی ہے۔

حضرت عمار ابن یاسرؓ، انہوں نے حضور ﷺ سے ایک دن سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ، میری درخواست ہے کہ میرے سامنے عمر فاروقؓ کے فضائل بیان کریں، یہ کس نے کہا عمار ابن یاسرؓ نے، وہ عمارؓ جس کے والد کو ظلم وتشدد کر کے شہید کردیا گیا، اور وہ عمارؓ جس کو اسلام کے لئے اذیتیں دے دے کر شہید کیا گیا، جس کی اماں سمیہؓ کے ٹکڑے ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ چل کر ان کے گھر آئے فرمایا...... یا آل یاسر...... اے یاسر کی اولاد، تمہیں مبارک دیتا ہوں، اس انعام کی، جو اس تکلیف کے بدلے میں اللہ نے جنت میں تمہارے لئے بنایا ہے۔ اس انعام کی مبارک دینے رسول اللہ ﷺ عمارؓ کے گھر آئے۔

وہ عمار ابن یاسر حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول! عمرؓ کی فضیلتیں بیان کریں، میں فاروق اعظمؓ کی فضیلت سننا چاہتا ہوں۔ ایک طرف یہ فضیلت ہے اور فضیلت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اللہ سے عمرؓ مانگ چکا تھا۔ پیغمبر ﷺ نے پوری زندگی میں نام لے کر کسی کو مانگا وہ عمر ابن خطابؓ ہے، مجھے یہ دے دو۔

رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ شخصیت ناقص نہیں ہوسکتی

بازار سے تم سودا خریدتے ہو اور سودے میں برتن ہیں، سو قسم کے برتن ہیں، یا ایک ہی قسم کے سو برتن پڑے ہیں۔ اس میں سے تم ایک کا انتخاب کرتے ہو، پنکھے ہیں، ٹیوب لائٹ ہے، بلب ہے، کپڑا ہے، ایک جگہ اور تمہاری خواہش ہے کہ میری خریدی ہوئی چیز کو ہر آدمی پسند کرے۔ ہر آدمی کہے کہ تو جو چیز لایا ہے بہت اچھی ہے۔ خالص ہے، بازار

سے آپ گوشت خرید کر لے جائیں آپ کی بیوی کہے آپ نے اچھا گوشت نہیں خریدا، تمہیں غصہ آ جائے، تم کہتے ہو کہ اچھا میں اب نہیں خریدتا، تمہیں میری لائی ہوئی چیز پسند نہیں آتی۔

کپڑا خرید کر لے جاتے ہو، تمہاری بیوی کہتی ہے کہ یہ کیا کپڑا لائے ہو، اس پر تو بھور آ جائے گا، تم کہتے ہو کہ اچھا میں آئندہ نہیں خریدتا، تو تمہاری بات ہے کہ جو چیز تم خریدو، اس کو کوئی برا نہ کہے، فطری بات ہے۔

تم اتنے سیانے اور دانا ہو کہ ہر چیز تم خریدو، اس پر تنقید برداشت نہ کرو اور جو چیز محمد مصطفیٰ ﷺ خریدیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ مانگیں اور اس ذات سے مانگیں جو ہر چیز سے واقف ہے۔ اگر وہ بری چیز ہو تو اللہ اپنے محمد ﷺ کو کبھی نہ دیتا۔ اگر اس میں کوئی نقص ہو تو وہ اپنے پیغمبر ﷺ کو کبھی نہ دے۔ اگر وہ عیب دار چیز ہو تو وہ اپنے نبی ﷺ کو کبھی نہ دے، دینے والا تو دیکھو اور مانگنے والا تو دیکھو، پہلے مثال تو گزر چکی ہے۔ پیغمبر ﷺ نے خدا سے کچھ چیزیں مانگیں خدا نے نہیں دیں، کیوں نہیں دیں؟ وہ چیزیں مفید نہ تھیں، نبی عالم الغیب نہیں ہوتا۔ عالم الغیب اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کو نہیں پتہ ہوتا کہ آئندہ اس کا رزلٹ کیا ملے گا، لیکن اللہ کو تو پتہ ہے جو دینے والا ہے، وہ تو جانتا ہے۔

مانگنے والا کون اور دینے والا کون!

اللہ تعالیٰ سے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا بیٹا مانگا، اللہ نے نہیں دیا۔ نوح علیہ السلام نے بیٹا مانگا اور کیا کہا...... رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ...... یہ میری آل ہے میرا بیٹا ہے، اللہ نے کیا فرمایا...... اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ...... ہم نے اس کو تیری آل سے خارج کر دیا ہے۔ پیغمبر رو کر کہے، ہاتھ اٹھائے پیغمبر نے کہ میرا بیٹا ہے، میرا بیٹا کلمہ سے سنوار دے، میرا بیٹا توحید کے زیور سے سنوار دے آراستہ کر دے، میرا بیٹا میرے دین میں داخل کر دے، ہاتھ نبوت کے خالی لٹا دیئے اور کہا کہ یہ تیرا بیٹا تیرے لئے مفید نہیں ہے۔

نبی ابراہیم علیہ السلام ہے، جس نے کعبہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو مانگا تھا وہ نبی جس نے تعمیر کعبہ کی، بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی، بچے کو جنگل میں چھوڑنے کا حکم ہوا تو

کامیاب ہوا، آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم ہوا تو کامیاب ہوا۔

جب اس پیغمبر نے اپنے باپ کی مغفرت کی دعا کی تو اللہ نے نبوت کے ہاتھ خالی لٹا دیئے اور کہا کہ یہ باپ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔

یہ بت پرست بھی ہے

بت فروش بھی ہے

بت ساز بھی ہے

تیرا باپ ہے تو نے اس کے گھر میں جنم لیا ہے، تیری پرورش اس کے گھر میں ہوئی ہے لیکن میں تیری دعا قبول نہیں کرتا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹا مانگا اللہ نے نہیں دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے باپ مانگا، اللہ نے نہیں دیا۔

اللہ کے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنا چچا مانگا تو اللہ نے آیت اتار دی..... اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ..... تیرا چچا ہدایت نہیں پا سکتا۔ ہدایت میرے پاس ہے تیرے پاس نہیں ہے۔

پھر اسی کعبہ میں نبی ﷺ نے عمرؓ کو مانگا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ خالی نہیں لٹائے، پہلے ہی دن عمرؓ پیغمبر ﷺ کی جھولی میں ڈال دیا۔

عمرؓ مفید نہیں تھا جھولی میں کیوں ڈالا

عمرؓ نے فاطمہؓ کی توہین کرنی تھی جھولی میں کیوں ڈالا

عمرؓ نے محمد ﷺ کے خاندان کو تنگ کرنا تھا جھولی میں کیوں ڈالا

عمرؓ نے فاطمۃ الزہراءؓ کے دروازے کو آگ لگانی تھی جھولی میں کیوں ڈالا؟

اللہ آپ کو کہہ دیتے، جس طرح صاف صاف نوح علیہ السلام سے کہہ دیا تھا، صاف صاف ابراہیم علیہ السلام سے کہہ دیا تھا، صاف صاف ابوطالب کے لئے کہہ دیا تھا۔ آج عمرؓ کو نبی ﷺ نے کعبہ میں مانگا اللہ کہہ دیتا کہ عمرؓ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔

لیکن پیغمبر ﷺ نے دعا میں یہ کہا تھا..... اللھم اعز الاسلام بعمر ابن خطاب ..... یہ اسلام جو چھپ کر میں کعبہ کی گلیوں میں پیش کر رہا ہوں، اسے ظاہر کرنا چاہتا

ہوں۔ عمرؓ بھیج دے، اللہ نے بھیج دیا۔ اگر عمرؓ نے اسلام کا غلبہ نہیں کرنا تھا۔ نبی ﷺ نے مانگا کیوں؟ اللہ نے دیا کیوں؟...... اللھم اعز الاسلام بعمر ابن خطاب ...... اسلام کی عزت چاہتا ہے تو مجھے عمر دے دے۔

فاروق اعظمؓ کو کس نے مانگا؟ (نبی ﷺ نے) میں کہتا ہوں کہ ساری فضیلتیں ایک طرف رکھو، صرف ایک فضیلت عمرؓ کو نبی ﷺ نے خدا سے مانگا، ایک فضیلت اس سے بڑی کوئی، بات ہو سکتی ہے؟ (نہیں) نبی ﷺ کوئی بری چیز مانگ سکتا ہے؟ (نہیں) جس میں عیب ہو نبی ﷺ پسند کر سکتا ہے؟ (نہیں) تو تو عیب دار برتن نہیں پسند کرتا، تیرے نبی ﷺ نے عیب دار آدمی کیسے پسند کر لیا؟ اور دینے والے نے دے کیسے دیا؟ اگر عمرؓ میں کوئی عیب تھا یا اس نے اسلام کے لئے مفید نہیں ہونا تھا تو پہلے تو اللہ نے نبیوں کے ہاتھ خالی لوٹائے تھے، اس موقع پر نبی ﷺ کا ہاتھ خالی کیوں نہ لوٹایا۔

نبی ﷺ نے دعا مانگی؟...... اللھم اعز الاسلام...... اے اللہ! اگر اسلام کو عزت دینا چاہتا ہے، سربلند کرنا چاہتا ہے اسلام کو، مجھے عمرؓ دے دے اور جب تو مجھے عمرؓ دے گا پھر نہ قیصر رہے گا نہ کسریٰ رہے گا...... پھر رہا قیصر و کسریٰ؟ (نہیں) لیکن عمر مجھے دیدے۔

عمرؓ کی غیرت، عمرؓ کا حیا، عمرؓ کی قوت، عمرؓ کی شوکت، عمرؓ کی سطوت، عمرؓ کا رُعب، عمرؓ کا دبدبہ کیسا تھا؟

فاروقِ اعظمؓ کی غیرت

میرے بھائیو! حضور ﷺ کی ایک بیوی حضرت سلمیٰؓ، عرب آٹے کا ایک خزیرہ بناتے وہ کھانے کے لئے بھی ہوتا تھا اور عورتیں کبھی کبھی اپنا چہرہ صاف کرنے کے لئے اس کو چہرے پر لگا دیتی تھیں، ام سلمیٰ نے خزیرہ بنایا کھانے کے لئے، تو انہوں نے وہ خزیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے منہ پر مل دیا۔ حضرت زینبؓ نے، شکایت کی، کہ ام سلمیٰؓ نے خزیرہ میرے منہ پر ملا۔

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دوسرا خزیرہ پڑا ہے تو ان کے منہ پر مل لے، تو دوسری بیوی نے ان کے چہرے پر مل دیا۔ اب دونوں کے چہرے پر خزیرہ ملا ہوا ہے۔ اس وقت

تک پردے کی آیتیں نہیں اُتری تھیں، دیکھا کہ سامنے فاروق اعظمؓ آ رہے ہیں۔ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ منہ دھولو، کہیں عمرؓ ناراض نہ ہو جائے، یہ بھی کسی اور کے لئے نہیں کہا۔

حضور ﷺ سے حضرت عمرؓ نے عمرے کی اجازت مانگی کہ مجھے عمرے کی اجازت دیں حضور ﷺ نے اجازت دے کر ایک لفظ کہا، وہ بھی کسی صحابی کے لئے نہیں کہا، حضور ﷺ نے فرمایا...... لا تنسی من دعائک...... اپنی دعا میں مجھے بھول نہ جانا۔ یہ بھی حضرت عمرؓ کے لئے کہا، عمرؓ تو مجھے اپنی دعا میں بھول نہ جانا، عمرے کے لئے جاؤ میرے لئے دعا کرنا، کس نے کہا؟ (محمد مصطفیٰ ﷺ نے)

فضائل عمرؓ بزبانی رسالت مآب ﷺ

تو میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت عمار ابن یاسرؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! عمرؓ کے فضائل بیان فرمائیں۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے پیغمبر ﷺ سے عمرؓ کے فضائل سنوں۔

آگے سے جواب میں حضور ﷺ نے ایک بات فرمائی تو بظاہر فضائل میں سے تو نہیں ہے، لیکن فضیلتوں کی انتہا نہیں چھوڑی، حضور ﷺ نے فرمایا عمارؓ کو، کہ جو سوال تو نے مجھ سے کیا تھا، یہی سوال میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے کیا تھا۔

سمندری کے لوگو! اس پر غور کرو، یہ میں بالکل نئی روایت پیش کر رہا ہوں۔ بہت پرانا ذخیرہ ہے کتاب کا، اس میں سے ایک کتاب ہے صواعق محرقہ ابن حجر کی کتاب ہے۔

تو حضرت عمارؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ حضرت عمرؓ کے فضائل بیان کریں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمارؓ تو نے مجھ سے وہ سوال کیا کہ جو سوال ایک مرتبہ میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے کیا تھا کہ عمرؓ کے فضائل بیان کرو، تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا، وہی جواب دیتا ہوں۔

جبرائیل علیہ السلام کا جواب سنو، جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا اے محمد رسول اللہ ﷺ تم عمرؓ کی فضیلت پوچھتے ہو، اگر نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال کے برابر، میں ساڑھے نو سو سال تک تمہارے سامنے عمرؓ کی فضیلت بیان کرتا رہوں تب بھی عمرؓ کی فضیلت بیان نہیں ہوگی، یہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا تھا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بھی ابن حجرؒ نے نقل کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے تھے کہ جب میں کشتی بناتا ہوں، اللہ نے حکم دیا کشتی بناؤ، طوفان سے بچنے کے لئے، تو رات کو زمین کا کیڑا کشتی کا ایک حصہ کھا جاتا تھا۔ کشتی بناتے اور کیڑا کھا جاتا۔ صبح کو کشتی غائب، میں نے کئی دنوں کے بعد اللہ سے درخواست کی، اے اللہ! میرے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ کشتی بناؤ، لیکن کشتی کیڑا کھا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اس کشتی پر میری مخلوق کے اکابر کا نام لکھو، کیڑا نہیں کھائے گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کی مخلوق کے اکابر کون سے ہیں؟ تو اللہ نے پانچ آدمیوں کا نام لیا، محمد رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ان کا نام کشتی پر لکھو تو کیڑا قریب بھی نہیں آئے گا۔

ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر پہلی ہر کتاب میں موجود ہے۔ اور قرآن میں ایک لفظ ہے...... **ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل**...... کہ ان خلفاء کا ذکر تورات میں بھی آچکا ہے۔ انجیل میں بھی آچکا ہے، اس پر انشاء اللہ بیان ہوگا کہ...... **ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل**...... اس کے تحت عمر فاروقؓ کی فضیلت کتنی ہے اور اس کے ضمن میں کتنی بشارات ہیں...... **ذلک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل**...... آج بیان ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے عمرؓ کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے مانگا ہے اور کس دعا سے مانگا ہے...... **اللهم اعز الاسلام بعمر ابن خطاب او بعمرو ابن هشام**...... میں نے واقعہ آپ کو سنایا کہ دارالندوۃ میں میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں فیصلے کے مطابق کہ حضور ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ کوئی آدمی یہ ذمہ داری نہیں لیتا۔ عمر نے کہا کہ یہ ذمہ داری میں لیتا ہوں کہ میں حضور ﷺ کو قتل کرتا ہوں۔

فاروق اعظمؓ اگلے دن تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ راستے میں ایک صحابی ملے، انہوں نے کہا کہ عمرؓ کہاں کا ارادہ ہے؟ عمرؓ نے جواب دیا۔ نعیمؓ میں تمہارے محمد ﷺ کا سر لینے جا رہا ہوں، یہ تلوار میرے پاس ہے، عمرؓ کے نام سے لوگ لرزتے تھے، عمرؓ بہادر تھا۔ سر لینے جا رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ سر لینے کیا جا رہے ہو، بلکہ سر

دیئے جارہے ہیں۔

سر لینے کیلئے جانا، سر دینے کی تمہید تھا

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ سر لینے کے لئے جانا سر دینے کی تمہید تھا۔ایسی تمہید تو دنیا میں کبھی نہیں آئی کہ سر لینے کے لئے جائے اور سر دے کر آئے تو نعیمؓ نے کہا کہ تم محمد ﷺ کا سر لینے جارہے ہو، اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن فاطمہؓ بنت خطاب وہ اسی محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ چکی ہیں۔اور تمہارے جو بہنوئی ہیں سعید ابن زید وہ بھی کلمہ پڑھ چکے ہیں، تم محمد ﷺ کا سر لینے کے لئے جارہے ہو، پہلے جاکر اپنے گھر کی تو خبر لو، انہوں نے کہا کہ اچھا میرے گھر میں اسلام، میرے گھر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین آ گیا، یہ کیسے ہوا؟ گھر آئے، سر لینے کے لئے جانے والا واپس آ گیا راستے سے۔

دروازہ کھٹکھٹایا بہن کا، تو دروازے سے آواز آرہی ہے قرآن پاک کی، اب قرآن فاروقؓ کے کانوں سے ٹکرایا تو شرک کا محل ٹوٹ گیا ایک لفظ سے، اندر آئے بہن کو مارنا شروع کر دیا، بہنوئی آئے ان کو مارا، سعید تجھے کیا ہو گیا تو نے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا۔ سعید کو مارا تو وہ بے ہوش ہو گئے۔بہن بے ہوش ہو گئی، جب ہوش آیا تو وہی قرآن کی صدا، عمر فاروق نے فرمایا، فاطمہ کیا ہوا؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا، جس باپ کا خون تیری رگوں میں ہے، اسی کا خون میری رگوں میں ہے، تو مار مار کر تھک جائے گا، میں مار کھا کر نہیں تھکوں گی۔

بس یہ کہنا تھا کہ وہ بہن کہ جو ساری زندگی بھائی کے پاؤں چاٹتی تھی۔میرے سامنے کھڑی ہو گئی ہے، وہ کون سی قوت اور طاقت ہے کہ میری بہن میرے سامنے کھڑی ہو گئی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ قرآن سناؤ، جب کہا قرآن سناؤ۔

تو بہن نے کہا کہ تو پلید ہے غسل کرو، تیرا جسم پاک نہیں، عمرؓ نے غسل کیا، حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے کون سی سورت پڑھی، سورۃ طٰہٰ، جب سیدہ فاطمہؓ بنت خطاب نے سورۃ شروع کی تو عمرؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نکل پڑا، کفر و شرک کے جراثیم

آنکھوں کے راستے پانی بن کر چھم چھم برس پڑے اور فرمایا کہ مجھے بھی محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار میں لے جا کر کلمہ پڑھا دے، بات عمرؓ کی نہیں ہے بات اس دعا کی ہے۔

حضرت فاطمہؓ سیدنا عمرؓ کو لے کر حضور ﷺ کے دروازے پر پہنچیں، حضور ﷺ کی محفل لگی ہوئی ہے، حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، سارے صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ حضرت حمزہؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دور سے دیکھا کہ کسی نے کہہ دیا کہ عمرؓ آ رہا ہے، حضرت حمزہؓ نے کہا کہ ارادہ ٹھیک ہوا تو استقبال کریں گے ورنہ اس تلوار سے میں عمرؓ کا سر قلم کر دوں گا کہ عمرؓ کس ارادہ سے آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آ کر نبوت کے پاس سر جھکا دیا اور کسی نے بتایا کہ عمرؓ تلوار لے کر میرا سر قلم کرنے آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر تم سر لینے آ رہے تھے...... کہا اب عمرؓ سر دینے آ رہا ہے۔ حضور ﷺ مجھے کلمہ پڑھا دیں۔ حضور ﷺ نے کلمہ پڑھایا حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بڑا گناہ گار ہوں۔ میں سر لینے کے ارادے سے چلا تھا میری یہ غلطی کیسے معاف ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچے دل سے تو اسلام کے دامن میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے سارے گناہ معاف فرما دیئے۔

سیدنا عمرؓ اسلام کی سربلندی کا باعث بن گئے!

ابھی سیدنا فاروق اعظمؓ کو اسلام لائے چند لمحے گزرے۔ حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھے ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ اب اذان کعبہ میں ہو گی، دار ارقم میں نہیں، اس لئے ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا......

اوّل من اسلم اعلانیۃ فھو عمر......

جس نے علی الاعلان نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا وہ عمرؓ ہے......

اوّل من اذان فی دار الکعبۃ فھو عمر......

جس نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام کعبہ میں بلند کیا وہ عمرؓ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا مشکلات ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف ہوگی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے اللہ! کے رسول ﷺ کیا ہم حق پر نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم حق پر ہیں، فرمایا آج پھر یہ نہ ہوگا کہ کلمہ عمرؓ پڑھ چکا ہو اور نماز دارارقم میں ہو، آج اذان کعبہ میں ہوگی نماز اور عبادت کعبہ میں ہوگی۔

مجھے بتاؤ حضرت علیؓ بھی تو کلمہ پہلے پڑھ چکے تھے، اذان کعبے میں کیوں نہیں ہوئی، اذان کعبہ میں ہوئی فاروق کے آنے کے بعد، ابوبکرؓ بھی کلمہ پڑھ چکے تھے، لیکن اذان کعبہ میں اس وقت ہوئی جب عمر فاروقؓ نبی ﷺ کی جھولی میں آیا۔ چنانچہ چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ چند لمحوں کے بعد اذان کعبہ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا نام کعبہ میں بلند ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا نام کعبہ میں لیا گیا۔

اور پھر وہ وقت آیا کہ جب ہجرت کا وقت آیا۔ تو اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا اے میرے پیغمبر ﷺ تجھے ہجرت کی اجازت ہے لیکن رات کو، حضور ﷺ ہجرت کر رہے ہیں رات کو، ابوبکرؓ مکے سے نکل رہے ہیں رات کو، صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعتیں مکہ سے مدینہ جا رہی ہیں رات کو، لیکن عمرؓ دو پہر کے وقت کعبہ میں، مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ نے کہا، عمرو ابن ہشام، عتبہ، اخنس بن شریک، عتیبہ، آج محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم پر قرآن میں اجازت دے دی گئی ہے...... اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا...... ہجرت کی اجازت قرآن نے دی ہے، اس اجازت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم مکے سے مدینہ چلے لیکن اپنے اپنے ذریعہ سے گئے، خاموش ہو کر گئے، چھپ کر گئے، لیکن اے کفر کے بیٹیو! عمر خاموش ہو کر کعبہ سے نہیں جائے گا۔ عمر چپ کر کے کعبہ سے نہیں نکلے گا، بلکہ کعبہ میں کھڑے ہو کر عمرؓ نے کہا کہ میں علی الاعلان مکہ چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہوں، حالانکہ ابوجہل نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روکا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو روکا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ایثار

سعد بن ابی وقاصؓ کی شادی کو ایک سال ہوا تھا اور سعدؓ کے پاس ایک بچہ تھا اور بیوی ہے، جب یہ ہجرت کرنے لگے، ابوجہل نے بیوی کو پکڑ لیا بچے کو پکڑ لیا اور کہا کہ یہ لڑکی مکے کی ہے، مکے میں رہے گی، یہ بچہ مکے کا ہے مکے میں رہے گا، ابوجہل نے کہا کہ اگر بیوی

چاہتا ہے مکہ میں رہ، سعدؓ نے کہا کہ میں بیوی بھی چھوڑتا ہوں، بچہ بھی چھوڑتا ہوں، لیکن اپنے نبی ﷺ کو نہیں چھوڑتا، سعد کے بچے کو روک لیا۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ جب سعد بن ابی وقاصؓ مدینہ پہنچے، تو وہاں حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت سعدؓ پریشان ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ کیوں پریشان ہو؟ فرمایا میری بیوی اور بچہ مکہ میں ہے اور میں نے بیوی اور بچے کو چھوڑا تھا کملی والے تجھے نہیں چھوڑا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے اپنے نبی ﷺ کو نہیں چھوڑا تو گویا کہ سارے جہاں کو نہیں چھوڑا۔ چند دنوں کے بعد حضور ﷺ نے ایک قاصد بھیجا۔ اس کے سالے کو کہہ بھیجا۔ وہ ان کے بچوں کو لے کر مدینہ میں پہنچا۔

میرے بھائیو! یہ حال ہے کہ مکے سے کوئی نکل نہیں سکتا۔ ان حالات میں کہ جب بیوی کو بھی روک لیتا اور بچوں کو بھی روک لیتا۔

حضرت سراقہ بن جعشم حضور ﷺ کے تعاقب میں چلے، جو انعام کے لالچ میں تھے ایسے وقت میں کہ جب چاروں طرف مشکلات ہوں اور عمرؓ ابو جہل کو کہتا ہے عتبہ اور شیبہ کو بھی کہ میں علی الاعلان ہجرت کر کے مکے جا رہا ہوں۔ جس نے اپنے بچوں کو یتیم کرانا ہے وہ جبل ابی قبیس کے پیچھے آئے اور اس پہاڑ کے پیچھے آ کر میرا راستہ روک لے۔ جس نے اپنی بیوی کو بیوہ کرانا ہو جس نے اپنے بچوں کو یتیم کرانا ہو وہ آئے اور آ کر عمرؓ کا راستہ روک لے۔ حضرت عمرؓ علی الاعلان مکے سے ہجرت کر کے گئے اور کوئی راستہ روکنے والا نہیں تھا۔

لقب ''فاروق'' کی وجہ

میرے بھائیو! فاروق اعظمؓ کی بڑی شان ہے۔ عمرؓ اکیلا عمر نہیں، بلکہ فاروق لقب پیغمبر ﷺ نے دیا۔ فاروق کا معنی کیا ہے؟ حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ فاروق فرق کرتا ہے حق اور باطل کے درمیان، لقب دیا پیغمبر ﷺ نے فاروق اعظمؓ۔

رُعب اور سطوت بڑی ہے عمرؓ جا رہے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پیچھے کھڑے ہیں۔ عمر فاروقؓ نے پیچھے مُڑ کر دیکھا، جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے زمین پر گر گئے رُعب سے، عمرؓ کے چہرے کے رُعب کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا۔

ایک حجام حجامت کر رہا تھا۔ عمر فاروقؓ نے کھانسا، حجامت کرتے ہوئے کھانسنے کی آواز سن کر بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے کہ اگر عمرؓ مجھ سے ناراض ہو گیا تو کیا ہوگا۔

فاروق اعظمؓ نے اسے اٹھایا اور کہا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، جب فاروق اعظمؓ خلیفہ بنے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو عمر فاروقؓ نے خطبہ دیا اور عمرؓ نے کہا لوگو! تم پریشان ہو کہ میں سخت ہوں، میں نبی ﷺ کے دور میں سخت تھا تو میری سختی کو رسول اللہ ﷺ نے پسند کیا تھا۔ نبی ﷺ نرم تھے اور میں سخت تھا، میری سختی کو انہوں نے پسند کیا تھا، لیکن اب میں خود حکمران ہوں، یہ نرمی بھی مجھ میں آگئی ہے جو نرمی ابو بکرؓ میں تھی اب مجھ میں ہے، لیکن عمرؓ ظالم کو معاف نہیں کرے گا، عمر فاروقؓ نے مجمع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے کہا کہ اگر میں تمہیں اسلام کے خلاف کوئی حکم دوں میری بات مانو گے؟ اس کو ماہر القادری نے کہا کہ

میں کوئی خلاف شرع حکم دوں تم کو اگر
کیا جھکا دو گے جبین تم میری پھر آواز پر
پھر گرج کر بولا پھر وہی سادہ یمین
پھر میری شمشیر ہو گی اور امیر المومنین

ایک بوڑھے نے کہا اگر تو قرآن کے خلاف حکم دے گا تو پھر میری تلوار ہوگی، تیرا سر ہوگا، یہ بات سن کر عمرؓ نے کیا کہا، کہ آج تو نے مجھے زندہ کر دیا۔ میں خوش ہوں کہ میری سلطنت میں اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں لوگ موجود ہیں۔ جب ایسے تادیب کرنے والے نہیں رہیں گے حکومت کی روح نہیں رہے گی، حکومت کی روح تب باقی رہتی ہے کہ کوئی تعذیب کرنے والا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا اُحد پہاڑ کو حکم

میرے بھائیو! حضور ﷺ ایک پہاڑ پر چڑھے۔ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ساتھ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ پہاڑ حرکت کرنے لگا، حضور ﷺ نے فرمایا اے پہاڑ ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی ﷺ ہے، ایک صدیقؓ ہے اور دو شہیدؓ ہیں، یہ فرمایا۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا......

نبی کے دو وزیر آسمانوں پر ہوتے ہیں، دو زمین پر ہوتے ہیں، میرے دو وزیر آسمانوں پر جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... ابوبکر و عمر السمع و البصر...... ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم میری آنکھ ہے اور میرے کان ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... لو کان بعدی نبیٌ لکان عمر اگر میرے بعد کسی نے نبی بن کر آنا ہوتا تو عمرؓ کا سر اس لائق تھا کہ اس کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جاتا یہ عمرؓ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... جس راستے سے عمرؓ گزرتا ہے شیطان اس راستے سے نہیں گزرتا، شیطان راستہ بدل لیتا ہے۔

عمرؓ مراد اور علیؓ مرید ہیں

میرے بھائیو! عمرؓ کو دیکھو، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ان سے کسی نے سوال کیا کہ علیؓ اور عمرؓ میں کیا فرق ہے؟ تو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا، علیؓ مرید تھے عمرؓ مراد تھے۔ علیؓ نبی ﷺ کے پاس چل کر آئے تھے اور عمرؓ کو اللہ سے نبی ﷺ نے مانگا تھا۔

امیر شریعت اور عمر ؓ کی وفا

ایک رافضی عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو کہنے لگا، میرے گھر میں کوئی بچہ نہیں ہے، دعا کریں تو بچہ ہو فوت نہ ہو جائے۔ سید صاحب نے دعا کی بچہ بچ گیا، آ کر کہنے لگا شاہ بچہ بچ گیا ہے، علی کا فضل ہوا، شاہ جی نے کہا فضل تو اللہ کا ہوتا ہے، لیکن اگر عمر کی وفا نہ ہو تو دنیا میں بچ ہی کوئی نہیں سکتا۔ عمر جو ہوتی ہے انسان کی عمر، عمر کی وفا نہ ہو تو آدمی قبر میں چلا جاتا ہے، وفا عمر کی ہوتی ہے۔

موافقاتِ عمر ؓ کی چند جھلکیاں

میرے بھائیو! قرآن کریم کی ستائیس آیتیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی ۲۷ آیتیں ایسی ہیں کہ جن آیتوں میں جو رائے پیغمبر ﷺ کے سامنے عمرؓ

نے پیش کی وہی رائے اللہ کا قرآن بن کر اُتر آیا۔ ۲۷ مقامات ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگی حضور علیہ السلام نے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کسی نے کہا کہ تحقیق کرو، کسی نے کہا کہ فلاں سے پوچھو، لیکن عمرؓ نے مجمع میں کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جو خدا آپ کے جسم پر گندی مکھی نہیں بیٹھنے دیتا۔ وہ آپ کے بستر پر غلط عورت بھی نہیں آنے دے گا۔ عائشہؓ کا دامن پاک ہے اور جنہوں نے تہمت لگائی ہے غلط ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد قرآن کریم کی سترہ آیات اتریں۔ حضرت عائشہؓ کی صفائی میں، جن میں آخری آیت یہ تھی..... سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ..... کافروں کی طرف سے بہتان لگایا گیا ہے جو رائے عمرؓ نے فرش پر پیش کی ہے وہی رائے آسمانوں سے قرآن بن کر نازل ہوئی۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ راشد، کا سینہ وحی الٰہی کے مشابہ تھا، خلیفہ راشد کی سوچ نبوت کی سوچ کی آئینہ دار تھی۔ خلیفہ راشد کا سینہ وہی بات قبول کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

دیکھیں! حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی، فاروق اعظمؓ نے فوراً جو کہا، اللہ نے بھی وہی کہا، فاروق اعظمؓ کے دل میں خیال آیا۔

مقامِ ابراہیم اور سیدنا فاروقؓ کی رائے:

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ نے حضور ﷺ کے سامنے فرمایا۔ یارسول اللہ ﷺ میرا جی چاہتا ہے کہ یہ جو جگہ ہے خانہ کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ میں یہاں دو رکعت نماز نفل ادا کیا کروں، طواف کے بعد کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا، شرک کی بنیادیں اکھاڑ دیں، میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں عمرے سے فارغ ہوں، یا طواف کروں تو یہاں دو رکعت ادا کروں، حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری مرضی نہیں ہو سکتی، یہ اللہ کی طرف سے ہے، میں اپنی مرضی کیسے کرسکتا ہوں، بس یہ بات ابھی ختم ہوئی کہ اسی وقت اللہ کا قرآن اترا..... واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى ..... جو رائے عمرؓ نے پیش کی ہے وہی رائے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اتار دی کہ جب کوئی طواف اور عمرہ سے فارغ ہو یہاں

دورکعت نفل ادا کرے جو رائے عمرؓ نے پیش کی وہی رائے اللہ تعالیٰ کا قرآن بن کر آیا۔

بدر کے قیدیوں کے متعلق فاروقؓ کی رائے:

جنگ بدر کے شرکاء کو جنت کا ٹکٹ ملا، لیکن بدر میں جو کافر قید ہو کر آئے۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ کسی نے کہا ان قیدیوں کو پیسے لے کر چھوڑ دو، کسی نے کہا ان پڑھے ہوئے آدمیوں کو کہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچوں کو پڑھاؤ، کسی نے کہا کہ ان کو گرفتار رکھو، کسی نے کچھ کہا۔

لیکن جب حضرت عمرؓ کی باری آئی، قرآن پاک میں یہ واقعہ ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ آج کفر اور اسلام میں تمیز ہو جانی چاہئے، کیسے تمیز ہو؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا...... ان کافروں میں سے جو مسلمانوں کا رشتہ دار ہے اس کو اس رشتہ دار کے سپرد کر دو، وہ اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر اس کا سر قلم کرے۔

کیوں؟ یہ پہلی جنگ ہے بدر کی، اس میں جب کوئی مسلمان اپنے ہاتھ سے قتل کرے گا تو قیامت تک دنیا کو پتہ چلے گا کہ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ میں آیا وہ کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا۔ رشتہ داری محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین پر قربان ہے۔

لوگوں نے کہا کہ رائے تو بہت سخت ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا سگا ماموں قیدیوں میں ہے، عاص بن وائل، میرے سپرد کرو، میں اپنے ماموں کا سر کاٹوں، تا کہ دنیا کو بتاؤں کہ ایک طرف ماموں ہے ایک طرف پیغمبر ﷺ کی محبت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ رائے بڑی سخت ہے، حضور ﷺ نے ان قیدیوں کو رہا کر دیا، رہا کر کے واپس آئے تو قرآن کی آیت آئی...... ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتی یثخن فی الارض ...... جو رائے عمرؓ نے پیش کی تھی۔ عرش سے اللہ کی وحی آئی، لیکن چونکہ فیصلہ نبی ﷺ نے کر دیا۔ اللہ نے وحی پہلے نہیں اتاری، تا کہ جو نبی ﷺ چاہتا ہے وہ ہو جائے۔

رئیس المنافقین کے جنازے پر فاروق اعظمؓ کی رائے

عبداللہ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا وقت آیا، عبداللہ ابن ابی کا لڑکا صحابی تھا

اور باپ منافق ہے لڑکا آیا حضور ﷺ کے پاس، کہ میرا باپ عبداللہ فوت ہو گیا ہے منافقین کا سردار، میرا باپ فوت ہو گیا ہے آپ قمیض دے دیں تا کہ اس میں کفن دے دوں، شاید میرے باپ کی بخشش ہو جائے۔

حضور ﷺ بڑے نرم دل تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی قمیض دے دی وہ بھی لے گیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے باپ کا جنازہ بھی آپ پڑھائیں، حضور ﷺ نے مان لیا۔

اب جب جنازہ پڑھانے کے لئے چلے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ عبداللہ ابن اُبی وہ ہے کہ جس نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی، یہ عبداللہ ابن ابی وہ ہے کہ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنگ کیا، جس نے جنگ اُحد میں مسلمانوں سے بے وفائی کی غداری کی، آپ اس کا جنازہ پڑھانے جا رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمۃ اللعالمین ہوں، میں نے اس کے بیٹے سے وعدہ کر لیا، اس کا بیٹا چونکہ صحابی ہے، اب کیا ہوا؟

حضور ﷺ جنازہ پڑھانے چلے گئے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضور! میری رائے ہے کہ آپ اس کافر کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب میں نے فیصلہ کر لیا۔ جنازہ پڑھا دیا، جب جنازہ پڑھا کر فارغ ہو گئے، فوراً قرآن کی آیت اُتری۔

سنو قرآن کی آیت، قرآن کیا کہتا ہے؟ قرآن کہتا ہے:

لاتصل علی احدمنهم مات ابدا و لا تقم علی قبره......

ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم......

اے پیغمبر! تو نے اس کا جنازہ تو پڑھا دیا۔ آج کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہیں، اور اس عبداللہ کی قبر پر بھی آپ کو کھڑے ہونے کی اجازت نہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... ان تستغفر لهم سبعين مرة ...... اے میرے پیغمبر اگر تو ستر مرتبہ بھی اس کی مغفرت کی دعا کرے گا تو تب بھی اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا۔

یہ قرآن ہے، کھولو قرآن...... ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ...... اللہ پھر بھی معاف نہیں کرے گا، جو رائے عمرؓ نے فرش پر پیش کی تھی، وہی رائے اللہ کا قرآن بن کر عرش سے نازل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

(از:۔حضرت علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا۔ جس کی کنیت ابولولو تھی اس نے ایک دن حضرت عمرؓ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے آپ کم کرادیجئے۔ حضرت عمرؓ نے تعداد پوچھی اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) حضرت عمرؓ نے پوچھا، تو کون سا پیشہ کرتا ہے، بولا کہ "نجاری نقاشی آہنگری" فرمایا کہ "ان صنعتوں کے مقابلہ میں رقم کچھ بہت نہیں ہے" فیروز دل میں سخت ناراض ہوکر چلا گیا۔

دوسرے دن حضرت عمرؓ صبح کی نماز کیلئے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا حضرت عمرؓ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں جب صفیں سیدھی ہوجاتیں تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے، اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہوچکیں تو حضرت عمرؓ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے، اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہوچکیں تو حضرت عمرؓ امامت کیلئے بڑھے اور جوں ہی نماز شروع کی فیروز نے دفعۃً گھات میں سے نکل کر چھ وار کئے جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا حضرت عمرؓ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کردیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ سامنے بسمل پڑے تھے فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا۔ لیکن بالآخر پکڑلیا گیا، اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کرلی۔

حضرت عمرؓ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انہوں نے پوچھا کہ "میرا قاتل کون" تھا لوگوں نے کہا "فیروز" فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعوئی رکھتا تھا" لوگوں کو خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں غالباً شفا ہو جائے، چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ "اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جائیں۔"

حضرت عمرؓ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ "عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمرؓ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے" عبداللہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمرؓ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی"۔ عبداللہ واپس آئے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو خبر کی، بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ کیا خبر لائے انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہتے تھے فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا، تمام صحابہ بار بار حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جایئے۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں۔

مدت کے غور و فکر پر بھی ان کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تھی بارہا ان کے منہ سے بیساختہ آہ نکل گئی، کہ "افسوس اس بارگراں کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا" تمام صحابہ میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علیؓ عثمانؓ زبیرؓ طلحہؓ سعد بن ابی وقاصؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ لیکن حضرت عمرؓ ان سب میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے اور اس کا انہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ طبری وغیرہ میں ان کے ریمارک تفصیل سے مذکورہ ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؓ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے انکی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (طبری)

حضرت عمرؓ کو قوم اور ملک کی بہبودی کا جو خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اسی دھن میں مصروف رہے، لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو، اس کو میں وصیت کرتا ہوں کہ پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے، مہاجرین، انصار، اعراب وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ اہل ذمہ (یعنی عیسائی' یہودی' پارسی جو اسلام کی رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی چنانچہ اہل ذمہ کے حق میں جو الفاظ کہے وہ یہ تھے "میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی ذمہ داری اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے یعنی اہل ذمہ سے جو اقرار ہے وہ پورا کیا جائے۔ ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔"

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی۔ عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھ پر کس قدر قرض ہے معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم فرمایا کہ میرے متروک سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے لیکن قریش کے علاوہ اوروں کو تکلیف نہ دینا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے (دیکھو کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ) لیکن عمرو بن شعبہ نے کتاب المدینہ میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ نافع جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے، کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا۔ حالانکہ ان کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھ میں بیچا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ پر چھیاسی ہزار کا قرض تھا لیکن وہ اس طرح ادا کیا گیا کہ ان کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جس کو امیر معاویہ نے خریدا۔ یہ مکان باب السلام اور باب الرحمت کے بیچ میں واقع تھا اور اس مناسبت سے کہ اس سے قرض ادا کیا گیا ایک مدت تک دار القضا کے نام سے مشہور رہا۔ چنانچہ خلاصۃ الوفائی اخبار دار المصطفی میں یہ واقعہ بتفصیل مذکور ہے۔

حضرت عمرؓ نے تین دن کے بعد انتقال کیا اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ صہیبؓ نے پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، طلحہؓ سعد بن ابی وقاصؓ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور وہ آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

فاتح ایران وروم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

از: حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مُشِیْرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنَ لَہٗ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ اَلْمَبْعُوْثُ اِلٰی کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا.

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا.

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا

اوروں کے واسطے ہے سیم و زر و بر
اور اپنا یہ حال ہے کہ چولہا بجھا ہوا
کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور بوریا کھجور کا گھر میں بچھا ہوا

☆☆☆☆☆

تقاضا ہے کہ پھر دنیا میں شانِ حق ھویدا ہو
عرب کے ریگزاروں سے کوئی فاروق پیدا ہو
بڑا غوغا ہے پھر قصرِ جہاں میں اہلِ باطل کا
کوئی فاروق پھر اُٹھے تو حق کا بول بالا ہو
مساوات و عدالت کا زمانے بھر میں چرچا ہو
وہی برقِ تجلی پھر اُفق پر آشکارا ہو

میرے واجب الاحترام، قابل صد احترام ساتھیو! آپ کو معلوم ہے کہ ترتیب وار شہداء اسلام کے عنوان پر جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہے، گزشتہ جمعہ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے حالات و واقعات پر خطبہ جمعہ ہوا تھا اور آج بھی حضرت فاروق اعظمؓ پر ہی بیان ہوگا اور انشاء اللہ آئندہ دو تین جمعہ تک حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت کا واقعہ اور ان کے کارنامے انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

میرے بھائیو! آپ حضرات کے سامنے حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے عنوان پر یہ بات گزر چکی ہے کہ خلیفہ ثانی، وہ شخصیت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے مانگنے پر نبی کی جھولی میں ڈالا۔ کسی کو خصوصیت کے ساتھ مانگا جائے، تو اس کی اہمیت کتنی ہوتی ہے آپ اس کو جانتے ہیں، مانگا بھی دنیا کے سب سے بڑے سردار نے اور جس سے مانگا وہ خلاق عالم ہے ہر ایک کی نیت سے واقف ہے، ہر شخص اس ہستی کی عظمت کو پہچانتا ہے۔

ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرامؓ میں نام لے کر اگر کسی کو مانگا گیا ہے تو وہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی ہستی ہے، نام لے کر، یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ گزشتہ جمعہ میں نے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا تھا اور آج آپ کے سامنے حضرت

عمر فاروقؓ کے وہ حالات بیان کئے جائیں گے کہ جو قرآن کی اس آیت کے ضمن میں آتے ہیں...... ذَالِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْإِنْجِیْلِ...... کہ یہ خلفاء وہ ہستیاں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن میں نہیں کیا، بلکہ پہلے آسمانی کتابوں تورات اور انجیل میں بھی گزر چکا ہے، یہ وہ ہستیاں ہیں کہ فاروق اعظمؓ کا ذکر قرآن کے علاوہ تورات میں کیسے آیا؟ انجیل میں کیسے آیا؟ ان باتوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء اپنی معرکۃ الآراء کتاب میں کیا ہے۔

آج مدینہ منورہ کی زندگی کا ذکر ہوگا اور اس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کی خلافت کا، حالانکہ خلافت فاروق اعظمؓ اتنا بڑا موضوع ہے کہ اس پر ڈھیر ساری کتابیں موجود ہیں اور اس پر بڑی لمبی لمبی تقریریں ہو سکتی ہیں۔

فاروق اعظمؓ کی خلافت کس نہج پر قائم ہوئی۔ فتوحات کتنی زیادہ ہوئیں۔ قیصر و کسریٰ کے ٹکڑے کس طرح ہوئے اور بڑے بڑے دنیا کے بادشاہوں کا غرور عمر فاروقؓ نے کیسے خاک میں ملایا۔ یہ ایک علیحدہ عنوان ہے اور پھر وہ اتنا عظیم انسان جام شہادت کیسے نوش کرتا ہے کہ جب اسے خنجر لگا وہ بے ہوش ہوا محراب میں، ہوش آنے کے بعد کہا کہ مجھے کس نے خنجر مارا تو بتایا کہ فیروز ابولولو مجوسی ایرانی نے خنجر مارا تو فاروق اعظمؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں نہیں مارا گیا اور یہ کہا کہ اگر میں بچ گیا تو بدلہ لینے کا حق دار میں خود ہوں اور اگر میں نہ بچا تو اس میرے قاتل کو بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا اور بات آگے دربار میں ہوگی، کہ مارنے والے نے کیوں مارا، اور ذبح ہونے والا کیوں ذبح ہوا؟ یہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے وقت کے کلمات ہیں۔

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت

اور یہ عجیب وغریب کلمہ کسی نے نہیں سنا کہ جب شہادت کا وقت آیا تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو بلایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے کا نام تھا عبداللہ ابن عمرؓ بلا کر کہا بیٹا، میں چاہتا ہوں کہ میری قبر رسول اللہ ﷺ کی قبر کے ساتھ بنے۔

فیصلہ تو پہلے سے اللہ نے کر دیا، لیکن اس کی اجازت حضرت عائشہؓ سے لینا

ضروری ہے، کیونکہ جس حجرے میں حضورﷺ کی قبر تھی وہ حجرہ حضرت عائشہؓ کا تھا اور حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں دفن تھے۔

تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اجازت لینے کے لئے گئے اور جا کر کہا کہ اماں میرے والد کی خواہش ہے کہ میری اس حجرے میں قبر بنے۔ اس جگہ میری قبر بنے۔ تو اماں عائشہؓ خاموش ہوگئیں اور بعد میں فرمایا کہ میرا جی چاہتا تھا کہ جو تیسری قبر کی جگہ خالی ہے یہاں میری قبر بنے، لیکن میں اپنے اوپر عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔ لیکن ایک بات کا مجھے خیال رکھنا ہوگا کہ ایک میرے شوہر یہاں دفن ہیں، حضور اور ایک میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ دفن ہیں اور عمرؓ دفن ہو تو مجھے پردہ کر کے یہاں آنا پڑے گا۔

اب دیکھو! کہ رسول اللہﷺ کی بیویوں میں قبر سے پردہ ہے، حالانکہ قبر سے تو پردہ نہیں ہوتا، لیکن حیاء اور غیرت کا یہ تقاضا ہے، چنانچہ علماء کہتے ہیں کہ حافظ شمس الدینؒ کی کتاب میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ جس وقت حضرت عمر فاروقؓ کو بیٹے نے آ کر بتایا کہ آپ کے لئے اجازت ہوگئی ہے تو حضرت عمرؓ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا کہ..... فزت برب الکعبۃ ...... کعبے کی رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا کہ میری قبر رسولﷺ کی قبر کے ساتھ ہوگی۔

سیدنا فاروقؓ کی روضہ رسول میں تدفین کی اجازت

آؤ مسلمانو! فاروق اعظمؓ نے یہ بھی فرمایا کہ عبداللہؓ اجازت تو ہوگئی ہے لیکن جب میری وفات ہو جائے تو یہ ضرور وہاں کہنا کہ تمہارا ایک غلام حاضر ہے اگر اجازت ہو تو اندر آئے گا۔

حافظ شمس الدین کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کی قبر سے باہر حضرت عمرؓ کا جنازہ رکھا گیا اور جب کہا گیا کہ تمہارا ایک غلام حاضر ہے اگر اجازت ہو تو اندر لایا جاتا ہے تو غیب سے آواز آئی..... بلغ الحبیب الی الحبیب...... دوست کو دوست کے پاس پہنچاؤ، ہم تو بہت دیر سے عمرؓ کا انتظار کر رہے ہیں۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

میرے بھائیو! حضرت عمرؓ کو یہ موقع ملا کہ جس جگہ حضرت عمرؓ کی قبر ہے اس جگہ کو حضور ﷺ اپنی زندگی میں جنت کا ٹکڑا قرار دے چکے ہیں، حضور ﷺ فرما چکے ہیں...... مابین بیتی ومنبری...... میرے منبر اور میرے حجرے کے درمیان ساری جگہ جنت کا ٹکڑا ہے...... مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ...... یہ جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے، میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ اور اسی حجرے میں حضور ﷺ کی قبر ہے۔

تو قبر جہاں بنی ہے علماء کہتے ہیں کہ اہل سنت علماء دیوبند کا عقیدہ سنو، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے المھند علی المفند میں لکھا ہے کہ جس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کی قبر ہے اور اس قبر میں جو مٹی رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس مٹی کا درجہ عرش سے بھی اونچا ہے۔

اس پر علماء نے بڑی بحث کی ہے کہ اس مٹی کا درجہ عرش سے بھی اونچا ہے، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا، مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے وہ کتاب لکھی ہے اور حضرت گنگوہیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ چونکہ مرتبہ سب سے زیادہ اسی جگہ کا ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہو اور انوارات ہوں تو حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ اور عرش سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے انوارات رسول اللہ ﷺ پر ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کے انوارات ہو رہے ہیں، اس جگہ کا درجہ عرش سے اونچا ہوگا، چونکہ اللہ تعالیٰ کے انوارارت اس جگہ پر زیادہ ہیں، حضور ﷺ کی وجہ سے۔

میرے بھائیو! جس جگہ کو نبی ﷺ نے جنت کہا اس جگہ پر فاروق اعظمؓ کی قبر بنی تو عمرؓ جنت میں، ابوبکرؓ جنت میں۔

اور آپ کو قرآن کی ایک آیت سنا کر استدلال پیش کرنا چاہتا ہوں

قرآن کہتا ہے...... مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً

اُخـــری...... ہم مٹی سے پیدا کئے گئے اور ہمیں مٹی میں لوٹ کر جانا ہے۔ اس آیت کا معنیٰ علماء نے لکھا ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت جو مٹی انسان کے خمیر میں ڈالی جاتی ہے جس جگہ کی...... اسی جگہ پر انسان کی قبر بنتی ہے، اسی لئے کہنے والے نے کہا!

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

یعنی انسان کی پیدائش جو مٹی اس کے خمیر میں شامل ہوتی ہے جہاں اس کی قبر بنتی ہے اسی جگہ کی ہوتی ہے اس آیت کی روشنی میں کہ قرآن کہتا ہے کہ اسی مٹی سے ہم پیدا ہوئے اور جس مٹی سے انسان پیدا ہوا اسی مٹی میں اس نے دفن ہونا ہے۔

تو گویا کہ اب دیکھو کہ اس جگہ کو نبی ﷺ جنت کا ٹکڑا کہتے ہیں، اس پر غور کرو جس مٹی کو نبی ﷺ نے جنت کہا، یہ جنت کی جگہ ہے، اسی جگہ پر نبی ﷺ گئے، اسی جگہ میں ابوبکرؓ گئے اسی میں عمرؓ گئے تو گویا کہ

اسی مٹی سے نبی ﷺ بنے

اسی مٹی سے ابوبکرؓ بنے

اسی مٹی سے عمرؓ بنے

اور وہ مٹی ہے جس کو نبی جنت کا ٹکڑا کہہ چکے ہیں تو گویا کہ نبی اور ابوبکرؓ وعمرؓ آئے بھی جنت سے تھے، گئے بھی جنت میں، یہ درجہ کسی اور کو نہیں ملا۔

جس مٹی سے انسان کا خمیر بنا اسی مٹی میں اس نے دفن ہونا ہے، فاروق اعظمؓ اسی روضے میں دفن ہوئے جس میں نبی ﷺ ہیں۔

فاروق اعظمؓ مکہ سے مدینہ تشریف لائے ہمارے پیغمبر نے ۲۷ جنگیں لڑی ہیں اور ایک بھی جنگ ایسی نہیں ہے جس میں عمرؓ نبی ﷺ کے ساتھ نہ ہو، ہر جنگ میں نبی ﷺ کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ قرآن میں کیا فرما چکے ہیں۔

ھـو الـذی ارسـل رسـولـہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کـلـہ...... کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اس لئے بھیجا تھا کہ پوری دنیا کے دینوں پر اسلام کا غلبہ ہو اور پوری دنیا کے دینوں پر اسلام کا غلبہ نبی ﷺ کے دور میں شروع ہوا۔ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے دور میں مکمل ہوا گویا کہ جو کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ

کے ذمے لگائے گئے تھے اس کام کی تکمیل فاروق اعظمؓ کے دور میں ہوئی۔

میرے بھائیو! نبی علیہ السلام نے ستائیس جنگیں لڑیں اور عمرؓ بھی نبی علیہ السلام کے ساتھ تھے اور جب حضور علیہ السلام دنیا سے چلے گئے تو ابو بکرؓ خلیفہ بنے اور خلافت میں حضرت عمر فاروقؓ کا بڑا دخل تھا اور فاروق اعظمؓ نے شر کو ختم کرنے کے لئے بے مثال کردار ادا کیا سوا دو سال تک سب سے زیادہ ابو بکرؓ کے قریب عمر فاروقؓ رہے۔

حضور علیہ السلام کی زندگی میں فاروق اعظمؓ کے بارہ میں بڑی احادیث ہیں اور پیغمبر نے فاروق اعظمؓ کی بڑی بڑی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا

سیدنا فاروق اعظمؓ خلیفہ بنے اور کیسے بنے کہ جس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت ابو بکرؓ نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا اور خطبہ دے کر کہا، ایک ایسے انسان کو میں تم پر امیر مقرر کر رہا ہوں، میرے نزدیک جس کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے۔

اور میں اللہ کی عدالت میں جا کر کہوں گا کہ اے اللہ روئے زمین پر جس کو سب سے بہتر سمجھا۔ اس کو میں تیرے نبی علیہ السلام کے مصلے پر کھڑا کر کے آیا ہوں۔ مسجد نبوی میں اعلان ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ امیر المومنین، عمر فاروقؓ تو بڑے سخت ہیں۔

تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، میں نرم تھا، جب عمر فاروقؓ اکیلے ہوں گے وہ نرم بھی ہوں گے سخت نہیں ہوں گے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

فاروق اعظمؓ نے اسی خطبہ کو دہرایا کہ ابو بکر صدیقؓ نے جو خطبہ دیا تھا کہ اگر میں سیدھا سیدھا چلوں تو میرا ساتھ دینا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر لینا یہ نہیں کہا کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو پھر بھی میرا ساتھ دینا۔ ورنہ میں تمہیں اندر کر دوں گا، ورنہ مارشل لاء لگ جائے گا، یہ نہیں کہا۔

اگر سیدھا چلوں تو ساتھ دینا نہ سیدھا چلوں تو سیدھا کر دینا، میری نافرمانی اللہ کی

نافرمانی کے ساتھ میری فرمانبرداری منسلک نہیں ہے۔ میں اللہ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے، میں اللہ کا نافرمان بن جاؤں تو مجھے چھوڑ دو میرا ساتھ مت دو۔

فاروقِ اعظمؓ کے دور میں غلبہ اسلام

قرآن پاک کی ایک آیت ہے اس پر غور کرو کہ..... ھو الذی ارسل رسوله بالھدی...... اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا۔ ہدایت دے کر...... لیظھره علی الدین کله...... تاکہ پورے دینوں پر اسلام کا غلبہ ہو، یہ اللہ کی مشیت تھی اور نبی ﷺ کا مقصد تھا۔

علماء کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں غلبہ اسلام کا آغاز ہوا، اختتام نہیں ہوا۔ اختتام اس وقت ہوا کہ جب دنیا کی دو بڑی قوتیں قیصر روم اور کسریٰ ایران کا خاتمہ ہوا جس طرح آج روس اور امریکہ کی دونوں قوتیں ختم ہو جائیں اور وہاں اسلام کا پرچم بلند ہو اور ہم کہیں گے کہ اسلام کا غلبہ ہو گیا۔

اسی طرح اسلام کا غلبہ عمر فاروقؓ کے دور میں ہوا قیصر روم کو عمرؓ نے شکست دی اور کسریٰ ایران کو شکست دی۔

شہنشاہِ ایران کے نام پیغام

میرے بھائیو! ایران کا جو بادشاہ تھا، جسے شہنشاہ ایران کہتے تھے، اس کا نام تھا یزدجر، عربی میں یزدجر ہے اور اردو میں یزدگر ہے، بلاذری نے یزدگر لکھا شہنشاہ ایران یزدگر، یہ وہ ایران کا شہنشاہ تھا جس شہنشاہ ایران کو زیر وزبر کرنے کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ جیسا انسان پیدا کیا۔ اس وقت دنیا کے نصف حصے پر ایران کی حکومت تھی، شہنشاہ ایران کی عمر ۲۵ سال تھی جب شہنشاہ ایران کا سر کاٹا گیا تو اس کی عمر ۲۵ سال تھی اور بہت جواہر کا مالک آدمی تھا۔ فاروق اعظمؓ نے جن فوجوں کو بھیجا ان کی تعداد تھی تیس ہزار، بعض کتابوں میں ہے کہ ۳۲ ہزار اور فاروق اعظمؓ نے چودہ آدمی مقرر کئے کہ ان چودہ آدمیوں میں جس کا نام ہے نعمان، نعمان بن مقرن یہ بڑا جلیل القدر اور بہادر و جرأت مند صحابی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا نعمان میں تجھے مقرر کرتا ہوں کہ شہنشاہ ایران کے

سامنے جا کر محمد ﷺ کا دین پیش کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جا کر اسے اسلام پیش کیا۔

یہ نعمان بن مقرن اتنا بڑا صحابی ہے، بادشاہ کا دربار لگا ہوا ہے نعمان بن مقرن سامنے آیا اور سامنے آ کر کہا کہ اے شہنشاہ ایران، میں تمہیں کہنے آیا ہوں کہ جزیہ دینا قبول کرو، جزیہ قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عمر فاروقؓ کی اطاعت کرو، یا اسلام قبول کرو، یا جزیہ دینا قبول کرو اور اگر دونوں کام نہیں کرتے ہو تو پھر تلوار تیرا اور میرا فیصلہ میدان میں کرے گی۔

اس نے کہا کہ تم اونٹوں کی چمڑیاں کھانے والے، آگے سے جواب دیا وہ فتوح البلدان میں علامہ بلاذری نے لفظ لفظ اس خطبے کو نقل کیا ہے کہ شہنشاہ ایران نے کہا کہ اے بدوؤ! تم اونٹ کی چمڑیاں کھاتے تھے، تمہاری اوقات ہے کہ تم اونٹ کا گوشت کھاتے ہو اور جو تمہاری دعوت کرے تو تم اسی کے گن گانے شروع ہو جاتے ہو جو تمہیں کھلائے پلائے اسی کے لئے عربی کے اشعار اس کی شان میں پڑھنے لگ جاتے ہو، تمہاری کیا اوقات ہے تم کیسے میرا مقابلہ کرو گے۔

تو نعمان بن مقرن نے کہا کہ اے شہنشاہ ایران میرے پاس وہ قوم ہے کہ جو موت سے ایسے محبت کرتی ہے جس طرح تم شراب سے محبت کرتے ہو، تیرا اور میرا فیصلہ تلوار کرے گی۔ یہ کہا اور کہہ کر چل پڑے، بادشاہ حیران اس نے کہا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم چودہ آدمیوں کو قتل کر دیتا۔

نعمان نے کہا کہ اب فیصلہ سر قلم کرنے کا میدان میں ہوگا، چنانچہ جنگ شروع ہوئی۔ جنگ ہوئی اور یہ جنگ ایسی تھی کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے لشکر روانہ کرنے سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا یہ ایک تاریخی واقعہ تھا کہ فاروق اعظمؓ نے اعلان کیا کہ جنگ کی قیادت میں خود کروں گا۔ میں سپہ سالار بنوں گا یہ پہلی جنگ ہے کہ جس کا سپہ سالار بننے کا اعلان فاروق اعظمؓ نے خود کیا تھا اور جب لشکر روانہ ہونے لگا تو فاروق اعظمؓ خود سپہ سالار تھے، مدینہ سے نکلے تو عمرؓ سپہ سالار تھے تین میل باہر جرہم کی بستی میں پہنچے وہاں حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنینؓ یہ اسلام کی سب سے بڑی جنگ ہے اگر آپ نے قیادت کی اور شکست ہو گئی تو لوگ کہیں گے کہ خلیفہ کو شکست ہو گئی ہے، میری رائے ہے کہ

آپ خود نہ جائیں اس لشکر کو روانہ فرمادیں، لشکر روانہ ہوا اور فتح سے ہمکنار ہوا۔

میرے بھائیو! میں آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ...... مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل......

سابقہ کتب میں سیدنا فاروقؓ کی نشانیاں

سیدنا فاروق اعظمؓ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے ہیں، اعلان کر دیا کہ میں کل کو بیت المقدس جا رہا ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اماں عمرؓ سے کہو کہ بیت المقدس فتح کرنے جا رہا ہے یہ جو کپڑے ہیں اس پر سترہ پیوند ہیں یہ ٹاکیوں والا لباس عمرؓ اتار دے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اماں عائشہ صدیقہؓ کے کہنے پر ٹاکیوں والا لباس اتار دیا۔ چند قدم حضرت عمر فاروقؓ چلے واپس آ گئے اور آ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ وہ جو پرانا کپڑا ہے وہی لاؤ، اس میں پسینہ جذب ہوتا ہے اور میں نے یہ سوچا ہے کہ اسلام نے عزت کپڑے میں نہیں رکھی، اسلام نے عزت دین میں رکھی ہے۔

میرے بھائیو! اس کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے کہ غلام کا نام اسلم تھا۔ اسلم غلام کہتا ہے کہ مجھے عمرؓ نے کہا کہ سواری پکڑو، سواری لاؤ، سواری لائے، فاروق اعظمؓ سوار ہو گئے اور میرے ہاتھ میں مہار ہے۔ بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے عمر فاروقؓ مدینہ سے نکلا تو ایک غلام ساتھ ہے اسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اور سواریاں لے جاؤ تو فرمایا کہ اور سواریاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کام آئیں گی۔ مجھے ایک سواری کافی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ سوار ہو گئے غلام کے ہاتھ میں مہار ہے۔

غلام کہتا ہے کہ ایک منزل یا دو منزل گزر گئی تو عمرؓ نے کہا کہ سواری بٹھاؤ میں نے کہا کہ عمرؓ قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں؟ لیکن کہتے ہیں کہ جب میں نے سواری بٹھائی، تو حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ مہار میرے ہاتھ میں دے دے اور غلام کو کہا کہ تم سوار ہو جاؤ، غلام کہتا ہے کہ میں کیسے سوار ہو جاؤں، انہوں نے کہا کہ نہیں سوار ہو جاؤ، علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ

''حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کو زبردستی کہا کہ بیٹھو، وہ رو پڑا، اس نے کہا کہ میں تو غلام ہوں، میں نوکر ہوں، جتنی حکومتیں آئی ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غلام سوار ہو اور بادشاہ نیچے چل رہا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا، آپ کو غلطی تو نہیں لگ رہی۔ فاروق اعظمؓ نے کہا کہ غلطی نہیں لگ رہی، اب آئندہ ایسے ہی ہوگا۔''

یہ عیسائیت و یہودیت نہیں ہے یہ عدل ہے، یہ نمونہ ہے، یہ عدل کا ترازو ہے، جسے سیدنا عمرؓ نے آنے والی نسلوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ غلام سوار ہو گیا، حضرت عمرؓ پیدل ہیں، ہاتھ میں مہار ہے، منزلوں پہ منزلیں تبدیل کر رہے ہیں۔ میں تفصیل میں نہیں جاتا، میں یہ بات نقل کرنا چاہتا ہوں کہ جو بڑی خوبصورت بات ہے۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ جب بیت المقدس سامنے آیا تو حضرت فاروق اعظمؓ کے پیدل چلنے کی باری تھی اور غلام کے سوار ہونے کی باری تھی۔ غلام نے کہا کہ اب تو میرا منہ کالا نہ کرو، اب تو مجھے ذلیل نہ کرو کہ میں غلام ہوں اور آپ آقا ہیں۔ اب عمر فاروقؓ نے کہا کہ میں سوار ہو کر تیری عزت بچالوں گا، لیکن قیامت کے دن میری عزت کون بچائے گا؟...... نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ باری تیرے پیدل چلنے کی تھی تو نے غلام کی باری کھالی؟ میں نبی علیہ السلام کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

غلام کہتا ہے کہ اس سے بھی بڑی بات ہوئی کہ عمر فاروقؓ کے پاؤں کا جوتا ٹوٹ گیا۔ انہوں نے ایک ہاتھ میں رسی پکڑی ہوئی تھی ایک ہاتھ میں ٹوٹا ہوا جوتا ہے اور حضرت عمرؓ چل رہے ہیں اوپر پادری بالا خانے پر بیٹھے ہیں اور کتابیں کھولی ہوئی ہیں۔ یہودی اور عیسائی بیٹھے ہیں، ایک کہتا ہے کہ پیدل چلنے والا خلیفہ ہے دوسرا کہتا ہے کہ سوار خلیفہ ہے۔

جب قریب آئے تو سب نے کہا کہ دیکھو یہ انجیل کیا کہتی ہے کہ جو پیدل ہوگا وہی خلیفہ ہوگا۔ سب لوگ بالا خانے سے نیچے اتر آئے۔ حضرت عمرؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو سارے عیسائی سامنے کھڑے ہو کر حضرت عمر فاروقؓ کو کہتے ہیں کہ یہ چابیاں آپ کے سپرد کرتے ہیں، بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمرؓ کے سپرد کر دیں۔ ہزاروں کا اجتماع تھا اور مسلمان بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے سجدہ شکرانہ ادا کیا مجمع کے اندر بیٹھ گئے، باتیں ہونے لگیں، حضرت عمرؓ نے عیسائیوں سے مسائل پوچھے، ان کے حالات دریافت

کئے، مسلمان بھی تھے۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد کا ایک واقعہ

ایک آدمی بھاگا ہوا آیا آ کر کہنے لگا کہ یہ کاغذ ہے، فاروق اعظمؓ نے وہ کاغذ دیکھا، کاغذ دیکھ کر اس بدو سے کہا کہ سفید داڑھی والا بدو ہے، اس کی عمر بہت زیادہ ہوگئی تھی، حضرت عمرؓ نے جھٹ دیکھ کر فرمایا کہ یہ نہیں ہوگا، یہ جگہ میری نہیں ہے۔ میرے باپ کی نہیں ہے، وہ آدمی چلا گیا۔ سارا مجمع حیران ہوا۔ ہزاروں آدمی موجود تھے۔ بیت المقدس فتح ہو چکا تھا کوئی معمولی بات نہ تھی کچھ مسلمان بھی تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ جب باہر نکلے، بیت المقدس کی دیوار کے ساتھ، بہت لمبی دیوار ہے، حضرت فاروق اعظمؓ کھڑے ہو گئے، مسلمانوں نے کہا کہ امیر المومنین باقی تو سب باتیں بعد میں پوچھیں گے پہلے ایک بات کا تو جواب دو کہ وہ بوڑھا کون تھا، جس کے ہاتھ میں ایک پرچی تھی اور آپ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ امیر المومنین یہ پرچی ہے اور یہ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے یہ آپ کے دستخط بھی ہیں یہ تحریر بھی آپ کی ہے تو آپ نے کہا تھا کہ یہ اب نہیں ہوگا یہ جگہ عمر کی نہیں ہے، عمر کے باپ کی نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا مسلمانو! کیا پوچھتے ہو، حضرت فاروق اعظمؓ یہ بات کہہ کر ان آدمیوں کو آگے لے گئے، آگے لے جا کر کہا یہ جگہ دیکھو، بیت المقدس کے سائے کی یہ جگہ ہے اور جب دوپہر ہوتی ہے تو یہاں سایہ ہو جاتا ہے تو ایک وقت تھا کہ میری عمر ۱۴ سال تھی اور میرا باپ مجھے بکریاں چرانے کے لئے اس جگہ لایا تھا بیت المقدس کی اس سرزمین پر میں دن کو بکریاں چراتا اور دھوپ زیادہ ہوتی تو یہاں آ کر سائے میں سو جاتا۔

اسی دیوار کے پاس، میں ایک دن سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی میری پنڈلی سے کپڑا ہٹا رہا ہے۔ میری آنکھ کھلی، میں نے کہا کون ہے؟ تو میری پنڈلی سے کپڑا کیوں ہٹاتا ہے؟ اس نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا نام عمر ہے، اس نے کہا کہ تیرے باپ کا نام خطاب تو نہیں؟ میں نے کہا ہاں، میرے باپ کا نام خطاب ہے۔ کہنے لگا! اچھا ایک بات ہے اس نے کہا ایک درخواست ہے، میں نے کہا کیا بات ہے؟ اس

نے کہا کہ مجھے لکھ دے کہ جب بیت المقدس پر میری حکومت ہوگی تو یہ ساری جگہ میں تجھے دے دوں گا، اس وقت میں نے کہا وہ جگہ میری کب ہوگی میں تو یہاں بکریاں چرانے آیا ہوں میرا تو یہاں اختیار کوئی نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ تم مجھے لکھ دو کہ میں یہ جگہ تجھے دے دوں گا اس نے کہا کہ تم مکہ سے آئے ہو، میری کتاب کہتی ہے کہ جو مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ ہوگا اس کی پنڈلی پر نشان ہوگا میں نے دیکھا کہ انجیل اس کے ہاتھ میں تھی، وہ انجیل کو دیکھتا تھا اور میری پنڈلی کو دیکھتا تھا میرے نام کو پوچھ کر میرے باپ کے نام کو بتا دیا۔

اب اس نے کہا کہ اے عمرؓ میری کتاب میں لکھا ہے کہ یہ شخص مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ ہوگا، اس لئے اس نے مجھ سے کاغذ پر دستخط کرا لئے اور لکھوالیا کہ جب میری حکومت آئے گی تو میں یہ جگہ تمہیں دے دوں گا، میں نے تو جان چھڑانے کے لئے لکھا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ کملی والا آئے گا کیا پتہ تھا کہ مدینہ کا تاجدار آئے گا مجھے کیا پتہ تھا کہ دنیا کا سردار آئے گا مجھے کیا پتہ تھا کہ میں اس شعر کا مصداق بنوں گا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

کیا پتہ تھا کہ بکریاں چرانے والا، کیا پتہ تھا کہ بدوؤں میں رہنے والا عمرؓ بیت المقدس کا فاتح بنے گا اور دنیا کے بڑے بڑے فوجی، سپہ سالار عمرؓ کے دروازے پر چابیاں لے کر کھڑے ہوں گے یہ کمال میرا نہ تھا یہ محمد ﷺ کی نظر کرم کا کمال تھا۔

قرآن نے اسی کو کہا ذالک مثلھم فی التورۃ ومثلھم فی الانجیل...... یہ تورات وانجیل میں واقعہ گزر چکا ہے کہ عمر ایسا عظیم تھا، عمر اتنا جلیل القدر تھا جس کا ذکر تورات میں آئے، جس کا ذکر انجیل میں آئے،

جس کو عیسائیت پہچان گئی
جس کو یہودیت پہچان گئی
جس کو سکھ پہچان گئے
جس کو ہندو پہچان گئے

......لیکن......اس کو ایران کا خمی اسلام کا نام لے کر پہچان نہ سکا

میرا عقیدہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے برا ہے خمینی، کہ جو کافر ہوتے ہوئے بھی عمرؓ کو پہچان گئے لیکن یہ اسلام کا نام لے کر برسرِ اقتدار آنے والا فاروق اعظمؓ کو نہ پہچان سکا۔

قرآن نے اسی کو کہا ہے کہ ذالک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل یہ تو وہ ہیں کہ جن کا ذکر تورات وانجیل میں گزر چکا ہے۔

فاروقؓ کے لشکر کی کہانی

میرے بھائیو! مولانا شمس الحق افغانیؒ اپنے خطبے میں، جو بہاولپور یونیورسٹی کے خطبات میں شامل ہے ایک عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ فاروق اعظمؓ کا یہ لشکر جو ایران فتح کرنے گیا، جب وہاں پہنچا تو پہلے دن مسلمانوں کو فتح حاصل نہ ہو سکی، چنانچہ ابوعبیدہ بن جراح ﷺ جو شام کے ملک میں گئے ہوئے تھے، ان کی طرف سے آٹھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک قافلہ منگوالیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چالیس ہزار کے قریب ہوگئی، لشکر وہاں ہے، لیکن دشمن کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ ہے، پہلا حملہ کیا تو ایرانیوں نے ہاتھی میدان میں بھیج . یے ہاتھی میدان میں آئے تو مسلمانوں کی فوجیں عرب کے لوگوں نے ہاتھی کبھی نہ دیکھے تھے، عجم کے ہاتھی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھسل گئے، پیچھے ہٹ گئے، پھسل گئے کہ یکدم گھبرا گئے، پہلے دن کامیابی نہ ہوئی، ہاتھی تھے۔

اگلے دن پھر ہاتھیوں سے مقابلہ تھا، ان ہاتھیوں سے مقابلہ کے دوران حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ شہید ہو گئے ان کو ایک ہاتھی نے مسل ڈالا، عشرہ مبشرہ کے صحابی ہیں۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سپہ سالار تھے انہوں نے مدائن کی بستی میں رہنے والے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہاتھیوں کا علاج بتاؤ، انہوں نے اونٹوں پر گرم کپڑے ڈال کر ان کو میدان میں اتار دیا تو اب ایرانی سمجھے کہ ہاتھیوں کے مقابلے میں ہاتھی آگئے، میدان مارلیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم پر بڑی طاقت نے حملہ کیا، یہ جو اونٹ آرہے ہیں :ن کے باوجود کچھ ایسے علاقے تھے جہاں مسلمانوں کی فوج کو شکست ہوئی۔

قیدی صحابی کا میدان مارنا

ایک آدمی کو دیکھو اس کا نام ابو محجن تھا، بہت بڑا آدمی ہے، لیکن جس دن جنگ کا آغاز ہونا تھا اس سے اس دن ایک غلطی ہوگئی وہ آدمی تھا اس نے کچھ دن پہلے کلمہ پڑھا، مسئلے کا پتہ نہیں تھا کہ شراب حرام ہے یا حلال ہے، بغیر مسئلہ کے جاننے کے شراب پی لی۔

شراب پی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس کے پاؤں میں بیڑی باندھ دی اور ہاتھوں میں رسیاں باندھ دیں اور اپنے بالا خانے میں قید کردیا۔

جب جنگ کا میدان گرم ہوا ابو محجن نے حضرت سعد کی بیوی حضرت سلمیٰ سے کہا کہ اے سلمیٰ پیدا کرنے والے رب کی قسم ہے کہ میں بڑا جرنیل اور بہادر ہوں، لیکن مسلمانوں کی شکست ہو رہی ہے، میری بیڑیاں اور رسیاں کھول دے۔ اگر میں اپنے پروردگار کا ماننے والا ہوا تو میں جنگ میں جا کر بیڑیاں واپس آکر خود پہن لوں گا، میری رسیاں کھول دے، میں اس میدان میں مسلمانوں کو شکست ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت سلمیٰ نے کہا کہ سعد کیا کہیں گے؟ اس نے کہا کہ سعد جو مرضی کہیں، اس وقت مجھے کھول دے اور نظارہ دیکھ، حضرت سلمیٰ نے ابو محجن کی زنجیریں کھول دیں۔ ابو محجن نیچے آئے اور اس زور سے حملہ کیا کہ ایک لمحے میں پورے میدان کو زیروزبر کردیا اور ایران کی فوجیں بھاگ گئیں مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگیا شام کو غلبہ ہوا۔

حضرت سعد روتے ہوئے دعا کرتے ہیں اے اللہ اس ایران کی سرزمین پر تیرے محمد ﷺ کے ماننے والوں نے غلبہ کردیا۔

میرے بھائیو! اور ایران کی زمین فتح ہوگئی، اس ایران کی زمین کو فتح کرکے حضرت سعد سجدے میں گئے۔ شام کو اپنے بالا خانے پر پہنچے تو سلمیٰ نے کہا کہ کیسی بنی۔ حضرت ابو محجن پہلے آکر زنجیریں پہن دکے تھے، ہتھکڑی پہن چکے تھے اور حضرت سلمیٰ فخر کرتی تھیں کہ اس نوجوان نے اپنے وعدے کو پورا کردیا ہے۔ وعدہ کیا تھا کہ میں واپس آکر

زنجیریں پہن لوں گا۔

حضرت سلمیٰؓ نے کہا کہ کیسی رہی؟ تو حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو بڑی کمزوری تھی، لیکن ایک نوجوان آیا اللہ نے پتہ نہیں کہاں سے بھیجا، اس نے آ کر ساری صفیں پلٹ دیں۔

حضرت سلمیٰؓ نے کہا کہ وہ آدمی کون تھا؟ حضرت سعدؓ نے کہا میں نے اس آدمی کی شکل نہیں دیکھی، لیکن مجھے لگتا تھا کہ اس کی چال ڈھال ابو محجنؓ کی طرح تھی۔ حضرت سلمیٰؓ نے کہا ابو محجنؓ تو یہاں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ حضرت سعدؓ خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت سلمیٰؓ نے کہا کہ وہ ابو محجن تھا جس نے مسلمانوں کی شکست کو دیکھ کر رو کر مجھے کہا تھا کہ میری زنجیریں کھول دے۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ جو مسلمانوں کی فوج کو فتح سے ہمکنار کرے، حضرت سعدؓ اس کو گرفتار نہیں کر سکتا۔ اس وقت ابو محجنؓ کی رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت سعدؓ میدان میں آئے جو صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ان کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ لاشوں کا انتظام ہوا۔

مال غنیمت میں سونے کی صندوقوں کا حاصل ہونا:

مسلمانو! ایک صحابی جو دریائے دجلہ کے قریب ایک جھونپڑی میں رہتا تھا کافی عرصے سے وہاں آباد تھا۔ اس نے نماز فجر کے وقت دیکھا کہ کچھ لوگ خچروں پر سامان لاد کر بھاگ رہے ہیں۔ اس نے پکار کر کہا ٹھہرو، کون ہو؟ وہ آدمی بھاگ گئے، چودہ خچر نماز فجر کے وقت صندوق ان پر لدے ہوئے تھے۔ اس نے سوچا کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور یہ ایرانی مجوسی ہیں۔ یہ اپنا سامان لے کر بھاگ رہے ہیں۔ حضرت سعدؓ میدان میں بیٹھے تھے اور مال غنیمت جمع ہو رہا تھا۔

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان چودہ خچروں کو لے کر حضرت سعدؓ کی طرف چل پڑا۔ جب سورج نکلا تو کیا دیکھا کہ وہ چودہ کے چودہ صندوق سونے کے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ حضرت سعدؓ کی خدمت میں لے گیا۔ جب حضرت سعدؓ کے سامنے چودہ سونے کے صندوق پیش کئے جب صندوق اتارے تو حضرت سعدؓ پریشان ہو گئے اتنا غنیمت کا مال تو کوئی نہ

لایا۔ حضرت سعدؓ نے اس نوجوان سے کہا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا کہ میں نبی ﷺ کا صحابیؓ ہوں میں بڑے عرصے سے مسلمان ہوں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اپنا نام نہیں بتا سکتا، حضرت سعدؓ نے کہا کہ اگر تو اپنا نام بتائے گا تو میں عمر فاروقؓ کے سامنے تیرا نام لے کر فخر کروں گا کہ ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنہوں نے غنیمت کے مال میں چودہ صندوق دیئے اور ایک روپے کی بھی خیانت نہیں کی۔

اس نے کہا کہ نہیں میں اپنا نام نہیں بتا سکتا۔ حضرت سعدؓ نے زبردستی اس کا بازو پکڑ لیا اور کہا کہ چلو نام نہ بتاؤ، لیکن اپنے سامنے صندوق تو کھلوالو۔

بلاذری کہتا ہے کہ اسی وقت لوہار منگوایا گیا۔ لوہار جب تالے توڑنے لگا تو وہ تالہ بھی سونے کا تھا، جو تاریں تھیں وہ بھی سونے کی تھیں۔ صندوق کھولے تو اس میں جواہرات تھے۔ اتنے جواہرات اور اس قدر سونا تھا کہ پوری سلطنت کے سونے کے برابر تھا، پوری مملکت کی مالیت کا سونا۔ ان چودہ صندوقوں میں بند تھا۔

حضرت سعدؓ نے اتنا غنیمت کا مال دیکھا تو حضرت سعدؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو اس صحابیؓ سے کہا کہ اب تو اپنا نام بتا دے۔ اس نے کہا کہ رب کے لئے میں نے یہ صندوق لا کر دیئے ہیں وہ خدا میرے نام سے واقف ہے۔ میں نام نہیں بتا سکتا یہ کہہ کر وہ صحابیؓ تو واپس چل پڑا تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ اتنا مال ہے کہ کل کو عمر فاروقؓ پوچھیں گے کہ کون آدمی ہے مجھے آدمی کا نام نہ آئے تو کیا ہوگا۔

حضرت سعدؓ نے ایک آدمی کو اس کے پیچھے لگا دیا اور کہا کہ جاؤ جا کر دیکھو کہ یہ آدمی کون ہے؟ رہتا کہاں ہے؟ جاتا کہاں ہے؟ وہ آدمی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، وہ پیدل تھا اور دوپہر تک اپنی منزل پر پہنچا۔ دریائے دجلہ کے کنارے پر، وہ شہر مدائن کے کنارے پر تھا اور دریا کے کنارے پر چند جھونپڑیاں تھیں۔ یہ صحابی ایک جھونپڑی میں داخل ہو گیا وہ سواری کھڑی کر کے دوسری جھونپڑی والے کے پاس آیا اور آ کر پوچھنے لگا کہ یہ فلاں آدمی کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ ربیعہ صحابی ہے اور یہاں کچھ عرصہ سے رہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا بس میں نے نام پوچھنا تھا۔ اس نے کہا کہ نام کیا پوچھتا

ہے تجھے پتہ ہے کہ ان کی حالت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ کیا حالت ہے؟ اس نے کہا کہ سات دن ہو گئے اس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں وہ بھوکی ہیں اور ان کے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے، کھانے کے لئے روٹی نہیں۔

مسلمانو! تم مجھے بتاؤ کہ پیغمبر ﷺ کے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کا مقابلہ کون کرسکتا ہے۔ اس سے بڑی دیانت ہو سکتی ہے؟ کوئی ایسی دیانت کا مظاہرہ کرسکتا ہے؟ کہ نبی ﷺ کا صحابیؓ چودہ صندوق سونے کے بھرے ہوئے غنیمت کے مال میں دیتا ہے۔ اور اپنا نام نہیں بتاتا، گھر میں بچیاں بھوکی ہیں اور سات دن سے کچھ نہیں کھایا۔

جب آ کر اس قاصد نے حضرت سعدؓ کو واقعہ سنایا تو سعد رو پڑے، اسی وقت اس کے گھر کھانے کا سامان بھیجا اور جب پورا واقعہ فاروق اعظمؓ کو مدینہ میں سنایا گیا جو حضرت سعدؓ نے لکھ کر بھیجا۔

فتح کی خوشخبری اور آیت قرآنی پر عمل

حالت یہ تھی کہ جب سے ایران کی جنگ شروع ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ روزانہ مدینہ سے باہر نکلتے تھے چار چار میل پیدل چلتے تھے اور کہتے تھے کہ کوئی آدمی ایران سے آئے تو اس سے پوچھوں گا؟ کہ جنگ کیسے ہوئی؟

جب جنگ ختم ہو گئی تو عمر فاروقؓ روزانہ باہر نکلتے تھے، جب قاصد فتح کا پیغام لے کر گیا تو وہ قاصد سواری پر سوار تھا، حضرت عمرؓ پیدل تھے حضرت عمرؓ نے قاصد سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ایران سے آیا ہوں، انہوں نے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا، اس نے کہا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بھیجا ہے، میں فتح کا پیغام لے کر آیا ہوں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ بتاؤ کیسے فتح ہوئی؟

حضرت عمرؓ پیدل چل رہے ہیں وہ سواری پر جلدی جلدی ہے، حضرت عمرؓ اس کے ساتھ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں جب مدینہ کے قریب آئے تو لوگوں نے کہا کہ اے نوجوان تو اوپر سوار ہے۔ امیر المومنین نیچے چل رہا ہے اسی وقت اس نے سواری روک دی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو سواری نہ روک اور سواری پر واقعہ بیان کرتا رہ، اس نے کہا کہ

امیر المومنین آپ پیدل ہیں میں سوار ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہوا، قرآن کی میں اس آیت پر عمل کرنا چاہتا ہوں......

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ...... کہ ایران کے ملک پر اسلام کا پرچم بلند ہو اور پوری دنیا میں اسلام کا پرچم بلند ہوا، یہ نہ دیکھ کہ عمرؓ پیدل ہے تو واقعہ بیان کر، میرے دل میں تڑپ ہے کہ میں فتح کی خبر سنوں، جب اس کی چوک میں بات مکمل ہوئی اور چوک میں عمرؓ نے سر سجدے میں رکھ کر کہا، اے اللہ! مجھے تو بکریاں نہیں چرانا آتی تھیں، آج تیرے نام لیواؤں نے شہنشاہ ایران کا سر کاٹ کر اسلام کا پرچم ایران پر بلند کر دیا ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ...... کہاں اسلامی سلطنت اور کہاں اسلام کی قوت، بڑی عظمت و ہمت والا عمرؓ اس کی سطوت کو دیکھو اور اس کی غربت کو دیکھو، اس کی فقیری کو دیکھو، اس کے پھٹے اور موٹے لباس کو تو دیکھو کہ وہ پیدل چل رہا ہے، قاصد نے کہا کہ میں فتح کا پیغام لایا ہوں، اس نے کہا کہ بیان کر کہ فتح کیسے ہوئی؟ لشکر چلا کیسے؟ اور شہید کون کون ہوا؟ دشمن کتنے مارے گئے؟ علاقہ کون سا فتح ہوا؟

اپنے غلام کو سیدنا فاروق کا جواب

یہ بیان کر رہا ہے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ یہی عمرؓ ہے، اس نے کلام اور سواری روک لی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ کلام جاری رکھو، حضرت عمرؓ نے کہا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ بھی ایسے کرتے تھے۔ غلام کو سوار کرتے اور خود پیدل چلتے تھے۔

اس قاصد نے کہا کہ امیر المومنین آپ پیدل ہیں، مجھے سوار کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے روتے ہوئے کہا فرمایا تجھے یاد نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری دور تھا حضور ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کو سواری پر سوار کیا تھا اور حضور ﷺ اس کی سواری کی مہار پکڑ کر مدینہ سے باہر نکلے تھے اور حضرت معاذؓ رو پڑے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پیدل ہیں میں سوار ہوں۔

حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا کہ اے معاذؓ! شاید تو آج کے بعد محمد ﷺ کا چہرہ نہ دیکھے، جب تو آج کے بعد مدینہ آئے تو تیرا گزر میرے روضے سے ہو، تیرا گزر میری مسجد سے ہو، لیکن میں تجھے اپنا مبلغ بنا کر یمن کے دروازے پر بھیجتا ہوں، کہ جاؤ اور انصاف کرنا......شرک کو روکنا...... بدعات کو روکنا......توحید کے پرچم کو بلند کرنا۔

اے نوجوان، تیرے پیغمبر ﷺ نے غلام کو سوار کیا تھا میں بھی تجھے سوار کر کے ایران کی فتح کا نقشہ پوچھ رہا ہوں۔

مسلمانو! یہ ہیں حضرت عمرؓ اور ان کی سطوت، یہ ہے وہ ہمت، یہ ہے وہ ہیبت، جس کا نظارہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

قرآن پاک کی آیت پوری ہوگئی......**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ**...... اے نبی تیرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ پورے عالم پر اسلام کا پرچم بلند ہو جائے اور حضرت عمرؓ کے ہاتھوں اسلام کا پرچم بلند ہوا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

......☆......

عاشورہ کی فضیلت

(خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد.

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم
والفجر (۱) ولیال عشر (۲) والشفع والوتر (۳) والیل اذا
یسر (۴) ھل فی ذلک قسم للذی حجر (۵) الم تر کیف فعل
ربک بعاد (۶) ارم ذات العماد (۷) التی لم یخلق مثلھا فی
البلاد (۸) وثمود الذین جابوا الصخر بالواد (۹) وفرعون ذی
الاوتاد (۱۰) الذین طغوا فی البلاد (۱۱) فاکثروا فیھا الفساد
(۱۲) فصب علیھم ربک سوط عذاب (۱۳) ان ربک لبا
لمرصاد (۱۴) (سورۃ الفجر)

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن
علی ذلک من الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب
العالمین.

عربی زبان سے ناواقفیت کا انجام

حضرات! چاند کے بارہ مہینوں میں یہ سب سے پہلا مہینہ ہے جس کا نام "محرم الحرام" ہے۔ بعض ایسے دوست جو عربی زبان سے دور ہیں خاص کر آجکل ان عربی الفاظ کا ترجمہ بھی ان کے ذہنوں میں نہیں رہا جو اردو زبان میں بھی استعمال ہوتے ہیں یہ لوگ بے

چارے بعض اوقات پریشان ہو جایا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بھائی! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلام کے اندر جو چیزیں ناجائز اور ممنوع ہیں اسلام نے ان کو "حرام" کہا ہے پھر یہ کیا بات ہے کہ مسجد کے ساتھ بھی لفظ حرام لگا کر "مسجد الحرام" کہا جاتا ہے، محرم کے ساتھ بھی لفظ حرام لگا کر "محرم الحرام" کہا جاتا ہے؟ دراصل انہیں لفظ حرام کا معنی معلوم نہیں ہے۔ اور اس معاملہ میں صرف آپ لوگوں کا قصور نہیں ہے۔

محرم کو محرم الحرام کیوں کہا جاتا ہے؟

دراصل لفظ حرام کے معنی ہیں "قابل احترام" مسجد الحرام کے معنی ہیں وہ مسجد جو عظمت والی ہے، احترام والی ہے۔ محرم الحرام کے معنی ہیں محرم کا مہینہ جو قابل احترام ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ان چیزوں کو حرام کیوں کہا جاتا ہے کہ اسلام میں جن چیزوں کی بندش اور ممانعت ہوتی ہے؟ اسکی وجہ سہ ہے کہ بندش اور ممانعت کبھی کبھی اس چیز کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے، جیسے انسان کا گوشت ممنوع اور حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی عظمت اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے کھانے کو ممنوع قرار دیا گیا، انسانی عظمت اور اس کے احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے گوشت کو اور دیگر تمام اجزاء کے استعمال کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا جائے۔

بہر حال! چونکہ کبھی کبھی کسی چیز کے ناجائز اور ممنوع ہونے کی وہ سے اسکی عظمت وحرمت ہوتی ہے۔ اسکا احترام ہوتا ہے اس لئے ممانعت کیلئے لفظ حرام استعمال کیا جاتا ہے۔ اب آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ مہینہ چاند کے مہینوں میں سب سے پہلا مہینہ ہے اور ساتھ ساتھ قابل احترام بھی ہے اور یہاں سے اسلامی سنہ کا آغاز بھی ہوتا ہے۔

نظام قمری قبل از اسلام بھی رائج تھا

یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ نظام قمری اسلام کا ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ اسلام سے بہت پہلے سے رائج ہے، سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کے قبل سے ہی یہ نظام جاری ہے، مہینوں کے یہی نام جو آج ہیں آپ ﷺ سے پہلے بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ ہم اور آپ باسانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ جس دن دنیا میں تشریف لائے

اس دن مہینہ ربیع الاول کا تھا اور تاریخ بارہ ۱۲ تھی۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ولادت اور پیدائش کے پہلے سے ہی یہ نام چلے آرہے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی ان مہینوں کو انہیں رائج الوقت ناموں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ:

شھر رمضان الذی انزل فیه القرء ان ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان

لفظ رمضان کی تحقیق

رمضان ایک مہینہ کا نام ہے علمائے لغت نے لکھا ہے کہ لفظ "رمضان" درحقیقت اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اسی لئے فرمایا کہ جب تم اس مہینہ کا نام لو تو خدا کے نام کی عظمت کی خاطر صرف "رمضان" نہ کہو بلکہ "ماہ رمضان" کہو یہی وجہ ہے کہ قرآن نے رمضان **الذی انزل فیه القرء ان** نہیں کہا بلکہ **شھر رمضان الذی انزل فیه القرء ان** کہا ماہ رمضان کہا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ نظام قمری اسلام کے پہلے سے ہی چلا آرہا ہے۔

سنہ ہجری اسلام کی ایجاد کردہ ہے

فرق صرف اتنا ہے قبل از اسلام اس کے آگے سنہ ہجری نہیں لکھا جاتا تھا اور آج ہم اور آپ لکھتے ہیں۔ آج لکھا جائے گا ۱۳۹۴ھ جسکا مطلب یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی اس واقعہ کو ۱۳۹۴ھ سال ہو گئے۔

بہر حال! یہ نظام اور یہ مہینے ۱۴۰۰ سال سے بھی بہت پہلے سے چلے آرہے ہیں البتہ جب دنیا میں اسلام آیا تو اسلام نے اس قمری نظام کو مہینوں کے ناموں کے ساتھ ہی لے لیا۔ نہ نظام میں کوئی تبدیلی کی نہ مہینوں کے ناموں میں کوئی تبدیلی کی، پورا نظام برقرار رکھا صرف ایک تبدیلی کی اور وہ تبدیلی یہ تھی کہ تاریخ کے آگے سنہ ہجری لکھا گیا۔

سنہ ہجری کا آغاز اور چند پیچیدگیاں

واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کے درمیان جب

اس نظام کو اپنانے کی بات آئی تو یہ مسئلہ درپیش آیا کہ جب ہم اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ بنانا چاہتے ہیں تو اسلام کے کسی عظیم واقعہ سے اسے شروع کرنا چاہئے۔ کس واقعہ سے شروع کرنا چاہئے؟ سب سے زیادہ عظیم واقعہ تو خود سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت و پیدائش کا واقعہ ہے۔ لیکن اسلام کا مزاج اس سے میل نہیں کھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیدائش اور آپ کی ولادت پاک کو مبدا تاریخ نہیں بنایا گیا۔ یہاں سے تاریخ کی ابتداء نہیں کی گئی۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی پیدائش مبدا تاریخ ہوتی تو آج ہم اور آپ جو ۱۳۹۴ھ لکھتے ہیں اس میں ۵۳ سال اور شامل کئے جاتے۔ چالیس سال نبوت سے پہلے کے اور تیرہ سال نبوت کے بعد مکی زندگی کے، معلوم ہوا کہ ولادت کے واقعہ سے تاریخ شروع نہیں کی گئی ہے۔

اس طرح آپ کی عمر جب چالیس سال کی ہوئی تو ایک اہم ترین واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور آپ ﷺ سے کہا:

اقراء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق.

یعنی آج آپ پر وحی نازل ہوئی ہے اور اللہ نے آپ کو منصب نبوت پر سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن اس واقعہ سے بھی تاریخ کو شروع نہیں کیا گیا۔ اگر اس واقعہ سے تاریخ کو شروع کیا جاتا تو ۱۳۹۴ھ میں ۱۳ سال کا اور اضافہ ہونا چاہئے تھا۔ تو اس واقعہ سے بھی تاریخ شروع نہیں ہوئی۔

ابتداء سنہ ہجری کا پس منظر

دراصل مبداء تاریخ کا رواج اور اسکی تعیین کا واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پیش آیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس زمانے میں لین دین میں رقموں کی ادائیگی کیلئے چٹھیاں اور پرچے لکھے جاتے تھے۔ جسے آجکل آپ نے مہذب شکل میں چک بنا دیا، تو ایک کاغذ تھا، اس پر رقم کی ادائیگی کی تاریخ ۳ شعبان لکھی ہوئی تھی لیکن یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ رقم گذشتہ شعبان میں ادا ہو چکا ہے یا اگلے سال جو شعبان آرہا ہے اس وقت تک ادا کیا جائیگا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ہماری تاریخ کا ایک مبدا ہونا

چاہئے تا کہ ہم لکھ سکیں کہ یہ دسواں سال ہے، یہ بیسواں سال ہے اور یہ پچاسواں سال ہے، مبدا کسے بنائیں؟ ابتداء کہاں سے کریں؟ صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اسلام کی تاریخ میں ایک ایسا واقعہ ہے جو یادگار رہنانے کے قابل ہے۔ اور وہ ہجرت کا واقعہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔ چنانچہ مبدا تاریخ اس ہجرت کے واقعہ کو بنایا گیا۔ کیونکہ ہجرت کے بعد اسلام کی مغلوبیت ختم ہوگئی، اسلام کی کمزوری ختم ہوگئی، اسلام کو عروج ملا، اسلام کو غلبہ اور فروغ ملا۔

سنہ ہجری کی ابتداء ماہ محرم سے کیوں؟

بہرحال! ہجرت کے واقعہ کو مبدا تاریخ تو بنا دیا گیا مگر اس میں ایک دقت اور پریشانی یہ پیدا ہوئی کہ اگر واقعہ ہجرت کو مبدا تاریخ بنایا جائے تو اگرچہ ہم نے قمری نظام اس کے مہینوں کے نام کے ساتھ اپنا لیا مگر قمری نظام تو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے جبکہ ہجرت کا واقعہ ربیع الاول میں پیش آیا جسکا مطلب یہ ہے کہ پھر ہمیں یہ نظام بنانا ہوگا کہ ربیع الاول کی تیرہ تاریخ سے ہمارا سال شروع ہو اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ختم ہو جائے۔ صحابہ کرامؓ نے مشورہ کیا اور یہ طے ہوا کہ سال ہمارا محرم کے پہلے ہی دن سے شروع ہوگا اور یہ جو دو مہینے ۱۲ دن یعنی محرم، صفر اور ربیع الاول کے ۱۲ دن کا کسر ہے اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔ تو ہجرت کے واقعہ کو یادگار بنانے کیلئے اس کو مبدا قرار دیا گیا لیکن سال ہمارا شروع ہوتا ہے محرم الحرام سے ہی۔

سنہ ہجری کا پیغام

چنانچہ یہ مہینہ جواب شروع ہوا ہے اس کے متعلق لکھا جائے گا۔ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ یہ مہینہ ایک تو ہمیں ان سنگین حالات اور خونیں واقعات کو یاد دلاتا ہے کہ جن سے مجبور ہو کر حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے۔ اس مہینہ کے آتے ہی ہمارے ذہنوں میں وہ واقعات تازہ ہو جاتے ہیں اور تاریخ کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ آنے والی نسلیں اس سے متعلق واقعات کو یاد رکھیں۔ اگرچہ آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ جس کو نہ قمری مہینے یاد نہیں اور نہ اسکی تاریخیں انہیں معلوم ہیں اور نہ وہ اس

سے واقف ہیں کہ اسلامی تاریخ کا مبداء ہجرت کا واقعہ ہے۔

دوسرے یہ کہ اس مہینہ کے بعض دنوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ نیز قرآن کریم کی بھی ایک آیت ہے جس میں دس راتوں کا ذکر ہے لیکن مراد ان راتوں کے ساتھ ساتھ ان کے دن بھی ہیں۔

اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے

یہاں آپ ایک طالبعلمانہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ صاحب! قرآن میں دن کا لفظ تو ہے نہیں راتوں کا ذکر ہے فرمایا کہ والفجر (۱) ولیال عشر (۲) دس راتوں کا ذکر ہے۔ اس کے جواب میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ہمارے یہاں تاریخ کا آغاز دن سے نہیں ہوتا ہے۔ رات سے ہوتا ہے، غروب آفتاب سے ہوتا ہے۔ تو راتوں کا ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رات اور دن دونوں مراد ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم یہ بتلا رہا ہے کہ دس دن اور دس راتیں ایسی ہیں کہ جنکی اللہ تعالیٰ قسم کھا رہا ہے۔ وہ کونسا دن اور کونسی راتیں ہیں؟ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا کہ وہ ذی الحجہ کے دس دن اور راتیں۔ مگر بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ وہ محرم الحرام کے دس دن اور راتیں ہیں۔ یعنی یکم محرم الحرام سے لیکر عاشورہ کے دن تک دس دن اور اسکی راتیں خصوصی عبادت اور بندگی کے قابل ہیں، ان دنوں میں روزے رکھنے چاہئیں۔

طلوع اسلام کے وقت دنیا کا نقشہ

حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں بڑی تعداد میں یہود آباد تھے۔ میں نے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ آپ حضرات سے کہا ہے کہ جب دنیا میں اسلام کا سورج طلوع ہوا ہے اس وقت آبادی کا نقشہ اس طریقہ پر تھا کہ مکہ میں مشرکین آباد تھے، شام اور یمن کے علاقے میں نصرانی آباد تھے اور مدینہ میں یہود آباد تھے۔

مدینہ منورہ کا پہلا محرم

جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ تشریف لائے

اور اس کے تقریباً دس مہینے کے بعد جب سال شروع ہوا اور پہلی مرتبہ محرم الحرام کا چاند نکلا تو آپ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہود نے عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھا ہے۔ چونکہ ان لوگوں کا دین آسمانی دین تھا، یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھے تھے، توریت پر ایمان رکھتے تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم جا کر یہود کے علماء پر دریافت کرو کہ آج انہوں نے کیسے روزہ رکھا ہے؟

یہود کا طریقہ

چنانچہ ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ آج ہمارے یہاں یوم تشکر ہے، آج ہماری نجات کا دن ہے۔ آج ہم بارگاہ خداوندی میں روزہ کی عبادت کے ذریعہ اس بات کا شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ آج ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے پنجہ سے نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون کو اس کے لشکر سمیت غرق کر دیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر آج اس لئے روزہ رکھا جاتا ہے کہ آج کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم فرعون کے پنجہ ظلم سے آزاد ہوئی تھی تو ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم بھی روزہ رکھیں۔ (بخاری شریف)

مسلمانوں کا طریقہ

لیکن فرمایا کہ روزہ رکھو مگر یہود کی مخالفت کرو۔ یعنی صرف دسویں تاریخ کا روزہ مت رکھو بلکہ نویں یا گیارہویں تاریخ کے ساتھ ملا کر روزہ رکھو۔ یہ اسلام کا طریقہ ہے اور وہ یہود کا طریقہ ہے۔ دونوں میں خلط ملط نہیں ہونا چاہئے۔ اس وقت سے عاشورہ کا روزہ نویں تاریخ یا گیارہویں تاریخ کے ساتھ ملا کر رکھنا رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے اور امت مسلمہ ان دونوں دنوں کا روزہ سنت کے طور پر رکھتی چلی آرہی ہے۔

یوم عاشورہ کے روزہ کی فضیلت

علماء نے لکھا ہے کہ رمضان کے فرض روزہ کے بعد نفلی روزوں میں سب سے

افضل روزہ عاشوراء کا روزہ ہے۔ اور اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ رمضان نے فرض روزوں کا حکم آنے سے پہلے عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کے تیس روزے فرض ہو گئے تو عاشورہ کی فرضیت ختم ہو گئی۔ لیکن یوم عاشورہ بہر حال وہ دن ہے کہ اکثر قوموں کے اوپر اس دن کا روزہ فرض تھا اس لئے فرض روزوں کے بعد نفلی روزوں میں سب سے افضل یوم عاشورہ کا روزہ ہے۔ معلوم ہوا کہ اس روزہ کی بڑی فضیلت ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی عاشورہ کا روزہ رکھے تو وہ اس کیلئے ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔

کفارہ سیئات کا مطلب

ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سال کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، کفارہ کا یہ مطلب آپ لوگوں کے ذہنوں میں رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کا انتقال ہو گیا اور اس کے ذمہ لوگوں کے قرضے بھی ہیں، اس کے ذمہ نمازیں بھی ہیں، روزے بھی ہیں تو اس کے لئے ایصال ثواب کے طور پر قرآن کریم پڑھ لو سب معاف ہو جائے گا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ خدا کے یہاں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہ نہ میں کہہ سکتا ہوں نہ آپ کہہ سکتے ہیں اور یہ بھی اس شخص کے بارے میں کہہ رہا ہوں جسکی زندگی آپ کے سامنے ہے اور آپ نے اسے دیکھا ہے کہ اسکی نمازیں چھوٹ گئی ہیں، اس کے روزے چھوٹ گئے ہیں اور اس کے ذمہ انسانوں کے حقوق بھی رہ گئے ہیں بلکہ اس شخص کے بارے میں بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں جس کی زندگی ہماری نظروں میں بڑی مقدس زندگی ہے، تقویٰ کی زندگی ہے، ولیوں کی زندگی ہے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کے یہاں اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا۔

کیونکہ دنیا میں جو کچھ اس کے متعلق کہتے ہیں ہمیں کاغذ کے اوپر لکھا ہوا ایک

ضابطہ دے دیا گیا ہے اس ضابطے کی بنیاد پر ہم حکم لگاتے ہیں لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسی ضابطے کی بنیاد پر آخرت میں بھی اس کے ساتھ برتاؤ ہو۔ اس لئے کہ آخرت میں جو برتاؤ ہوگا وہ اللہ کے مراحم خسروانہ کے ساتھ ہوگا۔ ضابطہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ معاملہ نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ضابطہ کو لیکر بیٹھ جائیں گے تو شاید سرکار دو عالم ﷺ اور دیگر پیغمبروں کے علاوہ ایک بھی امتی اس ضابطہ کے اوپر پورا نہیں اترے گا۔ کسی کی نجات نہیں ہوگی۔

میدان حشر میں فضل عدل پر غالب ہوگا

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی صفت عدل کا چوغہ اتار کر رکھ دے گا اور یہ فرمائے گا کہ آج میں عدل کی بنیاد پر بندوں کے ساتھ معاملہ نہیں کروں گا اس لئے کہ اگر میں عدل کی بنیاد پر معاملہ کرنے کیلئے آجاؤں تو کوئی بھی بندہ بخشا نہ جائے گا، آج میں نے جو چوغہ پہنا ہے وہ فضل وکرم اور رحم کا چوغہ ہے لہٰذا آج عدل نہیں، فضل کی بنیاد پر معاملہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث میں بعض لوگوں کے ایسے ایسے واقعات بتلائے گئے ہیں جن کے متعلق ہم اور آپ ضابطہ کی رو سے کہیں گے کہ انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا لیکن حدیث میں جب ہم اللہ تعالیٰ کا برتاؤ دیکھتے ہیں تو کچھ اور ہوتا ہے۔

ایک واقعہ

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ میدان حشر میں جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کیلئے لوگوں کو طلب فرمائیں گے، اس وقت ملائکہ اور فرشتوں سے کہیں گے کہ جاؤ اور فلاں آدمی کو بلا لاؤ۔ فرشتہ جب اس آدمی کو بلانے کیلئے جائیں گے تو یہ کہے گا کہ مجھے عدالت میں بلا کر کیوں شرمندہ کیا جارہا ہے؟ اس لئے کہ عدالت میں تو وہ جاتا ہے جس کے مقدمہ میں جان ہو اور جس کے کیس اور مقدمہ میں کوئی جان نہ ہو تو پھر وہ عدالت میں جا کر اپنا مقدمہ کیسے لڑے گا؟ میں تو وہ بدبخت ہوں کہ جسکی

زندگی میں کوئی نیکی ہی نہیں ہے۔اس لئے مجھے عدالت میں بلا کر کیوں شرمندہ کیا جارہا ہے؟ مجھے تو یہیں سے جہنم میں پھینکنے کا حکم دے دیا جاتا تو بہتر تھا۔

دنیا کی ندامت معتبر ہے آخرت کی نہیں

میرے دوستو! یہ احساس بہت اونچا احساس ہے لیکن کاش! یہ احساس دنیا میں پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ آخرت کا احساس معتبر نہیں ہے، آخرت میں تو سبھی کے احساسات درست ہو جائیں گے، سبھی کے جذبات درست ہو جائیں گے۔لیکن اس سے فائدہ نہیں پہنچے گا۔البتہ یہی احساس اگر کسی کے دل میں دنیا میں پیدا ہو جائے کہ کل کہیں میں اللہ کی عدالت میں لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو جاؤں، کہیں حضور اکرم ﷺ کے سامنے مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔تو یہ احساس اور جذبہ ہی اس کی نجات کیلئے کافی ہے۔

علامہ اقبال کی رباعی یا قطعہ کہئے یاد آ گیا۔فرمایا کہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

اے اللہ تو تو کسی کا ماتحت نہیں ہے،تو مختار کل ہے۔اگر تو مجھ جیسے گنہگار کے گناہ بخش دے تو تیرا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔لہٰذا تو میرے گناہوں کو بخش دے لیکن اگر مقدمہ ہی چلانا ضروری ہے تو فرمایا کہ

یا اگر بینی حسابم نا گریز
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اگر مجھ پر مقدمہ چلانا ضروری ہے تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہ چلایئے، میں ان کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں چاہتا۔فرمایا کہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم نا گریز
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

وہ آدمی کہتا ہے کہ مجھے کیوں شرمندہ کیا جارہا ہے؟ سیدھے جہنم میں بھیج دیتے لیکن چونکہ خدا کا حکم ہوگا اس لئے فرشتے اس کو لیکر اللہ کی عدالت میں پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ بھری عدالت میں فرمائیں گے کہ اے فلاں! جا ہم نے تجھ کو تیری نیکی کی وجہ سے بخش دیا۔ وہ حیران ہوکر کہے گا اے اللہ! تیری شان تو بری بے نیاز ہے، تو بڑے مجرموں کو بھی بخش سکتا ہے لیکن اے اللہ! ذرا یہ بتادے کہ میری وہ نیکی کونسی ہے کہ جنکی بدولت تو نے مجھے بخشا ہے، میں نے تو کوئی نیکی ہی نہیں کی ہے۔

رحمت حق بہانمی جوید

اندازہ لگایئے! خدا کی قسم! یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ایک ماں کے دل میں اپنے بیٹے کی اتنی محبت نہیں ہے جتنی اللہ کے دل میں اپنے بندے کی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

رحمت حق بہانمی جوید

رحمت حق بہانہ می جوید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ اما تذکر اللیل کیا وہ رات تجھ کو یاد نہیں رہی کہ جس میں سوتے ہوئے تیری آنکھ کھل گئی تھی اور کروٹیں بدلتے ہوئے تیرے منہ سے نکلا تھا۔ "اللہ" پھر تو سو گیا۔ تو انسان تھا، سونے کی وجہ سے تو بھول گیا، مگر میں خدا ہوں مجھے نیند نہیں آتی مجھے یاد ہے، آج میں نے تجھے اس ایک مرتبہ اللہ کہنے کی وجہ سے بخش دیا۔

حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے

میرے دوستو! ہمارے پاس ضابطہ کی بنیاد پر ہم کسی کو مومن و مسلمان اور کسی کو کافر کہتے ہیں لیکن اللہ کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہے، اس کے یہاں کیا برتاؤ ہوگا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور وہ ضابطہ جو گناہوں کی بخشش کے سلسلہ میں ہمارے پاس ہے اس میں لکھا ہے کہ حقوق العباد اور بعض حقوق اللہ کفارہ کے طور پر یا توبہ کے ذریعہ معاف نہیں ہوتے چاہے آپ زندگی بھر توبہ کرتے رہیں مگر معاف نہیں ہوتے۔

مثلاً اگر ایک آدمی اپنی ساری عمر نماز نہ پڑھے ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو تبہ کرتے ہوئے یہ کہا کرے کہ اے اللہ! میں نے توبہ کرتا ہوں میری

ساری نمازیں معاف کردے۔ یا کسی کا قرض لے لے اور رمضان کے ستائیسویں شب کو توبہ کرے کہ اے اللہ مجھے معاف کردے آئندہ کبھی نہیں کروں گا۔ اس سے حقوق العباد اور وہ حقوق اللہ معاف نہیں ہوتے کہ جنکی ادائیگی کا طریقہ شریعت نے بتا دیا ہے۔ ہاں! وہ حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں کہ جس میں غلطی تو ہو گی لیکن اس کی ادائیگی کا کوئی طریقہ شریعت نہیں بتایا ہے یا وہ گناہ صغیرہ ہے۔

تو یہ جو ہم کسی کیلئے قرآن کریم پڑھ کر بخشتے ہیں، دعاء مغفرت کرتے ہیں یا خود اس میت کے پاس ایسی نیکی ہے جو گناہوں کیلئے کفارہ بنتی ہے مثلاً عاشورہ کا ایک روزہ رکھا ہے جو سال بھر کے گناہوں کیلئے کفارہ ہو جاتا ہے۔ ان تمام چیزوں سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور جو حقوق العباد ہیں وہ معاف نہیں ہوتے وہ تو ادا کرنا ہی ہے۔ لہٰذا حقوق العباد میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔

حقوق العباد کی اہمیت

یہی وجہ ہے کہ اسلام عبادت و بندگی اور تقویٰ کو اتنی اہمیت نہیں دیتا جتنی اہمیت حقوق العباد کو دیتا ہے، اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ہمیشہ زندگی میں حقوق العباد کو سامنے رکھو ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ کہیں کسی بندے کا حق تلفی نہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان مقابلہ ہو جائے یعنی ایک طرف خدا کا حق ہو اور ایک طرف بندے کا حق ہو تو بندے کے حق کو مقدم رکھو۔

اسی طرح اگر آپ کے اوپر دو قرضہ ہے، ایک قرضہ ایسے آدمی کا ہے جو صرف دو سو روپے ماہوار کا ملازم ہے وہ بیچارہ حاجتمند ہے اور ایک قرضہ آپ کے اوپر ایسے آدمی کا ہے جو لکھ پتی ہے۔ اب اگر آپ کے پاس اتنی تھوڑی سی رقم آئی کہ جس سے صرف ایک قرضہ ادا کیا جا سکتا ہے تو کیا دو سو روپے والے حاجتمند کو دیں گے یا لکھ پتی کو دیں گے؟

بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو صاحب بڑے مرتبہ کے آدمی ہیں، لکھ پتی ہیں پہلے ان کا قرضہ ادا کرنا چاہئے۔ لیکن نہیں! یاد رکھئے ادائیگی کیلئے جو بنیاد ہے وہ بڑا ہونا نہیں ہے، حاجت مند ہونا ہے۔ لکھ پتی سیٹھ حاجت مند نہیں ہے لیکن یہ دو سو روپے پانے والا حاجت

مند ہے لہٰذا حاجت مند ہونے کی بنیاد پر پہلے اسی کو ادا کرو لکھ پتی کا بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس کے گھر میں فاقہ تھوڑا ہی ہوتا ہے۔

اب آپ کی سمجھ میں بات آ گئی ہوگی کہ اگر حق اللہ اور حق العباد دونوں جمع ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ عظمت تو خدا کی ہے لیکن علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر تم نے اللہ کا حق ادا نہیں کیا تو اسکی خدائی میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اس کی خدائی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن اگر بندے کا حق ادا نہیں کیا تو وہ بیچارہ مارا جائے گا، لہٰذا پہلے بندے کا حق ادا کرو خدا کا حق بعد میں دیکھا جائے گا اللہ ہوسکتا ہے کہ معاف کر دے۔

ایک مثال

مثال کے طور پر آپ کے اوپر قرضہ ہے اور اسکے ساتھ ساتھ آپ کے پاس کچھ رقم بھی ہے اور پر سال بھر گذر گیا ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگئی، حج آپ کے اوپر فرض ہوگیا۔ اب آپ یہ سوچتے ہیں کہ خدا کے حق کا تقاضا یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کروں، حج کروں لیکن بندے کے حق کا تقاضا یہ ہے کہ قرضہ ادا کروں۔ اب میں کیا کروں؟ شریعت اسلامیہ آپ کو یہ حکم دیتی ہے کہ تم زکوٰۃ کی فکر نہ کرو، حج کی فکر نہ کرو سب سے پہلے بندے کا حق ادا کرو، اسکا قرضہ ادا کرو، اس کے بعد اگر زکوٰۃ کیلئے رقم نہیں بچتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ جب آپ نے وہ رقم پوری کی پوری قرضے میں ادا کردی تو اب آپ کے اوپر زکوٰۃ واجب نہیں ہی، اب آپ کے اوپر حج بھی فرض نہیں رہا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ پہلے تم زکوٰۃ ادا کرو، پہلے تم حج ادا کرلو پھر جو بچے وہ قرضہ میں دے دینا نہیں! فرمایا کہ حقوق العباد پہلے اور حقوق اللہ بعد میں۔

تقویٰ کا معیار سفید پوشی نہیں ہے

میرے دوستو! جب شریعت اسلامیہ نے حقوق العباد کی اتنی اہمیت دی ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے تقویٰ کا معیار نفلیں پڑھنا نہیں ہے، زیادہ تلاوت کرنا نہیں ہے لمبا کرتا پہننا نہیں ہے، تقویٰ کا معیار انسانوں کے حقوق ادا کرنا ہے، اگر ایک انسان نفلی عبادتیں تو بہت کرتا ہے لیکن حقوق العباد کو پامال کرتا ہے، اسکی کوئی اہمیت نہیں دیتا تو وہ

شریعت کی نظر میں متقی اور پرہیزگار نہیں ہے۔ اسکی زندگی کو تقویٰ کی زندگی نہیں کہہ سکتے۔ ایسی زندگی گذارنے والے بہت سے لوگ ہیں۔

حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی عینی شہادت

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک صاحب کانپتے ہوئے، گھبراتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے کہا، کیا ہوا بھائی! کہنے لگے، حضور! مجھ سے گناہ ہوگیا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہورہا تھا کہ یہ کوئی عابد وزاہد آدمی ہے کہ اس سے ایک گناہ سرزد ہوگیا ہے جس کی وجہ سے بہت بے چین ہے۔ مولانا نے پوچھا، کیا گناہ ہوگیا ہے؟ کہنے لگے، حضور! میں ہوٹل سے کھانا کھا کر جارہا تھا کہ راستے میں ایک چھپر (پھوس کا چھت) ملا۔ میں نے اس کے مالک سے اجازت لئے بغیر اس میں دانت کریدنے کیلئے ایک تنکا توڑ لیا۔ مولانا نے فرمایا۔ آپ بے فکر رہئے یہ کوئی گناہ نہیں ہے، یہ کوئی تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن مولانا فرمانے لگے کہ اسکی بات میرے دل کو نہیں لگی کہ واقعی اتنا بڑا متقی ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر ایک تنکا بھی چھونے کو گناہ سمجھتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ شاید یہ بناوٹ کررہا ہے۔ فرمایا کہ ایک ہفتہ کے بعد یہ پتہ چلا کہ وہی آدمی جو چھپر (چھت) میں سے تنکا توڑ کر کانپ رہا تھا کہ گناہ ہوگیا جس کے پاس سے دودھ لیتا تھا اس کے پیسے لیکر بھاگ گیا۔

تقویٰ کی حقیقت

میری دوستو! آجکل کے لوگوں کا جو تقویٰ ہے وہ یہی ہے کہ نمازیں تو بہت پڑھیں گے۔ ہمیشہ نوافل میں مشغول رہیں گے۔ تلاوت بہت کریں گے لیکن قدم قدم پر انسانوں کے حقوق پامال کرتے پھریں گے۔ آپ کسی جگہ بیٹھ کر زور زور سے قرآن کی تلاوت کررہے ہیں، پاس ہی ایک مریض لیٹا ہوا ہے، آپ اتنی زور سے تلاوت کررہے ہیں کہ آپ کی آواز سے اس کو تکلیف ہورہی ہے، آپ تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کررہا ہوں اور اللہ کے یہاں یہ عبادت کی فہرست میں لکھی جارہی ہے۔ لیکن نہیں! یہ انسانوں کی حق تلفی میں لکھی جارہی ہے۔ ہاں! اگر آپ آہستہ تلاوت کرتے جس سے مریض کو تکلیف

نہ پہنچتی تب تو یقیناً یہ عبادت ہوتی۔

میرے دوستو! جس دن ہمارے اندر یہ فکر پیدا ہو جائے گا میں سمجھتا ہوں کہ اس دن ہم صحیح معنوں میں مسلمان اور متقی ہو جائیں گے۔ بعض دوست مجھ سے کہا کرتے ہیں کہ کوئی نصیحت کیجئے تو میں ہمیشہ ان سے یہی کہا کرتا ہوں کہ ہر وقت تم اس بات کا خیال رکھو کہ مجھ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بس! خدا کی قسم! اس سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں ہے۔ اگر آپ کسی مجمع میں بیٹھے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ آپ کسی کے آگے بیٹھ جائیں۔ آپکی پیٹھ کسی کے سامنے ہو جائے۔ اسکی تو اجازت ہے۔ لیکن اسکا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچے۔

کامل مسلمان کی نشانی

حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا

کامل درجہ کا مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے کسی کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے۔ (بخاری) یہ ہے کامل درجہ کے مسلمان کی علامت! صرف نفلی عبادتوں سے انسان کامل درجہ کا مسلمان نہیں بنتا ہے۔ اسد ملتانی مرحوم نے شاید اسی حدیث کا ترجمہ کیا ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بالکل اسلامی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا کہ

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری
کہ آشیاں شاخ چمن پر بار نہ ہو

ہم نے ساری زندگی گھونسلے اس لئے نہیں بنائے کہ جس ڈالی پر تنکے رکھیں گے اس ڈالی پر وہ تنکے بوجھ بن جائیں گے، تمام عمر ہم نے بلا گھونسلہ کے تکلیف اٹھانا پسند کر لیا لیکن کسی ڈالی اور کسی شاخ پر بوجھ بننا پسند نہیں کیا۔ یہ ہے مومن کی نشانی، لہٰذا اگر کامل مومن بننا چاہتے ہو تو اپنے رشتہ داروں پر بوجھ نہ بنو، اپنے دوستوں پر بوجھ نہ بنو، اپنے پڑوسیوں پر بوجھ نہ بنو، لوگوں کے ساتھ برتاؤ ایسا ہونا چاہئے کہ تمہیں دیکھ کر انکا دل خوش ہو جائے۔ تمہاری وجہ سے کسی کا دل رنجیدہ نہ ہو۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معافی

خیر! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حقوق العباد کی بڑی اہمیت ہے، حقوق العباد کی

حفاظت کرنے والے ہی دراصل متقی اور پرہیز گار ہیں۔ کیونکہ یہ توبہ کے باد جود معاف نہیں ہوتے۔ البتہ وہ حقوق اللہ کہ جنکی ادائیگی کی کوئی شکل نہیں ہے، جنکا کوئی کفارہ نہیں ہے، وہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں مثلاً کسی نے شراب پی لی، اس نے اللہ کے حق کے خلاف کیا مگر اس کی ادائیگی کوئی شکل نہیں ہے۔ اب اگر وہ شخص توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔ اور وہ حقوق اللہ کہ جنکی ادائیگی کی متبادل شکل شریعت نے تجویز کر دی ہے وہ ادائیگی کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً آپ کی نماز قضاء ہو گئی تو اس کا طریقہ نماز کو کسی طرح ادا کرنا ہے۔ اور اگر زندگی میں وقت نہ ملے تو اسکا بھی بہت آسان طریقہ ہے۔

جہالت کی انتہاء

مثال کے طور پر آپ کی عمر ساٹھ ۶۰ سال کی ہو گئی ہے اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ میری بس (۲۰) سال کی نمازیں قضاء ہو گئی ہیں تو قضاء عمری کر لیں۔ بعض یار لوگوں نے تو بڑا آسان سا نسخہ تجویز کر لیا ہے، وہ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ ارے بھائی! دو رکعت نماز قضاء عمری کی نیت سے پڑھ لو بیس (۲۰) سال کی نمازیں معاف ہو جائیں گی۔ میں نے کہا، بھائی اسلام میں ایسی کوئی نماز قضاء عمری کے نام سے نہیں ہے۔ جو بیس سال کی نمازیں معاف کر دے۔ اسی طرح میمن خاندان کے بعض لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ صاحب! اب تک ہم اس غلط فہمی میں تھے کہ جب ہم نے ایک رقم پر زکوٰۃ ادا کر دی تو وہ رقم تو پاس ہو گئی اس لئے کہ اس کو الگ کر کے رکھ لیا، اب اگلے سال جو زکوٰۃ دیں گے تو اس رقم پر نہیں دیں گے کیونکہ وہ رقم پاس ہو گئی ہے اب دوسری رقم پر زکوٰۃ دیں گے۔ میں نے کہا، بھائی! یہ نسخہ تمہیں کس نے بتا دیا؟ یہ تو غلط ہے، بلکہ ہر سال پوری کی پوری رقم پر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

قضائے عمری کا طریقہ

تو میں قضاء عمری کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری عمر ساٹھ (۶۰) سال کی ہو گئی ہے اور بیس (۲۰) سال کی نمازیں مجھ پر واجب الادا ہیں۔ تو اسکا آسان اور بہترین نسخہ یہ ہے کہ اگر آپ یہ معمول بنالیں کہ ہر نماز کے ساتھ ایک قضاء نماز ادا کر لیں۔ آپ نے آج کی فجر کی نماز پڑھی اس کے ساتھ ساتھ دو رکعت اور پڑھ لیں اس

نیت سے کہ میرے ذمہ جو سب سے پہلے فجر کی نماز ہے اسکی قضاء کر رہا ہوں۔ اسی طرح ظہر کے ساتھ ظہر، عصر کے ساتھ عصر، مغرب کے ساتھ مغرب اور عشاء کے ساتھ عشاء کی نماز قضاء پڑھ لیں ایک دن میں آپ کی پانچ نمازیں ادا ہو گئیں اور معاملہ ہے بیس سال کا۔ علماء نے لکھا ہے کہ آج سے آپ کمر باندھ لیجئے کہ میں نے جو سلسلہ شروع کیا ہے یہ بیس سال کی نمازوں کی ادائیگی کی نیت سے شروع کیا ہے اور اسے آخر تک پہنچانا ہے۔ اب اگر خدانخواستہ دو (۲) چار (۴) سال میں ہی آپ کا انتقال ہو جائے تو باقی نمازیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے، اس لئے کہ آپ نے تو پوری نمازیں ادا کرنے کا عزم کر لیا تھا لیکن قدرت کی طرف سے وقت ہی نہیں ملا۔

عزم مصمم پر ثواب مرتب ہو جاتا ہے

معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی نیکی کا عزم اور ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ثواب اسی پر عطا فرما دیتے ہیں، کسی نے حج کا ارادہ کیا، اور ٹکٹ لیکر جہاز میں بیٹھ گیا، اچانک جہاز میں وہ بیمار ہوا اور اسکا انتقال ہو گیا۔ اسکو حج کا پورا ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ اس بیچارے نے تو حج کیلئے جتنا کرنا تھا وہ کر لیا تھا لیکن قدرت کو منظور نہیں تھا اسلئے پہنچ نہیں سکا۔

یوم عاشورہ کے اعمال

خیر! تو بات اس پر چل پڑی تھی کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، مگر یہ گناہ گناہ صغیرہ ہے۔ عاشورہ کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس دن اپنے اپنے گھروں میں کھانا پکانے میں فراخ دلی اور وسعت سے کام لیں تاکہ غرباء و مساکین کو بھی دے سکیں اور گھر والوں کو بھی افراط کے ساتھ کھلا سکیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ عاشورہ کے دن اگر آپ اپنے اہل و عیال کیلئے کھانے میں وسعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کیلئے پورے سال کی روزی میں وسعت فرمائیں گے۔ یہ دو فضیلتیں ہوئیں۔

وصال نبی کے پچاس سال بعد

پھر جب حضور اکرم ﷺ کے وصال کے پچاس (۵۰) سال گذر گئے تو اس کے

بعد ۶۱ھ میں اسی دن حضرت حسینؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ چونکہ وقت کی کمی ہے اس لئے اس وقت مجھے واقعہ کی تفصیل عرض کرنا نہیں ہے مگر میں صرف اتنی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی پوری تاریخ قربانیوں اور شہادتوں سے بھری پڑی ہے اور ہمیں فخر ہے کہ ہماری تاریخ اسلام کیلئے مر مٹنے والوں کے خون سے رنگین ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نے تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔ فرمایا کہ

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اسکی حسینؓ، ابتداء ہے اسماعیلؑ

اسلام سرفروشوں کا دین ہے

یہ زنانوں کا دین نہیں ہے، یہ چوڑیاں پہننے والوں کا دین نہیں ہے، یہ اس قوم کا دین ہے کہ جو اپنے ناموس اور اپنی عزت کی حفاظت کیلئے اپنی شریعت کی حفاظت کیلئے خاک وخون سے کھیلتے ہیں، ہمیں شہداء کربلا کی قربانیوں کے اوپر فخر ہے۔ حضرت حسینؓ نے اسلام کے ایک اصول کی حفاظت کیلئے دین کے ایک اصول کی حفاظت کیلئے عظیم الشان قربانی دی ہے آج ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ہمیں کوئی گالی دے دے تو ہم لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، اگر ہم سے کوئی پیسے چھین لے یا پیسہ لیکر نہ دے تو ہم اس طرح مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ بندوقیں بھی نکل جاتی ہیں کہ آج یوم جہاد ہے لیکن جب ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھتے ہیں کہ شریعت کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ دین کو ذبح کیا جا رہا ہے، سنت رسول ﷺ کو مٹایا جا رہا ہے تو معاف کیجئے گا ہم اور آپ یہ کہتے ہوئے آنکھیں چرا کر گذر جاتے ہیں کہ یہ کام مولوی صاحب کا ہے، ہمارا نہیں ہے، چلو گھر چلتے ہیں۔

حضرت حسینؓ نے جہاد کیوں کیا؟

حضرت امام حسینؓ نے صرف اس بنیاد پر جہاد کیا کہ اسلام نے جو نظام حکومت ہمیں دیا ہے اسمیں سربراہ مملکت اور حاکم مسلمانوں کی رائے اور مشورہ سے آتا ہے وراثت کے طور پر نہیں آتا۔ وراثت کا طریقہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے، یہودیوں اور نصرانیوں کا طریقہ ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے جو دین ہمیں دیا ہے اس کی ہر بات یہود و نصاریٰ سے

الگ ہے، مشرکین سے الگ ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے لیکن اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوجائیگا۔

مسلمان اور یہودی کی نماز میں فرق

مثلاً نماز یہودی بھی پڑھتے ہیں اور مسلمان بھی پڑھتے ہیں لیکن دونوں کی نمازوں میں بہت فرق ہے، یہودیوں کی نماز میں امام بالکل الگ کھڑا ہوتا ہے اس کیلئے سامنے بالکل الگ ایک کمرہ سا بنا دیتے ہیں وہ وہاں پر کھڑا ہوتا ہے اور پیچھے الگ سے مقتدی کھڑے ہوتے ہیں۔ اسلام میں اس طریقے سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، امام کو ایسی جگہ پر کھڑا ہونا چاہئے کہ جہاں سے دائیں بائیں کے نمازی امام کو دیکھ سکیں۔

جکا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر بھی یہود کا طریقہ اور ہے، مسلمانوں کا طریقہ اور ہے، اور مشرکوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جیسے ہی آفتاب نکلا سجدہ کیا، آفتاب غروب ہوا سجدہ کیا، زوال کا وقت آیا سجدہ کیا۔ اسلام نے کہا کہ ان تین وقتوں میں سجدہ حرام ہے۔ ان تینوں اوقات میں ہمارے یہاں سجدہ اس لئے حرام قرار دیا گیا تاکہ مشرکوں کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو۔

واقعہ کربلا منظر، پس منظر

حضرت حسینؓ جب یہ دیکھا کہ امیر معاویہؓ کے یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں زمام حکومت دیا جارہا ہے یعنی باپ کے بعد بیٹے کو حاکم بنایا جارہا ہے تو فرمایا کہ میرے نانا جان جو دین کی امانت چھوڑ کر گئے ہیں اسکی حفاظت کیلئے میں اپنی جان دے سکتا ہوں مگر نانا جان کے دین اور انکی سنت کو مٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ وہ بہتر (۷۲) جاں نثاروں کو لیکر جو جہاد کیلئے تشریف لے گئے اس کا مقصد یہی تھا۔

حضرت حسینؓ کا پیغام مسلمانوں کے نام

جسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نے خاک وخون میں تڑپ کر اپنا سر اپنے جسم سے جدا کروا کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ اے مسلمانو! اللہ کے دین

کی حفاظت کا یہی طریقہ ہے جو میں نے خاک وخون میں تڑپ کر تمہیں دکھا دیا ہے اور جب مسلمان دین کی حفاظت کیلئے قربانی دیتا ہے تو پھر دین کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی ہے۔ اللہ کا دین فروغ پاتا ہے اور اللہ کے دین کو شوکت حاصل ہوتی ہے۔

غرض یہ کہ حضرت حسینؓ اور شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام اور اس کے اصول کی حفاظت کی خاطر قربانی دی تھی۔ آج ان کے نشانات ہمیں دین کی حفاظت کا سبق دے رہے ہیں۔

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دارا بھی گیسوئے دجلہ و فرات

آیئے ہم سب ملکر ان کیلئے دُعا کریں کہ اے اللہ! شہداء کربلا کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرما۔ اے اللہ! ان کو آخرت کا اعلیٰ سے اعلیٰ چین اور اعلیٰ سے اعلیٰ سکون عطا فرما۔ اے اللہ! مسلمانوں کو اسوہ حسینی پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ان کے طریقہ پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه سبحان ربک رب العزة عما یصفون. وسلام علی المرسلین والحمدلله رب العلمین.

......☆......

شہادت......فضیلت واقسام

(از:۔شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ)

آنحضرت ﷺ نے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

بے شک سب سے سچا کلام۔اللہ کی کتاب ہے، سب سے مضبوط کڑا تقویٰ ہے سب سے بہتر ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہے، سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے، سب سے اشرف کلام اللہ کا ذکر ہے، سب سے بہتر قصہ یہ قرآن ہے۔تمام کاموں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کو عزیمت سے ادا کیا جائے اور بدترین کام وہ ہے جو نئے بنئے ایجاد کئے جائیں سب سے بہتر طور طریقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طور طریقہ ہے سب سے اشرف موت شہداء کی شہادت 'وران کا قتل ہے'' (حیاۃ الصحابہ)

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ شہید کا قتل ہونا سب سے اشرف موت ہے، اشرف کے معنی سب سے زیادہ بزرگی والی، سب سے زیادہ لائق عظمت۔

قرآن کریم نے حضرات شہداء کا تیسرا درجہ بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

''اور جس نے کہا مان لیا اللہ کا اور رسول اللہ کا تو یہ لوگ ہوں گے نبیوں کے ساتھ اور صدیقین کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کے ساتھ اور بہت ہی عمدہ ہیں یہ سب حضرات رفیق ہونے کے اعتبار سے (ان سے زیادہ عمدہ رفیق کس کو میسر آسکتے ہیں؟) سورۃ النساء۔

قرآن کریم نے پہلا درجہ اللہ کے نبیوں کا بیان فرمایا دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین یعنی اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کا جن کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں۔ہم جیسے گناہگار مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کریں اور

اطاعت کی کوشش کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حشر نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ "ذلک الفضل من اللہ" یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمادے آمین!)

تو بہر حال شہداء کا مرتبہ اللہ نے تیسرے نمبر پر فرمایا ہے انبیاء اور صدیقین کے بعد پھر شہداء کا درجہ ہے۔ اس لئے کہ سب سے اشرف واعلیٰ موت تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور دوسرے نمبر پر اشرف واعلیٰ موت صدیقین کی ہے صدیقین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے اوصاف اور اپنے کمالات کے اعتبار سے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس نبوت نہیں ہوتی ان کے بعد پھر جتنے امتی ہیں ان سب میں سے سب سے زیادہ شریف تر موت حضرات شہداء کی ہے۔

شہید کسے کہتے ہیں؟

ا: شہید کس کو کہا جاتا ہے؟

اصل شہید تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔

الف: حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میدان جہاد میں مقتول پایا گیا اور اس کے بدن پر زخم کا نشان تھا لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس کو کسی کافر نے قتل کیا ہے تو وہ بھی شہید کہلائے گا۔

ب: اسی طرح میدان جہاد سے کسی شخص کو زخمی ہونے کی حالت میں زندہ اٹھالیا گیا ہو لیکن دوادارو کی مرہم پٹی کی، کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اس نے دم توڑ دیا تو وہ بھی شہید ہے۔

ج: اسی طرح جس شخص کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا یا ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وہ مارا گیا یا باغیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

د: اسی طرح جس شخص کو کسی مسلمان نے بغیر کسی وجہ کے ظلماً قتل کر دیا ہو تو وہ بھی شہید ہے۔

یہ شہداء کی پانچ قسمیں ہوئیں جو دنیا کے احکام کے اعتبار سے بھی شہید ہیں اور آخرت کے اعتبار سے بھی شہید ہیں۔

شہید کے احکام

شہید کا حکم یہ ہے کہ شہید کو انہی کپڑوں میں بغیر غسل کے دفن کیا جاتا ہے، اس کو کفن نہیں پہنایا جاتا اور اس کے بدن کے کپڑے نہیں اتارے جاتے، البتہ کوئی زائد کپڑے پہنایا جاتا اور اس کے بدن کے کپڑے نہیں اتارے جاتے' البتہ کوئی زائد کپڑے ہوں جیسا کہ سردیوں کے موسم میں پوستین وغیرہ پہن لیتے ہیں، جیسے صدری وغیرہ پہن لیتے ہیں یا کوئی اور بھائی کپڑا پہن لیتے ہیں ایسا کپڑا اگر کوئی پہنا ہوا ہو تو اس کو اتار دیا جائے گا اسی طرح اگر اوپر چادر دینے کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دی جائے گی لیکن معروف طریقے سے جیسا کہ کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں وہ کفن شہید کو نہیں دیا جاتا اب اس کے وجود کو ڈھانکنے کے لئے اوپر ایک چادر ڈال دیں گے شہید کے اپنے کپڑے اس کا کفن ہیں حالانکہ میت کو سلے ہوئے کپڑے تو نہیں پہنائے جاتے لیکن شہید کے لئے اس کے سلے ہوئے کپڑے اس کا کفن ہیں۔

حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

"وان یدفنوا ابدمائھم وثیابھم " (مشکوۃ ص: ۱۴۴)

ترجمہ: ان کو ان کے زخموں سمیت اور ان کے کپڑوں سمیت دفن کیا جائے"

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

"جو شخص اللہ کے راستے میں شہید ہوا وہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اس طرح حاضر ہوگا کہ اس کے بدن سے جہاں زخم آیا تھا خون کا فوارہ پھوٹ رہا ہوگا۔ رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔" (مشکوۃ)

شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے

لیکن شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں کہ اس کا جنازہ بھی نہیں ہے ویسے ہی دفن کر دو تمہاری شفاعت کی اب اس کو ضرورت نہیں رہی ہے کیونکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: "السیف محاء للخطایا"

یعنی تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔ (کنز العمال)

کافر کی تلوار نے ہی اس کی شفاعت کر دی اور وہ بخشا گیا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیتے ہیں"۔

قبر میں اس سے حساب و کتاب نہیں ہوتا، جیسا عام مردوں سے سوال و جواب ہوتا ہے اس سے نہیں ہوتا۔

لیکن ہمارے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شہید کا جنازہ ہے (اس پر طویل گفتگو ہے، اس علمی بحث کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں) کہنے کا مدعا یہ ہے کہ شہید کا یہ حکم ہے، شہید کی موت اتنی قیمتی ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ اشرف موت فرما رہے ہیں۔

شہادت کی موت کا درجہ

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی تھی اور شہداء آپ کے جوتوں کی خاک ہیں۔ آپ ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں (یہ سلسلہ چلتا ہی رہے)" (مشکوۃ شریف)

ذرا اندازہ فرمالیں! جس موت کی تمنا رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں، وہ موت کتنی اشرف اور کتنی قیمتی ہوگی؟ صحیح احادیث میں حضرات شہداء کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ آمین!

شہید جنت الفردوس میں

ایک روایت میں ہے کہ: "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حارثہ بن سراقہ کی

اماں ام ربیعہ بنت، براء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں کہ یارسول اللہ! میرا لڑکا سراقہ آپ کے ساتھ غزوہ بدر میں شہید ہو گیا ہے اگر تو اس کی بخشش ہو گئی ہے اور وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں ورنہ میں اس پر رنج وغم اور صدمہ کا اظہار کروں اور اپنا حق ادا کروں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: حارثہ کی ماں! جنت ایک نہیں بہت ساری جنتیں ہیں، (اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت سے دوسری جنت کا فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان و زمین کا فاصلہ، سو جنتیں اوپر نیچے اتنی ہیں اور سب سے اوپر جو جنت ہے وہ جنت الفردوس ہے) اور تیرا بیٹا سب سے اوپر کی جنت جنت الفردوس میں ہے۔" (مشکوۃ)

شہید زندہ ہیں

قرآن کریم میں ارشاد ہے: اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر اس کی زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے (اس کی زندگی تمہارے حواس سے بالاتر چیز ہے)۔" (سورۃ بقرہ) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"بل احیآء عند ربھم یرزقون " (آل عمران:۱۶۹)

"بلکہ وہ زندہ ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔"

صحیح بخاری کے حوالہ سے مشکوۃ میں حدیث ہے کہ:

ترجمہ:" اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور وہ شہداء کا مستقر ہیں وہ شہداء کے رہنے کی جگہ ہے اور سبز پرندوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ ان کو سواریاں عطا فرماتے ہیں اور ان کی روحیں ان سبز پرندوں میں جنت کے اندر پرواز کرتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں۔" (مشکوۃ)

یہ قیامت سے پہلے کا قصہ ہے قیامت کے دن ان کے ساتھ جو معاملہ ہو گا وہ تو سبحان اللہ! کیا بات ہے!

نذرانہ حیات

لوگ بارگاہ عالی میں مختلف نذرانے پیش کیا کرتے ہیں شہید اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس نذرانہ کو قبول فرمالیتے ہیں۔

مرنا تو سب کو ہے

باقی مرنے کو تو بالآخر سب ہی مریں گے جئے گا کون؟ کوئی مرنا چاہے اس کو بھی ہلاکت آئے گی اور کوئی مرنا نہ چاہے تب بھی اس کو موت آئے گی۔

ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ "نیک آدمی کے پاس جب ملک الموت آتا ہے تو فرشتہ اس کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ اے پاک روح! پاک جسم میں رہنے والی، اپنے رب کی مغفرت اور رحمت و رضوان کی طرف نکل، جو تجھ پر غضبناک نہیں۔ (جب وہ آدمی اپنے رب کا نام سنتا ہے تو اس وقت اس کی روح کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اتنا اشتیاق ہو جاتا ہے کہ وہ روح بے چین ہو جاتی ہے جیسا کہ پنجرہ میں پرندہ، پنجرہ توڑ کر نکلنے کے لئے مشتاق ہوتا ہے اس مومن آدمی کی روح اتنی بے چین ہو جاتی ہے اتنے میں ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اتنی سہولت کے ساتھ اور آسانی کے ساتھ روح نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے قطرہ ٹپک جاتا ہے) اور دوسرے قسم کے آدمی کے پاس ملک الموت آتا ہے تو کہتا ہے کہ اے گندی روح! جو گندے جسم میں تھی، نکل اپنے رب کے غضب کی طرف اور اس کے عذاب کی طرف (نعوذ باللہ، اللہ کی پناہ)" (مشکوٰۃ)

روح تو پہلے ہی بدن میں سرایت کی ہوتی ہے لیکن وہ بالوں تک میں سرایت کر جاتی ہے تاکہ وہ نہ نکلے اور وہ فرشتہ پھر اس کو کھینچتا ہے اور فرمایا کہ بالکل ایسی مثال ہو جاتی ہے کہ دھنسی ہوئی روئی کے اندر گرم یا بھیگی ہوئی سلائی ماری جائے اور پھر اس کو کھینچا جائے بدن اور روح کا رشتہ چھڑانے کے لئے اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ کوئی اس دنیا سے جانا چاہے روح اس کی بھی نکلتی ہے اور جو نہ جانا چاہے روح اس کی بھی نکلتی ہے۔ لیکن شہید اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کی قدر افزائی فرماتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ: شہید کی موت اشرف موت ہے۔

شہید کی اقسام

۱۔ایک تو وہ جو دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے شہید ہیں۔

۲۔اور ایک وہ جو دنیاوی اعتبار سے شہید نہیں لیکن آخرت میں اس کا نام بھی شہیدوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تم شہید کس کو سمجھتے ہو؟ (جو جواب دیا جاسکتا تھا وہی دیا گیا کہ) یارسول اللہ! جو اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: پھر تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو اللہ کے راستے میں مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو طاعون کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید ہے۔" (مشکوۃ)

اسی طرح کوئی دریا میں ڈوب کر مر گیا وہ بھی شہید، کسی پر دیوار گر گئی یا کسی حادثہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے، عورت زچگی کی حالت میں مر گئی وہ بھی شہید ہے بچہ جنتے ہوئے مر گئی وہ بھی شہید۔

رسول اللہ ﷺ نے ان شہیدوں کی بہت سی قسمیں بیان فرمائی ہیں جن کو معنوی شہید کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دنیا کے احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہوتے ان کو غسل دیا جائے گا ان کو کفن پہنایا جائے گا ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یہ لوگ دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی فہرست میں ان کا نام بھی شہیدوں میں لکھا جائے گا۔

دنیا والوں کے اعتبار سے شہید

تیسری قسم شہیدوں کی وہ ہے جن کو ہم اور آپ شہید کہتے ہیں مگر اللہ کی فہرست میں ان کا نام شہیدوں میں نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک! وجہ یہ تھی کہ اندر ایمان صحیح نہیں تھا جان کا نذرانہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے پیش نہیں کیا گیا بلکہ قومی عصبیت کی بناء پر قتل کیا گیا یا اپنی جواں مردی اور شجاعت کے جوہر دکھلانے کے لئے مرا، بہادر کہلوانے کے لئے مرا، بھائی! ان کے دلوں کو تو ہم نہیں جانتے کہ کس کی نیت کیا ہے؟ ہم تو اس کے ساتھ معاملہ شہیدوں کا ہی کریں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کی کیفیت کو خوب جانتے ہیں وہ صرف ظاہری عمل

کو نہیں دیکھتے۔ یہ لوگ جور یا کاری کے لئے یا دکھلاوے کے لئے یا کسی اور غرض اور مقصد کے لئے قتل ہوئے چاہے میدان جہاد میں ہی قتل کیوں نہ ہوئے ہوں یہ لوگ اللہ کی فہرست میں شہید نہیں ہیں۔ دنیاوی اور اپنے علم کے اعتبار سے ہم لوگ ان کو شہید ہی کہیں گے۔ باقی راہ حق میں شہادت کی تمنا ہر مومن کو رکھنی چاہئے اللہ تعالیٰ شہادت کی موت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ شہیدوں میں اٹھائے۔ آمین!

شہادت کی موت کی دُعا

حضرت عمرؓ دُعا فرماتے یا اللہ! شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرما۔ پھر فرماتے کہ عمر دو باتیں اکٹھی کیسے ہوں گی؟ شہادت کی موت بھی مانگتے ہو اور رسول اللہ ﷺ کے شہر میں بھی مانگتے ہو جہاد تو باہر ہوتا ہے مدینہ میں بیٹھ کر کیسے شہادت مل جائے گی؟ خود ہی سوال کرتے تھے اور خود ہی فرماتے تھے کہ: اگر اللہ چاہے تو دونوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا اور حضرت عمرؓ کی دُعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

حصول شہادت کا وظیفہ

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص روزانہ پچیس مرتبہ یہ پڑھا کرے:

اللھم بارک لی فی الموت وفی مابعد الموت

(الاتحاف ج: ۱۰ص: ۲۲۷)

''یا اللہ! برکت فرما میرے لئے موت میں ظاہرہ آنکھیں سیاہ و سفید کو دیکھتی ہیں اور دل کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے صحیح اور غلط کو دیکھنے کے لئے دی ہیں۔ ظاہری آنکھوں کو اور ان کی بینائی کو عربی زبان میں بصارت کہا جاتا ہے اور دل کی آنکھوں کو اور اس کی بینائی کو عربی زبان میں ''بصیرت'' کہا جاتا ہے اور اسی قوت بصیرت سے آدمی حق اور باطل کو پہچانتا ہے اور اسی بصیرت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شناخت ہوتی ہے اسی بصیرت کی بناء پر اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اسی بصیرت کی بناء پر اس معرکہ کون وفساد میں حق اور باطل کی پہچان ہوتی ہے۔ (اصلاحی مواعظ)

شہادت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

(از: حضرت مولانا ابوریحان فاروقی رحمہ اللہ)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.
الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونومن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللہ من شرورِ انفسنا ومن سیّاٰتِ اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہٗ ومن یّضللہٗ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ولا نظیر لہٗ ولا وزیر لہٗ ولا مشیر لہٗ ولا معین لہٗ وصل علٰی سیّد الرّسل وخاتم الانبیاء المبعوث الٰی کافّۃً لّلنّاس بشیرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہٖ وسراجًا منیرًا.
قال اللہ تبارک وتعالٰی فی کلامہ المجید والفرقان الحمید
ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ امواتٌ ط بل احیاء ولکن لا تشعرون. ولنبلونّکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصابرین.

(البقرہ: ۱۵۴، ۱۵۵)

وقال فی موضع اخر: ما کان اللہ لیذر المومنین علٰی مآ انتم علیہ حتّٰی یمیز الخبیث من الطیب. (آل عمران:۱۷۹)
وقال النبی ﷺ: الحسن والحسین سبط من الاسباط.
صدق اللہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذالک لمن

الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین.

میرے واجب الاحترام بزرگو اور دوستو! آج آپ کے سامنے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر جمعہ کا خطبہ ہوگا۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی جھلک آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے لیکن خاندانِ نبوت میں اور بھی بہت سارے افراد شامل ہیں۔

بناتِ رسول اور نواسے نواسیاں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں اور چار صاحبزادیوں کے چھ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ چھ لڑکوں میں پہلا لڑکا حضرت زینبؓ کا لڑکا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں وہ لڑکا ہے۔ اس لڑکے کا نام علی ابن ابوالعاص ہے۔ یہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کئی سال بڑا ہے۔ دوسرا بیٹا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بغیر نام رکھے فوت ہوگیا۔

ایک بچی ہے اس کا نام اُمامہ رکھا گیا۔ اور تیسرا نواسہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔

یہ تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی اور حضرت اُم کلثوم کی اولاد نہیں ہوئی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے پہلے لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام انہوں نے زینب رکھا اپنی بڑی بہن کے نام پر، دوسری کا نام دوسری بہن کے نام پر رقیہ رکھا۔ اور تیسری بیٹی کا نام اُم کلثوم بہن کے نام پر اُم کلثوم رکھا۔

پھر ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام حسنؓ رکھا گیا، پھر حسینؓ پیدا ہوئے، پھر محسنؓ پیدا ہوئے، اسی طرح چھ نواسے اور چار آپ ﷺ کی نواسیاں ہیں۔

ان تمام نواسوں میں سب سے زیادہ مرتبہ اور سب سے زیادہ مقبولیت اور اسلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ ذکر اگر کسی ہستی کا ہے تو وہ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

دنیا کا ایک عجوبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی تاریخ کا وہ جلیل القدر انسان ہے وہ مظلوم انسان ہے کہ جس کو دشتِ کربلا میں شہید کیا گیا اور پھر ان کی شہادت پر جن لوگوں نے ان کو شہید کیا، جنہوں نے نواسۂ رسول ﷺ کو قتل کیا، جنہوں نے بلایا تھا، چودہ سو سال سے وہی طبقہ ماتم کر رہا ہے۔

دنیا میں بڑے بڑے عجوبے چشم فلک نے دیکھے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان عجوبوں میں ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ قاتلانِ حسین، محبانِ حسین کہلانے لگے۔ قاتلانِ حسینؓ نواسۂ رسول کا نام لے کر ماتم کرنے لگے۔ غم کا اظہار کرنے لگے اور دنیا کا ایک طبقہ ان کے اس غم کو تسلیم کرنے لگا۔ اتنا بڑا جھوٹ چشمِ فلک نے نہیں دیکھا۔

یہ بات نہیں کہ میں اہل سنت سے تعلق رکھتا ہوں، اس لیے میں نہیں کہتا، میں کہتا ہوں کہ واضح دلائل ہیں۔ ایسے براہین کہتے ہیں کہ واضح بیانات موجود ہیں کہ میں آپ کے سامنے دلائل کھولوں گا۔ آپ کی عقل یہ تسلیم بھی کرے گی کہ نواسۂ رسول کو ان لوگوں کے علاوہ کسی اور نے شہید نہیں کیا۔ اس پر بڑے واضح دلائل ہیں۔ لیکن یہ جھوٹ ہے کہ جو پھیلا ہے اور جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ لیکن یہ جھوٹ لمبے لمبے پاؤں پھیلا کر بیٹھا ہوا ہے اور لوگوں کے قلوب واذہان میں عجیب وغریب تاثر اس نے پیدا کیا ہے۔

کہ نواسۂ رسول کو شہید کرنے والا کون ہے؟ نواسۂ رسول کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ نواسۂ رسول کے خلفاء راشدینؓ کے ساتھ رشتہ داری اور تعلقات کیا ہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ شہادت کا واقعہ سنانے سے پہلے چند منٹوں میں ان دو باتوں پر گفتگو ہو جائے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پانچ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے یعنی ہجرت رسول کے چار سال بعد۔ جب آپ نے مکے سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، اس کے چار سال بعد یعنی جنگِ بدر کے تین سال بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۴ ہجری پانچ شعبان کو نواسۂ رسول کی پیدائش کا دن ہے۔

حضرت اسماء کا تعارف

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو ان کے لیے دایہ کا فریضہ اس عورت نے انجام دیا جو عورت بعد میں جا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی بنی، اور اس عورت کا نام اسماء بنت عمیسؓ ہے۔ اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت جعفر طیار سے ہو تھا اور حضرت اسماءؓ کے بطن سے جعفر طیار کے لڑکے عبداللہ بن جعفر اور محمد بن جعفر پیدا ہوئے۔ اور جنگ، غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسماءؓ بیوہ ہو گئیں تو بعد میں اس اسماءؓ کے ساتھ کس نے نکاح کیا؟ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھابی ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں۔ تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی کی بیوی بیوہ ہو گئیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیوہ بھابی کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

اور جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے تو یہ اسماء پھر بیوہ ہو گئیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود نکاح کر لیا۔

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں یہ عورت تھیں ان کے دو بیٹے تھے، محمد بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر۔

جب اس اسماءؓ کا نکاح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کو دو بچے اللہ نے عطا فرمائے، محمد بن ابو بکر اور ام کلثوم۔

جب اس اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا تو اس کے بعد بھی ان کے دو بچے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کا نام زید اور ایک کا نام یحییٰ تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیوہ بھابی کا نکاح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اور قرآن پاک میں ہے، کافر کو لڑکی

نہ دو، نہ کافر سے لڑکی لو، جب یہ آیت اُتری کہ کافر سے نکاح جائز نہیں، اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

روافض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نعوذ باللہ کافر تھے۔ اب اگر ان کی یہ بات مان لی جائے تو پھر سوال ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوہ بھابی کا نکاح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیوں کیا؟ یہ اصولی بات ہے۔

تو میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۴ ہجری ۵ شعبان کو پیدا ہوئے اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اس لئے بھی محبت تھی کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کسی اور طرف سے جاری نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ باقی تینوں بیٹیاں وفات سے کئی سال پہلے فوت ہو چکی تھیں اور جب بیٹی بھی زندہ ہو اور صرف ایک ہی بیٹی ہو آخر میں، تو اس کی اولاد کے ساتھ پیار اور محبت یہ فطری امر ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اور بیٹی کوئی تھیں۔

بناتِ رسول پر دلیل

قرآن پاک نے کہا اپنی بیٹیوں، بیویوں اور مسلم عورتوں سے کہہ دو۔ اگر صرف ایک بیٹی ہوتی تو قرآن پھر بنات کا لفظ، جمع کا صیغہ استعمال نہ کرتا۔

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونسآء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن.

جب باہر نکلا کریں تو چہرے کو ڈھانپ لیا کریں۔

یہ لفظ کس کو کہتا ہے؟ اپنی بیٹیوں سے، اپنی بیویوں سے، قرآن نے بنات جمع کا لفظ استعمال کیا۔ تو جمع کا اطلاق تو کم از کم تین پر ہوتا ہے اگر ایک بیٹی ہوتی تو اللہ بنت کا لفظ استعمال کرتا، بنات کا لفظ استعمال نہ کرتا۔ کیونکہ بنات کا معنی ہی بیٹیاں ہیں، یہ بحث اور ہے۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو ان کے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب ڈالا، سات دنوں کے بعد سر کے بالوں کے برابر

چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر میں گیارہ مہینے کا فرق ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ گیارہ مہینے بڑے تھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے۔

سیدنا ابوبکر کی نواسۂ رسول سے محبت

میرے بھائیو! ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے اور مدینہ کی گلی سے گزر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے سے آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا علی! یہ کس کا بیٹا ہے؟ یہ بچہ جو تیرے ہاتھ میں ہے کس کا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ میرا بچہ ہے۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا نہیں۔ انہوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میرا بیٹا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا نہیں۔ بھائی کیوں میرا بیٹا نہیں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری بیوی ہے اس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ میرا بیٹا ہے۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر کہا: ابنٌ لِعَلِيٍّ شبهًا لِلنبيِّ...... بیٹا علیؓ کا ہے چہرہ مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔

حضرت حسن اور حضرت حسین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی مشابہت تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چہرے سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے لیکن چال اور ڈھال میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

نواسوں کے لیے جنتی لباس

خاندانِ نبوت نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی۔ عید کا دن تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اپنی اماں سے رو رو کر کہنے لگے کہ آج عید ہے ہمیں لوگوں نے بتایا کہ آج عید ہے ہمارے پاس تو کپڑے کوئی نہیں ہمیں کپڑے دو۔

شہنشاہ کائنات کی بیٹی ہے، ساری کائنات کے سردار کی بیٹی ہے اور بچے رو کر کہتے ہیں کہ کپڑا کوئی نہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچوں کو روتا ہوا دیکھ کر برداشت نہ کر سکی۔ وضو کیا دو رکعت پڑھنے کے لئے مصلے پر بیٹھ گئیں۔ سجدے میں گئیں اللہ تعالیٰ کے سامنے روئیں کہ اے اللہ! ابھی گھر میں کچھ نہیں ہے بچے کپڑا مانگتے ہیں۔

تھوڑی دیر گزری، دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ ایک آدمی آیا بڑا خوبصورت چہرہ ہے۔ اس نے کچھ کپڑے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کپڑے کھولے بڑا خوبصورت لباس ہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ فرماتی ہیں حضرت فاطمہ یا رسول اللہ! یہ دیکھئے، کپڑے کہاں سے آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مدینہ کے کپڑے نہیں ہیں۔ یمن کے کپڑے نہیں ہیں، یہ تو جنت کے کپڑے ہیں۔ یہ تو جنت کا لباس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیرے رونے کو پسند کیا ہے اور غیب سے تیری مدد فرمائی ہے۔

سیدہ فاطمہ کا طرزِ عمل

میرے بھائیو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیا مقام تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیا طرز عمل تھا۔ کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کوئی فقیر آتا کبھی خالی نہ جاتا۔

ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں سائل ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے دروازے پر آیا ہوں کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے بیٹے بھی دو دن سے بھوکے ہیں لیکن میں تجھے خالی نہیں لوٹاتی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جاؤ یہ میری چادر ہے، یہ میری چادر لے کر مدینہ کی بستی میں چلے جاؤ۔ اس بستی میں ایک شمعون رہتا ہے۔ اس سے کہو کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چادر رہن کے طور پر رکھے اور اس کے بدلہ میں کچھ سامان دے دے۔ جب میرے پاس پیسے آئیں گے تو میں پیسے دے کر چادر واپس لے لوں گی۔

جس وقت یہودیوں کے سردار شمعون کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی چادر گئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، اس نے کہا کہ ساری دنیا کے سردار کی بیٹی ہے اور اپنی چادر رہن رکھ کر فقیر کو خالی نہیں لوٹاتی اور فقیر کے لئے اتنی مشقت کرتی ہے تو اس نے سامان بھی دیا اور چادر بھی واپس کر دی۔

میرے بھائیو! یہ پیغمبر ﷺ کی بیٹی کا اخلاق ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا اخلاق ہے اور شمعون نے اسی کیفیت کو دیکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا۔

حضور ﷺ کا بتایا ہوا وظیفہ

میرے بھائیو! فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا چکی پیستی ہیں، چکی پیستے پیستے ہاتھوں پہ ورم آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگوں کو غلام دیے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی ایک غلام دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹی تجھے نوکر نہیں دوں گا۔ تجھے نوکر کی جگہ ایک وظیفہ بتاتا ہوں، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کر تجھے غلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ بدلہ عطا کرے گا۔

سیدنا فاروق ﷺ کی نواسۂ رسول سے محبت

میرے بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے... جنگ قادسیہ کے بعد فاروق اعظم ص کے پاس سامان آیا۔ یمن کے کپڑے آئے ... لوگوں میں تقسیم کر دیے گئے۔

کتابوں میں موجود ہے کہ جتنے بھی کپڑے آئے، جتنے اور لباس آئے سب لباس اور کپڑے لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی کپڑا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم کے مطابق ہو، سارے کپڑے چھان مارے کوئی کپڑا نواسۂ رسول کے شایانِ شان نہ آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک خوش نہیں ہوں گا جب تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو کپڑا نہیں ملے گا۔ تو یمن کے بادشاہ کو خط لکھا کہ یہ جو کپڑا آیا ہے اس سارے

کپڑے کی عظمت ایک طرف اور خاندانِ نبوت کے دو لڑکوں کی عظمت ایک طرف۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسموں کے مطابق کپڑے بنوا کر بھیجو۔

جب یمن سے نواسۂ رسول کے جسموں کے مطابق کپڑے آئے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ فرمایا اتنی خوشی اپنے بیٹے کے کپڑے پہننے کی نہیں ہے جتنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی خوشی ہے۔

مالِ غنیمت تقسیم ہونے لگا تو اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ۵۰۰ درہم سالانہ تجھے ملے گا۔ کسی کو دو ہزار درہم، کسی کو تین ہزار درہم، لیکن حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے وظیفہ مقرر کر دیا۔

تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بدری صحابی ہوں، میں نے جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں بڑے عرصے سے جنگوں میں جا رہا ہوں۔ میرے لیے پانچ سو کا وظیفہ؟...... تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ! تیرا نانا حسین رضی اللہ عنہ کے نانا سے بہتر نہیں ہے، تیری ماں حسین رضی اللہ عنہ کی ماں سے بہتر نہیں ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوت

میرے بھائیو! حضرت عثمان غنی کو دیکھو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گہرا رشتہ ہے خاندانِ نبوت کے ساتھ۔ ایک تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر، اور جب کربلا کا واقعہ پیش آیا اس سے دس سال پہلے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمرو بن عثمان کا نکاح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے ساتھ ہوا۔ ان کے ایک اور پوتے عبیداللہ بن عمرو بن عثمان کا نکاح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی سکینہ کے ساتھ ہوا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے ساتھ ایک نکاح ہوا۔ ایک نکاح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے ساتھ ہوا۔ لڑکیوں کا رشتہ، رشتہ داری یہ محبت کی دلیل ہے یا دشمنی کی دلیل ہے؟ (محبت)

میرے بھائیو! حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ بڑے عالم تھے، بڑے شاعر تھے، بڑے خطیب تھے، بڑا مرتبہ تھا، بڑا مقام تھا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی محبت تھی۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے کردار سے سبق

میرے بھائیو! یہی وجہ ہے کہ جب یزید اقتدار پر آیا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے مقابلے میں میدان میں آئے۔ اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر ۵۵ سال سے زیادہ تھی۔

میرے بھائیو! حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف تلوار اٹھائی، یزید کے مقابلے میں فوج لے گئے۔ یزید کی بیعت کا انکار کر دیا۔ اس پر غور کرو یہ انکار کرنا کس بات کی دلیل ہے؟ کہ سارے خلفاء جتنے گزرے ہیں ان کی خلافت صحیح ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ یزید کے خلاف تلوار اٹھاتا ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھاتا؟ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھاتا؟ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیوں نہیں کرتا؟......

اس لیے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح ہے۔ اس لیے نواسۂ رسول تلوار نہیں اٹھاتا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافتیں صحیح ہیں، اس لئے خاندانِ نبوت نے ان کی بیعت کی۔ خاندانِ نبوت نے ان کی تابع داری کی۔ خاندانِ نبوت نے ان کی اتباع کی۔ خاندانِ نبوت ان کے پیروکار بنے۔ خاندانِ نبوت ان کے وکیل و مشیر بنے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں نے خلفاءِ راشدین کی وزارت، مشیری کو قبول کیا۔

لیکن جب یزید اقتدار میں آیا تو نواسۂ رسول نے کھلے عام کہا کہ میں یزید کی بیعت نہیں کرتا۔ کیوں! یزید غلط ہے۔ اگر یزید غلط ہے تو اس کی بیعت نہیں ہو رہی۔ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غلط ہوتا تو اس کی بیعت بھی کبھی نہ ہوتی۔ عمر رضی اللہ عنہ غلط ہوتا تو اس کی بیعت بھی کبھی نہ ہوتی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلط تھے تو ان کی بیعت بھی کبھی نہ ہوتی۔

خاندانِ نبوت کا بیعت کرنا بتاتا ہے کہ ابوبکر صدیق ﷜ سچے تھے، عمر فاروق ﷜ سچے تھے، عثمان غنی ﷜ سچے تھے، امیر معاویہ ﷜ سچے تھے۔ اب چند باتیں ہیں ان پر غور کریں۔

چند بنیادی باتیں

کہتے ہیں کہ حضرت حسین ﷜ کی شہادت کے بعد آسمان سے خون بہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو آسمانوں سے خون نہیں بہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء کا لقب دیا، یہ میرا چچا شہیدوں کا سردار ہے، اس وقت تو خون نہیں بہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہے اس وقت آسمانوں سے خون نہیں بہا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بیر معونہ پر جو ۶۷ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید کیے گئے، جن کو قرآن کے قاری بنا کر قاریٔ قرآن کی حیثیت سے بھیجا تا کہ قرآن کی تعلیم عام ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قرآن کے قاری بھیجے، ستر میں سے ۶۷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رات کی تاریکی میں ذبح کر دیا گیا، اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی اتنے دکھ میں مبتلا نہیں ہوئے جتنے ان قاریوں کی شہادت سے ہوئے۔ ایک مہینہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قنوت نازلہ پڑھ کر ان کے خلاف بددعا کرتے رہے۔

اس وقت آسمانوں سے خون نہیں بہا، اتنے بڑے بڑے واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوئے، خون نہیں بہا۔ کہتے ہیں کہ آسمان سے بھی خون بہہ رہا تھا اور زمین سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں کو رُلانے کے لیے من گھڑت قصہ بیان کرنے کیلئے، نہ حقیقت سے اسکا تعلق ہے نہ قرآن سے، نہ حدیث سے، نہ تاریخ میں، کوئی واقعہ ہی نہیں ہے۔ سیدھی بات ہے کہ نواسۂ رسول ﷺ کو کوفیوں کے دھوکے سے بلایا اور بلا کر جب دیکھا کہ نواسۂ رسول یزید کے پاس جا رہے ہیں، انہوں نے آگے سے بڑھ کر ان کو شہید کر ڈالا۔ ورنہ وہ جو عورتیں خاندانِ نبوت کی تھیں ان کی گواہی کہاں جائے گی؟ ان کے بیانات کہاں جائیں گے؟ آپ دنیا میں جتنی بھی عدالتیں لگائیں، یہاں کتنی عدالتیں ہیں؟......

سول کورٹ ہے......

سیشن کورٹ ہے......

ہائی کورٹ ہے......

سپریم کورٹ ہے......!!

چار عدالتیں ہیں اور ہر قسم کی عدالت جو ہے، اپنے کیس کے فیصلوں میں گواہوں کا خیال کرتی ہے کہ چشم دید گواہ کون ہے۔ پہلی بات اور چشم دید گواہوں میں سے بھی زیادہ معتبر گواہی ہوتی ہے اس شخص کی جو اس واقعہ میں زخمی ہوا ہو جسے مضروبہ کہتے ہیں وہ گواہ ہوتا ہے۔

لیکن جو زخمی ہوا ہے اس کی گواہی زیادہ معتبر ہوتی ہے۔ اب کربلا کے میدان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے جو افراد زخمی ہوئے، شہیدوں کے علاوہ، جو بیان وہ دیں گے وہ سب سے زیادہ معتبر ہوگا۔

جو بیان بی بی سکینہؓ کا ہوگا......

جو بیان فاطمہ صغریٰ کا ہوگا......

جو بیان زینب کبریٰؓ کا ہوگا......

جو بیان اُم کلثوم کا ہوگا......

جو بیان زین العابدین کا ہوگا......

جو قافلہ کربلا سے لٹا ہوا واپس آیا، کوفہ میں آ کر جنہوں نے خطبے دیے جو بیانات ان کے ہوں گے اس سے زیادہ معتبر بیان اسلام کی تاریخ میں اس واقعہ کے متعلق کسی کا نہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو کس نے شہید کیا؟ ہم کسی اور سے کیوں پوچھیں؟

مولویوں سے کیوں پوچھیں؟

پیروں سے کیوں پوچھیں؟

جھوٹے مقرروں سے کیوں پوچھیں؟

کرائے کے ذاکروں سے کیوں پوچھیں؟

ہم پوچھتے ہیں بی بی زینبؓ سے، تم بتاؤ تمہیں کس نے مارا؟

پوچھتے ہیں زین العابدینؓ سے کہ تمہارے بابا کو کس نے مارا؟

اور اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان یہ کہے کہ مجھے فلاں آدمی نے مارا ہے اور جس آدمی کی وہ نشان دہی کریں وہی آپ کو دس محرم کو پیٹتا ہوا نظر آئے تو کیا کہو گے؟...... آپ کا رزلٹ کیا ہوگا؟...... کہ جس آدمی کی نشان دہی سارے خاندان والے کریں کہ یہ ہمارے قاتل ہیں تو پھر کیا کرو گے؟ ...ر جس کی نشاندہی خاندان نبوت کرے اور اسی کو تم دیکھو کہ دس محرم کو وہی: ...ن وہ؟ ...ا پیٹ رہے ہیں، کیا کرو گے؟...... کیا جواب دو گے؟...... اور کیا کرو گے ...ر ...کہ قا...ل بتاؤ گے، کون قاتل ہوگا؟.... کون مجرم ہوگا؟...... کس نے بلایا اور کون پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو ذبح کرنے والا تھا، اگر ذبح کرنے والا بھی یہی ہو... اور تم فیصلہ کر کے بتاؤ کہ

میں ملا کے فتوے کو کیا ...؟......

میں ذاکروں کی کہانیوں کو کیا کروں؟......

میں کرائے کے ان مقرروں کو کیا کہوں؟

جس نے پیٹ بھر لوگوں کو رلانے کے لئے من گھڑت قصے بیان کیے اور جو زا... قطار رو رہے ہیں اور پیٹ رہے ہیں اگر انہی کو خاندان نبوت قاتل کہے تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ قصور تو ان لوگوں کا ہے یا ہمارا قصور ہے؟

ایک بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی شہادت کے عنوان پر جتنا جھوٹ بولا گیا اب تک اسلام کے کسی مسئلے پر جھوٹ نہیں بولا گیا۔

دوسری بات! کہ چشم دید زخمیوں کے بیانات کسی قتل کے کیس میں سب سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ جو شہادت ہے، شہادت مصیبت ہوتی ہے یا نعمت ہوتی ہے؟...... (نعمت!) اگر شہادت مصیبت ہے تو ان لوگوں سے پوچھو کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کیوں مانگی؟ کوئی بچہ مصیبت نہیں مانگتا۔ چہ جائیکہ دنیا کا سردار اللہ سے مانگے۔ ہو سکتا ہے؟ (نہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کیوں مانگی؟ اگر مصیبت ہوتی تو کبھی نبوت اس کو مانگتی؟ کہ اے اللہ مجھے شہادت کی موت دے

دے۔اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہادت کی دعا مانگی:

اللھم ارزقنی شھادۃً فی سبیلک......

''اے اللہ! مجھے شہادت کی موت دے دے۔''

واجعل موتی فی بلد حبیبک......

''اور مجھے موت بھی محمد ﷺ کے مدینے میں عطا فرما''۔

یہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں موت تو آنی ہے۔ مدینہ کے باہر، کیوں؟ مدینہ تو مسلمانوں کا شہر ہے اور مدینہ سے باہر کافروں سے جنگ ہوئی اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا قاتل ابولولو فیروز ایران کا مجوسی ہے وہ انہیں شہید کرنے کے لئے مدینہ منورہ آیا۔

میرے بھائیو! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شہادت نعمت ہوتی ہے یا مصیبت ہوتی ہے؟ اگر مصیبت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مانگی؟ اگر نعمت ہے تو نعمت کے ملنے پر رونا کیسا؟ نعمت ملے تو کوئی آدمی روتا ہے؟ (نہیں) کسی کو نعمت ملے تو وہ خوش ہوتا ہے۔شہید زندہ ہوتا ہے اور یہ فیصلہ قرآن نے کیا ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے۔قرآن کہتا ہے کہ شہید زندہ ہے اور جن کا ایمان قرآن پر ہے وہ شہیدوں کا کبھی ماتم نہیں کرتا۔ کیونکہ شہید تو زندہ ہے ہمیں شعور نہیں کہ کیسے زندہ ہے!!

پانچویں بات یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں صرف ایک شہید نہیں۔ اسلام کی تاریخ شہیدوں سے بھری ہوئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ۲۵۶ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور خلافتِ راشدہ کے پچاس سالہ دور میں ۲۷۰۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس دن کوئی صحابی شہید نہ ہوا ہو۔

چھٹی بات یہ کہ جب سے پاکستان بنا ہے انڈیا کے ساتھ دو جنگیں ہوئی ہیں۔ ایک ۱۹۶۵ء کی جنگ اور ایک ۱۹۷۱ء کی جنگ۔ دونوں جنگوں میں لوگ شہید ہوئے۔ جو لوگ ان جنگوں میں شہید ہوئے ان کے ساتھ تمہارا کیا برتاؤ ہے؟ اگر ان شہداء کو پاکستان

کی عوام ہر سال رونے لگ جاتی، ان کا تعزیہ بناتی، ان کا جلوس نکالتی تو انڈیا کی فوج اگلے سال ہی پاکستان پر قبضہ کر لیتی۔ یہ تو پہلو کو رور ہے ہیں، آئندہ کیا بہادری دکھائیں گے۔

آپ دیکھیں کہ ۱۹۶۵ء کی لڑائی ستمبر کے مہینے میں ہوئی۔ ۶ ر ستمبر کو جا کر ان شہداء کی قبروں پر سلامی دیتے ہیں، خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ میجر عزیز بھٹی کی قبر پر لوگ فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں۔ میجر طفیل ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ ہے۔ ان شہیدوں کے ترانے بنے۔ ان کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

اگر شہادت مصیبت ہوتی تو ان کے تعزیے نکلتے، کسی کا کسی دن، کسی کا کسی دن، کبھی عزیز بھٹی کا، کبھی میجر طفیل کا، آئندہ نہ کوئی جنگ ہوتی نہ لڑائی ہوتی۔ یہ تو پہلو کو رور ہے ہیں بعد میں کیا کریں گے!!

شہید کیلئے رونا......

شہید کے لئے ماتم کرنا......

شہید کے لیے آنسو بہانا......

شہید کے لیے تعزیے لے کر میدانوں میں آنا......

یہ شہید کے ساتھ وفا نہیں ہے۔ یہ ڈرامہ بازی ہے۔ چودہ سو سال کی تاریخ آپ دیکھ لیں کتنے لوگ شہید ہوئے۔ کتنی اذیتوں سے شہید ہوئے، جو انسان بہادری سے شہید ہوا، کسی قوم نے ان کا تعزیہ نہیں بنایا۔ کسی قوم نے ان کا ماتم نہیں کیا۔

چھٹی بات یاد رکھیں۔ یہ تعزیہ کب شروع ہوا؟ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے ۳۳۶ سال بعد۔ نواسۂ رسول ﷺ کی شہادت کے ۳۳۶ سال بعد۔ بغداد کا ایک نواب تھا، اس نے کرسی کے اوپر کپڑا ڈال کر اس کرسی کا جلوس نکالا، بعد میں آہستہ آہستہ لکڑی کا تعزیہ بنا، کبھی تانبے کا تعزیہ بنا، کبھی لوہے کا تعزیہ بنا، کبھی کاغذوں کا تعزیہ بنا اور کبھی کپڑے کے تعزیے بنے۔ یہ تبدیلی ہوتی رہی اور تعزیے بنتے رہے۔

اب بتاؤ کہ اگر تعزیہ عبادت ہے تو ۳۳۶ سال کا کیا ہوا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی شہادت کے ۳۳۶ سال بعد تعزیہ بنا اور اس نے اسلام کو کتنا سہارا دیا؟

ساتویں بات یاد رکھیں کہ اس شعر پر غور کریں:

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

یہ شعر من گھڑت ہے۔ کیسے؟ کہتے ہیں کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کا جو کلام چھپا ہوا ہے۔، اس پورے کلام میں یہ شعر کوئی نہیں۔ یہ آیا کہاں سے ہے؟ اور یہ عقل کے خلاف ہے۔

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

کہ لا الہ کی بنا حسینؓ ہے، اگر لا الہ کی بناء حسینؓ ہے تو پھر جب فاران کی چوٹی پر کملی والے نے لا الہ کا اعلان کیا تھا، اس وقت تو نواسۂ رسول پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

اگر بناء لا الہ الا اللہ کی نواسۂ رسول ہے تو وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت نواسۂ رسول کی عمر ساڑھے چھ سال تھی، اور اس سے تقریباً چودہ سال پہلے اعلانِ نبوت مکہ میں کیا تھا۔ اب بتاؤ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تھا تو نبی کے نواسے ابھی پیدا نہیں ہوئے، جب حضرت علی ﷺ نے کلمہ پڑھا وہ کہاں سے آیا تھا؟ جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر کلمہ پڑھتا تھا وہ کس کی محنت تھی اور کلمہ کہاں سے آیا تھا۔

کلمہ لانے والے جبرائیل علیہ السلام......
جن پر اُترا وہ محمد مصطفیٰ ہے......
پڑھنے والے صحابہ کرام ﷺ ہیں......

جو نبی پاک کا نواسہ چودہ سال بعد پیدا ہوا وہ کلمے کی بنیاد ہے؟ ان چودہ سالوں میں جس جس نے کلمہ پڑھا وہ کس کا کلمہ ہے؟ کہتے ہیں

حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

کہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد حسینؓ ہے۔ شرک کرتے ہو؟ من گھڑت شعر بیان کرتے ہو جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ایک اور شعر ہے اس پر بھی ذرا غور کریں، یہ بھی

ایک شعر ہے:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کربلا تو پیش آئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۴۷ سال بعد، اس سے پہلے اسلام کیا تھا؟......

بدر میں اسلام زندہ نہیں ہوا؟ جب چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

اُحد کے پہاڑوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ٹکڑے ہوئے اسلام نہیں زندہ ہوا؟......

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے ہوئے ذبح کردیے گئے، اسلام نہیں زندہ ہوا؟......

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسلام نہیں زندہ ہوا؟......اور تم کہتے ہو کہ:

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کربلا آئے گی تو اسلام زندہ ہوگا، ورنہ اسلام مردہ ہے؟ ......

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال نبوت کا اعلان کیا، اسلام زندہ نہیں تھا؟

ایک سو چودہ نے مکے میں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نے مدینہ میں کلمہ پڑھا، اسلام مردہ تھا؟......کہاں سے آیا کلمہ؟...... یہ من گھڑت باتیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین، عورتوں کی توہین، بیٹیوں کی توہین، خاندانِ نبوت کی بچیوں کی توہین، کہ جناب دوپٹے اُتر گئے، کربلا کے میدان میں۔ تیری ماں کا دوپٹہ تو کبھی نہیں اترا...... تیری بہن کا دوپٹہ تو نہیں اترا..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے دوپٹے اُتر جاتے آسمان نہ پھٹ جاتا......زمین نہ پھٹ جاتی؟......لوگوں کو رُلانے کے لئے جھوٹے قصے سناتے ہو۔

میرے بھائیو! ان سات باتوں کے بعد اب آپ کے سامنے وہ معتبر واقعہ جو نواسۂ رسول کی شہادت کا ہے، آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۲۲ رجب ۶۰ ہجری یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً ۵۰ سال بعد ۲۲ رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اور انہوں نے ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر ۱۹ سال تک اسلامی حکومت قائم کی ہے۔

شہادتِ حسین کا اصل ذمہ دار

میرے بھائیو! میں آج کی تقریر میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ مکہ اور مدینہ شیعوں کا مرکز ہے یا اہل سنت کا مرکز ہے؟ یزید جہاں حکمران تھا؟ (شام میں) کوفہ کس کا مرکز تھا؟ (روافض کا) کربلا کوفہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ کوفہ مرکز روافض کا تھا۔ مکہ و مدینہ مرکز سنیوں کا تھا، شام مرکز یزید کا تھا۔

اب دیکھیں! کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ مکے مدینے میں شہید ہوتے، ذمہ دار سُنی ہوتے۔ اگر شام میں ہوتے تو ذمہ دار شام کی حکومت ہوتی۔ وہ شہید تو روافض کے شہر میں ہوئے، وہ شہید تو شیعوں کے علاقے میں ہوئے، وہ قتل تو کوفہ کے قریب ہوئے، میں کیسے مانوں کہ کسی اور نے آ کر مارا۔

جبکہ بلایا بھی انہوں نے ہو......

خطوط بھی انہوں نے لکھے ہوں......

میوے پکنے کی دعوت بھی انہوں نے دی ہو

موٹی سی بات ہے کہ مکہ مدینہ کس کا مرکز ہے؟ (سنیوں کا) اگر سنیوں کے شہر میں کوئی اور آ کر مار جاتا تو ذمہ دار سُنی ہوتے۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مدینہ میں کوئی لوگ یا باہر سے آ کر مار جاتے اور ان کا مقابلہ نہ ہوتا، مزاحمت نہ ہوتی، آنے والوں کو کوئی کچھ نہ کہتا، قتل کرنے والا قتل کر کے چلا گیا ہوتا اور مکہ کے لوگ تماشہ دیکھتے رہتے یا مدینہ کے لوگ تماشہ دیکھتے رہتے......

چودہ سو سال سے ہر ذی شعور آدمی، ذی عقل آدمی کہتا ہے کہ دیکھو یارو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم دیکھتے رہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید ہو گیا، ابوبکر و عمر کے ماننے والے دیکھتے رہے، مکہ مدینہ کے سُنی دیکھتے رہے۔ اگر نواسۂ رسول مکے میں شہید ہوتا، تب بھی ذمہ دار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ مدینے میں شہید

ہوتے تب بھی ذمہ دار صحابہؓ تھے۔ صحابہ اہل سنت تھے تو اہل سنت کی ذمہ داری ہوتی کہ کوئی بکری تو نہیں مری، کوئی عام آدمی تو نہیں مرا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید ہوا۔

فضائل حسین حضور ﷺ کی زبانی

وہ نواسہ جس کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! حسین روتا ہے تو محمد کا دل دُکھتا ہے۔ وہ نواسہ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاتے تو وہ آ کر اوپر بیٹھ جاتا اور آپ ﷺ نواسے کے لیے سجدہ طویل کر دیا کرتے تھے۔

وہ نواسہ کہ نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں، نواسۂ رسول چل کر آئے، گر گئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر کر انہیں اٹھا لیتے ہیں۔

وہ نواسہ جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ریحان الدنیا والآخرۃ...... محمد کا دنیا اور آخرت کا پھول حسن اور حسین ہیں۔ وہ نواسہ جس کے بارے میں حضور اکرم نے فرمایا:

الحسن والحسین سبط من الاسباط......

حسنؓ اور حسینؓ محمد ﷺ کی اولادوں میں سے اولاد ہیں۔

نواسۂ رسول کو کوفہ میں بلانے والے

میرے بھائیو! نواسۂ رسول مکہ میں شہید ہو تو میں ذمہ دار سمجھتا......

عبداللہ بن زبیر ؓ کو......

عبداللہ بن عمر ؓ کو......

عبداللہ بن مسعود ؓ کو......

عبداللہ بن عباس ؓ کو......

جو مکہ اور مدینہ میں موجود تھے میں ان صحابہؓ سے پوچھتا، ان کے دروازے پر جاتا، ان کا دروازہ کھٹکھٹاتا۔ ان کے سامنے بیٹھ جاتا، میں ان سے گفتگو کرتا، میں سوال کرتا۔ ساری اُمت مسلمہ ان کے دروازے پر جاتی کہ بتاؤ اے پیغمبر کے صحابیو! نواسۂ رسول تمہاری موجودگی میں شہید ہوا، کسی اور نے آ کر مارا، تم خاموش کیوں رہے، تم

چپ کیوں رہے؟؟

میرے بھائیو! اگر مکے میں نواسۂ رسول شہید ہوتا تو میں یہ سوال کر سکتا تھا۔ مدینہ میں شہید ہوتا تو میں یہ سوال کر سکتا تھا اور اگر شام کے ملک میں نواسۂ رسول شہید ہوتا تو میں شام کے حکمرانوں سے پوچھتا، حکومت سے سوال کرتا۔

لیکن میرے بھائیو! میں تو دیکھتا یہ ہوں کہ بارہ ہزار خطوط لکھنے والا گروہ، بارہ ہزار خطوط لکھنے والا نواسۂ رسول کو بلانے والا گروہ، ۱۵۰ آدمی بھیج کر مروانے والا گروہ موجود ہے۔ اس کی موجودگی میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ نواسے کی گردن کاٹی جا رہی ہے۔ بچوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ دشتِ کربلا میں خاندانِ نبوت کو پیاسا رکھا جا رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ میں کس کے دروازے پر جاؤں؟ مکہ میں شہید ہوں تو مکہ کے لوگوں سے پوچھتا، شام میں شہید ہوتے تو میں شام کے لوگوں سے پوچھتا، مگر شہید تو ان لوگوں کے سامنے ہوئے جنہوں نے بُلایا تھا۔ جنہوں نے بیٹوں کا واسطہ دیا تھا۔ جنہوں نے خطوط لکھے تھے۔ محبت کا اظہار کرنے والے تھے۔ اپنے آپ کو شیعانِ علی کہنے والے تھے۔

بتاؤ اگر مرکز کوفہ روافض کا ہے تو پھر ذمہ دار یہ ہیں۔ سنیوں کا ہے تو ذمہ دار سُنی ہیں۔ بتاؤ مکہ مدینہ میرا شہر تھا۔ اگر وہاں شہید ہوتے تو ذمہ دار میں ہوتا۔ شام کا ملک شام کے لوگوں کا شہر تھا وہ ذمہ دار ہوتے۔

لیکن وہ شہید کوفہ میں ہوئے۔ وہ تو شہید کربلا میں ہوئے۔ تو میں کیوں نہ کہوں کہ آج جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کا نام لے کر چیختا ہے، چلاّتا ہے، اصل میں وہ یہ سزا پوری کر رہا ہے کہ نواسۂ رسول ﷺ کو انہی لوگوں نے قتل کیا اور قتل کر کے انہی کو رونا چاہتے ہیں۔ یہ چودہ سو سال سے اللہ کی طرف سے ان کو عذاب مل رہا ہے۔ سزا ملتی جا رہی ہے کہ خود روتے ہو، خود قتل کرتے ہو۔ خود چیختے ہو، خود بلاتے ہو، اب بتائیں یہ کس نے بتایا کہ انہی نے مارا؟...... یہ کس نے بتایا کہ ہم کس کو گواہ بنائیں؟

گواہ بنانے کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ لوگ جو کربلا میں زخمی ہوئے ہم ان سے پوچھیں، جو کربلا میں بیمار ہوئے ہم ان سے پوچھیں۔ جو پیاسے رہے

تھے ہم ان سے پوچھیں ۔ جو عورتیں ساتھ گئی تھیں ہم ان سے پوچھیں ۔ جو بچے ساتھ تھے ہم ان سے پوچھیں۔

سوال یہ ہے کہ رشتہ دار گواہ دنیا میں کوئی نہیں کہ ایک آدمی زخموں سے تڑپ رہا ہے اس کا بیان پڑھو۔ اور آج وہ بیان تاریخ کی کتابوں میں، تاریخ کے اوراق میں موجود ہے اور آج کے جمعہ میں، میں ان زخمیوں کا بیان پڑھ کر سناتا ہوں۔ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل کون ہے، حسین رضی اللہ عنہ کو پیٹنے والا قاتل ہے، یا کوئی اور قاتل ہے۔

حضرت حسین ۲۸ رشعبان ۶۰ ہجری، ہجرت سے ساٹھ سال بعد، یزید تختِ حکومت پر بیٹھا ہے۔ یزید کی خواہش ہے کہ پوری دنیا میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ یہاں ایک اور بات یاد رکھیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں خلافت کا جھگڑا ختم کرنے کیلئے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کیا۔ یہ اعتراض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے۔

لیکن ایک بات اور کہ یزید کی اصل بدنامی، اصل یزید پر الزام نواسۂ رسول کی شہادت ہے۔ اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نامزد کیا، اس وقت یہ قتل کا واقعہ پیش نہیں آیا اور پہلے کئی جنگوں میں یزید شرکت کر چکا ہے، تو انہوں نے مستقل خلافت سے جھگڑے کو مٹانے کے لئے یزید کو نامزد کیا۔ انہوں نے نیک نیتی سے بیٹے کو نامزد کیا۔ بعد میں اگر بیٹے نے غلطی کی، یا کوتاہی ہوئی، جرم ہوا تو اس جرم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شریک نہیں ہیں۔

اس لیے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول ہیں، اور کوئی صحابی بدنیت نہیں ہے۔ یہ فیصلہ اہل سنت کا ہے۔ اہل اسلام کا ہے کہ کوئی صحابی بدنیت نہیں ہوتا۔

یزید کی اصل بدنامی کربلا کے واقعہ سے ہے اور جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو نامزد کیا اس وقت کربلا کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ اس کے دور میں نواسۂ رسول شہید ہوں گے۔ نامزد کیا اور اس نامزدگی پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی

جیسا کہ حضرت حسین نے اختلاف کیا۔ لیکن مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، جنہوں نے خاموشی کو بہتر سمجھا کہ ہم خاموش رہتے ہیں، لیکن

نواسۂ رسول نے کہا کہ میں یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر وہ مدینہ سے چلے گئے، چونکہ وہاں یزید کا پیغام آیا تھا ان کے گورنر کے ذریعے کہ میری بیعت کرو، تو ۲۸ / شعبان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر مکہ ٹھہر جاتے ہیں۔ وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حج کریں اور صحابہ سے ملاقات بھی یہیں کرتے، یہاں پہنچے تو کوفہ سے خط آنا شروع ہو گئے۔

اے حسین! ہم شیعانِ علی ہیں، ہم علی رضی اللہ عنہ کے محب ہیں، آؤ ہمارے پاس، ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ ہم تمہیں خلیفہ بنائیں گے۔ ہم یزید کو ایک لمحے کے لئے خلیفہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ تم ہمارے پاس آؤ۔ ایک خط آیا، پچاس خط آئے، سو خط آئے، دو سو خط آئے، حتیٰ کہ بارہ ہزار خط آئے۔

خط لکھوانے والوں کے نام کیا تھے؟ اشعث بن قیس، ربیع بن عامر، یہ خط لکھنے والوں کے سردار تھے۔ جن کا اصرار ہے کہ نواسۂ رسول ہمارے پاس آئیں اور ہم ان کی بیعت کریں۔

انہوں نے خط لکھا کہ آپ ہمارے پاس آئیں ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ ہم تمہاری بیعت کریں گے۔ دوسرے خطوط میں لکھا کہ "پھل پک گئے، میوے لگے ہوئے ہیں، آئیں ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں"۔

ایک غلطی کا ازالہ

اور ایک غلطی کا ازالہ کریں۔ لفظ کربلا آپ سنتے رہتے ہیں۔ یہ عربی زبان میں کرب کا لفظ تھا اور کربلا جو ہے یہ عربی زبان میں اس جگہ کو کہتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہو۔ سبز جگہ ہو۔ یہ کہنا کہ کربلا ایک میدان ہے اور وہاں نہ گھاس ہے نہ پھوس ہے اور نہ کوئی درخت ہے نہ کوئی سبزہ ہے، یہ ایسے ہی ہے۔ ورنہ آج بھی موجود ہے۔ جا کر دیکھو کتنے باغات ہیں وہاں کتنا سبزہ ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روکنے والے

بارہ ہزار خطوط لکھے۔ آپ ہمارے پاس آؤ۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان

خطوط کو پڑھ کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ تیاری کرلی۔ تیاری جب ہونے لگی تو بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ میں موجود تھے۔ جن میں حضرت عبداللہ ابن عباس ﷜، محدث تھے، فقیہ تھے۔ عبداللہ ابن عمر ﷜ تھے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو جس نے دین کا علم حاصل کرنا ہو وہ عبداللہ ابن عمر ﷜ سے سیکھے۔ حضرت فاروقِ اعظم ﷜ کے لڑکے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حدیث سیکھنی ہو وہ عبداللہ ابن عباس ﷜ سے سیکھے۔

عبداللہ ابن عباس ﷜ اور عبداللہ ابن عمر ﷜ عبداللہ بن زبیر ﷜ جن کو عربی میں عبادلہ ثلاثہ کہا جاتا ہے، تین عبداللہ...... انہوں نے حضرت حسین ﷜ کا بازو پکڑ لیا اور بازو پکڑ کر کہا نواسۂ رسول! کربلا مت جاؤ۔ کوفہ مت جاؤ۔

یہ خطوط آئے ہیں بارہ ہزار...... کھول کر دکھائے۔

عبداللہ بن زبیر ﷜ نے فرمایا، اے نواسۂ رسول! تم اسلام کی متاع ہو، تم اسلام کا سرمایہ ہو، تم دینِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت ہو، تمہیں نہیں پتہ کہ تمہارے باپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی مسجد میں انہوں نے شہید کیا اور قاتل کا نام عبدالرحمٰن ابن ملجم ہے، عبدالرحمٰن تو مسلمانوں کا نام ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے شیعانِ علی۔

یہ عبدالرحمٰن ابن ملجم تو شیعانِ علی سے تعلق رکھتا تھا۔ کیا تمہارے باپ کو کوفیوں نے قتل نہیں کیا؟ کیا تمہارے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں خطیب تھے، ان کے نیچے سے کوفیوں نے مصلےٰ نہیں کھینچا؟ ان کی رانوں پر خنجر نہیں مارے؟ انہیں زخمی نہیں کیا؟ (کیا ہے) پھر آپ کیوں جارہے ہیں؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید یہ خط لکھنے والے وہ نہ ہوں اور انہوں نے توبہ کرلی ہو، تو حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ اور عبداللہ بن زبیر ﷜ نے کہا کہ کوفیوں پر اعتبار نہ کرنا، ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں تم کوفہ مت جاؤ۔

حضرت مسلم بن عقیل کی کوفہ میں آمد

حضرت حسین نے فرمایا کہ میں جانے سے پہلے اپنے تایازاد بھائی مسلم بن عقیل

رضی اللہ عنہ کو بھیجتا ہوں کہ وہ وہاں جا کر تحقیق کریں کہ کیا یہ لوگ واقعی ہمارے ساتھ ہیں؟

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چل پڑے، کوفہ پہنچے، کوفہ کے لوگوں نے استقبال کیا۔ بڑا استقبال، بڑے نعرے لگائے۔ تاریخ کہتی ہے کہ رات کا استقبال تھا، اگلے دن فجر کی نماز میں بارہ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو تمہارے ہیں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہ تو بڑے محب ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ میں، کہ حسین! آ جاؤ۔ کوفی ہمارے ساتھ ہیں۔ یہ گہری سازش تھی۔ اس سازش میں کوفہ کے لوگوں کو شیعانِ علی نے جکڑا ہوا تھا۔

نمازِ ظہر کے وقت کل چار سو آدمی رہ گئے اور عصر کی نماز میں چھ آدمی تھے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پیچھے، اب بھی کوئی اور مار گیا؟

میں ایک آدمی کو خط لکھ کر بلاؤں کہ میرے پاس آؤ، وہ میرے مکان میں آئے، میرے سامنے کوئی اسے آ کر قتل کر ڈالے، میرے مکان میں ہو مجھے قتل سے بری کر دیا جائے گا؟

یہاں تک تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ کوئی بلائے اور اس کے گھر میں قتل کر دیا جائے تو وہ بری نہیں۔ کیا یہ بات وہاں نظر نہیں آتی؟

چودہ سو سال سے جو جھوٹ بولا جا رہا ہے، جو فراڈ دنیا میں ہو رہا ہے، جو بدمعاشی شیعہ کی طرف سے ہو رہی ہے، اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اتنا بڑا فراڈ، چھوٹی چھوٹی باتوں میں عدالتوں کے فیصلے مان لیتے ہو۔ یہاں تمہیں فیصلہ نظر نہیں آتا کہ نواسۂ رسول ابھی کے نہیں تھے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا استقبال ہوا، بارہ ہزار آدمی ساتھ ہیں۔ ظہر کے وقت چار سو رہ گئے اور عصر کے وقت چھ، ہمیں خوف ہے، ہمیں حکومت سے ڈر ہے، ہم پر دباؤ ہے، بھائی دباؤ ہے بارہ ہزار پر، چلو دباؤ ہے، تو تم اس ایک انسان کو تو سنبھالو۔ اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا اور صبح دس بجے سے پہلے دفن کر ڈالا، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ خلافت لینے تو نہیں آیا تھا اور وہ بیچارہ بیعت لینے تو نہیں آیا۔ مظلوم تھا خبر لینے آیا تھا۔ آتے ہی بارہ ہزار آدمی، پھر چار سو آدمی پھر چھ آدمی، پھر جب وہ شہید ہوئے تو ایک بھی ان کے ساتھ شہید نہیں ہوا۔ چلو دس بیس کوئی ان کے ساتھ مر جاتے پھر بھی ہم کہتے کہ کوئی اور مارنے آیا تھا۔ کئی آدمی مزاحمت

کرتے ہوئے مارے جاتے کوئی بات تو ہوتی، کوئی دلیل تو ہوتی۔

میرے بھائیو! اس پر غور کرو کہ نواسۂ رسول کو پیغام مل گیا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا کہ بارہ ہزار آدمیوں نے میری بیعت کی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکے سے چلے اور چلتے ہوئے بھی اہل سنت کے امام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے نواسۂ رسول! کوفیوں پر بھروسہ نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ بارہ ہزار کی بیعت کا خط آیا ہے۔ انہوں نے پھر کہا کہ بھروسہ نہ کرنا۔

روکنے والے سنی اور بلانے والے روافض...... فیصلہ ہوگیا!!

اب ذمہ دار کون ہوگا؟ کسی رافضی سے بات کرو، اسے کہو کہ صرف اتنا بتا دو کہ بلایا کس نے تھا؟ صرف ایک بات پوچھو کہ بلایا کس نے تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے بلایا تھا، یا کہیں گے کہ بلانے والے اور تھے ہم اور ہیں۔ ان کو کہو کہ تم ان کی اولاد ہو وہ اپنے آپ کو کہتے تھے شیعانِ علی۔ ہم علیؓ کے شیعہ ہیں۔ اور ان سے کہو کہ تم بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ کہتے ہیں کہ یہ شیعانِ علی ہیں۔ وہ بھی شیعانِ علی اور تم بھی شیعانِ علی، اور مار کوئی اور گیا!!

حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت

میرے بھائیو! بلانے والے روافض اور روکنے والے سُنی اور جب مقام واقصہ پر یہ قافلہ پہنچا، جو سعودی عرب سے عراق کو راستہ جاتا ہے اس کے راستے میں یہ مقام واقصہ ہے۔ تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ نواسۂ رسول! یہاں سے واپس چلے جائیں، کیونکہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور کوفی بھی بے وفا ہو گئے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نے فیصلہ کیا کہ چلو ہم واپس چلتے ہیں لیکن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھائیوں نے کہا کہ نہ ہم خود جائیں گے نہ آپ کو جانے دیں گے۔ ہم اپنے بھائی کا بدلہ لے کر جائیں گے۔

نواسۂ رسول چلے اور کوفہ میں پہنچے، کربلا سے کوفہ آگے ہے۔ مکے سے تمام راستہ

اس طرف جانے کے لیے پہلے کوفہ آئے گا، دس میل چلنے کے بعد کربلا آئے گی، پھر آگے شام کا ملک آئے گا، انہوں نے روک لیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا غداروں سے خطاب

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں نے روکا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مجمع کو جمع کیا، کہا کوفیو! تم نے ہمیں بلایا ہے۔ ہمیں بلا کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تم نے شہید کر دیا۔ سارے خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یزید کا گورنر راستہ روکتا ہے۔ تو تم میرا ساتھ دو۔ اگر گورنر یزید میرا راستہ روکے، میری بیعت سختی سے لینا چاہے تو تم میرا ساتھ دو گے؟ انہوں نے انکار کیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خطوط والا تھیلا نکالو۔ اونٹ کے کجاوے سے بارہ ہزار خطوط کا تھیلا نکالا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خط پڑھے۔ خط میں لکھا ہے کہ "پھل پک گئے ہیں میوے لگ گئے ہیں، نواسۂ رسول آئیں ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں، ہم آپ کی بیعت کریں گے۔"

یہ اشعث بن قیس کا خط ہے۔ اس سے پوچھا کہ یہ خط تمہارا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میرا خط ہے۔ تم نے بلایا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں جی میں نے بلایا ہے۔

آج تم ہمارا ساتھ نہیں دیتے ہو؟

اس نے کہا کہ نہیں دیتے ہیں۔

کیوں، بلایا نہیں؟

اس نے کہا کہ ہم مجبور ہیں حکومت کی مجبوری ہے!!

حضرت حسین کوفہ میں

نواسۂ رسول وہاں پہنچے، چوک میں کھڑے ہو کر فرمایا، اشعث بن قیس تو کہاں ہے؟ اور سلیمان ابن ربیع تو کہاں ہے؟ آؤ آؤ میں نبی ﷺ کا نواسہ تمہارے شہر میں آیا ہوں۔ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا چشم و چراغ تمہارے دروازے پہ آیا

ہوں...... تم نے خط لکھ کر مجھے بلایا ہے، میرا بھائی کہاں ہے؟...... مسلم بن عقیل کی لاش کہاں ہے؟...... مسلم بن عقیل کی لاش کے ٹکڑے کہاں ہیں؟......

تم نے بے یار و مددگار مسافر کو ذبح کر ڈالا، تم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا بیٹا ہے، نبی کے خاندان کا چشم و چراغ ہے، بتاؤ کیا یہ خط تم نے نہیں لکھے؟ کوفہ کی جامع مسجد میں جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے وہاں نواسۂ رسول نے وہ خط پڑھ کر سنائے۔ او کوفہ کے لوگو! تم نے یہ خط لکھ کر ہمیں بلایا تھا، تمہارے خط پڑھ کر آ گیا، لیکن اس وقت جو وہاں لوگ جمع تھے کوئی بھی نہ بولا، کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے خط لکھ کر بلایا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے۔ ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ اگر نواسۂ رسول شام پہنچ گئے کہیں یزید ان کی شرطوں کو تسلیم نہ کر لے، حکومت کی فوجیں ساتھ ہیں اور وہ بھی ساتھ ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ سے چلے، نو میل کے فاصلے پر کربلا کا میدان ہے وہاں پہنچتے ہیں، یہ لوگ بھی وہاں پہنچے تھے، کون لوگ؟ جنہوں نے بلایا تھا اس خیال میں کہ نواسۂ رسول وہاں پہنچ کر اپنی شرطوں کو منوا لے گا، شرطیں مانی جائیں گی، ہمارا قیمہ قیمہ ہو جائے گا، ہم تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں، ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن ہیں، خاندانِ نبوت کا سہارا لے کر ہم نے ان کو چلتا تھا، لیکن اب تو بات درمیان سے نکل گئی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شرائط

مجھے بتاؤ کیا تمہاری کتاب جلاء العیون میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا مجھے چھوڑ دو یا میں سرحدوں پر چلا جاؤں، مجھے چھوڑ دو۔ اگر یزید میری باتوں کو مان لے تو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں، یا مجھے چھوڑ دو میں مدینہ واپس چلا جاؤں...... لیکن اس وقت کوئی آدمی ان کی حامی بھرنے والا نہیں تھا، کوئی آدمی ان کا ساتھ دینے والا نہ تھا۔ او بدمعاشو! تم بتاؤ، پیغمبر کے نواسے نے چوک میں خطبہ دیا، اور خط لکھنے والو کہاں گئے ہو، یہ میرے پاس بارہ ہزار خطوں کی بوری ہے تم نے مجھے بلایا تھا تمہارے کہنے پر میں آیا تھا۔

میرے بھائیو! تم فیصلہ کر کے بتاؤ تم عدالت لگاؤ میں تمہارے دروازے پر آیا

ہوں، تم جج بن جاؤ...... تم وکیل بن جاؤ...... تم آؤ انصاف کرنے کے لئے...... مجھے بتاؤ تم مجھے خط لکھ کر بلاؤ، آدمی بھیج کر بلاؤ، جب میں تمہارے دروازے پر آؤں، تمہارے در پر مجھے تیسرا آدمی قتل کرڈالے اوراس کے بعد تم خاموش ہو جاؤ، تم کچھ بھی نہ کہو، تم اس کا ہاتھ بھی نہ پکڑو، تم اس کے ساتھ زخمی بھی نہ ہو جاؤ، تم قاتل سے یہ بھی نہ کہو کہ یہ میرا مہمان ہے اسے چھوڑ دے، یہ میرے پاس آیا ہے، اسے چھوڑ دے...... اور تمہارا تو بال بھی بیکا نہ ہو...... تمہارے تو ماتھے پہ پسینہ بھی نہ آئے...... تمہیں کچھ بھی نہ ہو۔ مجھے بتاؤ جب یہ واقعہ ہو جائے تمہارے دروازے پر مجھے ذبح کر دیا جائے اور تمہیں کچھ بھی نہ ہو، میرے ساتھ میرے چھوٹے بچے ہوں ان کو بھی مار دیا جائے، ذبح کر دیا جائے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور پھر میں تمہارے بزرگ کا بھی لڑکا ہوں، تمہارے پیر کا لڑکا ہوں، تمہارے پیشوا کا لڑکا ہوں اور خط لکھ کر تم نے بلایا ہو، زار و قطار رو کر بلایا ہو اور اس کے بعد آدمی بھیج کر بلایا ہو، جب میں اپنے بچے لے کر تمہارے پاس آ جاؤں تمہارے دروازے پر مجھے ذبح کر دیا جائے، میرے ٹکڑے کر دیے جائیں، مجھے پانی نہ پوچھا جائے، ہائے میرے سارے خاندان کی بچیاں وہاں بلک بلک کر، وہاں پردے میں بیٹھ کر پریشان ہو جائیں لیکن تم خاموش ہو جاؤ، تم فیصلہ کر کے بتاؤ میں قاتل کس کو کہوں؟......

میں بدمعاش کس کو کہوں؟......

میں مکار کس کو کہوں؟......

میں غدار کس کو کہوں؟......

میں سازشی کس کو کہوں؟......

میں فریبی کس کو کہوں؟......

فیصلہ تم کرو عدالت تمہارے پاس ہے!!

چلو اس کو بھی نہیں مانتے، نہ مانو، میں آگے چلتا ہوں۔ کوفہ سے آگے چلے گئے، کربلا کا میدان آ گیا، وہاں آ کر دس محرم کو نماز ظہر کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو شہید کر دیا گیا، ذبح کر دیا گیا، بچوں کو ذبح کر دیا گیا، بچوں کے حلق سے تیر اُتار دیے

گئے، وہاں پانی نہ ملا، وہاں تڑپ تڑپ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں نے جان دے دی، وہاں وہ لوگ خیموں میں تڑپتے رہے۔

عورتیں بے پردہ ہو کر چوکوں میں پھریں اور کہیں ہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نام لیوا ہیں، کس فاطمہ کی؟ جس نے کہا تھا کہ میرا جنازہ رات کو اٹھانا۔ علی ﷺ نے فرمایا، اے فاطمہ! تیرا جنازہ دن کو اٹھائیں گے دیہاتوں کے لوگ بھی آ جائیں گے۔ فاطمہ نے فرمایا، اے علی! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہوں جس کے چہرے کو یا مصطفیٰ ﷺ نے دیکھا ہے یا مرتضیٰ ﷺ نے دیکھا ہے، میں چاہتی ہوں میں مر جاؤں میرے کفن پر بھی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔

کرو فیصلہ، عدالت لگی ہے، لاشیں پڑی ہیں، مقتول پڑے ہیں، شہید پڑے ہیں، بکری نہیں مری، جانور نہیں مرا، خاندانِ نبوت کا چشم و چراغ پڑا ہے، جس کے ہونٹوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے۔ اس کی لاش پڑی ہے، جس کے چہرے کو دیکھ کر میرے رسول ﷺ نے فرمایا:

ریحان الدنیا و الأخرۃ......

''حسنؓ و حسینؓ کا چہرہ دنیا اور آخرت کا پھول ہے''۔

آج یہ پھول مرجھا چکا ہے۔ اس کی پتیاں بکھر گئی ہیں اس کی مہک بکھر گئی ہے لیکن اس کی لاش خیموں میں پڑی ہے، مجھے بتاؤ، گھوڑوں کے ٹاپوں نے ان کے جسم کو روند ڈالا۔ ہائے کون آئے، بارہ ہزار کوفی کہاں تھے؟...... خط لکھ کر بلانے والے کہاں تھے؟ سلیمان ابن ربیع کہاں تھا؟ اشعث بن قیس کہاں تھا؟ چیخنے والا کہاں تھا؟ نو میل فاصلہ اور تمہیں کچھ بھی نہ ہو، ایک آدمی بھی تمہارا نہیں مرا، بچے قربان ہو گئے، بیٹیاں قربان ہو گئیں علی اصغر ذبح ہو گیا، نبی کا نواسہ شہید ہو گیا اور زخمی زین العابدین خیمے میں کراہ رہا ہے، اوئے تم فیصلہ کر کے بتاؤ میں کس کو قاتل کہوں، بلانے والے کو کہوں، میں ماننے والے کو کہوں، خط لکھنے والے کو کہوں!!

جب یہ قافلہ قتل ہو گیا، بچے قربان ہو گئے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے،

سکینہ بچ گئی، فاطمہ بچ گئی، روتی ہوئی زینب بچ گئی، زین العابدین زخمی بچ گیا، یہ چند سواریوں پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے اور وہاں جا کر انہوں نے کیا کہا (میری بات نہ مانو، زینب کی بات مان لو، چشم دید گواہوں کی بات مانو) تمہاری عدالت ہے، جج تم ہو، منصف تم ہو، عدالت تمہاری ہے فیصلہ کر کے بتانا سپریم کورٹ تم ہو، ہائی کورٹ تم ہو، سیشن کورٹ تم ہو!!

مسلمانو! چلو میں تو چیختا ہوں، میں تو چلاتا ہوں، میں تو واویلا کرتا ہوں، نبوت کا گلشن اُجڑ گیا، خاندانِ نبوت اُجڑ گیا، مہک اُجڑ گئی، گلستانِ نبوت ویران ہو گیا، شمعِ رسالت کے پھول مرجھا گئے، میں چیختا ہوں میری بات نہ مانو، آؤ میں اور آپ مل کر دروازے پر چلیں زینبؓ کے، دروازے پہ چلیں زین العابدینؒ کے...... آؤ پوچھیں اُم کلثومؓ تجھے دُکھ کس نے دیا؟ تجھے کس نے مارا؟ تجھے کس نے واویلا کرنے پر مجبور کیا؟ تیرے بھائیوں کو ذبح کس نے کیا؟ علی اصغر کا خون کس نے بہایا، تیر کس نے چلائے؟ زخمی کس نے کیا؟ قربان کس نے کیا؟ اور اگر میں اور آپ مل کر ان زخمیوں سے پوچھیں، جو زخمی بتائیں اس کو تو مان لو گے؟ زخمیوں کی بات کو تو مانو گے؟ مانو گے یا نہیں مانو گے؟ میری بات نہ مانو، تم کہو گے یہ سپاہِ صحابہ والے ہیں، یہ غلط بیانی بھی کر سکتے ہیں، یہ تو دشمنی کی بات پر، مخالفت کی بات پر بات کرتے ہیں اور اگر میں کہوں کہ میری بات نہ مانو، بات مانو اُم کلثوم کی، بات مانو زینب کی، تم کہو گے یہ عورتیں تھیں۔ چلو زین العابدینؒ کی بات مانو، وہ زخمی تھا اس سے خاندانِ نبوت کی اولاد چلی تھی۔ ان سے سارا خاندانِ نبوت بڑھا تھا۔ سارے سیدوں کی اولاد زین العابدین سے آگے بڑھتی ہے، بارہ امام اسی سے چلے تھے۔ ساری امت اسی سے چلی تھی، سارا رسول کا خاندان اسی سے چلا تھا۔ ان کی بات آج کہاں سے یاد آ گئی، ان کے بیانات کہاں سے آ گئے، ان کے بیانات میری کتاب میں ہوں تو دیوار پر مار دو، میرے رسالے پر ہوں تو دیوار پر پھینک دو، میری الماری میں ہوں، لیکن اگر رجسٹر بھی تمہارا ہو، اگر یادداشت بھی تمہاری ہو، اگر لائبریری بھی تمہاری ہو اور تمہارے آدمیوں نے غلطی سے لکھ دی ہو...... سچی بات لکھ دی ہو تو پھر بتاؤ قاتل کون تھا؟ پھر مجھے کہہ لینے دو۔

تم ہی قاتل تم ہی مخبر، تم ہی منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

حضرت فاطمہ صغریٰ کا پہلا خطبہ

یہ میرے پاس کتاب ہے، بڑی دکھ کی بات ہے کتاب کا نام ہے "بحار الانوار" یہ ملا باقر مجلسی کی کتاب ہے...... ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد ہے...... یہ بحار الانوار کتاب اُسّی جلدوں میں ہے یہ بھی یاد رکھئے۔ یہ پہلی اور دوسری جلد ہے۔

"بحار الانوار" کے صفحہ ۱۳ا پر حضرت فاطمہ صغریٰ (حضرت حسین ؑ کی بیٹی) کی طرف زید بن موسیٰ منسوب کرتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ صغریٰ کربلا سے کوفہ میں آئیں تو آپ نے حسب ذیل خطبہ پڑھا:

"حمد وصلوٰۃ" اس قدر جتنے سنگریزے صحراء میں اور زمین میں جتنے جنت کی عرش سے تابعرش چیزیں ہیں میں اسی کی حمد کرتی ہوں، اُسی پر ایمان وتوکل رکھتی ہوں، اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد دریائے فرات کے کنارے پر بے جرم وخطا ذبح کردی گئی...... پالنے والے میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ میں تجھ پر جھوٹ باندھوں جو عہد تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی ؑ کے بارے میں لیا ہے ان کے خلاف کہوں، وہ علیؑ جن کا حق چھین لیا گیا...... جن کو مدعیانِ اسلام کے سامنے خدا کے گھر میں شہید کردیا گیا، جس طرح کل ان کی اولاد کو قتل کیا گیا خدا ان جھوٹے مسلمانوں کو غارت کرے، جنہوں نے نہ تو ان کی حیات میں ان لوگوں پر ظلم دور کیا نہ ان کی شہادت کے بعد، اور آخر میں جا کر خطبے میں کہنے لگیں:

دوسرا خطبہ

اما بعد! اے اہلِ کوفہ (یہ کس کے لفظ ہیں؟ حضرت فاطمہ صغریٰ کے، کیا کہا؟) ماے اہلِ کوفہ اغدار ومتکبرو! تم کو معلوم ہو کہ ہم وہ اہل بیت ہیں جن کو تمہارے ذریعے آزمایا

گیا ہے اللہ نے ہماری آزمائش کو بہتر قرار دیا اس نے اپنا علم وفہم ہمیں عطا فرمایا لیکن تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمارے شرف کا انکار کیا، ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھا، ہمارے اموال کو مالِ غنیمت جانا، جیسے ہم اولادِ رسول نہ تھے بلکہ ترکہٗ اوقاف تھے، یا کفار کی اولاد تھے، جیسا کہ تم نے کل ہمارے جدّ امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، تمہاری تلواروں سے ہم اہل بیت کا خون ٹپک رہا ہے، تم نے اپنے پچھلے کینوں کو نکال کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کیا اور اللہ کے خلاف اپنی جرأت کا مظاہرہ کیا، تم نے ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مکر کیا، اللہ تعالیٰ تمہارے اس مکر کا جواب دینے والا ہے"۔

حضرت اُم کلثوم کا خطبہ

میری بات نہ مانو، فاطمہ صغریٰ کا فیصلہ مانو۔ چلو آگے چلتے ہیں، یہ خاندانِ نبوت کی ایک عورت کا بیان ہے، آگے چلیں حضرت اُم کلثوم نے خطبہ شروع کیا اور فرمایا:

"اے اہل کوفہ بُرا حال ہو تمہارا، اس لیے کہ تم نے حسین کو چھوڑا اور اس کو قتل کیا۔ مال اسباب ان کا لوٹ لیا ان کو اپنا ورثہ گردانا، ان کے اہل بیت کو قید کیا، ہلاکت ہو تم پر اور رحمت سے دوری ہو تمہارے لیے...... وائے ہو تم پر آیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے، کیسے خون تم نے بہائے؟...... کس کی لڑکیوں کو تم نے بے پردہ کیا اور کیسے اموال کو تم نے لوٹ لیا، ایسے شخص کو تم نے مارا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام عالم سے بہتر تھا، تمہارے دلوں سے رحم اُٹھ گیا، (اس کے بعد کئی شعر اس مضمون کے آگے آئے) اور آگے کہا افسوس ہو تم پر تم نے میرے بھائی کو بے گناہ قتل کیا"۔

یہ کس نے کہا؟ حضرت اُم کلثوم کا خطبہ، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی کا خطبہ، میری بات نہ مانو، حضرت فاطمہ صغریٰ اور اُم کلثوم کی بات تو مانو، مانتے ہو؟؟

حضرت زین العابدینؓ کا خطبہ

ہم آگے بڑھتے ہیں، آگے بڑھ کر اس خطبے کا اقرار کرتے ہیں، اس خطبے کا اعلان کرتے ہیں جو خطبہ زین العابدینؓ نے دیا۔

زین العابدینؑ نے کہا کہ اے کوفہ کے لوگو! تمہارے سے بڑا ذلیل دنیا میں کوئی نہیں، تم قیامت کے دن میرے نانا کو کیا جواب دو گے؟ قیامت کے دن جہنم کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ تم نے ہمیں نہیں بلایا تھا؟ تم نے خط نہیں لکھا تھا؟ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ پھل پک گئے ہیں، تم نے نہیں بلایا؟ پھر تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا۔

جب کوفہ کی عورتیں خاندانِ نبوت کے لٹے ہوئے قافلے کو دیکھ کر رونے لگیں تو حضرت اُم کلثومؓ نے یہ خطبہ بھی فرمایا کہ وائے ہو تم پر، تم ہم کو روتی ہو، تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا، تمہارے مردوں نے ہمیں ذبح کیا، اب تم ہمیں روتی ہو؟ تمہارے لیے جہنم کی سزا ہے اور تم جہنم میں جاؤ گی اور یہ فیصلہ قیامت کی صبح ہو کر رہے گا۔

آپ مجھے بتاؤ کہ یہ خطبہ زین العابدینؒ کا آیا ہے، حضرت زینب کا آیا ہے، اُم کلثوم کا آیا ہے، فاطمہ صغریٰ کا آیا ہے، اس فیصلے کے بعد اب تم بتاؤ قاتل کون ہے؟ مقتول کون ہے؟ ظالم کون ہے؟

کتاب کس کی ہے؟ شیعہ کی، فیصلہ کس کا ہے؟...... فیصلہ خاندانِ نبوت کا۔ فیصلہ کس کا، اعلان کس کا؟ فیصلے والا کون؟ خاندانِ نبوت فیصلہ لکھنے والا ہے، میں نے تو نہیں لکھا۔ فیصلہ کر کے بتاؤ۔ چودہ سو سال سے حسینؓ کو قتل کرنے کے بعد پورے ملک میں چوکوں و چوراہوں پر واویلا کرنے والوں کا پردہ آج ہم نے اتار دیا۔

میرے بھائیو! اس اہم دستاویز کے بعد کیا تم اس فیصلے پر نہیں پہنچے ہو کہ نواسۂ رسول کو قتل کرنے والا شیعانِ علی کا وہ گروہ ہے جو چودہ سو سال سے سینہ پیٹ کر اپنی سزا پوری کر رہا ہے!!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

(تقریر دلپذیر، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ)

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم. ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات، بل احياء ولكن لا تشعرون.

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

حضرات! آج ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے میں "شہادت حسین" کے زیر عنوان کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ہم اہلسنت والجماعت تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں اور ان سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں جس طرح شیعہ صاحبان ان کے مداح اور ان کی محبت کے دعویدار ہیں چنانچہ عقیدہ اہلسنت میں امام حسینؓ کے مناقب کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناء نا وابناء کم تو رسول اللہ ﷺ نے علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ میرے اہل بیت یہ لوگ ہیں۔ (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔ اور حسینؓ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ سے لڑے گا میری ان سے لڑائی ہے۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میری اس سے صلح ہے۔ (ترمذی)

یہ مناقب مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں اگر سب جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

جس طرح ان مناقب سے اہل السنۃ والجماعۃ اتفاق رکھتے ہیں اسی طرح اس اندوہناک، دردناک داستان ظلم وستم یعنی حادثہ شہادت سیدنا حسینؓ سے بھی سنیوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ احباب کی اطلاع کے لئے اس کا ذکر کا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واقعات متعلقہ کربلا کی تمہید

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں ان کا بیٹا یزید ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۶۰ھ دمشق میں ہوا۔ یزید نے تمام ملکوں میں اپنے حکام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت کی جائے۔ اسی ضمن میں اس نے مدینہ منورہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ حضرت حسینؓ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے سیدنا حسینؓ نے بیعت نہیں کی کیونکہ یزید فاسق، شرابی اور ظالم تھا۔ اس کے بعد حضرت حسینؓ ۴ شعبان ۶۰ھ کو مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور مکہ معظمہ میں جا کر قیام فرمایا۔

اہل کوفہ کی طرف سے دعوت

حضرت علیؓ نے چونکہ کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا تھا اس لئے وہاں اہل بیت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی انہوں نے حضرت حسینؓ کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آیئے۔ ہماری جان اور مال آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے۔ امام ممدوح نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا۔

مسلم بن عقیل کا کوفہ میں قیام اور بیعت لینا

جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان پر ٹھہرے اور حضرت

حسینؓ کے لئے بارہ ہزار سے بھی زیادہ آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب نعمان بن بشیر صحابی جو حاکم کوفہ تھے انہیں اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فقط ڈانٹنے پر ہی اکتفا کی۔ اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ کہا مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن الولید بن عقبہ نے یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دی اس پر یزید نے نعمان بن بشیر صحابی کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد بصرہ کے حاکم کو معین کر دیا۔

عبیداللہ بن زیاد کا حاکم کوفہ ہو کر آنا

عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا اور رات کے وقت اہل حجاز کے لباس میں کوفہ میں داخل ہوا تا کہ لوگ دھوکے سے یہ سمجھیں کہ حضرت حسینؓ تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے امام موصوف کا خیال کر کے اس کا استقبال کیا اس کے آگے آگے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے اے رسول اللہ کے بیٹے تمہیں مرحبا ہو۔ عبیداللہ بن زیاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری مکان میں داخل ہو گیا۔ صبح لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی حکومت کی سند پڑھ کر سنائی انہیں دھمکی دی اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا اور مسلم بن عقیل کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج دے کر ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا۔ ہانی بن عروہ اور اہل کوفہ کے تمام سرداروں کو گرفتار کر لیا مسلم بن عقیل کو جب یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے خیر خواہوں کو جمع کیا۔ ان کے ساتھ چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان قیدی سرداروں سے کہا کہ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ وہ مسلم بن عقیل کی رفاقت سے باز آ جائیں ان لوگوں کے سمجھانے سے چالیس ہزار میں سے فقط پانچ سو آدمی مسلم بن عقیل کے پاس رہے باقی سب بھاگ گئے حتیٰ کہ مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے اب وہ متحیر ہوئے کہ کیا کریں ایک عورت کے گھر میں آئے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے پلایا اور اپنے گھر میں انہیں ٹھہرا لیا۔ اس بڑھیا کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے جس نے کوفہ کے آدمیوں کو قید کیا تھا) کا دوست تھا اس نے جا کر اشعث سے کہہ دیا اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دے دی۔ عبیداللہ بن

زیاد نے عمرو بن حریث کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو بھیجا۔ انہوں نے آ کر اس بڑھیا کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن مسلم تلوار سونت کر لڑائی کے لئے نکلے۔ محمد بن اشعث نے انہیں امان دے دی اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس گرفتار کر کے لے آئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے انہیں قتل کر دیا اور ہانی (جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی) کو سولی پر چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے (محمد اور ابراہیم) بھی قتل کر دئے اور اسی تاریخ کو امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ کا کوفہ جانے سے حضرت حسینؓ کو روکنا

آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب اس ارادہ کا علم ہوا تو وہ سخت مضطرب ہوئے یہ سب لوگ کوفہ والوں کی بے وفائی اور غداری سے واقف تھے اور بنی امیہ کے خاندان کے مظالم سے بھی آگاہ تھے سب نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا لوگ یہ سن کر بہت پریشان ہیں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کیا واقعی آپ کا پختہ ارادہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ واقعی عنقریب روانہ ہونے والا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے پہلے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے۔ دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے اور ملک پر اپنا تسلط جما لیا ہے اب آپ کو نظام حکومت کے درست کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر بیشک تشریف لے جایئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کا آپ کو بلانا جنگ کے لئے بلانا ہے مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں اور جب آپ کے دشمن ان کو طاقتور دیکھیں گے تو پھر اس کے طرفدار ہو کر آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت حسینؓ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوئے اور روانگی کے ارادہ پر قائم رہے۔

دوبارہ روکنا

جب حضرت حسینؓ بالکل تیار ہو گئے پھر حضرت ابن عباس دوڑے ہوئے آئے اور بمنت و سماجت سے کہا کہ مجھ سے خاموش رہا نہیں جاتا اس سفر میں آپ کی ہلاکت و بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراقی لوگ بڑے دغا باز ہیں ان کے قریب بھی نہ جایئے

اور یہیں مکہ معظمہ میں قیام کیجئے عراق والے اگر آپ کو بلانا بھی چاہتے ہیں تو انہیں کہئے کہ پہلے دشمن کو اپنے علاقہ سے نکال دیجئے۔ پھر مجھے بلایئے۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو پھر یمن چلے جایئے وہاں کے لوگ آپ کے والد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے خیر خواہ ہیں وہاں آپ ان دشمنوں کی گرفت سے بھی باہر ہوں گے۔ وہاں خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سے اپنی دعوت پھیلایئے گا آپ اس طرح پر یقیناً کامیاب ہوں گے امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں تو عراق کا ارادہ پختہ کر چکا ہوں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اگر آپ نہیں مانتے تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جایئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر دیئے جائیں۔ جس طرح حضرت عثمانؓ بن عفان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔ اتنی باتیں پیش ہونے کے باوجود آپ اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

حضرت امام حسینؓ کے چچیرے بھائی کا خط

آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر تھے مدینہ منورہ سے خط لکھا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادہ سے باز آجایئے۔ کیونکہ اس راہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لئے بربادی ہے اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اس وقت آپ کا وجود ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہے سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں۔

حاکم مدینہ کا خط

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس کے علاوہ والی مدینہ منورہ سے بھی خط لکھوایا۔ جس کا مضمون یہ ہے "میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے ہٹادے۔ جس میں ہلاکت ہے اور اس راستہ کی طرف رہنمائی فرمادے جس میں سلامتی ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جارہے ہیں میں آپ کے لئے شقاق اور اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں

ان کے ساتھ واپس چلے آیئے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن وسلامتی، نیکی احسان اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے وہی اس کا کفیل نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام۔

اس کے بعد آپ اپنے ارادہ پر پختہ رہے۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

جب آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو ''صفاح'' نام مقام پر اہل بیت کا مشہور محب شاعر آپ سے ملا آپ نے اس سے پوچھا۔ تمہارے پیچھے لوگوں کا کیا حال فرزدق نے جواب دیا ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا سچ کہتا ہے اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ہمارا پروردگار ہر گھڑی کسی نہ کسی حکم فرمائی میں رہتا ہے اگر اس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی تعریف کریں گے اور اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا۔

مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی ضد

زرود نام ایک مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ یزید کے گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو علانیہ قتل کر دیا ہے اور کوفیوں میں سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ امام حسینؓ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی اب بھی وقت ہے، ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے حق میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں خدا کے لئے یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا ایک بھی طرفدار معلوم نہیں ہوتا۔ امام حسینؓ خاموش ہو گئے اور واپسی پر غور کرنے لگے۔ لیکن مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے اور اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

حر ابن یزید کی ملاقات

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے اور کوفہ سے دو منزل پر جا پہنچے تو حر ابن یزید عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے ایک ہزار ہتھیار بند فوج لے کر آ ملا اور ساتھ ہو لیا۔ اس نے امام حسینؓ

سے کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو اس کے پاس لے چلوں اور میں خدا کی قسم مجبور ہوں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں خود کوفہ کی طرف نہیں آیا یہاں تک کہ مجھے کوفہ والوں کے بہت سے خطوط پہنچے ہیں اور میرے پاس ان کے بہت سے قاصد آئے اور تم کوفے کے رہنے والے ہو۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو میں تمہارے شہر میں جاؤں گا ورنہ لوٹ کر چلا جاؤں گا اس پر حر نے کہا آپ کن خطوط کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ امام حسینؓ نے عقبہ بن سلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لایئے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا اس پر حر نے کہا لیکن ہم وہ نہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ موت سے پہلے ناممکن ہے۔ پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو حر نے جواب دیا میں آپ کو عبیداللہ ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں آپ نے جواب دیا واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ اس نے کہا واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حر نے کہا کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ بات زیادہ لمبی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام حسینؓ کوفہ کے راستہ سے ہٹ گئے۔

میدان کربلا میں قیام

اور میدان کربلا میں ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو جا اترے جب اس میدان میں اترے تو اس کا نام دریافت فرمایا معلوم ہوا کہ اس کا نام کربلا ہے۔ تب آپ نے فرمایا ھذا موضع کرب وبلاء یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت کی جگہ ہے یہ مقام پانی سے دور تھا۔ دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔

عبیداللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کہ کسی طرح اس آزمائش میں نہ آئے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے اس نے آتے ہی امام حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا آپ کیوں تشریف لائے ہیں آپ نے وہی جواب دیا جو حر ابن یزید کو دے چکے تھے۔ یعنی تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا اب اگر وہ ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

عبیداللہ بن زیاد کا بیعت کے لئے اصرار

عمر بن سعد کو امام ممدوح کے اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ اس نے فوراً عبیداللہ بن زیادہ کو خط لکھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جواب دیا کہ حسینؓ سے کہو کہ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید ابن معاویہ کی بیعت کریں پھر ہم دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمانؓ بن عفان پانی سے محروم رہے تھے۔ جب امام حسینؓ کے پاس وہ خط آیا آپ نے اسے پڑھا اور پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ قاصد لوٹ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا۔ اس جواب سے اس کا غصہ اور بھڑ کا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور فوجیں تیار کیں اور ان کا سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا۔ جو ری کا حاکم تھا اس نے امام حسینؓ کے مقابلے میں لڑنے سے پہلو تہی کی تب عبیداللہ بن زیاد نے اس سے کہا یا تو لڑنے کو جا یا ری کی حکومت سے دستبردار ہو جا اور اپنے گھر جا بیٹھ عمر بن سعد نے ری کی حکومت کو ترجیح دی اور امام حسینؓ سے لڑائی کے لئے فوجوں سمیت چل نکلا۔ عبیداللہ بن زیاد ایک سردار کی معیت میں تھوڑا تھوڑا لشکر جمع کر کے بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمر بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے اور دریائے فرات کے کنارے پا جاترے اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان رکاوٹ کر دی۔

عمر بن سعد کے لشکر میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسینؓ سے خط و کتابت کی تھی اور ان سے مسلم بن عقیل کے ذریعہ سے بیعت بھی کر چکتے تھے۔ جب امام

حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کے گرد ایک خندق کھودیں اور ایک ہی دروازہ اس خندق کو رکھا تا کہ اس دروازے سے نکل کر لڑ سکیں۔

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے امام حسینؓ کو نرغے میں لے لیا اور لڑائی شروع کر دی۔ امام حسینؓ کے ساتھیوں میں ایک ایک کر کے قتل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کے تقریباً پچاس آدمی قتل ہو گئے اس وقت امام حسینؓ نے چیخ کر فرمایا آیا کوئی خدا واسطے فریاد رس ہے آیا کوئی رسول اللہ کے حرم کو بچانے والا ہے یہ سن کر حر بن یزید (جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) اپنے گھوڑے پر امام حسینؓ کی طرف آیا اور آکر کہا اے رسول اللہ کے بیٹے سب سے پہلے میں ہی تیرے ساتھ لڑنے کے لئے آیا تھا اور اب میں ہی تیری جماعت میں آگیا ہوں تا کہ میں تیری ہی مدد میں قتل کیا جاؤں۔ شاید کہ کل کو تیرے نانا کی شفاعت نصیب ہو اس کے بعد اس نے عمر بن سعد کے لشکر پر حملہ کیا اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک کہ شہید نہیں کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ اس کا بھائی، بیٹا اور غلام بھی شہید ہو گئے پھر اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ امام حسین کے سارے ساتھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد امام موصوف ننگی تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر تنہا مقابلے کے لئے میدان میں آئے اور دشمنوں سے لڑتے رہے اور جو شخص بھی آپ کی طرف آیا اسے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور آپ کو ان زخموں اور تیروں نے چور چور کر ڈالا جو ہر طرف سے آرہے تھے۔ اس وقت شمر ذی الجوشن اپنی فوج سمیت آگے بڑھا۔ امام حسینؓ نے للکار کر فرمایا اے شیطان کی جماعت میں تم سے لڑتا ہوں تم مستورات کو کیوں چھیڑتے ہو کیونکہ وہ تو تم سے نہیں لڑ رہیں۔ تب شمر نے اپنی فوج سے کہا عورتوں سے باز آجاؤ اور اسی شخص کا مقابلہ کرو پھر سب نے امام حسینؓ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا یہاں تک کہ امام حسینؓ زمین پر شہید ہو کر گرے اور نصر ابن خرشہ آپ کا سر کاٹنے لگا۔ اس سے نہیں کاٹا گیا تو خولی بن یزید گھوڑے سے اترا اور اس نے آپ کا سر مبارک کاٹ لیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کم بختو! اس کے متعلق اب کیا انتظار کرتے ہو حالانکہ اسے زخموں نے چور کر دیا ہے اس کے اتنے کہنے پر

امام حسینؓ پر تیر اور نیزے برسنے لگے یہاں تک کہ ایک بدبخت کا تیر آپ کے گلے سے پار ہو گیا اور آپ گھوڑے سے گر پڑے اور اسی حالت میں شمر نے آپ کے چہرے مبارک پر تلوار ماری اور سنان بن انسؒ نے نیزہ مارا اور خولی بن یزید آپ کا سر کاٹنے لگا تو اس کے ہاتھ کانپ گئے۔ پھر اس کے بھائی شبل بن یزید نے اتر کر آپ کا سر کاٹا۔ پھر یہ لوگ اہل بیت کے خیمے میں گئے وہاں سے بارہ لڑکے بنی ہاشم کے قید کئے اور جتنی عورتیں تھیں ان کو بھی قید کر لیا۔ عمر بن سعد اور شمر نے لوگوں کو حکم دیا اور ان سنگدلوں نے امام حسینؓ کی لاش کو گھوڑوں کے سموں تلے لتاڑا اور آپ کے سر مبارک کو بشیر ابن مالک اور خولی بن یزید کی معیت میں عبید اللہ بن زیاد کی طرف بھیج دیا۔

واقعہ کربلا کا رنج والم

ہر کلمہ گو خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی اس وحشتناک اور دردانگیز واقعہ سے بے انتہا رنج والم ہے۔ کوئی نہیں جو امام حسینؓ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو اور اس کا دل ان مظالم کو سن کر مضطرب اور پریشان نہ ہو تقریباً تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس اندوہناک دردانگیز مصیبت خیز پریشان کن دل ہلا دینے والے واقعہ کو بھول نہیں پائے۔ شیعہ صاحبان کے علاوہ سنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں اور ہر پڑھنے والے کے دل کو غم کدہ بنا دیتی ہیں۔

اظہار غم کے طریقے میں فرق

اہلسنت والجماعت ان دردناک واقعات کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کے باوجود ایک بہادر ذی وقار صاحب عزم انسان کی طرح متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور یزید جیسی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں امام حسینؓ اس کی قوت ہمت اور ہدایت کی آواز اٹھا کر سنت حسینؓ کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ تاکہ امام حسینؓ کے متبعین اور نام لینے والوں میں روح حسینؓ کے نظارے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے نظر آتے رہیں۔ بخلاف شیعہ صاحبان کے کہ وہ اس رنج والم کا اظہار کرنے کے لئے دامن شریعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ فخر دو عالم سید المرسلین کی سنت سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اظہار غم کے لئے دسویں

محرم کو وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جس میں بہت ساری چیزیں ناجائز بلکہ حرام ہوتی ہیں جن سے مسلمانوں کے عقائد فاسد ہوتے ہیں اخلاق کی تباہی کا موجب بنتی ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو اہلسنت والجماعت کے علاوہ مقتدر مقتدایان شیعہ صاحبان بھی عوام الناس کے اس طریق کار کے سخت مخالف ہیں دونوں جماعتوں کے رہنما ان چیزوں کو نہ صحیح سمجھتے ہیں نہ مفید سمجھتے ہیں چنانچہ دونوں جماعتوں کے رہنماؤں کے فتاویٰ ذیل میں درج ہوں گے۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان میں کمزور طبیعت کے رہنما اپنے مفاد دنیا کی خاطر حق کو چھپاتے ہیں۔ اور عوام الناس کے طعن و تشنیع سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور مفاد دنیا کی خاطر نتائج اخروی کو نظر انداز کرتے ہیں اور عوام الناس میں اشاعت حق کرنے سے جی چراتے ہیں۔

اللهم اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم والا الضالين.

تعزیہ داری کے متعلق علماء اہلسنت کا فیصلہ

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتویٰ عزیزی مطبوعہ مجتبائی ماہ شوال ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں کہ تعزیہ داری جو مبتدعین کرتے ہیں۔ بدعت ہے اور بدعت سیئہ ہے اور بدعت سیئہ مبتدع کو خدا کی لعنت میں گرفتار کر دیتی ہے اور اس کے فرائض اور نوافل بھی درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتے۔

انتھی ملخصاً اسی فتاویٰ کے صفحہ ۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: مرثیہ خوانی کی مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے حاضر ہونا اور اس جگہ مرثیہ اور کتاب سننا اور فاتحہ اور درود پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب: اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہاں کوئی زیارت نہیں ہے۔ جس کے واسطے آدمی جائے اور یہ لکڑیاں تعزیے کی جو بنائی گئی ہیں یہ زیارت کے قابل نہیں۔ بلکہ مٹانے کے قابل ہیں۔

اسی فتاویٰ کے صفحہ ۱۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ پڑھنا اور کتاب سننا اور فریاد کرنا اور رونا اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کے ماتم میں اپنے آپ کو زخمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔

خلاصہ فتاویٰ اہلسنت

مذکورۃ الصدر فتاویٰ سے مندرجہ ذیل چیزیں صاف اور ظاہر ہیں۔

(۱) تعزیہ بدعت سیۂ ہے۔ (۲) مرثیہ خوانی۔ (۳) اور اس مجلس میں زیارت اور گریہ وزاری کی نیت سے جانا بھی ناجائز ہے۔ (۴) اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کا ماتم کرنا اور اپنے آپ کو زخمی کرنا یہ سب چیزیں شرعاً ناجائز ہیں۔

ماتم اور نوحہ کی ممانعت

جہاں تک ماتم کا تعلق دل اور آنکھوں سے ہے ممنوع نہیں۔ مگر جب زبان اور ہاتھ سے اظہار کیا جائے تو حرام ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث سنی اور شیعہ اور اقوال ائمہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیس منا من ضرب الخدو دوشق الجیوب و دعا بدعوے الجاهلية (متفق علیہ) ترجمہ: وہ شخص اسلامی جماعت سے خارج ہے جس نے ماتم میں رخساروں پر ہاتھ مارے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے سے بین منہ سے نکالے۔

دوسری حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

یعنی جو ماتم آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔ (مشکوۃ)

رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے۔ (مشکوۃ)

نتیجہ: مذکورۃ الصدر احادیث میں جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اور جن کو شیطانی فعل کہا گیا ہے اور جن کاموں کے کرنے پر لعنت نازل ہوتی ہے محرم کے ماتمی

جلوسوں میں یہ سب کام کیے جاتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے جلوسوں میں ہرگز شریک نہ ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ انہی چیزوں کے حرام ہونے پر شیعہ صاحبان کی روایات ملاحظہ ہوں۔

پہلی: ابن بابویہ نے سند معتبر حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جب میں وفات پاؤں تو میری وفات پر اپنے بال نہ نوچنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ (جلاء العیون)

دوسری: ملا باقر مجلسی جلاء العیون ص ۸۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ نے غسل وکفن وغیرہ کے متعلق اہلسنت کے سامنے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب فرشتے مجھ پر نماز پڑھ چکیں اس وقت تم فوج در فوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کرنا اور مجھے نالہ وفریاد گریہ وزاری سے آزار نہ دینا پھر فرمایا اٹھ جاؤ اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے اورلوگوں کو مطلع کرو۔

مسلمانوں کا فرض

جب مرثیہ خوانی کی مجلسیں اور ماتمی جلوس خلاف شروع ہیں فقط اہلسنت ہی نہیں بلکہ شیعہ کے رہنمایان مذہبی بھی ان کے شرعاً مخالف ہیں تو اہلسنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ان مجالس میں جانے اور جلوس تعزیہ میں شریک ہونے سے پرہیز کریں ورنہ شرکت کے باعث خواہ وہ تماشابینی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو غضب الٰہی کے مورد اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

بالخصوص: جب کہ شیعہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین جانشینوں یعنی سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں ان کو غاصب قرار دیتے اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور ان کو کافر کہتے ہیں اور ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہر غیرت مند سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شیعہ کی مجالس مرثیہ میں شرکت سے پرہیز کرے اور ان کے تعزیوں کے جلوس میں شامل ہونے نہ پائے کیونکہ ایسے لوگوں کی مجالس کی رونق افزائی جائے خود ایک بہت بڑا گناہ ہے مسلمانوں کا فرض ہے خود اس سے بچیں اور اپنے اہل عیال کو بچائیں۔

شیعہ صاحبان کے بڑوں کا شریک نہ ہونا

اگر ماتمی جلوس ایسے ہی موجب ثواب اور باعث رحمت اور امام حسین کے سچے غم اور بے قراری دل کے صحیح اظہار کا ذریعہ ہیں تو پھر شیعہ صاحبان کے بڑے کیوں اس مبارک رسم میں شریک نہیں ہوتے اور کیوں سینہ کوبی سر بازار جلوس میں شامل ہو کر نہیں کرتے۔

چنانچہ دار السلطنت پنجاب لاہور میں ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ سینہ کوبی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں یا ان میں چند بازاری عورتیں سیاہ لباس میں ملبوس ہائے حسین ہائے حسین کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور اس جلوس کے ساتھ عام جہلا بطور تماشا بینی کے جمع ہو جاتے ہیں اور جلوس کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔

عبرت: اہل عقل اس تحریر ماسبق سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں کہاں تک خیر و برکت آسکتی ہے اور خود شیعہ صاحبان کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے۔

شیعہ کی تفاسیر سے نوحہ کی ممانعت

شیعہ کی تفسیر عمدۃ البیان جلد سوم ص ۲۴ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تین آوازوں کو ناپسند کرتا ہے گدھے کی آواز۔ کتے کی آواز' نوحہ گر عورت کی آواز۔

شیعہ کی اسی تفسیر کے ص ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو دوسری شرطوں کے علاوہ یہ شرطیں بھی ہوتی تھیں نوحہ نہ کرنا کپڑے نہ پھاڑنا، سر کے بال نہ نوچنا اور اپنا منہ نہ نوچنا وغیرہ وغیرہ۔

سیاہ ماتمی لباس کے خلاف علمائے شیعہ کے فتاویٰ

امام صادق سے سوال کیا گیا کہ عورتیں سیاہ کپڑے پہن کر نماز پڑھیں فرمایا کہ سیاہ کپڑوں سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ سیاہ کپڑے دوزخیوں کا لباس ہے اور امیر المومنین نے اصحاب کو سکھلایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ پوشی فرعون کا لباس ہے۔ (بار الرضی ص ۲۴۲) جامع عباسی پانزدہ بابی جو فقہ میں مذہب اثنا عشری کی مستند کتاب ہے جس کے مصنف ملا بہاؤ الدین عاملی ہیں۔ اور شیعوں کے مطبع یوسفی دہلی کی مطبوعہ ہے اس کے صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ میں تحریر ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی

بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں یعنی سیاہ کپڑے۔

فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی ص ۴۴ میں بھی سیاہ لباس کو ملبس ناریاں بتایا گیا ہے۔

(خاموش نوحہ خواں نمبر ۲ ص ۱۰)

نتیجہ: ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان جو سیاہ لباس پہن کر ماتمی نشان بناتے ہیں یہ ان کے اپنے مقتدایان مذہبی کے فیصلہ کے بھی سراسر خلاف ہے جب شیعہ کے ہاں بھی یہ چیز حرام ہے تو سنی مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس قبیح رسم سے بچیں۔ اس مضحکہ خیز ظاہرداری کے ماتم سے بچ کر امام حسینؓ کی طرح سچا غیور، بہادر، جانباز اور جان نثار مجاہد اور غازی بننے کی فکر کریں۔

حاصل یہ ہے کہ اہل السنت والجماعت آئمہ اہل بیت کے سچے محب اور پکے خیر خواہ ہیں ان سے عقیدت ہمارا ایمان ہے ان کی راحت سے فرحت اور ان کی تکلیف سے صدمہ ہمارے دلوں کے تاثرات ہیں ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ سچی محبت اور صحیح عقیدت میں ہم شیعہ صاحبان سے کم نہیں ہیں البتہ یہ عرض کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ عشرہ محرم کی تمام بدعات جو شیعہ میں مروج ہیں جن کی تفصیل اس مضمون میں آچکی ہے ان کے ہم سخت مخالف ہیں سنی مسلمانوں کو ان سے روکنا ہمارا فرض ہے۔ بلکہ دعا کرتے ہیں کہ جس طرح ہم محبت اور عقیدت میں شیعہ صاحبان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ آئمہ اہل بیت کے نقش قدم پر عملی طور پر چلنے میں سنیوں کے دوش بدوش نظر آئیں سب وشتم، طعن و تشنیع، تعزیہ، نوحہ خوانی، ماتمی لباسوں سے باز آئیں حق کے حامی اور باطل کے دشمن نظر آئیں۔ اسلام محمدی کے پیروکار اور بدعات مخترعہ سے مجتنب ہو جائیں آمین! یا الہ العالمین۔ جب شیعہ اور سنی دونوں ایک سٹیج پر آ کھڑے ہوں تو اس اتفاق کی برکت سے دیکھئے کہ اسلام کو کس طرح نفع اور عروج حاصل ہو سکتا ہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ماتم اور تعزیہ کی تاریخ

واضح ہو کہ لغت میں تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنے کا چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثاء کے لئے بظاہر ایک سخت مصیبت اور باعث سخت رنج وغم ہے لہٰذا ان

کے تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہیں بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا شریعت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہے تین دن کے بعد تزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر تعزیت کنندہ یا میت کے اعزا سفر میں ہوں اور تین روز کے بعد آئیں تو ان کے لئے مکروہ نہیں ہے جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے حدیث شریف میں تعزیت کے لئے یہ کہنا منقول ہے۔

اعظم الله اجرک واحسن جزاءک وغفر لمیتک یعنی اللہ تعالیٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخش دے۔ جس میں نہ رونا ہے نہ پیٹنا نہ چیخنا ہے۔ نہ چلانا نہ کپڑے پھاڑنا اور نہ گریبان چاک کرنا ہے۔ نہ بال نوچنا اور نہ پریشان ہونا نہ سینہ کوبی ہے نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا۔ نہ اجتماع واہتمام اور جزع فزع کی ضرورت ہے نہ میت کے مدح وذم کے بیان کی حاجت جیسا کہ عوام کالانعام میں کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے لیکن یہ سب خرافات اور ناجائز کام آج جس تعزیہ میں ہوتے ہیں وہ محرم کا تعزیہ ہے اور اس مختصر تقریر میں زیر بحث یہی لفظ تعزیہ ہے۔ جس کو لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہیں۔ مذہباً اس کے عدم جواز کی بحث تو میرے اشتہار ''محرم الحرام اور رسالہ حرمت تعزیہ'' میں دیکھنی چاہئے اس وقت سنیوں کو متنبہ کرنے کے لئے مؤرخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ہر سال شروع ماہ محرم میں جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی و جہالت لاکھوں سنی عملاً شیعہ ہو جاتے ہیں اور حسب کتب شیعہ اہلسنّت کی نہیں بلکہ یزید اور دشمنان آل رسول کی ایجاد ہے۔ اس تعزیہ کی روح امام حسین شہید کربلا پر نالہ و ماتم اور نوحہ و شیون کرنا ہے اور اس کا جسم روضہ امام حسین واقعہ کربلا کی وہ نقل ہے۔ جو بانس اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر بنام تعزیہ یا وجہ ماتم اور مرثیہ کے ساتھ سالانہ محرم میں نکالی جاتی ہے۔ جس کے ساتھ ہمیشہ مختلف مقام پر اور بھی بہت سی رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور آئے دن نئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں۔

ماتم کی تاریخ

یعنی نوحہ و ماتم، نالہ وشیون پر امام حسینؓ کی ابتداء دنیا میں جس نے سب سے پہلے کی وہ بقول شیعہ یزید ہے جو ان کے خیال کے مطابق اول درجہ کا دشمن اہل بیت اور قاتل حسین تھا۔ چنانچہ۔

۱۔ ملا باقر مجلسہ مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آیا اور دربار یزید میں پیش ہوا تو یزید کی زوجہ ہندہ دختر عبداللہ بن عامر بیتاب ہوکر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا۔

''اے ہندہ نوحہ زاری مکن برفرزند رسول خداؤ بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامرو تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم (جلاء العیون ص ۵۲۷) یعنی اے ہندہ فرزند رسول خداؤ بزرگ قریش پر نوحہ زاری نہ کر کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی اور میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

۲۔ جب اہل بیت حسینؓ یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ وگریہ بلند کی اور یزید کے گھر میں تین روز برابر ماتم رہا۔ (ایضاً ص ۵۲۲)

۳۔ صاحب خلاصۃ المصائب فرماتے ہیں کہ جب محرم محترم پیش یزید لائے گئے تو کان بیدہ مندیل فجعل یمسح و موعہ فامرھم ان یحولن الی ھدبنت عامر فادخلن عندھا فسمع من داخل القصر بکاء ونداء وویلا (ص ۲۹۳)

یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو پونچھتا تھا۔ پس اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے محل میں ہندہ بنت عامر کے پاس لے جاؤ جب یہ ان کے پاس پہنچائی گئیں تو داخل ہونے پر صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

۴۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ص ۲۰۰ میں اور صاحب نہج البلاغہ ص ۳۴۸ میں بھی کم وبیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ پر نوحہ و ماتم اور نالہ شیعون کا یہ پہلا دن تھا جو بحکم یزید خود اہل بیت یزید نے اہتمام سے کیا پھر جب یزید نے چند اہل بیت حسینؓ کو بعزت وحرمت اپنے پاس شام میں رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا تو انہوں نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو دی گئی اور شام میں جس قدر قریش و بنو ہاشم تھے سب شریک ماتم ونوحہ ہوئے اور یہ گریہ وزاری ایک ہفتہ تک جاری رہی بعد ازاں یزید نے بآرام ان تمام کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون ص ۵۳۰ و منہج ص ۳۳۵)

شام میں یہ دوسرا ماتم تھا جو امام حسینؓ پر باجازت یزید اہتمام سے ہوا۔ یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا جس نے کوفہ میں سب سے پہلے خاص عاشورہ محرم کے لئے اس رسم بد کی بناڈالی۔ بلکہ اور اضافہ کیا یہ شخص شیعہ بھی تھا اور دشمن اہل بیت بھی جس کا مفصل ثبوت میرے رسالہ قاتلان حسینؓ میں دیکھنا چاہئے اس دشمن آل رسول نے قبولیت عامہ حاصل کرنے کے لئے علانیہ کوفہ میں رسم ماتم عاشورہ ایجاد کردہ یزید کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب امیرؓ کی کرسی کی پرستش شروع کی حالانکہ وہ کرسی جناب امیرؓ کی نہ تھی بلکہ طفیل بن جعدہ نے بلا اجازت کسی روغن فروش کی دکان سے اٹھا کر اسی کام کے لئے اسے لادی تھی۔ (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۲۲)

علامہ شہرستان بھی لکھتے ہیں کہ وہ ایک پرانی کرسی تھی جس پر مختار نے ریشمی رومال چڑھا کر اور خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا کہ یہ حضرت کے توشہ خانہ میں سے ہے۔ جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہتا بڑھو، قتل کرو، فتح ونصرت تمہارے شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے اس میں سکینہ ہے اور ملائکہ تمہاری مدد کے لئے نازل ہو رہے ہیں۔ وغیرہ (الملل النحل معری ص ۸۴)

تیسرا شخص معزولدولہ شیعہ ہے جس نے اٹھارویں ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا حکم دیا پھر اس کے بعد عاشورہ کے دن حکم دیا کہ لوگ غم حسینؓ میں دکانیں بند کریں ہڑتال کریں خرید وفروخت سے باز رہیں سوگ کے کپڑے پہنیں زور سے واویلا کریں عورتیں بال کھولیں منہ پر طمانچے ماریں لوگوں نے اس کی تعمیل کی اور اہلسنت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعوں کا غلبہ تھا جب ۳۵۳ھ میں پھر ایسا ہی ہوا تو اس پر شیعہ اور سنی میں بڑا فساد ہوا اور بہت لوٹ مار تک نوبت پہنچی۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۲۵ و تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۷۵)

کامل ابن اثیر جلد ۸ میں بھی ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ کو معزالدولہ نے عام حکم دیا کہ دکانیں بند ہو جائیں بازار اور خرید وفروخت کا کام روک دیا جائے لوگ نوحہ کریں کمبل کا لباس پہنیں عورتیں پراگندہ منہ اور گریبان چاک دوہتر مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں۔ (صفحہ ۱۹۷)

آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی میں لکھتے ہیں بیادگار شہادت امام حسینؓ و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا (ص ۴۶۱) ایک اور

شیعہ رقمطراز ہیں کہ معز الدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا۔ جس نے یہ یوم عاشورہ بازار بند کرا دیئے نانبائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی عورتیں سر کھولے ہوئے راستوں میں نکلیں اور ماتم حسینؓ کا کیا ۱۹ ذی الحجہ کو عید غدیر کی وغیرہ دیکھو (تلخیص مرقع کربلا ص ۷۸-۷۹)

رسم ماتم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہے جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی مختار اور معز الدولہ نے ترقی دی پھر شیعوں نے اس پر خوب مذہبی رنگ چڑھایا۔ اب عشرہ محرم میں گھر گھر اسی کا جلوہ ہے کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

رسم ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد بر آں مزید نمود

تعزیہ: جو مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہیں مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضہ امام حسینؓ کی نقل ہے اور جگہ کا تو حال معلوم نہیں مگر ہندوستان میں ہر سال عشرہ محرم میں بڑے تزک واحتشام اور دھوم دھام سے نکالا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ عہد تیمور میں اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ بعض شیعہ بیگمات' شیعہ وزراء 'شیعہ امراء ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند میں قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلی نہیں جا سکتے تھے جنہوں نے حسب عقیدہ شیعہ بغرض حصول ثواب روضہ امام حسینؓ کی نقل منگوا کر بجائے کربلا کے اس کی زیارت کرنا شروع کی۔ پھر جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضہ امام اور ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اس نے کم وبیش جلد یہ صورت اختیار کر لی جواب مروج ہے چنانچہ تلخیص مرقع کربلا کے شیعہ منصف بھی فرماتے ہیں کہ جوہر صاحب طوفان نے امیر جنود کا عراق میں آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور وزراء کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن میں فال دیکھنا اور آیہ فاخلع نعلیک کا نکلنا۔ اور تبرکات لانا اور نفاذ تعزیہ داری خصوصا ہندوستان میں مفصل لکھا ہے اور سب جانتے ہیں (ص ۸۳)

حالانکہ اس نقل روضہ امام تعزیہ کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ اصل روضہ امام بھی غیر معتبر ہے اور پھر تعزیہ جس کی تاریخ امیر تیمور کے دور سے آگے نہیں چلتی بدعت تیموریہ نہیں تو اور کیا ہے پس مسلمانوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہئے اور اس قسم کی تمام بدعات سے مجتنب رہنا چاہئے۔

وما علینا الا البلاغ

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتولؓ

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کی چند جھلکیاں

سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہجرت کے چوتھے سال ۶ شعبان المعظم کو ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ)

ولادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی، تحنیک کا عمل فرمایا، لعابِ دہن منہ میں ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، سر پر زعفرانی خوشبو مل کر ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا، ساتویں روز سر کے بال مونڈ کر ان کے ہم وزن چاندی صدقہ کی، نام رکھا اور عقیقے میں دو مینڈھے ذبح کئے، ایک ران دایہ کو دی اس کے بعد ختنہ کیا گیا۔ (الدر المستطاب)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپؓ کے کان میں اذان دینا

عاصم بن عبید اللہ علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں اور وہ حضرت ابو رافع سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت کے بعد دونوں کے کانوں میں اذان فرمائی۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

آقائے دو جہاں ﷺ نے آپؓ کا نام حسین رکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے نواسے کا نام ''حسین'' تجویز فرمایا، اس بارے میں ایک دلچسپ روایت ملاحظہ ہو:

ہانی بن ہانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ! تم نے ان کا نام کیا تجویز کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ہم نے انکا نام حرب رکھا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں حرب نہیں یہ تو حسن ہے۔

اسی طرح جب حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھ دیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا میرا لخت جگر مجھے دکھاؤ کیا نام رکھا ہے اس کا تم نے؟ میں نے عرض کیا حرب! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں حرب نہیں یہ تو حسین ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تیسرے بچے کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام پھر حرب رکھ دیا چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور وہی گفتگو فرمائی کہ میرا جگر پارہ مجھے دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں حرب نہیں یہ تو ''محسن'' ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا میں نے ان تینوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے تین بیٹوں کی طرح رکھے ہیں کہ ان کے نام شبر، شبیر اور مشبر تھے۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

یہ نام آپؓ سے پہلے کسی کا نہیں رکھا گیا

ابن الاعرابی حضرت فضل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں کو پردۂ غیب میں رکھا حتیٰ کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے اپنے جگر پاروں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے یہ نام نامی تجویز فرمائے۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

آپ رضی اللہ عنہ کا عقیقہ اور ختنہ

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ساتویں روز نام رکھا۔ (اخرجہ البغوی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیقہ اور ختنہ ساتویں روز فرمایا۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عقیقہ میں دو دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ (اخرجہ النسائی ۴۲۲۴)

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درمیانہ قد تھا، نہ انتہائی طویل اور نہ ہی بہت کوتاہ، پیشانی کشادہ، سینہ فراخ تھا، مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، ہتھیلیاں اور تلوے قدرے کشادہ تھے، جسم گٹھا ہوا انتہائی خوبصورت اور گورا تھا، خوبصورتی کے ساتھ حسنِ صوت کے بھی مالک تھے، آواز میں سوز اور ترنم تھا، داڑھی مبارک پر وسمہ لگاتے تھے (وسمہ ایک بوٹی ہے جس کے پتے مہندی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں)

عبدالمطلب بن زیاد سدی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کے سر کے بال عمامے کے نیچے سے نکل کر مونڈھوں تک لٹکے ہوئے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء وطبرانی)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی مشابہت

ہانی بن ہانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

فرمایا حسن سر سے سینے تک اور حسین باقی جسم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر کے بہت زیادہ مشابہ تھا۔
(طبرانی بسند ثقہ)

عبداللہ بن عمرو بن ابان فرماتے ہیں کہ ہمیں احوص نے خبر دی وہ ابو اسحٰق سے اور وہ عیزار بن حریث سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حنا اور کتم بطور مہندی استعمال فرماتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹھوڑی پر چند سفید بال بھی تھے۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

سیدنا حسین ؓ کا لباس ودیگر اشیاء

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ لباس میں درج ذیل اشیاء استعمال فرماتے تھے:
قمیص، عمدہ پوشاک، شلوار، لمبی ٹوپی، جھالر دار چادر اور ریشم کی جھالر لگی ہوئی چادر، عمامہ، لنگی، اوپر اوڑھی جانے والی چادر اور جوتے، بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، بالخصوص رمضان المبارک میں، انگوٹھی کے نگینے پر اللہ کا ذکر "اللہ بالغ امرہ" کے الفاظ کنداں تھے۔ ایک تلوار اور ایک زرہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔

(الاعلام للزرکلی)

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بریدہ ؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرگر پڑتے آئے دونوں حضرات سرخ رنگ کی قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے قریب بٹھایا اس کے بعد ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ انما اموالکم و اولاد کم فتنۃ یعنی تمہارا مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں، میں نے انہیں دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو میں صبر نہ کرسکا اور اپنی بات قطع کر

کے انہیں اٹھایا۔ (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد نسائی)

ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی زیب تن فرماتے تھے۔ (معرفۃ الصحابہ)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک کے مہینے میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی)

جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: سیدنا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی انگوٹھی کے نگینے پر اللہ کا ذکر کندہ تھا۔ (معرفۃ الصحابہ)

امام زرکلی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی کا نقش ''اللّٰہ بالغ امرہ'' تھا۔ (الاعلام)

نبوت کی گود میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نشوونما و تربیت

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں ایک رات کسی ضرورت سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دروازے پر دستک دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آپ کی گود مبارک میں ہے، مگر مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے آنے کی غرض بیان کر کے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی گود میں کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چادر ہٹائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طرف سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے پہلو میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لختِ جگر ہیں۔

''اے اللہ! مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما۔'' (جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۷۶۹)

محمد بن زیاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کھجور پکنے کے موسم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں صدقے کی کھجوریں لائی جاتی تھیں، ہر باغ والا صدقے کی کھجوریں لاتا اور مسجد نبوی کے صحن میں ڈال دیتا، اس طرح

مسجد نبوی کے صحن میں کھجور کا ڈھیر لگ جاتا۔ ایک مرتبہ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے، اتنے میں ایک نے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ اچانک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فوراً انگلی منہ میں ڈال کر اس کھجور کو نکالا اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آلِ محمد کے لئے صدقے کا مال جائز نہیں۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۴۸۵)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ کا اعزاز واکرام اور ناز برداری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ''وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! آپ کو آپ کے گھرانے کے افراد میں کون زیادہ محبوب ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن وحسین! چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس بھیج دو۔ وہ آتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں سینے سے لگاتے اور لاڈ و پیار کرتے۔'' (ترمذی حدیث نمبر ۳۷۷۲)

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ قمیص زیب تن کئے ہوئے آ رہے تھے اور گر گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس طرح آتے دیکھا تو منبر شریف سے نیچے تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر اپنے قریب منبر پر بٹھایا۔ اور پھر ارشاد فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ:

''اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ''

یعنی ''تمہاری اولاد اور تمہارے اموال فتنہ ہیں۔''

میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ آ رہے ہیں اور گر گر پڑتے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا حتیٰ کہ اپنا خطبہ روک کر انہیں اٹھایا۔ (مسند احمد۔ ترمذی نمبر ۳۷۷۴، ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے۔ ایک

دائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں کندھے پر سوار تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی انکا بوسہ لیتے اور کبھی انکا، اسی حال میں ہم تک پہنچے۔

(اخرجہ احمد فی فضائل الصحابہ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی ولہ شواہد)

- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (بسا اوقات) سجدہ فرماتے اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ لمبا فرمادیتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا جاتا کہ آپ نے سجدہ لمبا فرما دیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے "میرے لختِ جگر میری پیٹھ پر سوار تھے اس لئے جلدی کرنا مجھے اچھا نہ لگا"۔ (ابو یعلی، رجالہ ثقات)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہوتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر جاچڑھتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں روکنا چاہتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اشارے سے منع فرمادیتے کہ انہیں مت روکو! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو انہیں اپنی گود میں بٹھا لیتے اور فرماتے کہ: "جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے بھی محبت رکھے"۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صاحبزادوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ: "بھئی تمہاری سواری تو کیا ہی عمدہ ہے"۔

(اخرجہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن)

رسول اللہ ﷺ کی آپؓ سے محبت وشفقت

سعید ابن ابو راشد یعلی سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آرہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (آگے بڑھ کر) فوراً انہیں سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا اولاد عموماً بزدلی اور بخل کا سبب بنتی ہے۔ (رواہ احمد فی فضائل الصحابہ واسنادہ حسن)

حضرت ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سفید خچر کی لگام تھامے آگے آگے چل رہے تھے کہ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حجرۂ مبارکہ تک پہنچایا، کہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے اور دوسرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ (مسلم نمبر۶۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، وہ خود بھی رحم سے محروم رہتا ہے''۔ (ابوداؤد نمبر۵۲۱۸)

آپ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنا

زبیر بن بکار سلیمان بن داروردی سے وہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن، حسین، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس وقت بیعت لی جبکہ یہ حضرات سنِ بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے۔ یہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ہمارے علاوہ کسی اور کو بیعت نہیں فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ج۸، ۲۲۶)

ابویعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ایک دعوت میں کھانے کیلئے جارہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھیل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں پکڑنے کیلئے دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی انکے پیچھے دل لگی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے دیکر دوسرے ہاتھ سے گدی کی جانب سے پکڑا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ (ابن ماجہ ۱۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ان کے پاؤں کو اپنے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا ہے۔ (جس طرح عموماً بچوں سے دل لگی کے لئے کرتے ہیں) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرمارہے ہیں کہ ننھے منے بچے اوپر چڑھو، ننھے منے بچے اوپر چڑھو! (فضائل صحابہ، امام احمد)

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضور ﷺ کی بیتابی اور اضطراب

علامہ طبرانی نے ثقہ رواۃ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو مروان ان کے پاس آیا اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا کہ جس وقت سے ہم لوگ اکٹھے رہنے لگے ہیں اس وقت سے تمہاری ایک بات پر میں خفا ہوں کہ تم حسن وحسین کی محبت میں حد سے بڑھ جاتے ہو۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور فرمایا: ذرا غور سے سن! میں اس واقعے کا چشم دید گواہ ہوں، کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ سفر میں ساتھ تھے، دوران سفر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے رونے کی آواز آئی تو آپ جلدی سے اپنی سواری تیز کر کے ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ شاید پانی مل جائے، ان دنوں پانی کی بہت قلت تھی اور قافلے والوں کی تعداد بہت زیادہ (جب آپ کو اپنے مشکیزے میں پانی نہ ملا تو) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قافلہ والوں میں اعلان فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس پانی ہو تو لائے! سب نے اپنے اپنے مشکیزوں کو دیکھا مگر ایک قطرہ پانی بھی نہ ملا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک بچہ مجھے پکڑاؤ؟ انہوں نے چادر کے نیچے سے ایک بچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کے حوالے کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ کی کلائی مجھے دکھائی دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو لیا اور اپنے سینے سے چمٹا لیا مگر بچہ خاموش نہ ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں ڈال دی جسے بچے نے چوسنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ بچہ خاموش ہو گیا اور اس کی پیاس جاتی رہی، دوسرا بچہ مسلسل رو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: دوسرا بھی مجھے دو۔ انہوں نے دوسرا بھی آپ کے حوالے کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا حتیٰ کہ وہ بھی خاموش ہو گیا اور ان کی پیاس بھی جاتی رہی۔ (رواہ الطبرانی باسناد رجالہ ثقات۔ درالصحابہ للشوکانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں نماز عشاء پڑھتے تھے، (عموماً ایسا ہوتا کہ جب) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی کمر پر چڑھ بیٹھتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی ہوا، جب آپ سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو انہیں پیچھے سے ہاتھ گھما کر آہستہ سے پکڑتے اور ایک طرف زمین پر بٹھا دیتے۔ جب آپ دوبارہ سجدہ فرماتے تو وہ بھی دوبارہ آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو انہیں اپنی گود مبارک میں بٹھایا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول انہیں گھر نہ پہنچا دوں؟ چنانچہ اتنے میں ایک روشنی نمودار ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ جاؤ اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ دونوں گھر کے اندر نہ چلے گئے، وہ روشنی برابر قائم رہی۔ (رواہ احمد ورجالہ ثقات)

علی بن حسین بن واقدی فرماتے ہیں کہ میرے والد نے بیان فرمایا، انہیں ابو غالب نے اور انہوں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرما رکھا تھا کہ انہیں (یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو) کسی بات پر رُلانا مت۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ جبریل امین تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور دروازہ بند دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی امت انہیں قتل کرے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہ مسلمان ہوتے ہوئے حسین کو قتل کریں گے؟ جبریلِ امین نے عرض کی، جی ہاں مسلمان ہی قتل کریں گے''۔ پھر جبریلِ امین نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس سرزمین کی مٹی دکھائی جہاں وہ شہید ہوں گے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۸۹ اسنادہ حسن)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کا اشک بار ہونا

عبداللہ بن نجی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم تھے کہ وہ ایک سفر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، صفین کی طرف جا رہے تھے، ہم لوگ جس وقت نینویٰ بستی کے قریب پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے آواز دے کر فرمایا: ابو عبداللہ ٹھہر جائیے! ابو عبداللہ ذرا فرات کے کنارے رکیئے! میں نے عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمانے لگے میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں پرنم ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی آنکھیں اشک بار ہیں خیر تو ہے؟ آپ کو کس نے ستایا ہے؟ فرمایا کہ کسی نے نہیں ستایا، دراصل بات یہ ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے جبریلؑ میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو دریائے فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا اگر چاہو تو اس سرزمین کی مٹی آپ کو سنگھاؤں؟ میں نے کہا ضرور لایئے اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ایک مٹھی مٹی مجھے تھما دی، اس پر میرے آنسو بہہ نکلے۔
(مسند احمد، اسنادہ صحیح)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نگہداشت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ دَم فرمایا کرتے تھے:

"اُعِیۡذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنۡ کُلِّ شَیۡطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنۡ کُلِّ عَیۡنٍ لَّامَّۃٍ"

اس کے بعد فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو انہی کلمات کے ساتھ دم فرمایا کرتے تھے"۔(ترمذی حدیث نمبر ۲۰۶۰)

حضرت ایاس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے آگے چل رہا تھا، سیدنا حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک آپ ﷺ کے آگے اور دوسرے آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے، میں نے اسی حالت میں تینوں حضرات کو حجرہ شریف میں داخل کردیا۔(مسلم حدیث نمبر ۶۲۶۰)

رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر آپ کا سوار ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساتھ تھے ایک دائیں کندھے پر سوار تھا اور دوسرا بائیں کندھے پر۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی اسے بوسہ دیتے اور کبھی اسے۔ اسی حالت میں ہم تک پہنچے۔ (امام احمد فضائل الصحابہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے گھرانے کے افراد میں کن سے زیادہ محبت ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے: میرے بچوں کو میرے پاس بلاؤ! وہ آتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں سینے سے لگاتے اور پیار فرماتے۔(ترمذی حدیث نمبر ۳۷۷۲)

حضرت صفیہ بنت شیبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک روز صبح کے

وقت تشریف لائے۔ آپ سیاہ رنگ کی اونی چادر زیب تن فرمائے ہوئے تھے، اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں لپیٹ لیا۔ کچھ دیر بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آئے تو انہیں بھی اپنے ساتھ چادر میں بٹھالیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو انہیں بھی اپنے ساتھ چادر میں بٹھالیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو انہیں بھی چادر اوڑھالی اور اس کے بعد فرمایا:

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا. (احزاب)

''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے''

(بیان القرآن) (مسلم حدیث نمبر ۶۲۶۱)

عبدالرحمن بن ابی نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میری دنیا کی بہار ہیں۔

(بخاری حدیث نمبر ۵۹۹۴)

سلیمان داوردی حضرت جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن ہی میں (بلوغت سے قبل ہی) بیعت فرمالیا تھا ان کے علاوہ کسی اور کو بچپن میں بیعت نہیں فرمایا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۲۲۶)

''حسین رضی اللہ عنہ ایک عظیم نواسۂ رسول ﷺ!''

یعلی بن مرہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے کی ایک دعوت میں جا رہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ ایک گلی میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھیل رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم سے آگے بڑھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑنے کے ارادے سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے دل لگی فرماتے رہے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک دست مبارک ان کی ٹھوڑی کے نیچے دیا اور دوسرے ہاتھ سے گدی پکڑ کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: ''حسین مجھ سے ہے، میں حسین'' سے ہوں، حسین ایک عظیم نواسۂ رسول ہے''۔ (ابن ماجہ ۱۴۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ میں، تم اور یہ دونوں یعنی حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یہ سونے والا یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت کے روز اکھٹے ہوں گے۔ (رواہ احمد ورجالہ ثقات)

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ وہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئے تو انہوں نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جانب بٹھایا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری جانب اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گود میں دونوں کے درمیان بٹھایا اور فرمایا: رحمة الله عليكم اهل البيت۔ یعنی اس گھرانے پر اللہ کی رحمتیں ہیں۔

(رواه الطبرانی فی الاوسط)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: جس کے ساتھ تمہاری جنگ اس کے ساتھ میری جنگ اور جس کے ساتھ تمہاری صلح اس کے ساتھ میری بھی صلح اور امام احمد کی روایت میں یوں ہے: جو تم سے لڑے گا، اس کے ساتھ میری بھی لڑائی اور جو تم سے صلح کرے گا اس کے ساتھ میری بھی صلح۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۸۷)

داؤد بن ابوعوف ابو جحاف سے مروی ہے جو انتہائی ثقہ تھے، وہ ابوحازم سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: جس نے حسن وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے

بغض رکھا۔ (ابن ماجہ نمبر ۱۴۳)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں تھے۔ عرض کرنے لگیں، اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے نواسے آئے ہیں انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عنایت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن میری سیادت وہیبت اور حسین میری جرأت وسخاوت کا وارث ہوگا۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرمار ہے ہوتے، جب سجدہ فرماتے تو حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پیٹھ مبارک پر چڑھ بیٹھتے، صحابہ کرام روکنے لگتے تو آپ اشارے سے منع فرما دیتے کہ انہیں چھوڑ دو۔ نماز پوری فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنی گود مبارک میں بٹھاتے اور فرماتے، جس کو مجھ سے محبت ہے وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔

(اخرجہ ابو یعلی ورجالہ ثقات)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہی بات فرماتے سنا ہے۔ (ابو یعلی و رجالہ رجال الصحیح)

اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ باہر تشریف لائے تو آپ گود میں کچھ اٹھائے ہوئے تھے، مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کیا چیز ہے، جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی گود مبارک میں کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ میرے سوال پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر ہٹادی تو دیکھا کہ ایک طرف حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں میرے نواسے میری بیٹی کے لخت جگر ہیں، اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی انہیں اپنا محبوب بنالے اور جو ان سے محبت کرے اسے بھی اپنا محبوب بنالے۔

(ترمذی ۳۷۶۹)

حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردارہ ہیں، ہاں مگر جو فضیلت مریم بنت عمران کو حاصل ہے وہ اپنی جگہ ہے۔

(اخرجہ الامام احمد فی مسندہ واسنادہ صحیح)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل بیت کی حرمت و عزت

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا خیال رکھنا۔ (اخرجہ البخاری فی کتاب المناقب)

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقام و مرتبہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نظر میں

یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات کا غایت درجہ اعزاز و اکرام فرماتے تھے اور ہر ایک کو ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظیفے کے برابر عطیہ مرحمت فرماتے۔ ایک مرتبہ یمن سے کچھ لباس آئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سب کے سب حضرات صحابہ کرام کے بچوں میں تقسیم فرما دیے، حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان میں سے کچھ بھی نہیں دیا اور یوں فرمایا: ان میں ان حضرات کے شایان شان کوئی لباس نہیں، اس کے بعد یمن کے گورنر کے نام پیغام بھیج کر ان حضرات کے شایان شان دو جوڑے بنوائے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۶)

حماد بن زید معمر سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے بچوں میں کپڑے تقسیم فرمائے، ان میں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شایانِ شان کوئی لباس نہ تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے یمن کے گورنر کے پاس پیغام بھیج کر ان کے شایان شان لباس منگوایا اور فرمایا: اب میرا جی خوش ہوا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۸۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مابین ایک گفتگو

یحییٰ بن سعید انصاری عبید بن حنین سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان فرمایا: میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ منبر پر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، میں بھی ان کے ساتھ منبر پر چڑھ گیا اور ان سے کہا کہ: میرے نانا ﷺ کے منبر سے نیچے اترو! اور اپنے باپ کے منبر پر جاچڑھو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں تھا (فرماتے ہیں کہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔ میں بیٹھا ہوا کنکریاں الٹ پلٹ کرتا رہا۔ جب (خطبے سے فارغ ہوکر) منبر سے نیچے تشریف لائے تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور فرمایا: یہ بات تمہیں کس نے سکھائی تھی؟ میں نے عرض کیا: واللہ کسی نے بھی نہیں سکھائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا باپ تم پر فدا ہو ہمارے ہاں تشریف لایا کیجئے! سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ایک روز میں ان کے ہاں حاضر ہوا تو (معلوم ہوا کہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ خلوت میں ہیں، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی (اجازت نہ ملنے کی بناء پر) دروازے سے واپس ہورہے تھے، چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوگیا، اس کے بعد کسی اور ملاقات میں مجھے فرمانے لگے: کیا بات ہے نظر نہیں آتے؟ میں نے عرض کیا امیر المومنین! میں حاضر ہوا تھا مگر آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلوت میں تھے اور ابن عمر بھی اجازت نہ ملنے پر واپس ہورہے تھے میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوگیا۔ فرمانے لگے: تم ابن عمر سے اندر آنے کے زیادہ حقدار تھے، ہمارے سروں میں جو سفیدی تم دیکھ رہے ہو وہ اللہ کے کرنے سے ہوئی ہے مگر ظاہری سبب تم ہی بنے ہو۔ (سندہ صحیح الاصابہ لابن حجر)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرات علیؓ و حسینؓ کا وظیفہ

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظیفے کے برابر یعنی پانچ ہزار مقرر فرمایا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۳، ص ۲۸۵)

شہزادی شہر بانو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں

حضرت محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ جب بنت یزدجرد حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئیں تو مدینہ کی باکرہ لڑکیاں ان کا حسن و جمال دیکھنے بالائے بام آئیں۔ جب مسجد میں داخل ہوئیں تو چہرہ کی تابندگی سے مسجد روشن ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے جب ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہا برا ہو ہرمز کا کہ اس کے سوئے تدبیر سے یہ روز بد نصیب ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ (کہ میرے دیکھنے کو روز بد کہا) اور ان کی اذیت کا ارادہ کیا۔ امیر المؤمنین (حضرت علی المرتضیٰؓ) نے کہا ایسا نہیں ہے اس کو اختیار دو کہ یہ مسلمانوں میں سے کسی کو اپنے لیے منتخب کرلے۔ اس کے حصہ غنیمت میں اس کو سمجھ لیا جائے۔ جب اختیار دیا گیا تو وہ لوگوں کو دیکھتی ہوئی چلیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المؤمنین نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے کہا جہان شاہ۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو عبداللہ! تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن سے پیدا ہوگا جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ (شہر بانو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آگئیں، جن سے) علی بن الحسین (حضرت زین العابدینؒ) پیدا ہوئے۔ پس وہ بہترین عرب تھے ہاشمی ہونے کی وجہ سے، اور بہترین عجم تھے ایرانی ہونے کی وجہ سے اور مروی ہے کہ ابوالاسود دئلی شاعر نے حضرت زین العابدین کی شان میں یہ شعر کہا:

> وہ ایسے لڑکے ہیں جن کا تعلق کسریٰ اور ہاشم دونوں سے ہے۔ جن بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالے جاتے ہیں اُن میں وہ سب سے بہتر ہیں۔''

(اصول کافی ترجمہ جلد اول ص ۷۹ ۵ مطبوعہ کراچی)

یونس بن ابو اسحٰق عیزار بن حریث سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، اچانک سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آتے دیکھا تو فرمایا: ''یہ نوجوان آسمان والوں کی نگاہوں میں تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں''۔ (البدایہ والنہایہ۔ ج ۸، ص ۲۲۶)

ابن ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مچھر کے خون کے متعلق سوال کیا (کہ آیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کس علاقے سے تعلق ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عراق کا باشندہ ہوں! حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عراقیوں نے نبوت کے جگر پارے کو قتل کر ڈالا اور یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہا ہے حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری دنیا کے پھول (اور بہار) ہیں۔

(اخرجہ البخاری فی کتاب الادب نمبر ۵۹۹۴)

رزین بن عبید فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں (دیکھ کر) فرمایا: محبوب بن محبوب کو مرحبا وخوش آمدید ہو۔

(اخرجہ الامام احمد فی فضائل الصحابہ واسنادہ صحیح)

ابن مہزم فرماتے ہیں کہ: ہم ایک جنازے میں شریک تھے، اتنے میں دیکھا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کپڑے کے ساتھ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں سے مٹی جھاڑتے ہوئے آ رہے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا باہمی تعلق

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور قربت میسر رہی تا آنکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی اور خوش تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ تمام حضرات آپ کا اکرام فرماتے اور تعظیم بجالاتے، پھر اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہے ان سے احادیث روایت کیں۔ جمل وصفین وغیرہ تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے ان کی نگاہوں میں قابل احترام وتعظیم رہے، ہر معاملے میں اطاعت وفرمانبرداری اختیار کی حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو

گئے، جب خلافت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ اپنے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے ہاں آتے جاتے، وہ بھی انہیں مرحبا اور خوش آمدید فرماتے، اور بے انتہا اکرام فرماتے، خوب ہدایا پیش کرتے ایک روز دو لاکھ کا نذرانہ دونوں بھائیوں کی خدمت میں پیش کیا اور (بطور مزاح) فرمایا: یہ لے لو، میں بھی تو آخر ہندہ کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم اتنی بڑی مقد...ں نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے دیا ہوگا اور نہ کوئی میرے بعد دے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا اللہ کی قسم تو اور نہ تجھ سے پہلے یا تیرے بعد کوئی، ہم سے بہتر انسانوں کو دے سکا ہے، نہ دے سکے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، وہ انہیں ہدایا سے نوازتے اور اعزاز و اکرام فرماتے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸)

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوب صحبت پائی، زندگی کا ایک بڑا حصہ انکے ساتھ گذارا، سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کے پاس ملنے تشریف لے جاتے، ان حضرات کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جن سے محبت، اتفاق، تواضع، کرم اور سخاوت جیسے عمدہ اوصاف پھوٹتے ہیں، حتیٰ کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے راضی وخوش ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔
مندرجہ ذیل واقعات ہمارے اس بیان پر شاہد عدل ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے کا مصداق ہیں۔ جس وقت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا تو دونوں بھائیوں کو بلایا اور مندرجہ ذیل وصیت فرمائی:

"میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اور دیکھو دنیا کے طالب نہ بننا اگرچہ وہ (دنیا) تمہیں تلاش کرتی پھرے، کسی چیز کے نہ ملنے پر جزع فزع نہ کرنا، ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، پریشان حال کی دستگیری کرنا، آخرت کے لئے جمع رکھنا، ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرنا، کتاب اللہ کو زندگی کا نصب العین بنائے رکھنا اور دیکھنا اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔"

☆

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حج کو نکلے ابھی راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہوگیا اور بھوک و پیاس کی شدت نے نڈھال کر دیا، اچانک دور ایک خیمہ دکھائی دیا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں صرف ایک بڑھیا ہے، اس سے پوچھا کہ: آپ کے ہاں پینے کی کوئی چیز ہے؟ بڑھیا نے کہا: ہاں ہے، ان حضرات نے بڑھیا کے ہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ اس کے پاس صرف ایک کمزوری بکری تھی کہنے لگی: اس بکری کا دودھ نکال کر پی لو۔ ان حضرات نے دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر پوچھا کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟ وہ بولی: یہی بکری ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ جب تک میں لکڑیاں جمع کروں اس وقت تک تم میں سے ایک شخص اس بکری کو ذبح کرلے اور پھر اسے بھون کر کھالو۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا اور وقت ٹھنڈا ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے، چلتے وقت بڑھیا سے کہا، ہم قریشی لوگ ہیں حج کے لئے مکہ جارہے ہیں۔ بعافیت لوٹ آئیں تو ہمارے ہاں آنا ہم تمہیں اس بھلائی کا بہترین بدلہ دیں گے، یہ کہا اور چلے گئے، اس کا شوہر آیا تو اس نے سارا قصہ شوہر کو سنایا وہ سن کر ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ جن کو جانتی نہ پہچانتی ان کے لئے بکری ذبح کر ڈالی اور کہتی ہے کہ قریشی لوگ تھے!!

کچھ عرصے بعد میاں بیوی کی نوبت فاقے کو پہنچی تو مجبور ہو کر مدینہ منورہ کا رخ کیا اور یہاں اونٹ کی مینگنیاں چننے لگے، بڑھیا مینگنیاں چنتی ہوئی ایک گلی سے گزری، مینگنیاں جمع کرنے کا ٹوکرا ساتھ تھا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے، دیکھتے ہی پہچان لیا اور آواز دے کر کہا: بڑی بی آپ مجھے جانتی ہو؟ وہ کہنے لگی نہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں فلاں مقام پر فلاں سن میں فلاں روز آپ کا مہمان بنا تھا! وہ کہنے لگی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نہیں پہچان سکی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نہیں پہچان سکی تو کوئی بات نہیں میں نے تو آپ کو پہچان لیا۔ اسکے بعد اپنے غلام کو حکم دیا کہ صدقے کی بکریوں میں سے ہزار 1000 بکریاں خرید کر ان کے حوالے کردو، اور ایک ہزار دینار نقد عطا فرمائے، اس کے

بعد اپنے غلام کے ساتھ اسے اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا، غلام سے دریافت کیا کہ بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا دیا ہے؟ اس نے بتادیا تو سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی قدر (یعنی ہزار بکریاں اور ہزار دینار نقدی) عطا فرمائے، پھر غلام کے ساتھ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، انہوں نے بھی دیکھتے ہی پہچان لیا، غلام نے بتایا کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا اتنا دیا ہے، حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ اگر آپ پہلے میرے پاس آتیں تب بھی میں ان دونوں کی پیروی کرتا، پھر دو ہزار بکری اور دو ہزار دینار کا حکم صادر فرمایا، اس طرح وہ بڑھیا تمام اہل مدینہ سے زیادہ مالدار بن کر لوٹی۔ (البدایہ والنہایہ)

......☆......

سعید بن عمرو فرماتے ہیں کہ: سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی جرأت وبیباکی کا کچھ ذرہ مجھے بھی نصیب ہو جاتا۔ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ کی فصاحت وبلاغت کا کچھ حصہ مجھے بھی مل جاتا۔

......☆......

امام مدائنی فرماتے ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین گفتگو میں کچھ نوک جھونک ہوگئی، ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کا بوسہ لیا، اس کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کا بوسہ لیا اور عرض کیا: میں پہل کرنے سے اس لئے رکا رہا کہ اس فضیلت کا زیادہ حقدار آپ کو سمجھا تو مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ میں آپ کے حق میں دخل اندازی کروں۔

......☆......

خطباتِ صفر المظفر

① ......اسلام کی جامعیت

② ......اعتقادات' عبادات' معاملات اور عصمتِ انبیاء

③ ......ہمارے آقا ﷺ کے آباء واجداد

④ ......موت کی تیاری (۱)

⑤ ......موت کی تیاری (۲)

......☆......

اسلام کی جامعیت

یہ خطاب حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ نے جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے سالانہ جلسہ میں فرمایا کیسٹ سے پیش خدمت ہے۔

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئات اعمالنا. من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ واشھد ان لّا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ سیّدنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا.

امّا بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا. (التحریم: ٦)

صدق اللّٰہ مولانا العظیم

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس
محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس

محمدؐ از تو مے خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفیؐ را

بزرگان ملت برادران عزیز، معززہ ومکرمہ ماؤ، بہنو، بیٹیو۔ اللہ تعالیٰ حق کہنے، سننے، عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ حق کا لفظ زبان پر آسان ہے۔ اس کی تعریف مشکل ہے۔ (از آدمؑ تا ہنوز) جس نے حق کہا اس کی زندگی آرام سے نہیں گزری مولانا رومؒ نے بڑی پیاری بات کہی۔

گفتار سکھ مایہ آزارے شود
چوں حرف حق بلند شود دارے شود
دیدار متاع کبر دار فروشند
گل نیست کہ در کوچہ بازار فروشند

اگر میں انبیاء کرام کی زندگی بیان کرنا شروع کردوں تو میری زندگی ختم ہو جائے گی لیکن ایک باب بھی بیان نہیں ہو سکے گا۔ کوئی نبی آرے کے نیچے، کوئی نبی چختے (الاؤ) کے اندر، روح دو عالم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کوئی نبی اتنی ایذا نہیں دیا گیا جتنا کہ میں دیا گیا ہوں۔ آج بھی حق کہنا مشکل ہے۔ (تمہارے دو دو فرشتے میرے چار چار، میں گھر میں تب بھی زیرِ نگرانی، سفر میں ہوں تب بھی زیرِ نگرانی، ''الحمدللہ''! دعا کرو اللہ تعالیٰ اسی راہ میں مجھے موت عطا فرمائے۔ مجھے حق کہنے کی توفیق دے۔ حق سمجھنے کی توفیق دے اور حق کو غالب کرنے کی توفیق دے)۔ آمین!

میں آج کل بطور وظیفہ یہ آیت پڑھ رہا ہوں ارشاد ربانی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ (التحریم: ٣٦)

اے ایمان والو اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ......

دین تین چیزوں کا نام ہے، ''اعتقادات، عبادات، معاملات''......

عقیدہ صحیح عمل تھوڑے جنت قریب......

عقیدہ خراب عمل بہت ٹھکانہ جہنم!

اللہ رب العزت شرک فی التوحید سے بھی بچائے اور شرک فی النبوۃ سے بھی

بچائے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے پاس ایک عورت گئی کہنے لگی کہ میرا خاوند دوسری بیوی کر رہا ہے۔ کوئی تعویذ دیں تا کہ وہ اس ارادے سے باز آ جائے۔ فرمایا کہ میں روکنے والا کون؟ جب خدا اجازت دے تو اللہ کے قانون میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔ ہم یہ سمجھے کہ چار بیویوں کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے حکم نہیں دیا۔ ایک بیوی سے اولاد نہیں ہوئی کوئی ملکی یا خاندانی ضرورت پیش آ گئی تو دوسری کی اجازت ہے۔ جیسے میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ میں جنگل میں ہوں پاک پانی نہیں ملتا تو ناپاک پانی استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً.

اس میں دو دو، تین تین، چار چار بیویاں کرنے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ دونوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات و برابری اختیار کی جائے اور اگر عدل و انصاف نہ ہو سکے تو دوسری بیوی کرنے کی اجازت بھی نہیں۔

جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو تو اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔

واقعہ:...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن تورات کا ایک ورق پڑھ رہے تھے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا کیا پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا تورات کا ایک ورق ملا وہ پڑھ رہا ہوں۔ فرمایا اگر تورات والا نبی موجود ہوتا تو وہ بھی قرآن پڑھتا اسے بھی تورات پڑھنے کی اجازت نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے آخری قانون کے مقابلے میں کوئی قانون نہیں چل سکتا۔ باوجودیکہ تورات ... انجیل ... زبور ... اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔ لیکن قرآن پاک کی موجودگی میں ان پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تو بندوں کے قانون کی کیا حیثیت ہے؟ خلاف شریعت کوئی قانون نہیں مانا جائے گا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے لگے جب خدا تعالیٰ اسے دوسری بیوی کی اجازت دے تو میں اسے روکنے والا کون ہوں۔ آج کل کے

قوانین کی بات نرالی ہے۔ ہمارے ہاں ایک قانون بنا ہے کہ اگر خاوند بیوی کو طلاق دے تو نفاذ اس وقت ہوگی جب چیئرمین اس کی منظوری دے۔ بیوی کسی کی، منظوری کوئی دے!! بڑا عجیب لطیفہ ہے۔ طلاق پہلے اور منظوری بعد میں، یہ افیونی کا لوٹا ہے یا قانون۔ افیونی کو قبض ہوتی ہے۔ وہ قضا حاجت کے لئے باہر گیا تو لوٹے کو سوراخ ہوگیا۔ اس کے فارغ ہونے سے پہلے لوٹا خالی ہوگیا۔ ایک وہ کہنے لگا آج میں استنجا پہلے کروں گا اور پاخانہ بعد میں۔ ہمارے عقلمندوں نے قانون بنایا کہ طلاق پہلے اور منظوری بعد میں۔ اگر کسی علم والے اور عقلمند سے مشورہ لیا ہوتا تو کہتا کہ میاں منظوری پہلے لو اور طلاق بعد میں دو۔ ناقص جو قانون بنائے گا وہ ناقص ہی ہوگا۔

ہمارا دیکھنا کامل یا ناقص؟ میں گاڑی میں بیٹھا ہوں اور گاڑی کھڑی ہے۔ جو گاڑی بعد میں آئی وہ چلنے لگی میں سمجھتا ہوں کہ میرے والی گاڑی جارہی ہے۔ بادل دوڑ رہا ہے میں سمجھتا ہوں چاند دوڑ رہا ہے۔ ہمارا دیکھنا ناقص، ناقص جو قانون بنائیں گے وہ ناقص ہی ہوگا۔ انگریزوں نے انڈین پینل کورٹ بنایا جوان کا شاہکار کہلاتا ہے۔

ناقص قانون کے متعلق واقعہ:

علی گڑھ میں ایک بنئے (ہندو) کے بیٹے نے ایک چوکیدار کو ٹھوکر ماری اس کی تلی پھٹ گئی اور وہ مرگیا۔ پولیس نے پرچہ درج کر کے اسے گرفتار کرلیا۔ مقدمہ کورٹ میں چلا گیا اس ملزم کا باپ ڈاکٹر سید محمود ایڈووکیٹ (ابن سرسید احمد خان) کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بیٹے دفعہ ۳۰۲ میں گرفتار کرلیا گیا ہے اور مقدمہ کورٹ میں چلا گیا ہے آپ پیروی کریں۔ ڈاکٹر سید محمود نے کہا کہ پیروی کروں گا لیکن میری دو شرطیں ہیں (۱) ایک لاکھ روپیہ فیس لوں گا (۲) دوران مقدمہ آپ میرے پاس نہیں آئیں گے۔ بنئے نے کہا کہ مجھے دونوں شرطیں منظور ہیں ڈاکٹر محمود نے کہا پچاس ہزار روپے پہلے لوں گا اور پچاس ہزار روپے فیصلہ اور رہائی کے بعد۔ سرسری سماعت ہوئی سیشن نے کیس کی سماعت کی ملزم کو مجرم قرار دے کر پھانسی کی سزا دی۔ فیصلہ سن کر بنیا سید محمود کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بیٹے کو موت کی سزا سنادی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمود نے کہا کہ میں نے جو کہا تھا کہ تم میرے پاس نہ آنا۔ لڑکے

کی طرف سے ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ ہائی کورٹ نے سزا کی توثیق کر دی اور پھانسی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ بنئے کو اطلاع دی گئی کہ فلاں تاریخ کو تم اپنے مجرم کو مل لو فلاں، تاریخ کو پھانسی دے دی جائے گی۔ بنیا ڈاکٹر محمود کے پاس آیا اور کہا کہ سرکار پرسوں میرے بیٹے کو پھانسی ملے گی۔تو ڈاکٹر محمود نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ تم میرے پاس نہ آنا۔ وہ بنیا کہنے لگا کہ اس کی مجھے اجازت ہے کہ میں لاش لے کر تمہارے پاس آؤں؟ پرسوں پھانسی لگ جائے گا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے کہا کہ میرے پاس نہ آنا میں نے کئی افراد پھانسی لگتے دیکھے ہیں (اور خود بھی الحمد للہ پھانسی کی کوٹھری میں رہا ہوں) جس دن پھانسی دیتے ہیں اس دن جیل کو بند کر دیتے ہیں اور پھانسی کے سزا یافتہ کو پیچھے ہتھکڑی لگا دیتے ہیں اور اسے لا کر پھانسی کے تختہ پر کھڑا کر دیتے ہیں۔ رسہ پڑا ہوتا ہے بھنگی آکر گلے میں پٹہ ڈال دیتا ہے اور مجسٹریٹ آکر ملزم کو کہتا ہے کہ تو نے فلاں شخص کو قتل کیا۔ تجھے فلاں عدالت نے سزائے موت سنائی تیری تمام تر اپیلیں خارج ہو چکی ہیں۔ اس قتل کی پاداش میں تجھے پھانسی دیا جا رہا ہے مجسٹریٹ کے پاس رومال ہوتا ہے۔ وہ اسے ہلاتا ہے اور بھنگی (جلاد) آہستہ سے ہینڈل کھینچ دیتا ہے۔ (بڑی تکلیف دہ اور خطرناک موت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بچائے حق کی راہ میں آئے تو آئے)۔

چنانچہ ملزم کو لایا گیا اور مجسٹریٹ نے ساری روداد سنائی، بھنگی نے گلے میں رسہ ڈالا اب مجسٹریٹ نے اشارہ کرنا تھا تاکہ بھنگی ہینڈل کھینچے۔ ڈاکٹر سید محمود نے کہا کہ یہ میرے پاس تعزیرات ہند ہے۔ دفعہ ۳۰۲ کی تعریف لکھی ہے کہ "اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے"۔ اگر میرا ملزم مر گیا تو میں تم سب پر ۳۰۲ کا مقدمہ کروں گا۔ اب مجسٹریٹ، سیشن جج، سپرنٹنڈنٹ جیل سب کو اپنی پڑی اور فیصلہ ہوا کہ اسے اتار کر کوٹھری میں بھیجا جائے۔ ہائی کورٹ میں ڈاکٹر سید محمود پیش ہو گئے اور کہا کہ قانون میں ۳۰۲ کی جو تعریف لکھی ہے وہ میرے ملزم پر پوری ہو چکی ہے۔ مارا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ مارے جانے کے الفاظ قانون میں موجود نہیں ہیں ہائی کورٹ نے کہا کہ ڈاکٹر سید محمود کے دلائل صحیح ہیں۔ اس ملزم کو بری کر دو اور قانون میں ترمیم کرو کہ "ملزم کو لٹکایا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے"۔

ڈاکٹر سید محمود جیت گئے اور ناقص کا قانون ناقص ثابت ہو گیا میں نے کہا کہ

ناقص جو قانون بنائیں گے وہ ناقص ہوگا جب میرے پاس کامل قانون موجود ہے تو میں ناقص کو کیا کروں؟ جب میرے قرآن وسنت موجود ہیں تو میں بندوں کے قانون کو کیا کروں؟

طرز جمہوری نہ شان کجکلاہی چاہیئے
جس کے بندے ہیں اسی کی بادشاہی چاہیئے

میرے دوستو تو حضرت بایزید بسطامیؒ فرمانے لگے کہ جب خدا نے اسے دوسری بیوی کرنے کی اجازت دی ہے تو میں روکنے والا کون؟

اس عورت نے کہا کہ اگر مجھے شریعت اجازت دیتی تو میں چہرے سے برقعہ اٹھا تی۔ وہ عورت شیخ اور مرشد کے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ لیکن نقاب اوڑھے ہوئے ہے میں ان مولویوں میں سے نہیں جو یہ کہیں کہ برقعے پہنو۔ میں کہتا ہوں برقعہ اتار دو خاوندوں پر برقعہ کا بوجھ تو نہ ڈالو اور یہ رہے گا نہیں۔ یہی لیڈر رہے تو کسی کی بچی کی عزت محفوظ نہیں رہے گی۔ اگر پہننا ہے تو برقعہ کی لاج رکھواسے سینما میں رسوا نہ کرو اور اسے سنبھال کر رکھو۔

آج خواجہ ناظم الدین کا بیان اخبارات میں چھپا کہ اگر ہم برسر اقتدار آ گئے تو اسلامی مساوات اور عدل وانصاف نافذ کریں گے۔ اگر مجھ پر جماعتی پابندی نہ ہوتی تو میں خواجہ صاحب کو کہتا کہ اسلام کے ساتھ ہنڈی نہ کھیلو۔ یہی خواجہ ناظم الدین تھے جس نے کہا کہ قاضی صاحب ہم کچل دیں گے۔ میں نے کہا۔

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر میرا گلو بھی نہیں رہے گا
کمر میں قاتل کی اے ستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا
تمہیں خبر نہیں کہ شاید دین حق کا چراغ
سموم تند کے باوصف جلتا رہتا ہے
وزارتوں کے مقدر پہ ناچنے والو
وزارتوں کا مقدر بدلتا رہتا ہے

ہم نے وزارتیں بھی دیکھیں اور ان کے انجام بھی دیکھے، اگلی بات بھی کہہ دوں۔ موجودہ وزراء سے بھی کہوں گا کہ تم بھی اپنے لئے مستقبل تیار کرو۔ وہ نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔ رہے گا نام خدا کا جو منٹوں میں شاہوں کو گدا کرے اور گدا کو بادشاہ کرے۔

سیدنا امام محمدؒ امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ انہیں بادشاہ جیل میں بھیجنا چاہتا تھا۔ وزراء سے مشورہ ہوا، انہوں نے کہا کہ ہم سوال مرتب کریں گے، امام محمدؒ کو سوچنے کی مہلت نہ دی جائے اور نہ ہی کتب دیکھنے کی، دربار منعقد کیا گیا، حضرت امام طلب کئے گئے، بادشاہ نے کہا کہ اگر سوالات کے جوابات نہ دیئے تو جیل...... امام صاحبؒ نے فرمایا کہ سوال کرو:

۱۔ اس کائنات ارضی کا نصف کہاں ہے؟

۲۔ تم کہتے ہو شیطان آگ سے پیدا ہوا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔ آگ کو آگ میں ڈالا جائے اس کو تکلیف کیسے اور کیوں کر اور کتنی ہوگی؟

۳۔ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

جوابات: امام محمدؒ نے لکڑی لے کر نشان لگا دیا اور فرمایا یہ نصف ہے۔ آدھی ادھر سے ناپ لو اور آدھی ادھر سے۔ بادشاہ نے وزراء کو دیکھا، انہوں نے کہا مان لو ورنہ یہ جریب اٹھوا اٹھوا، کر مروا دے گا۔ (وزراء تو ماشاء اللہ صاحب علم ہوتے ہی ہیں، ہمارا ایک وزیر ڈیرہ غازی خان گیا اور اس نے حدیث پڑھی "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلمٍ ومسلمۃ" میرے استاذ مکرم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ اس کو کہو کہ اپنے استاذ اور باپ انگریز کی بولی بولے حدیث کا حلیہ نہ بگاڑے۔

دوسرا سوال: تم کہتے ہو کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا بلکہ وہ خود کہتا ہے کہ خلقتنی من نارٍ وخلقتہٗ من طین میری تخلیق آگ سے ہوئی، مٹی کو کیوں کر سجدہ کروں، تم کہتے ہو کہ شیطان کو آگ میں ڈالا جائے گا تو اس سے اس کو کتنی، کیسے اور کیوں کر تکلیف ہوگی۔

امام محمد رحمہ اللہ نے مٹی کا ڈھیلا لے کر بادشاہ کو مارا اور فرمایا کہ تو مٹی سے پیدا ہوا میں نے مٹی کو مٹی ماری ہے، جس طرح مٹی سے مٹی کو تکلیف ہوئی، آگ کو آگ سے ایسے ہی تکلیف ہوگی۔ واہ علم خدا ہمیں بھی علم دے علم دین!

۳۔ امام محمد رحمہ اللہ نے تیسرے سوال کا جواب دینے کے لئے فرمایا کہ خداوند قدوس عزت والے ہیں اور عزت والے کا ذکر عزت والی جگہ پر ہونا چاہئے اور وہ جگہ ہے تیرا تخت، تو تخت سے اتر تاکہ میں اوپر بیٹھ کر جواب دے سکوں۔ بادشاہ کی مت ماری ہوئی تھی،

ایک آدمی نے کہا کہ بادشاہ جو ہوئے تو قاضی صاحب نے مزاحًا کہا یعنی ''اُلو کے پٹھے جو ہوئے'' تو وہ نیچے اترا، امام محمدؒ نے فرمایا کہ میرا خدا یہی کر رہا ہے کہ آپ کو تخت سے نیچے اتار دیا اور مجھے تخت پر بٹھا دیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے پاس دو پادری آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے سوالوں کا جواب عقل سے دو، نقل سے نہیں۔ شاہ صاحبؒ نے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ ایک آدمی جنگل میں پھر رہا ہے، راہ نہیں ملتا۔ راہی نہیں ملتا، راہ رو نہیں ملتا۔ راہبر نہیں ملتا منزل مقصود کی طلب اس کے دل میں ہے۔ ایک آدمی سو رہا ہے اور ایک آدمی جاگ رہا ہے، وہ راہ سوئے ہوئے سے پوچھے یا جاگنے والے سے؟ عقل کا جواب ہوگا کہ بیٹھنے والے سے، شاہ صاحب اگر یہ جواب دیتے ہیں تو ایمان گیا، کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ پادری کہتے ہیں کہ راہِ نجات پوچھنے والا سوئے ہوئے سے پوچھے یا بیٹھنے والے سے، اور جواب عقل سے چاہئے، نقل یعنی عبارت سے نہیں۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا راہ پوچھنے والا آئے اور بیٹھنے والے کے ساتھ آکر بیٹھ جائے جب سونے والا جاگے گا تو اس سے راہ معلوم کرے۔ کیونکہ اگر بیٹھنے والا راہ جانتا ہوتا تو منزل مقصود پر پہنچ گیا ہوتا معلوم ہوتا ہے وہ بھی سونے والے کا منتظر بیٹھا ہے۔ پادری کہنے لگے شاہ جیؒ کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے۔ جس نبی کی امتی کے علم کا یہ حال ہے اس نبی کے اپنے علم کا کیا حال ہوگا۔ (تحفہ درود شریف) خدا عقل دے اور عقل سلیم دے۔

عورتوں سے خطاب:

بیٹیو ایک بات بتلاؤں تمہاری آواز پر پردہ، قرآن کریم نے بولنے کا ادب سکھلایا۔ مسلمان عورت غیر محرم مرد سے کس طرح بولے۔ پہلی پابندی ہے کہ نہ بولے اور اگر مجبوراً بولنا پڑے کہ اگر گھر میں کوئی اور موجود نہیں، تو بولنے کا ادب سکھلایا کہ کڑک کر بولے ''ولا تخضعن باالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض'' (الاحزاب) کڑک کر بولے تاکہ سننے والے کے دل میں مرض پیدا نہ ہو۔

مرد ایسا عطر لگائے کہ اس کی خوشبو ظاہر ہو اور رنگ ظاہر نہ ہو، اور عورت ایسا عطر لگائے جس کا رنگ ظاہر ہو خوشبو نہ پھیلے کیونکہ رنگ شوہر نے دیکھنا ہے۔ شریعت نے عورت کو ہارسنگار کی اجازت دی ہے کیونکہ ہارسنگار اس کے شوہر نے دیکھنا ہے۔ جو عورت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے زیب وزینت اختیار کرتی ہے تو وہ جنت میں جائے گی۔ جو اپنے حسن کے نمائش کے لئے ہارسنگار کرتی ہیں، وہ اسے جہنم میں لے جائے گا۔

لیکن میں کیا کروں کہ آج سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوس نکلتا ہے اور عورتیں ننگی ہیں۔ اس کی تصاویر اخبار میں چھپتی ہیں۔ (بحوالہ جنگ کراچی) اس نبی کا جلوس جو کافر کی بیٹی کا سر ڈھانپتا ہے۔ موتی بہت سے ہاتھوں میں جائے اس کی آب وتاب نہیں رہتی۔ عورت بہت سی آنکھوں میں جائے اس کی آبرو نہیں رہتی۔ آج تو ''اپوا'' کی خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کے لیڈروں کو غیرت دے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دیوث نہ بنائے اور عزت وناموس کی حفاظت کی توفیق دے۔

وہ عورت کہتی ہے کاش شریعت مجھے اجازت دیتی تو میں اپنا چہرہ آپ کو دکھاتی اور آپ خود اندازہ فرماتے کہ میں کتنی حسین ہوں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے یہ جملہ سنا اور فرمایا ''الا اللہ'' اور آپ پر حال طاری ہو گیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ اتنے جملہ سے آپ پر حال طاری ہو گیا۔ فرمایا کہ اس نے یہ جملہ کہہ کر میرے بہت سے مقامات طے کرا دیئے۔ وہ اپنے حسن کی وجہ سے اپنا شریک گوارا نہیں کرتی۔ اس کا حسن ذاتی نہیں عطائی ہے، کامل نہیں ناقص ہے، مستقل نہیں عارضی ہے، باقی نہیں فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ بندہ اس کا ہو اور جھکے غیر کے آگے۔ میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

میری آنکھوں کو نور ملے نہ ملے
میرے دل کو سرور ملے نہ ملے
مگر اتنا غرور ضرور ملے
کہ جھکاؤں نہ یہ لوح جبین کہیں

اللہ تعالیٰ شرک فی التوحید اور شرک فی النبوۃ کی لعنت سے بچائے۔ پانچ آیات پڑھتا ہوں۔ قل اعوذ برب الناس۔ ہمارا رب، رب الناس، اس رب کے علاوہ کوئی رب

بنے یا بنائے، وہ الناس (انسانیت) میں سے خارج...... رب بنائے نہیں جاتے اور جو بنائے جائیں وہ رب نہیں ہوتے، جو حاجت مند ہوں وہ حاجت روا نہیں ہوتے، جو مشکلوں میں پھنسیں وہ مشکل کشا نہیں ہوتے۔ تو رب! رب الناس......

ہمارا رسول "وما ارسلناک الا کافۃ للناس" اس نبی کے علاوہ کوئی نبی بنے یا بنائے، مومن وکافر، عالم جانیں، میرے نزدیک وہ انسانوں میں سے نہیں ہوتے، وہ الناس میں سے خارج، کیونکہ الناس کا رسول تو نبی کریم ہیں۔ رب الناس کی طرف سے "کافۃ للناس" ہمارے لئے کوئی ضابطہ حیات لائے۔

کوئی نصاب زندگی یا دستور العمل لائے؟ فرمایا ہاں...... "شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدًی للناس" رسول کافۃ للناس قرآن هدًی للناس اس قرآن کے بعد جو نئی وحی والہام کا دعویٰ کرے یا مانے تو مومن وکافر تو عالم جانیں۔ وہ الناس میں سے خارج......

اس قوم کا کوئی مرکز و سنٹر بھی ہوگا، قرآن کہتا ہے: "ان اول بیت وضع للناس"۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

مرکزیت کے لئے بیت اللہ...... ہدایت کے لئے کتاب اللہ...... نبوت کے لئے محمد رسول اللہ...... ربوبیت کے لئے میرا اللہ......

جو ان چار چیزوں پر ایمان رکھے، اس قوم کا بھی کوئی مقام ہوگا، تو فرمایا: "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اے لاصلاح الناس" ...... امت ہم پر ختم...... مرکزیت بیت اللہ پر ختم...... ہدایت کتاب اللہ پر ختم...... ربوبیت اللہ پر ختم...... اور نبوت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ختم......

میں نے کہا نبی کتابیں لکھنے نہیں آتے۔

بعض پڑھے لکھے دوست کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کمال کیا، پچاس الماریاں کتابیں لکھ کر بھر دیں، صاحب کا مضاف الیہ محذوف ہے (یعنی صاحب النار)،

میرے پاس مرزا غلام کی کتاب نور الحق موجود ہے، یہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی چھپی ہوئی ہے اور قادیانی ولاہوری دونوں کی مسلمہ ومصدقہ ہے۔ اس کے ص ۱۲۰ پر علماء کی فہرست دی ہے۔ مولوی کرم الدین، مولوی نظام الدین، مولوی الٰہی بخش، مولوی حبیب اللہ، مولوی نور الدین، مولوی حسام الدین، مولوی حسن علی، مولوی حسن صفدر علی وغیرہ وغیرہ۔

اس کا پس منظر یہ ہے انگریز کے آنے کے بعد ایک گروہ کہتا تھا کہ ملک دارالاسلام تھا، اب دارالحرب بن گیا ہے اور جہاد فرض ہوگیا۔ ہمارے اکابرین کا نظریہ یہی ہے۔ مرزا غلام احمد اور اس قماش کے لوگ کہتے تھے کہ انگریز کے آنے کے بعد بھی ملک ''دارالاسلام'' ہے۔ اکابرین علماء دیوبند نے صرف فتویٰ ہی نہیں دیا بلکہ عملاً جہاد بھی کیا۔ بانی ''دارالعلوم دیوبند'' مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جہاد کا اعلان کر دیا، دوستوں نے کہا کہ مولانا چھپ جائیں۔

اے انگریزی پڑھے لکھے نوجوانو تم جب ''ملا'' کو گالی دیتے ہو اس میں تمہارا قصور نہیں، جس نے تم سے کتے کا نام ٹیپو رکھوایا اس بدبخت نے تم سے ''ملا'' کے لفظ کو گالی بنوادیا۔ ''ملا'' کا جرم میں بتاؤں ایک دفعہ کہا گیا کہ علماء دیوبند کافر ہیں، میں نے کہا کہ میں تو سہی لیکن کس کے؟ مضاف کا مضاف الیہ محذوف ہے ہم کفر کے کافر ہیں، ہم طاغوت کے کافر ہیں، شیطان کے قانون کے کافر۔ کافر دو قسم پر ایک رحمان کا کافر اور ایک شیطان کا کافر، اللہ تعالیٰ رحمان کے کفر سے محفوظ فرمائے۔ تو میں مولانا نانوتویؒ کے متعلق کہہ رہا تھا کہ دوستوں نے کہا آپ کی قیادت کی ضرورت ہے، آپ چھپ جائیں۔ آپ تین دن روپوش رہنے کے بعد ظاہر ہو گئے۔ کھدر کا پاجامہ، پتلا کرتہ، چھوٹی سی ٹوپی، ایک فوجی افسر گزرا اور مولانا کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ تم نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو دیکھا ہے؟ اب دیکھئے مولانا نانوتویؒ کا امتحان ملاحظہ فرمایئے، جہاں کھڑے تھے ایک طرف ہٹ کر فرمانے لگے: جی ہاں ابھی یہیں تو تھے، تو وہ خائب وخاسر ہو کر چلا گیا، رفقاء کہنے لگے کہ فوج تلاش کر رہی ہے، آپ نے کیا غضب ڈھایا، باہر آگئے۔ فرمایا جی ہاں مصلحت کا تقاضا تو یہی تھا کہ میں باہر نہ آتا، لیکن یہ سنت کے خلاف معلوم ہوئی، حضور غار ثور میں تین دن ٹھہرے تھے، تین دن کے بعد باہر آگیا تاکہ آپ کی سنت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ سبحان اللہ!

مولویوں کی فہرست لکھ کر مرزا کہتا ہے: وما ترکوا سبیل التوھین والتحقیر فعلیھم من اللّٰہ الف لعنہ فلیقل القوم کلھم۔ آمین!

اب مرزا صاحب قلم کاری فرمانے لگے ہیں اور نور حق بکھیرنے لگے ہیں۔ لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت لعنت ایک ہی لفظ (لعنت) لکھتے گئے ہیں۔ ایک ہزار مرتبہ صرف لعنت لکھی ہے جس کی آمد زیادہ اس کا خرچ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں کا خرچ ہے تو آمد کروڑوں کی، کیا مبارک وقت گزرا ہوگا۔ اس شخص کا میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں: میں چھوٹا سا تھا تو میری اماں مرحومہ جب میں سونے لگتا تھا تو فرماتی کلمہ طیبہ پڑھو، جب اٹھتا تو فرماتیں کہ کلمہ پڑھ کر اٹھو۔ ایک دن میں نے کہا اماں جی آپ روز مجھے مسلمان بناتی ہیں، حالانکہ میں مسلمان ہی ہوں، تو فرمانے لگیں کہ میں کلمہ پڑھنے کی عادت ڈالنا چاہتی ہوں کہ جب موت والی نیند آئے گی تو کلمہ کی عادت ہوگی تو آپ کلمہ پڑھ کر رخصت ہوں گے اور جب اٹھیں گے تو حشر کے دن کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھیں گے۔ تم بھی بچوں اور بچیوں کو سکھلایا کرو۔ میں مرزائی دوستوں سے کہتا ہوں رات کو سوتے وقت پڑھ کر سویا کرو یہ تمہارا درود ہزارہ ہے۔ سارے بڑے چھوٹے مل کر پڑھا کرو۔ یا اللہ انہیں ہدایت نصیب فرما۔ آمین!

میں ان کا دشمن نہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں لعنت والے سے ہٹا کر رحمت والے کے قدموں میں آنے کی توفیق دے۔ تحفہ درود شریف (خود بھی درود پڑھ کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور فرمایا) اے اللہ تیرے اس نبیؐ پر بھی آسمان کے تاروں سے زیادہ رحمتیں ہوں، سمندروں کے قطروں سے بھی زیادہ رحمتیں ہوں، درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ رحمتیں ہوں، ریت کے ذروں سے بھی زیادہ رحمتیں ہوں۔ اے اللہ اس نبی کی غلامی نصیب فرما، اس نبیؐ کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کی قدموں کے ذروں کے ساتھ ہمارا خاتمہ فرما۔ عصرِ حاضر کے تمام فتنوں سے بچا اور اتباع شریعت نصیب فرما۔ آمین!

واقعہ:...... ایک دن حضور مکہ میں خدا کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور پتھر پڑ رہے ہیں۔ (اللہ کا نام لینا آسان نہ ہے، اے مدارس عربیہ کے طالب علمو۔

شعر!

در مدرسہ کس نہ رسد دعویٰ توحید
مقام موحد سر دار است

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید بیان کر رہے ہیں اور پتھر پڑ رہے ہیں۔ حضورؐ کا چلنا پھرنا بند کر دیا۔ لیکن جوتیاں مبارک خون آلود پاؤں زخمی، پنڈلیاں زخمی آپ حرم کعبہ کی چوکھٹ پکڑ کر فرماتے ہیں اے میرا اللہ اگر میں کبھی بتقاضائے بشریت ان کے لئے بددعا کروں تو میرا اللہ میرے ساتھ وعدہ فرما کہ وہ قبول نہ کرنا۔ کیونکہ میں ہلاکت کے لئے نہیں آیا، بلکہ ہدایت کے لئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نبی کی غلامی کی توفیق دے۔ چونکہ بیمار ہوں تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکا۔ آئندہ سالانہ جلسہ پر حاضری کی توفیق نصیب ہوئی تو مفصل وعظ کروں گا۔ حیات باقی ملاقات باقی دعا۔ الٰہی حق محمد کی محبت کا عطا کر دے، تو اپنے سارے بندوں کو فدائے مصطفیٰ کر دے۔

واسطہ تجھ کو تیرے معراج والے کا
مسلمانوں کو معراج ترقی پر وفا کر دے

الٰہی یہ سب تیرے ہیں محمد ﷺ ان کے ہیں، پھر یہ غیریت کیوں ہے؟ انہیں اپنا کر غیر سے یا رب جدا کر دے!

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ سوزِ صدیقؓ دے

آخر لمبی چوڑی دعا فرمائی اور جلسہ اختتام کو پہنچا۔

……☆……

اعتقادات' عبادات' معاملات اور عصمت انبیاء

جناب صدر محترم! میرے بزرگو عزیز بھائیو اور معزز خواتین ! پرسوں آپ حضرات کے سامنے میں نے چند الفاظ اشارۃً عرض کیے تھے کہ جس مسئلہ کو ہم لوگ بیان کر رہے ہیں ملتان کی اس کانفرنس کے اجلاسوں میں اور اس کے علاوہ پاکستان کے مختلف مقامات پر جلسوں کے ذریعہ اعتقادات کے متعلق بہت کم کہا جاتا ہے اور اعمال کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

آج آپ دُعا فرمائیں ان شاء اللہ العزیز عقیدہ کے متعلق کچھ ضرور بیان کروں گا۔ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ ایسے اکابر کی موجودگی میں، میں کیا عرض کروں؟ اگر برسوں تک ان حضرات کی جوتیاں سیدھی کرتا رہوں تو بھی اس قابل نہیں ہو سکتا۔ مگر جب یہ حضرات خود ارشاد فرمادیں اور پھر مجھ ایسے ادنیٰ طالب علم کو حکم فرمادیں تو شرمسار ہوتا ہوں۔

اسلام تین چیزوں کا مجموعہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے اکابر علماء کرام نے مجھے نوازا ہے اور معروضات سن کر مجھے سند بخشی ہے۔ فالحمدللہ علیٰ احسانہٖ حضرات اس سے قبل ملتان میں اجمالی طور پر مجھے موقع ملا تھا۔ دل کھول کر نہ تب بیان کر سکا نہ آج بیان کر سکتا ہوں۔ آپ بزرگوں کی دُعاؤں کے طفیل اس نصف شب میں اس ناتوانی کی حالت میں آپ کے سامنے ہوں۔ دُعا فرماتے رہیے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بیان کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اسلام تین

چیزوں کا احاطہ اور مجموعہ ہے۔

۱۔اعتقادات ۔۲۔عبادات ۔۳اور معاملات

اسلام میں سب سے پہلا درجہ اعتقادات کا ہے۔اس لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب النبیین "

(البقرہ:۱۷۷)

"یہ کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم اپنے چہروں کو پھیروں پورب کی طرف یا پچھم کی طرف بلکہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، فرشتوں، کتاب اور تمام نبیوں کے ساتھ ایمان لائے۔

اس آیت کریمہ میں سب سے زیادہ عقائد اور یقین کو درست کیا ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی یقین نہ ہو اس وقت تک عملی قدم نہیں اٹھ سکتا۔ جو شخص خداوند قدوس کے وجود کا قائل ہی نہیں، حساب وکتاب کا دن مانتا ہی نہیں اس آخری دن کا خیال ہی اس کے دماغ میں موجود نہیں ہے کہ کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس کے بعد کوئی دن نہ ہوگا۔اب ایسا شخص عملی زندگی کیسے درست کر سکتا ہے؟ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی ہاتھ حرکت نہیں کر سکتا جب تک اس کے پیچھے کوئی عقیدہ موجود نہ ہو۔

عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

ایک عربی لفظ ہے جسے یقین یا گٹھ کہہ لیجئے۔عقیدہ ایک دل کی گرہ ہے جیسے بھی پڑ جائے۔دل کا خیال ہے جیسا بھی آجائے۔یوں سمجھئے آپ اپنے بچے کی شادی کرتے ہیں، اس کی عورت کو اپنے گھر لاتے ہیں۔اب اگر وہ عورت آپ کے گھر آنے کے بعد یہ خیال کرنا شروع کر دے کہ شاید میں یہاں رہوں گی یا نہیں؟ تو فرمایئے کہ وہ گھر آباد رہ سکتا ہے؟ گھر وہی آباد ہوتا ہے جس گھر میں آنے والی عورت پہلے ہی دن یہ فیصلہ کرلے کہ اب تو میں اس گھر کی ہو کر رہوں گی، مجھے اب یہاں رہنا ہے۔

بس اسی حیلہ کا نام عقیدہ ہے۔ تو اس صورت میں عقیدہ بنیاد ہو گیا ہر عمل کا، آپ چاہے کتنی عظیم الشان عمارت کھڑی کر لیں جب تک بنیاد کمزور ہو گی اس وقت تک عمارت کا کھڑا رہنا ناممکن ہے۔ عمرت وہی قائم رہے گی جس کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو گی۔ بڑے بڑے درخت آپ حضرات نے دیکھے ہیں۔ اگر ان درختوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں تو کیا درخت اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکتا ہے؟ درخت کی جڑ اس کی بنیاد ہے اگر وہ ختم ہو جائے تو سارا درخت فوراً گر پڑتا ہے۔

جن لوگوں نے سیلاب زدہ علاقہ کا معائنہ فرمایا ہے انہوں نے دیکھا ہو گا کہ بعض مقامات پر ایسے درخت کھڑے رہ جاتے ہیں جن کی صرف جڑیں نظر آرہی ہوتی ہیں۔ چاروں طرف سے مٹی اٹھ جاتی ہے اور ننگی جڑوں کو دیکھ کر ہم یوم خیال کرتے ہیں شاید یہ درخت اب کھڑا نہ رہ سکے گا مگر وہ اپنے مقام پر بدستور کھڑا رہتا ہے۔ اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اب شاید آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ایسے ہی اعتقادات بنیادیں اور جڑیں ہیں اعمال کی۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جب آدمی کو کوڑھ کی بیماری لگ جائے پھر اس کو جتنی اعلیٰ سے اعلیٰ اور اچھی سے اچھی غذا دی جائے اس کا بدن گلتا چلا جائے گا۔ پھر مرض بڑھتا رہے گا کم نہیں ہو گا۔ یہ طب کا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اس مرض کی اس صورت میں کبھی بھی اصلاح نہ ہو گی۔ ایسے ہی اس آدمی کا عقیدہ خراب ہو جائے گا۔ بس سمجھ لیجئے کہ اس کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اب چاہے کتنے اچھے عمل کرتا رہے اصلاح نہ ہو سکے گی اور یونہی دوزخ کے قریب ہوتا چلا جائے گا۔

بدعقیدگی روح کا کوڑھ

ہندوستان میں ایک بہت بڑی قوم ہندو بھی آباد ہے۔ وہ رات دن خیرات' دان اور پان کرتے ہیں۔ ان کے اعمال کا صلہ کیوں نہیں ملتا؟ اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔ کہیں آگ کی پوجا کرتے ہیں کہیں پانی اور مورتیوں کی۔ کروڑوں انسان ہیں جو مورتیوں کی شرمگاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ان کو حل المشکلات خیال کرتے ہیں۔ ان سے اولادیں مانگی

جاتی ہیں۔ پھران پر چڑھاوے بھی چڑھائے جاتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ یونہی برباد کیا جاتا ہے۔ آخرانہیں بھی اس کا کچھ صلہ ملتا ہے؟ ان کا صلہ اس لئے نہیں مل سکتا کہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔ وہ خالق کائنات کو اس طرح نہیں مانتے جس طرح ماننے اور تسلیم کرنے کا حق ہے۔ دراصل ان کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اب چاہے دان اور پان کرتے ہوئے اربوں روپیہ خرچ کر جائیں انہیں ... کا صلہ ملے گا نہیں۔ تو عقائد کا درست ہونا بنیاد اور جڑ ... ہر ... کی۔

قرآن کے متعلق مسلمان کا عقیدہ کیا ہو؟

حضرات! اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نفس کتاب کے متعلق مسلمان کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ کتاب جو میں نے اتاری ہے اس کے ساتھ مسلمان یہ عقیدہ رکھیں۔ حضرات! یہ کوئی میری شاعری نہیں میرا بیان نہیں بلکہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے۔ فرمایا:

الم O ذالک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین O

(البقرہ:۱،۲)

یعنی یہ کتاب جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اتاری گئی ہے اس کتاب میں کوئی بھی شک نہیں۔ یہ کتاب سراسر ہدایت ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو پرہیزگار ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تمام شبہات جو منزل اور منزل الیہ دونوں کی طرف سے ہو سکتے تھے۔ وہ دور کردیئے اور صاف صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اس کتاب قرآن مجید میں کسی قسم کا شبہ نہ منزل کی طرف سے اور نہ منزل الیہ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ کتاب میں شبہ سارے دین میں شبہ کا موجب بنتا ہے۔ پھر دین کہاں۔ شبہات سے دین منہدم ہو جاتا ہے اس سے تو ایک اینٹ باقی نہیں رہ سکتی۔ دین کی ساری عمارت مسمار ہو کر رہ جاتی ہے۔ کتاب تو خود اپنی منہ سے بولتی اور جواب دیتی ہے:

هذا کتابنا ینطق علیکم بالحق (الجاثیہ:۲۹) ”یہ کتاب حق بولتی ہے۔“

اس کتاب کے اتارنے والے، تلاوت کرنے والے، حفاظت کرنے والے،

بکھیرنے والے، جمع کرنے والے خود اللہ تعالیٰ آپ ہیں۔ اس معاملہ میں کسی انسان کو کوئی دسترس نہیں۔

قرآن سے انٹرویو

جہاں کتاب نے اپنے ہمیشہ حق بولنے کا ذکر کیا وہاں کتاب اپنے نازل کرنے والے کو بھی بیان کرتی ہے:

تنزیل من رب العالمین O (الحاقہ: ۴۳)

''نازل کی گئی یہ کتاب اس دونوں جہاں کے پروردگار کی طرف سے۔''

پھر آگے بیان کیا کہ مجھے کون لے کر آیا اور کس پر نازل ہوئی ہوں۔

نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین

(الشعراء: ۱۹۳، ۱۹۴)

یعنی مجھے ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا اور نازل ہوئی آپ (محمد ﷺ) کے دل پر تاکہ آپ دونوں جہانوں کو ڈر سنائیں۔

اللہ اللہ! فرشتے کے ساتھ امین کی قید لگا دی اور یہ شبہ دور کر دیا کہ فرشتے نے خیانت کی، کہ نازل تو ہونا تھا کسی اور پر، نازل ہو گئی حضرت محمد ﷺ پر۔ یہ نہیں بلکہ فرشتہ امین ہے۔ اس لئے وہ امانت جس کی طرف بھیجی گئی تھی اس کے سپرد کی ہے۔ پھر آگے خود بیان فرمایا کہ جو کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے اس کی حفاظت کی آپ فکر نہ کریں۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون O

(الحجر: ۹)

ہم نے یہ کتاب اتاری، اب ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔

یہ کلام ہمارا کلام ہے یہ بات ہماری بات ہے۔ آپ تو صرف بولتے ہیں۔ آپ پر یہ قرآن ایک ہی دفعہ نہیں اتارا بلکہ آہستہ آہستہ اتارا گیا۔

قرآن کو آیت آیت، لفظ لفظ، حصہ حصہ، رکوع رکوع، کبھی کہیں کبھی کہیں، کبھی محراب میں تو کبھی منبر پر، کبھی میدان میں تو کبھی عائشہؓ کے سامنے بیٹھے، کبھی فاطمہؓ کے دروازہ پر، کبھی غاروں کے اندر، کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر، کبھی راہ چلتے، کبھی اونٹنی پر غرض

یہ کہ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں اتارا۔ آہستہ آہستہ اتارا تا کہ ساتھ ساتھ عملی پروگرام بھی چلتا رہے۔ جہاں جہاں اور جس جس موقعہ پر اس قرآن کی ضرورت پیش آتی رہی ہم اتارتے رہے۔ کبھی حقیقت کو نکھارنے کے لئے، کبھی مقابل کو جواب دینے کے لئے آیات نازل کیں۔

کیا حق ہے کسی انسان کو جس کو رب بکھیرے وہ اسے جمع کرے۔ یہ حق تو اسی ذات کو حاصل ہے جو اسے پھیلائے وہی سمیٹے اور فرمایا:

فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر O یوم یجمعکم لیوم الجمع ذالک یوم التغابن O

(التغابن:۸،۹)

پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کے نور کے ساتھ جو اس نے نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو جب اکٹھے ہونے والے دن تمہیں جمع کیا جائے گا وہی دن ہار جیت کا دن ہوگا۔

اشاعت قرآن

آج یہاں قاضی احسان احمد صاحب "شجاع آبادی (خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ برصغیر کے نامور مجاہد تحریک آزادی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر، شاہ جیؒ کے خطابت میں شاگرد اور جانشین تھے۔ شاہ جیؒ کی وفات کے بعد مجلس کے امیر منتخب ہوئے۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۶ء کو انتقال فرمایا۔ شجاع آباد کے قبرستان نور شاہ (بالمقابل ہائی سکول) میں آرام فرما ہیں)۔ نے روس کی چھپی ہوئی ایک کتاب دی جس کا نام شاید "اسٹالین" ہے۔ قاضی صاحب نے اس کی طباعت و کتابت کی خوبیوں اور اس کی دلکشی و دلفریبی کی قصیدہ خوانی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہ جی ملاحظہ فرمائیے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف سوا روپیہ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اسٹالین کی حکومت اپنی سیاہی اپنا قلم اپنا کاغذ اپنا پریس ملازمین اور کارندے اپنے غرضیکہ اس سلسلہ کے وہ تمام سامان مہیا۔ وہ جو چاہے اور جس طرح چاہے شائع کرا سکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرانا چاہیے یہ قیمت رکھ کر تو اس نے تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔

لمسالین کا یہ کوئی کمال نہیں کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن مجید کی تاریخ پر غور فرمائیں۔

وہاں نہ قلم' نہ سیاہی' نہ دوات' نہ کاغذ' نہ پریس' نہ کوئی عملہ' نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان موجود ہے جس کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ لیکن وہ قرآن آج لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی طباعت و اشاعت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی ایسی کتاب لائیں جو اس سے زیادہ اشاعت پذیر ہوتی ہو اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو۔ سبحان اللہ! قرآن پاک کو تھوڑا تھوڑا نازل کر کے ایسا سمو دیا تا کہ آپ بھی آہستہ آہستہ سکھاتے رہیں۔

نبی کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا

دنیا حیران ہے کہ وہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نہ تو لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی پڑھنا۔ یعنی نہ تو آپ اپنے ہاتھ سے کچھ تحریر کر سکتے ہیں اور نہ کسی اور کتاب کو پڑھ سکتے ہیں۔ دنیا ہے کہ پروانوں کی طرح جانثار ہو رہی ہے۔ یہاں ایک بات کہہ دوں یاد رکھئے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک کوئی نبی اور کوئی پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا۔ دنیا کے کسی کتب خانہ' کسی یونیورسٹی' کسی دار المطالعہ میں کسی نبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی نسخہ دکھا دو۔

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری دارد
نہ ہر کہ آئینہ سکندری دارد

دنیا نے تو نبوت و رسالت کو ایک مذاق بنا دیا ہے۔ نبوت تو خداوند قدوس کی چادر ہے، نبی سے خطا خدا پر طعن ہوتا ہے۔ حضرات! میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا اور پڑھا ہو بھی کیسے؟ وہ پیغمبر ہی کیا جو کسی استاد کے آگے زانوائے ادب تہہ کرے۔ پیغمبر اور نبی تو اللہ تعالیٰ کے دامن میں تربیت پاتے ہیں۔ وہ تو اللہ سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے پیغمبر خدا ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں تعلیم دینے کا ہی ذکر ہے:

اقراء باسم ربک الذی خلق O (العلق: ۱)

"اے محمد! آپ اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے آپ کو پیدا کیا۔"

نبی حسب ونسب کے لحاظ سے عالی مرتبت ہوتا ہے

پیغمبر اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے۔ پیغمبر ہر مجلس، ہر محفل اور ہر سوسائٹی میں بے داغ ہوتا ہے۔ حسب ونسب اور خاندان کے اعتبار سے سر بلند ہوتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

''میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں اور میں سچا نبی ہوں۔''

یہ بات کوئی شاعرانہ قافیہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور وہ الفاظ ہیں جو قریش مکہ کی موجودگی میں کہے گئے۔ آپ قریش سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ جانتے ہو کہ میں صادق اور امین ہوں۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا واقعی آپ صادق اور امین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو کون ہوں؟ (فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ) میں اپنی زندگی کے چالیس سال تم میں رہا ہوں۔ ھل وجد تمونی صادقا او کاذبا میری زندگی کے کسی داغدار گوشہ پر انگشت نمائی کیجئے۔ حاضرین پر سکتہ طاری تھا۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ آپ کی زندگی کے کسی گوشے پر انگشت نمائی کر سکیں۔ اور یہاں یہ پنجاب کا سرکاری نبی جب سکول میں پڑھنے جاتا ہوگا آپ حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں کہ سبق نہ آنے پر مرزا غلام احمد قادیانی کے استاد کیا کرتے ہوں گے؟ وہ کیسا قابل دید منظر ہوگا جب مرزا غلام احمد قادیانی کے کان پکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے چھڑیوں اور لاتوں کی بارش ہو رہی ہو گی۔ میں کبھی کبھی خیال کیا کرتا ہوں کہ اس شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو اپنے اس استاد کے سامنے کیسے منہ دکھاتا ہوگا؟ استغفر اللہ۔ میں کس برگزیدہ ہستی کی کس بے ہودہ انسان کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہوں۔ مجھے تو قرآن پاک کے اسی پاکیزہ ذکر کو جاری رکھنا چاہئے۔ تو حضرات میں عرض کر رہا تھا۔ تعلیم انبیاء کا سلسلہ کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کی تعلیم خدا تعالیٰ کے سپرد ہوتی ہے۔

نبی کی زبان حکم خداوندی کے بغیر حرکت نہیں کرتی

جب پیغمبر ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی نازل ہو رہی ہے تو

آپ ﷺ اس وحی الٰہی کو جلدی جلدی یاد کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے:

لا تحرک بدہ لسانک لتعجل بہ O ان علینا جمعہ و قرانہ O

(القیامہ:۱۶،۱۷)

آپ جلدی جلدی زبان نہ ہلایئے۔ آپ گھبرایئے نہیں یہ ہماری کتاب ہے۔ اس کتاب کا یاد کرانا، اسے آپ کے ذہن میں جمع کرنا اور آپ کو پڑھانا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔

کتاب انزلناہ الیک (ص: ۲۹)

''ہم آپ پر نازل فرما رہے ہیں آپ فکر نہ کیجئے۔''

محترم حضرات! یہ جو عرض کر رہا ہوں، یہ وہ قرآن ہے جو خداوند قدوس کا پاکیزہ کلام ہے۔ کلام وہی ہوتا ہے جو منہ سے نکلے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں کیں، آپ کے ساتھ جو گفتگو ہوئی ان کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔ یہ کلام ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسے فنا نہیں کیونکہ جب تک خدا موجود ہے اس کا کلام بھی باقی اور زندہ رہے گا۔ قرآن پاک کا اسلوب بیان کتنا اچھا اور کتنا پیارا ہے۔ فرمایا:

الحمدللہ رب العالمین O الرحمن الرحیم O مالک یوم الدین O ایاک نعبد وایاک نستعین O اھدنا الصراط المستقیم O صراط الذین انعمت علیھم O غیر المغضوب علیھم ولا الضالین O (الفاتحہ)

''تمام تعریفیں اور پاکیزگی اللہ ہی کی ذات کے لئے ہے۔ جو ساری کائنات کا پروردگار ہے اور روزی رساں ہے۔ جو رحم کرنے والا ہے دنیا میں اور رحیم ہے آخرت میں۔ جو بدلے اور جزا کے دن کا مالک ہے۔ اے اللہ! آپ اتنی تعریفوں اور خوبیوں کے مالک ہیں ہم خالص آپ ہی کی پوجا کرتے ہیں اور خالص آپ ہی سے ہر قسم کی مدد طلب کرتے ہیں۔ آپ ہمیں سیدھے راستے پر خود چلایئے۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر آپ نے انعام واکرام کیا ہے۔ ہمیں

ان لوگوں کے راستہ پر نہ چلائیے جن پر آپ کا غصہ اور غضب نازل ہوا۔ آمین!

حضرات! اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا تعالیٰ کے متعلق بندوں کا عقیدہ کیسا ہونا چاہیے۔

نبی فطری طور پر معصوم عن الخطاء ہوتا ہے

حضرات! تعلیم انبیاء اور عقائد کے متعلق چند ضروری باتیں عرض کر گیا ہوں۔ اب یہ عرض کرنا باقی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطرۃ معصوم ہوتے ہیں۔ حضرات! انبیاء علیہم السلام ان پڑھ تو ہوتے ہیں لیکن جاہل اور نادان نہیں ہوتے۔

محمد بشر لیس کالبشر

بل ھو یاقوت والناس کالحجر

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ بشر ہیں لیکن عام انسانوں جیسے نہیں بلکہ آپ یاقوت ہیں اور لوگ پتھروں کی طرح ہیں۔

نبی کو خدا تعالیٰ خود چلاتے ہیں۔ نبی اتنا عرصہ ہاتھ پاؤں نہیں اٹھاتا جب تک خدا تعالیٰ خود نہ حکم کریں۔ پیغمبر اپنے دو ملے ہوئے ہونٹ اتنا عرصہ کھول نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہ فرمادیں۔

والنجم اذا ھوی O ما ضل صاحبکم وما غوی O وما ینطق عن الھوی O ان ھو الا وحی یوحی O (النجم: ۱ تا ۴)

یعنی پیغمبر علیہ السلام ہمارے نصب العین اور ہمارے انقلابی پروگرام سے ذرہ بھر بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتے۔ وہ اتنا عرصہ اپنی زبان تک نہیں ہلاتے جب تک کہ ہماری طرف سے وحی نہیں ہو جاتی۔

اللہ تعالیٰ تو اپنے پیغمبر کی اتنی صفائی پیش فرما رہے ہیں اور آج آپ کی نبوت کو غیر کافی قرار دے کر دعوئی نبوت کیا جا رہا ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ سلطنت کفر کی تھی۔

اسلامی حکومت ہوتی تو مدعی نبوت قتل کر دیا جاتا

سلطنت اسلام کی ہوتی تو دعوئی نبوت کرنے والے کی سزا صرف یہی ہوتی کہ

اسے اسلامی حکومت تین دن کے اندر قتل کر دیتی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی سنت یہی ہے۔ آپ نے بارہ سو صحابہ کرامؓ کے سر کٹائے اور جھوٹے مدعی نبوت کو ختم کر دیا۔ آج اس کا علاج مناظروں سے کیا جا رہا ہے۔ اس کا علاج کوئی مناظرہ ہے؟ کاش میں اس وقت ہوتا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کیا تھا، تاج و تخت ختم نبوت کی عزت و عظمت خاک میں ملا کر رکھ دی تھی، تو اس کا تدارک مناظروں اور جلسوں سے نہ کرتا۔

یہ کوئی مسئلہ ہے؟ یہ مسئلہ اگر پوچھنا ہے تو حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عباسؓ، ابن عباسؓ، حسنؓ، حسینؓ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو۔ وہ اس مسئلہ کے متعلق کیا جواب اور کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی شان اور آپ کی عظمت ان سے دریافت کیجئے۔ جنہوں نے آپ کی رسالت اور آپ کے دین کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے زندگی کی ایک ایک محبوب چیز قربان کر دی ایمان کی قدر و قیمت ان سے دریافت فرمایئے جو آج مکہ اور مدینہ میں سو رہے ہیں۔ آپ پڑ گئے ہیں شعر و شاعری میں۔ آپ اس الجھاؤ میں آ کر تمام معاملات اور عبادات ہڑپ کر گئے ہیں۔ آپ کہاں بیٹھے ہیں؟ آیئے میں آپ کو خدا کا پاکیزہ کلام سناؤں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی زندگی کے ایک ایک شعبے کے ساتھ کیسے اپنا تعلق بتا رہے ہیں۔

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى ○

(الانفال: ۱۷)

”یعنی اسلام کے مدمقابل آ کر لڑنے والی کافروں کی فوج پر آپ نے پتھراؤ نہیں کیا تھا۔ وہ ہاتھ تو آپ کا ہاتھ تھا مگر اس میں قوت ہماری تھی۔ وہ ہم پھینک رہے تھے۔“

نبی کوئی کام حکم خداوندی کے بغیر نہیں کرتا

یہاں ایک مٹھی کا ذکر آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تعلق ظاہر فرما دیا کہ اے محمد ﷺ یہ

سب ہم ہی کر رہے تھے۔ میں یہاں ایک سوال کرتا ہوں کہ ہجرت کے دن جب حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی چارپائی اور اپنے بستر پر سلا دیا تھا، وہ آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری اور اپنی رائے سے کیا یا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے تابع ہو کر؟ حضرت صدیق اکبرؓ کو ساتھ لے کر باہر نکلے تو کس کے حکم سے؟ غار میں بیٹھے ہوئے اونٹنیاں طلب کیں تو کس کے مشورے سے؟

اگر حضرت محمد ﷺ کی ایک مٹھی خدا کی مٹھی ہے اور کفار پر پتھر اور مٹی پھینکنا خدا کا پتھر اور مٹی پھینکنا ہے تو کیا باقی سارا مذکورہ پروگرام خداوند قدوس کی مرضی اور اس کے حکم کے بغیر ہی تھا؟ جب نبی آخر الزمان ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے حضرت عائشہؓ کے متعلق نکاح کی فرمائش کی تو وہ کس کے حکم اور کس کی مرضی سے؟ پھر جب حضور ﷺ نے نکاح کے موقع پر قبلت کہا اور قبول فرمایا تو وہ خداوند قدوس کی مرضی کے بغیر ہی تھا؟

یاد رکھئے میں عرض کر چکا ہوں کہ پیغمبر ﷺ کی زبان حرکت نہیں کر سکتی، ہونٹ کھل نہیں سکتے، قدم اٹھ نہیں سکتے، کوئی فیصلہ صادر نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ خود حکم نہ فرمادیں اور اپنی رضامندی کا اظہار نہ کر دیں۔

اظہار حقیقت

حضرات! آپ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سارا واقعہ پڑھا ہوگا۔ وہ کتنا بڑا دردناک پہلو ہے کہ حضرت مریم علیہا الصلوۃ والسلام جن کی شادی نہیں ہوئی، کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ دنیا نے لب کشائی شروع کر دی تو اب وہاں کون تھا جو صفائی پیش کر سکے؟ مریم علیہا السلام کو بیٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے تھا اب اس کی صفائی بھی خود فرما دی۔

فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا O قال انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا O (مریم : ۲۹، ۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلایا جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے۔ اب چند دنوں کا بچہ بھی بات چیت کر سکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہاں وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے

تھے۔ دنیا کے ان شبہات کو دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بریت کرائی کہ حضرت عائشہ (سلام اللہ علیہا) سے نکاح کے وقت حضور ﷺ نے جب قبلت فرمایا تو وہ خدا کا حکم تھا۔ یعنی خدا نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) خود دی۔ اللہ نے فرمایا کہ محمد ﷺ تو عائشہ قبول کر لے میں راضی ہوں۔ میری اجازت ہے میرا حکم ہے، اب یہاں بھی جب الزام تراشی ہو تو بریت خود دی۔ آیت کریمہ:

والذین یوذون المومنین والمومنت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبیناO (الاحزاب: ۵۸)

جو چیز قرآن سے الگ کردے اسے آگ لگادو

حضرات! میں اس تھوڑے سے وقت میں قرآن پاک کا اسلوب بیان کیا عرض کروں۔ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں جو چیز قرآن سے الگ کرے اسے آگ لگادو۔ جس قرآن کی اتنی عظمت ہے کہ خدا خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو، کیا وجہ ہے کہ تم تاریخ کو مانتے ہو اور مقدس کتاب کو ٹھکراتے ہو؟ شاعری اور غزلیں تمہارے ہاں مسلم ہیں۔ بے ہودہ اور فضول دو ہڑوں پر تمہارا اعتبار ہے۔ ایک قرآن ہے جسے تم ہر قدم پر نظر انداز کر رہے ہو۔

خدا کے لئے کچھ تو سوچو۔ یہ قرآن کیسے کیسے بچایا گیا۔ اس کی کن کن مقامات پر حفاظت کی گئی۔ مکہ کی غاروں، مدینہ کی گلیوں اور طائف کے بازاروں سے پوچھو کہ قرآن کی کیسے کیسے حفاظت کی گئی۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو مخاطب فرما کر فرماتے ہیں:

''اے امین کائنات! اے انفس ترین انسان! آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو سراسر نصیحت و ذکریٰ ہے کیا یہ میرے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟

آج اگر دنیا قرآن کا انکار کر کے مسلمان رہ سکتی ہے تو میں قرآن کے مقابلہ میں تاریخ کا انکار کر کے کیوں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ میرا بس چلے تو دنیا کی ان تمام کتابوں کو آگ لگادوں جو قرآن پاک سے دور لے جا رہی ہوں۔ دنیا قرآن کو سمجھتی کیا ہے؟ میرے دل میں کئی مرتبہ یہ جذبات اُبھرے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں ''آل ورلڈ ریڈیو اسٹیشن'' سے ساری دنیا کے انسانوں کو اللہ کا پاکیزہ کلام قرآن مجید سناؤں اور دنیا کو چیلنج کروں کہ قرآن

کے مقابلہ میں ایسا پاکیزہ کلام لاؤ۔

حضرات! میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو قبول کرتے وقت ''قبلت'' تب کہا جب خدا کا حکم ہوا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ حضرت علیؓ کو تب دی جب ارشاد ہوا اور حضرت عثمانؓ کو اپنی دو بیٹیاں دے کر ''ذوالنورین'' کا خطاب تب دیا جب اللہ کی رضامندی ہوئی۔ اس کے حکم کے بغیر تو پیغمبر ﷺ اپنی نگاہ اوپر نہیں اٹھا سکتے تھے۔

یایھا المدثر O قم فانذر O وربک فکبر O وثیابک فطھر O

(المدثر: ۱تا۴)

اے چادر اوڑھنے والے۔ آپ اٹھئے اور لوگوں کو ڈرسنایئے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔

آپ سوتے ہیں، اللہ جگائے تو آپ جاگ اٹھیں۔ وہ بٹھائے تو آپ بیٹھ جائیں، وہ چلائے تو آپ چل پڑیں، وہ کھلائے تو آپ کھاتے ہیں۔

آپ کی اہلیہ محترمہ پر الزام لگایا گیا تو کچھ دنوں تک خاموش رہے۔ کون ہے جس کی بیوی پر الزام تراشی ہو اور وہ خاموش رہے۔ آپ کیوں نہیں بولتے؟ اس لئے کہ بلانے والا ابھی بلاتا نہیں۔ اس لئے آپ بولتے نہیں۔ اب حق اسی کا تھا جس نے شادی کی، جس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، جس کے حکم سے نکاح ہوا وہی اب بریت بھی کرے۔ چنانچہ اسی ذات نے واضح الفاظ میں بریت کا اعلان کیا اللہ کا حکم ہوا، وحی نازل ہوئی تو آپ بولے: سبحانک ھذا بھتان عظیم. (النور: ۱۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں پر اپنا احسان جتلاتے ہوئے ذکر کیا کہ:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم.

(آل عمران: ۱۶۴)

اللہ نے ایمان والوں پر اپنا احسان فرمایا ہے کہ ان میں سے اپنا ایک رسول بھیجا۔

ہمیں تو محمد ﷺ دے کر اپنا احسان جتلایا اور محمد رسول ﷺ پر احسان یہ کہ بیوی بد اخلاق؟ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) آپ ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمادیں کہ یہ الزام تراشی کس پر کی جارہی ہے۔ تمہاری دو ٹکے والی کتابیں سچی اور خدا کا کلام جھوٹا؟ (استغفر اللہ)

محمد عربی ﷺ کا نام لینے والو محمد عربی ﷺ کے دیوانے بنو۔ وہ جذبہ پیدا کرو جو نو عمر بچوں کو مجبور کر دے کہ میدان کارزار میں ابو جہل کا نام پوچھتے پھریں۔ اس لئے کہ ابو جہل حضرت محمد ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اور یہ چیز ہم اپنی زندگی میں کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

نبی ثابت قدم ہوتا ہے

دنیا نے آپ کو پھسلانے کے لئے کئی حربے کیے۔ اس کی بریت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وان کادوا لیفتنونک عن الذی او حینا الیک لتفتری علینا غیرہ واذا لا اتخذوک خلیلاO (بنی اسرائیل:۷۳)

قریب تھا کہ کافر آپ کو اس چیز سے جو ہم نے آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل کی ہے آزمائش میں ڈالیں تاکہ وہ ہم پر اس کے سوا جھوٹ باندھ کر آپ کو دوست بنالیں۔

ولو لا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلاO

(بنی اسرائیل:۷۴)

''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ تھوڑا سا ان کی طرف جھک جاتے۔ آپ کو اپنی جگہ سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر نہ ہونے دیا۔

یہ ثابت قدم کس نے رکھا؟ آپ کو کس نے پھسلنے اور کفار کے دھوکہ میں آنے سے بچایا؟ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ آپ حضرات کو معلوم ہے:

ولقد ھمت بہ وھم بھالو لا ان راٰبرھان ربہ کذالک لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصینO

(یوسف:۲۴)

ایک عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بدی کا ارادہ کیا اور آپ بھی بدی کا ارادہ کر لیتے۔ اگر انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں نہ دیکھی ہوتیں۔

یہاں بعض لوگ ھم بھا سے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آپ نے بھی ارادہ کرلیا تھا۔ اب کون سمجھائے قرآن پاک کے اسلوب بیان کو، یہاں سرے سے ارادے ہی کا انکار اور ارادے کی نفی ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو خطاو عصیان کے تصور اور ارادے سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔

اگر نبی کی عصمت ثابت ہو پیغمبر کی عصمت محفوظ ہو تو جو دامن میں آگئے وہ بھی بچ گئے۔ پیغمبر کو جب حکم ہوا کہ اپنے دامن میں فلاں فلاں کو لیجئے۔ پیغمبر نے انہیں دامن نبوت میں چھپالیا۔ پیغمبر کو حکم ہوا، صدیقؓ سے کہو، عمرؓ سے کہو، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ سے کہو کہ وہ میرے ساتھ مل جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق دعوت دی۔ انہوں نے اس پر لبیک کہہ دیا اور دامن نبوت میں آکر پناہ لی۔ اب چاہے عائشہؓ ہو، ابوبکرؓ ہو، علیؓ ہو، عمرؓ ہو، عثمانؓ ہو، کوئی ہو وہ تب بچ سکتے ہیں جب پیغمبر ﷺ کا دامن نبوت محفوظ ہے اور اس کی عصمت باقی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وار کریں کسی اور جگہ اور تلوار لگے کسی اور جگہ۔

مقام عبرت

گیلے وال (ضلع لودھراں) کا ایک عبرتناک واقعہ ہے کہ وہاں ایک بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کے دو یا تین بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکا شادی شدہ تھا۔ وہ کسی مقام جھگڑے کی بناء پر مشتبہ صورت میں گرفتار ہو گیا۔ لڑکا شریف الطبع اور نیک تھا۔ حکومت نے اس کے اطوار و عادات دیکھ کر کچھ عرصہ قید رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ آپ حضرات خود ہی اندازہ فرمائیں۔ اس مظلوم قیدی کو اس دن کتنی خوشی اور کتنی مسرت حاصل ہوئی ہوگی جب اسے رہا کر دیا گیا ہوگا۔ لڑکے نے رہائی کی خوشی میں سیدھا اپنے گھر کا رخ کیا۔ گاؤں ذرا دور تھا۔ راستے میں کافی دیر ہو گئی اور وہ لڑکا اندھیری رات گھر پہنچا۔ گھر گیا تو اس کی بیوی موجود تھی۔ اپنے باپ اور دوسرے بھائیوں کا پتہ معلوم کیا تو اس کی بیوی نے بتایا کیونکہ آج کھیت کو پانی لگ رہا ہے اس لئے دونوں کنوئیں پر جا چکے ہیں۔ وہ لڑکا اپنی بیوی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ دونوں میاں بیوی بستر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ کافی

عرصہ رات گزر جانے کے بعد دونوں کو نیند آ گئی۔ اسی اثناء میں کنوئیں سے اس کا دوسرا بھائی بھی گھر آ پہنچا۔ اب کنوئیں والوں کو کیا خبر تھی کہ آج گھر کون آیا ہوا ہے۔ اس نے جب اندر جھانکا تو دیکھا کہ اس کے بھائی کی بیوی کے ساتھ کوئی آدمی بیٹھا ہے۔ بس کیا کہنا وہ تو غیرت کے مارے وہیں سے واپس ہولیا اور سیدھا اپنے بوڑھے باپ کے پاس پہنچا اور کہا ذرا گھر چل کر اس عورت کا حال دیکھ جو تیرے لڑکے کی پاک دامن اور عفت مآب بیوی ہے۔ وہ اب اس وقت کسی مرد کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہی ہے۔ اب بوڑھا باپ اور اس کا لڑکا دونوں غیرت و غصے سے بے تاب ہو کر اپنے پھاوڑے کے ساتھ قتل کر دیا۔ لڑکا اپنا پھاوڑا وہیں ڈال کر جب باہر اپنے باپ کو اطلاع دینے کے لئے آیا تو باپ نے اندھیرے میں یہ خیال کیا کہ یہ وہی مرد ہے جو میرے لڑکے کی بیوی کے ساتھ لیٹ رہا تھا۔ اس نے اس کے سر پر اتنے زور سے پھاوڑا مارا کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔

اب اپنا پھاوڑا سنبھالے اندر اپنے لڑکے کو آواز دی کہ بیٹا آ جاؤ اسے تو میں نے باہر دروازے پر ختم کر دیا ہے۔ اب اندر سے کون ہے جو آواز دے۔ بوڑھے کے دل میں خیال آیا کہ روشنی لے کر ذرا دیکھو تو سہی کہ یہ آدمی کون تھا۔ باپ نے اندر جا کر دیکھا تو اس کا بڑا لڑکا اور اس کی بیوی دونوں دائمی نیند سو رہے ہیں اور دونوں کے سر تن سے جدا جدا پڑے ہیں۔ دیکھتے ہی چیخ نکل گئی، ہائے! یہ تو میرا ہی گھر لٹ گیا۔ وہ دوڑا ہوا باہر آیا تو دروازے پر دوسرا لڑکا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔

میرے غیرت مند بھائیو ایسا نہ ہو کہ تلوار تو اٹھاؤ صحابہ کرامؓ اور گھر برباد ہو جائے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ یاد رکھئے صحابہ کرامؓ کو دیکھتے وقت دامن نبوت اور عصمت نبوت کو بھی دیکھ لینا۔ ایسا نہ ہو کہ صحابہ کرامؓ کے دامن پر حملہ کرتے وقت دامن نبوت کو تار تار کر دیا جائے۔

حضرات! میں نے آپ کا قیمتی وقت لے کر اعتقادات' عبادات اور عصمت انبیاء کے چند مسائل آپ کے سامنے عرض کئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ حضرات اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے۔ اب وقت کافی گذر چکا ہے۔ صبح طلوع ہونے کو ہے۔ میں اپنی بیماری کی حالت میں اتنا کچھ کہہ گیا ہوں، آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں دامن نبوت میں چھپائے رکھے۔ آمین!

ہمارے آقا ﷺ کے آباء واجداد

(از: حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہ)

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ. صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. [التوبۃ: ۹/۱۲۸]

قال رسول اللّٰہ ﷺ: انا ابن الذبیحین. او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.

قال رسول اللّٰہ ﷺ: إنّ اللّٰہ خیّرنی من بین الناس وخیّر قبیلتی من القبائل وخیّر بیتی من البیوت. او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.

صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللّٰھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

اہلِ عرب کے چند اوصاف

محترم بزرگو، عزیز و اور بھائیو! ہم نے گذشتہ سے پیوستہ جمعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے تریسٹھ سالہ دور کو قسط وار بیان کرنا اور سننا شروع کیا تھا۔ بات چل رہی تھی عرب کے حالات کی اور حضور علیہ السلام کی بعثت سے قبل دنیا کے نقشے کی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں رہتے تھے۔ عرب کا جغرافیہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کیا تھا۔ عرب کی معاشرتی زندگی، معاشی زندگی، اس کی بھی ایک جھلک آپ حضرات کے سامنے پیش کی تھی۔ ان کے عقائد ونظریات، بت پرستی، شرک وتوہم پرستی اور ان کی بداعمالی، بداخلاقی، سنا کی اور ان کے ظلم وستم کو بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کیا تھا۔ ان سب کے ساتھ کچھ چیزیں اہلِ عرب میں بڑی عمدہ تھیں۔ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے چلی آرہی تھیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اور مہمان نوازی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایسا وصف تھا، خود فرماتے ہیں:

ما تغذیتُ وما تعشیتُ إلّا مع ضیفٍ......

میں نے جب بھی صبح کا کھانا کھایا تو مہمان کے ساتھ کھایا ہے، شام کا کھانا کھایا تو مہمان کے ساتھ کھایا ہے۔ میں نے مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہیں کھایا۔

کسی نے پوچھا تھا، اے ابراہیم:

فیما اتخذک اللّٰہ خلیلاً؟......

آپ کو اللہ نے خلیل کیوں بنالیا؟

فرمانے لگے. چند کاموں کی وجہ سے۔

ایک تو یہ کہ:

ما تغذیتُ وما تعشیتُ الّا مع ضیفٍ

میں نے ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھایا ہے۔

دوسرا یہ کہ

- ما تکفلتُ بما تکفل اللّٰہ بہ

جس چیز کی اللہ نے میرے لئے کفالت کا ذمہ اٹھایا ہے، میں نے اس میں اپنے

آپ کو کبھی مشقت میں نہیں ڈالا۔ مجھے روزی اللہ نے دینی ہے۔ میں روزی کے معاملے میں پریشان نہیں ہوا، مجھے اللہ نے رزق دینا ہے میں نے رزق کے معاملے میں کبھی سرگردانی اختیار نہیں کی۔ ابراہیم علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اسماعیل علیہ السلام مہمان نواز تھے۔ اور عرب میں تمام برائیوں کے باجود مہمان نوازی کا وصف پایا جاتا تھا۔ یہ بہت مہمان نواز تھے اور مہمان نوازی پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہ کیسے مہمان نواز تھے، اس کی ایک جھلک میں آگے چل کر حضور علیہ السلام کے نسب کے تعارف میں عرض کروں گا۔

ابراہیم علیہ السلام کا یہ وصف بھی ان میں علیٰ وجہ الاتم پایا جاتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح یہ فیاض تھے، سخی تھے، اللہ کی راہ میں مال خرچ کر دینا، غریبوں کو دے دینا، نواز دینا، یہ شروع سے اہلِ عرب میں پایا جاتا تھا۔ آج بھی اہلِ عرب سخی ہیں، آج بھی اہلِ عرب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں سب سے دلیر ہیں۔ آپ حضرات کو اللہ عمرے پر لے جائے اور حج پہ لے جائے۔ آپ عمرے کے موسم میں دیکھتے ہیں کہ پکڑ پکڑ کر وہ اپنے اپنے دستر خوان پر بٹھا رہے ہوتے ہیں۔ یہ مہمان نوازی اور یہ سخاوت و فیاضی آج سے نہیں یہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے، اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے عرب میں آ رہی ہے۔ فیاض و سخی بھی تھے، مہمان نواز بھی تھے اور اس کے ساتھ بہت بڑے بہادر بھی تھے۔ بہادری اِن کے اندر اتنی تھی کہ نسلیں در نسلیں جنگوں میں کام آ جاتی تھیں لیکن یہ ہار نہیں مانتے تھے۔ شکست نہیں مانتے تھے۔ لڑنا [illegible] ر بے دریغ لڑنا اور بے جگری کے ساتھ لڑنا اِن کا وصف تھا۔

پہلے بُرے کا[illegible] میں رتے تھے۔ اسلام آیا تو اچھے کاموں میں لڑنے لگ گئے۔ پہلے شیطان کی راہ میں لڑتے تھے، حضور علیہ السلام آئے تو رحمٰن کی راہ میں لڑنے لگ گئے۔ اور عرب میں ایک بڑی خوبی جو تھی وہ مہمان نوازی، سخاوت اور بہادری کے ساتھ ساتھ یہ تھی کہ وہ غضب کے ذہین تھے۔ حافظہ ان کا اتنا تیز تھا کہ انہیں اپنے اونٹوں کی ستر پشتیں یاد ہوتی تھیں۔ اونٹوں کے نام رکھتے تھے اور ان کی ستر پشتیں انہیں زبانی یاد ہوا کرتی تھیں۔ یہ فلاں کا بیٹا ہے، اس کے باپ کا نام فلاں، دادے کا نام فلاں، پردادے کا نام فلاں، یہ ان کی اچھی اوصاف تھیں جو عرب کے اندر پائی جاتی تھیں۔

حضور ﷺ کے نسبِ عالی کے تین حصے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے لئے جو قبیلہ چنا وہ قبیلہ ممتاز قبیلہ ہے اور جو حسب ونسب چنا وہ حسب ونسب بھی کائنات کے حسب ونسب میں سب سے عمدہ اور ممتاز ہے۔ حضور علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے گیارہ بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام قیدار تھا۔ حضور علیہ السلام قیدار کے بیٹے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام قیدار کی نسل میں سے پھر قحطان کے بیٹے ہیں اور عدنان کے بیٹے ہیں، اور عدنان کی نسل میں سے آپ علیہ السلام مُدرکہ کے بیٹے ہیں اور آپ کا سلسلۂ نسب بڑا عجیب پاک اور صاف ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیرت نگاروں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ ایسا ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے۔ ایک حصہ ایسا ہے کہ جس میں اختلاف ہے۔ جس حصہ پر اتفاق ہے وہ عدنان تک آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ہے۔ عدنان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا تیس پشتیں ہیں، بعض نے کہا چالیس پشتیں ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک ایک سلسلۂ نسب ہے، یہ سلسلۂ نسب ایسا ہے کہ اس کے بارے میں محققین کا قول یہ ہے کہ یہ اگرچہ سلسلۂ نسب کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے لیکن یہ کوئی ثقہ اور مضبوط سلسلہ نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، کــــذب النســابون...... یہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا۔ البتہ عدنان تک آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب متفق علیہ ہے۔

حضور ﷺ کا متفق علیہ سلسلۂ نسب

اور آپ علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (فہر کا لقب قریش تھا) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہ حضور علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ہے۔ تو آپ علیہ السلام کے والد کا نام عبداللہ

ہے، دادے کا نام عبدالمطلب ہے۔ عبدالمطلب کے والد کا نام ہاشم ہے، اور ہاشم کے والد کا نام عبدمناف ہے، عبدمناف کے والد کا نام قصی ہے، قصی کے والد کا نام کلاب ہے، کلاب کے والد کا نام مُرہ ہے اور مُرہ کے والد کا نام کعب ہے اور کعب فہر کی اولاد سے ہیں اور فہر کا دوسرا نام قریش ہے۔ فہر کو قریش کہا کرتے تھے۔ قریش کا کیا معنیٰ؟ قریش قرش کی تصغیر ہے۔ سمندر کی ایسی بڑی مچھلی اور سمندر کا ایسا بڑا جانور جو سب کو کھا جائے اور اُسے کوئی بھی نہ کھا سکے تو اس کو قریش کہتے ہیں۔ چونکہ یہ فہر بہادر تھے، یہ فہر لڑائیوں میں غالب آ جانے والے تھے۔ اس لئے ان کا لقب قریش پڑ گیا۔ اور یہیں سے قریش کا سلسلۂ نسب شروع ہوا ہے۔

حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کا تعارف

میں چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کے آباء کا مختصر تعارف بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کر دوں۔ اللہ کے نبیؐ کے ایک دادا کعب ہیں۔ یہ کعب وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے جمعے پر لوگوں کو جمع کیا۔ نماز جمعہ سب سے پہلے اِس دھرتی پر شروع کرنے والے کعب ہیں۔ اس سے پہلے جمعے کے دن کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔ پہلا شخص جس نے اِس کا نام یوم الجمعہ رکھا وہ حضور علیہ السلام کے جدامجد حضرتِ کعب ہیں۔ حضرت کعب کے بیٹے مُرّہ ہیں۔ اور یہ جو مُرّہ ہیں مُرہ کا معنی ہوا کرتا ہے کڑوا۔ ان کو کڑوا اس لئے کہتے تھے کہ بہادر آدمی کو عرب میں کڑوا کہا جاتا تھا۔ یہ بہت بڑے بہادر تھے۔ اور مُرّہ کے بیٹے کا نام ہے کِلاب، کِلاب کلب کی جمع ہے اور کلب کتے کو کہتے ہیں اور عرب میں عجیب رواج تھا کہ غلاموں کے نام بڑے پیارے رکھا کرتے تھے اور بیٹوں کا نام درندوں کے ناموں کے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ کسی نے ایک عرب سے پوچھا تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے آپ بیٹوں کا نام تو درندوں کے نام کے ساتھ رکھتے ہیں، کسی کے بیٹے کا نام ہوتا تھا ''ذئب''۔ ذئب کا معنی بھیڑیا۔ اور ان کا نام ہے کِلاب۔ تو کلاب کلب کی جمع ہے، تو وجہ کیا ہے؟ آپ غلاموں کے بڑے اچھے نام رکھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کے آپ نام درندوں والے رکھتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹوں کے نام رکھے جاتے ہیں دشمنوں کے لئے اور غلاموں کے نام رکھے جاتے ہیں اپنوں کے لیے۔ غلاموں کو ہم نے بُلانا ہے۔ ہم نے اُن سے کام لینا ہے۔ ہم نے اُن سے خدمت لینی ہے۔ اس لئے ان کا نام پیارا رکھا جاتا ہے۔ ان کا نام اچھا رکھا

جاتا ہے اور بیٹوں نے دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہے۔ بیٹوں نے دشمنوں سے لڑائیاں کرنی ہیں۔ بیٹوں نے دشمنوں سے جنگیں کرنی ہیں۔ اس لیئے بیٹوں کے نام بھی کڑوے رکھے جاتے ہیں۔ تا کہ دشمن کے حلق میں نام کی کڑواہٹ بھی آئے اور کام کی کڑواہٹ بھی آئے۔ تو قصی بن کلاب، کلاب کے بیٹے کا نام قصی ہے، یہ جو قصی ہیں ان کا اصل نام مُجَمِّع ہے، جمع کرنے والا۔ ان کو مجمع اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے پہلے عرب بکھرے ہوئے تھے۔ کوئی غاروں میں رہتے تھے، کوئی پہاڑوں میں رہتے تھے، کوئی نالوں اور ندیوں میں رہتے تھے، کوئی کہیں رہتا تھا کوئی کہیں رہتا تھا۔ انہوں نے سب کو جمع کیا اور سب کو جمع کر کے انہوں نے مکہ مکرمہ میں پہاڑ کے دامن میں ان کے گھر بنوا دیئے۔ اور ان کو یہاں رکھا۔ اور یہ جو قصی ہیں انہوں نے سب سے پہلے عرب میں سفری سلسلہ شروع کیا، تجارت کا سفری سلسلہ۔ ایک گرمیوں میں سفر کرتے تھے اور ایک سردیوں میں سفر کرتے تھے۔ اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر کیا ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ . اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ. الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ. [قریش: ۱۰۶]

اور قصی کے بیٹے کا نام عبد مناف ہے۔ عبد مناف حضور علیہ السلام کے دادے کے والد ہیں۔ یہ انتہائی حسین وجمیل تھے۔ انتہائی خوبصورت تھے اور ان کی پیشانی پہ حضور علیہ السلام کی نبوت کا نور چمکتا تھا۔ اور عبد مناف کے بیٹے کا نام ہاشم ہے۔

ہاشم اور ان کے فرزند عبدالمطلب کے حالات

ہاشم حضور علیہ السلام کے جد امجد ہیں۔ اللہ کے نبیؐ کے دادا ہیں۔ ہاشم کو ہاشم کیوں کہتے ہیں؟ ہاشم کو ہاشم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہاشم کا معنی ہے ''شوربے میں روٹی ملانے والا''۔ تو یہ وہ پہلے شخص ہیں جو ثرید بنا کر حاجیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ گوشت کے شوربے میں روٹی کے لقمے ڈال کر یہ حاجیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ حاجیوں کو پلایا کرتے تھے۔ حاجیوں کی خدمت حضرت ہاشم کا شیوہ ہوا کرتا تھا۔ یہ بہت بڑے شجاع، بہت بڑے بہادر تھے۔

سفر فرمایا شام کا، راستے میں یثرب یعنی مدینہ منورہ میں قیام ہوا، جب یہاں مدینہ میں قیام ہوا تو ایک عورت پر نظر پڑی، یہ خوبصورت بھی تھی اور خوب سیرت بھی تھی۔

نسب بھی اعلیٰ تھا اور حسب بھی اعلیٰ تھا۔ نام اس عورت کا سلمٰی تھا۔ اس کو پیغامِ نکاح بھیجا۔ اس نے پیغامِ نکاح قبول کیا۔ حضرت ہاشم نے اس سے شادی کی، کچھ عرصہ مدینہ میں رہے اور مدینہ میں رہ کر اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزارتے رہے اور پھر شام چلے گئے۔ شام پہنچے تو جا کر بیمار ہو گئے اور وہیں انتقال ہو گیا۔ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خاندان میں سے کسی کو اس شادی کا پتہ نہیں تھا۔ اِس سلمٰی نامی خاتون سے ایک بچہ پیدا ہوا، اس بچے کا نام اِس خاتون نے شیبۃ الحمد رکھا۔ شیبہ کا معنیٰ ہوتا ہے سفید، یہ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کے سر میں ایک بال پیدائشی سفید تھا، اِس لئے نام رکھا گیا شیبہ، اور حمد کا معنیٰ ہے "شکر"۔ شیبۃ الحمد، شیبۃ الحمد کا معنیٰ ہوا اللہ کی تعریف کی سفیدی، حمد کی سفیدی، تو یہ بچہ اپنی ماں کے پاس رہتا تھا۔ حضرت ہاشم کا خاندان مکہ میں آباد تھا تو خاندان والوں کو پتہ چلا کہ ہمارا ایک بچہ وہ مدینہ میں ہے اور ہاشم کی ایک شادی مدینہ میں ہے۔ تو ہاشم کے بھائی مُطلب مکہ سے مدینہ آئے اور مدینہ میں آ کر اپنی بھابھی سے ملاقات کی اور بھابھی سے کہا کہ آپ ہماری بھابھی ہیں، اور یہ بچہ ہمارا ہے۔ یہ بچہ ہمیں دے دیں۔ بھابھی نے کہا کہ نہیں یہ بچہ میرے پاس رہے گا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ دیکھو، میں اسے کہیں نہیں لے جانا چاہتا، میں اسے بیت اللہ میں لے جانا چاہتا ہوں، میں اسے حرم میں لے جانا چاہتا ہوں، میں اسے اس کے خاندان میں لے جانا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے اجازت دے دی۔ تو ہاشم کے بیٹے شیبۃ الحمد کو مُطلب اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر مکہ مکرمہ لے آئے۔ ہاشم کے چار صاحبزادے تھے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ تو چار میں ایک یہ عبدالمطلب ہیں جن کا نام شیبۃ الحمد ہے۔ تین اور ہیں اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ یہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو چونکہ یہ اُجڑے ہوئے تھے اور بچے کے کپڑے بھی اچھے نہیں تھے، کسی نے مُطلب سے پوچھا کہ مطلب یہ کون ہے؟ کہنے لگے کہ یہ میرا غلام ہے۔ تو اس سے ان کا لقب پڑ گیا "عبدالمطلب"، نام عبدالمطلب نہیں تھا۔ نام شیبۃ الحمد تھا۔ عبدالمطلب کا معنیٰ "مطلب کا غلام"۔

عبدالمطلب کے دو اہم کارنامے

ہاشم کے بعد سردار بنے مُطلب اور مطلب کے بعد سردار بنے ہاشم کے بیٹے

''عبدالمطلب''۔ اللہ کے نبیؐ کے دادا عبدالمطلب سردار بنے اور جب عبدالمطلب سردار بنے تو عبدالمطلب کے اِس اپنے دور میں، اس سرداری میں اللہ نے عبدالمطلب سے دو عجیب کام لئے۔ عبدالمطلب کے دور میں دو عجیب کارنامے سرزد ہوئے۔ یہ انتہائی حسین، جمیل، فصیح، بلیغ اور خوبصورت انسان تھے۔

ایک تو عبدالمطلب کے زمانے کے اندر عجیب کام یہ ہوا کہ عبدالمطلب کو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا کہ عبدالمطلب!

احفر برّہ...... برہ کو کھودو......

پوچھا: وما برّہ، برہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا، اگلی رات پھر خواب دیکھا، اب خواب میں اُس نے کہا:

إحفر المضنونہ...... مضنونہ کو کھودو......

انہوں نے پوچھا: وما المضنونہ ...... مضنونہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا، تیسری رات پھر خواب دیکھا، اُس نے کہا:

إحفر طَیْبَۃً ...... طیبہ کو کھودو......

انہوں نے پوچھا: وما طَیْبَۃ...... طیبہ کیا ہے؟......

وہ شخص چلا گیا۔ بڑے پریشان ہوئے۔ چوتھے دن پھر خواب دیکھا، اُس نے کہا:

إحفر زمزم...... زمزم کا کنواں کھودو......

اب سمجھ میں آیا کہ میرے اس خواب کی تعبیر کیا تھی؟...... صبح کدال لے کر زمزم کا کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ لوگ راستے میں حائل ہو گئے۔ مکہ والوں نے کہا کہ جو کنواں تم کھود رہے ہو اس کنویں میں ہمارا بھی حق ہوگا۔ مالکانہ حقوق ہوں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ تم اس کو استعمال تو کر سکو گے لیکن تمہارے مالکانہ حقوق نہیں ہوں گے۔ مالکانہ حقوق میرے ہوں گے۔ میرے خاندان کے ہوں گے۔ یہ خاص ہمارے لئے کنواں ہے اور مجھے اس کے کھودنے کا حکم ملا ہے۔

کنواں کھودا تو اس کنویں میں سے قبیلۂ جُرہم کی تلواریں ملیں، قبیلۂ جرہم کے نیزے ملے، قبیلۂ جرہم کا سونا ملا، قبیلۂ جرہم کے خزانے ملے، تو حضرت عبدالمطلب نے یہ

تیر اور تلواریں جو اس کنویں سے نکلیں تو ان کو کعبے کے دروازے کے ساتھ لٹکا دیں اور یہ جو خزانہ تھا اسے کعبے کے اندر منتقل کر دیا۔ کھودتے کھودتے اس کو اتنا کھودا کہ پانی نکل آیا۔ حضور علیہ السلام کے جدِ امجد عبدالمطلب کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے زمزم کا کنواں کھودا۔ زمزم نکلا تھا آپ کے بڑے دادا اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں سے، پھر دب گیا تھا اور جرہم نے جب یہاں سے ہجرت کی اور یہ ہجرت کر کے جب فلسطین چلا گیا تو بند کر کے چلے گئے تھے۔ اب اِس کو کھودا ہے۔ یہ بڑا کارنامہ تھا عبدالمطلب کا۔

عبدالمطلبِ کی نذر و منّت

عبدالمطلبِ نے منت [1] مانی تھی، یا اللہ! اگر مجھے آپ دس بیٹے دے دیں تو میں ایک بیٹا آپ کے نام پر قربان کروں گا، ذبح کروں گا۔ اللہ نے عبدالمطلب کو دس بیٹے دے دیئے۔ ایک کا نام عبّاس تھا، ایک کا نام حمزہ تھا، ایک کا نام ابو طالب تھا، ایک کا نام ابولہب تھا، ایک کا نام قسم تھا، ایک کا نام خضر تھا۔ ایک کا نام عبددار تھا۔ یہ مختلف نام ہیں۔ یہ حضور علیہ السلام کے چچے ہیں۔ تو بعض روایات میں آتا ہے کہ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے، بعض روایات میں گیارہ اور بعض میں بارہ بیٹوں کا ذکر بھی ہے۔

اور بیٹیاں اس کے علاوہ تھیں۔ ایک بیٹی کا نام بیضاء اور کنیت اُم حکیم تھی، یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں آپ کو گنوار ہا ہوں، اور ایک کا نام صفیہ تھا، اور ایک کا نام عُروہ تھا، ایک کا نام عاتکہ تھا، ایک کا نام اُمیمہ تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھیاں ہیں۔

منت مانی تھی، یا اللہ! مجھے آپ اگر بیٹا دے دیں تو میں اپنا ایک بیٹا آپ کے نام پر ذبح کروں گا، قربان کروں گا۔ تو اللہ نے بیٹے دے دیئے۔ بیٹے جوان ہو گئے، تو لوگوں نے یاد دلایا۔ عبدالمطلب! آپ نے تو منت مانی تھی کہ میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔ تو منت کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے۔ تو فرمایا، بالکل ٹھیک ہے۔ اپنے بیٹوں کے نام ایک پرچی پر لکھے اور بیت اللہ میں آ گئے۔ بیت اللہ میں آ کر قرعہ ڈالا۔ قرعے میں نام حضور علیہ السلام کے والد محترم سیدنا عبداللہ کا نکلا۔ عبداللہ کو پیشانی سے پکڑا، چھری ہاتھ میں لی، ذبح کرنے کے لئے نکل پڑے۔ حضرت عبداللہ کو عبدالمطلب جب ذبح کرنے کے لئے نکلے تو عبدالمطلب کے تمام

بیٹوں میں سے سیدنا عبداللہ سب سے حسین تھے، سب سے جمیل تھے، سب سے خوبصورت تھے اور سب سے چمکدار تھے۔ لوگوں کو ان سے محبت تھی۔ قریش آڑے آ گئے اور عبداللہ کے ننھیال بنی مخزوم وہ بھی سامنے آ گئے۔ کہنے لگے، نہیں نہیں یہ بچہ تو ہم ذبح نہیں ہونے دیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ پھر میری منت کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے فلاں کاہنہ عورت کے پاس چلے جاؤ، اُس سے جا کے مشورہ کرو کہ مجھے اپنی منت کی تکمیل کیسے کرنی چاہئے۔

کاہنہ کے پاس گئے، اُس نے کہا کہ منت کی تکمیل کی صورت یہ ہے کہ تم جاؤ اور جا کر عبداللہ کا نام ایک پرچی پر لکھو، ۱۰ اونٹوں کو بھی پرچی پر لکھو، پھر قرعہ ڈالو، اگر قرعہ نکلے عبداللہ کا تو عبداللہ کو ذبح کر دینا اور اگر قرعہ نکلے اونٹوں کا تو ۱۰ اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ حضرت عبدالمطلب عبداللہ کو لے کر واپس آئے، قرعہ ڈالا۔ عبداللہ اور ۱۰ اونٹوں میں سے قرعہ نکلا عبداللہ کا۔ اب پھر تیار ہو گئے کہ عبداللہ کو ذبح کریں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ۲۰ اونٹوں کے ساتھ قرعہ ڈالیں، تو انہوں نے ایک طرف ۲۰ اونٹ لکھے، دوسری طرف عبداللہ کا نام لکھا۔ اب پھر قرعہ عبداللہ کے نام کا نکلا۔ پھر لوگوں کے مشورے سے ۳۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا، نام پھر نکلا عبداللہ کا۔ پھر ۴۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو بھی نام عبداللہ کا نکلا۔ پھر ۵۰ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو بھی عبداللہ کا نام نکلا، پھر ۶۰ کے ساتھ، ۷۰ کے ساتھ، ۸۰ کے ساتھ، ۹۰ کے ساتھ بھی نام سیدنا عبداللہ کا نکلا۔ جب ۱۰۰ اونٹ کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اب نام نکلا ۱۰۰ اونٹوں کا۔ تو سب نے خوشی کے ساتھ اعلان کیا ۱۰۰ اونٹ ذبح ہوں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے بدلے ۱۰۰ اونٹ ذبح کر دیے۔ یہیں سے قتل کی دیت ۱۰۰ اونٹ چلی۔ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بعض کاموں کو شریعت کا حصہ بنایا ہے، اور دین کا حصہ بنایا ہے۔ جمعہ شروع کیا تھا حضور علیہ السلام کے جدامجد نے اور وہ جمعہ بھی اللہ نے برقرار رکھا ہے۔ اور قصاص کا یہ قانون شروع کیا تھا، آپ کے جدامجد عبدالمطلب نے۔ قصاص اور دیت کا یہ قانون بھی اللہ نے بحال رکھا ہے۔ اور دیت کا یہ قانون قیامت تک رہے گا اور قصاص کا قانون بھی قیامت تک رہے گا۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب. [البقرہ: ۱۸۹/۲]

قرآن بھی کہتا ہے:

وکتبنا علیھم فیھآ اَنّ النفس بالنّفس...... [المائدہ: ۴۵/۵]

نفس کا بدلہ نفس ہوگا، جان کا بدلہ جان ہوگا۔ دیت بھی اللہ کا قانون ہے۔ قصاص بھی اللہ کا قانون ہے۔ تو یہ دیت حضور علیہ السلام کے والد کے صدقے اُمت کو ملی ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کے والد کے صدقے امت کو ملی ہے۔ آج لوگوں کو دیت کا قانون یاد ہے۔ وہ امریکی جو اسلام کے دیت اور قصاص کے قانون پر مذاق اڑایا کرتے تھے اور قرآن کا انکار کیا کرتے تھے۔ اب جب وہ سفاک قاتل ریمنڈ ڈیوس قانون کی گرفت میں آیا، اب کہتے ہیں کہ ہم قرآنی قانون کا سہارا لینا چاہتے ہیں۔ ہم دیت دینا چاہتے ہیں۔ دیت دے کر راضی کرنا چاہتے ہیں۔ تو امریکیو! تم نے آدھا قرآن کا قانون پڑھا ہے، پورا نہیں پڑھا۔ دیت کا دوسرا نمبر ہے پہلا نمبر قصاص کا ہے۔ ان شاء اللہ مقتولین کے ورثاء دیت نہیں بلکہ تم سے قصاص کا مطالبہ کریں گے۔ اپنے آپ کو قصاص اور قانون کے حوالے کرو۔ ہمارے ملک کے قانون کا احترام کرو۔ تمہارے شہری نے ظلم وستم کیا، وہ اسلحہ چلایا جس سے ہڈیاں گل جاتی ہیں، اور بے گناہ مسلمانوں پر فائرنگ کر کے گاجر مولی کی طرح انہیں ذبح کر دیا۔ اور پہلے وہ خفیہ کیا کرتے تھے، اب اعلانیہ کیا۔ تو اس نے یہ سمجھا کہ جیسے خفیہ کیا کرتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا تھا، اب بھی کوئی نہیں پوچھے گا۔ آج حکمران دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ادھر عوام ناراض ہوتے ہیں اور اُدھر امریکہ ناراض ہوتا ہے۔ یہ تمہارا امتحان ہے۔ میں نے رات بھی ایک جلسہ عام میں کہا اور سیرت کے دس ہزار کے اجتماع میں میں نے رات بھی کہا کہ اگر ریمنڈ ڈیوس کو تم نے پاکستان سے بھیجا تو وہ اکیلا نہیں جائے گا بلکہ تمہارا بوریا بستر بھی ساتھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ السلام کی غلامی نصیب فرمائے۔ یہ قسط وار سلسلہ چلتا رہے گا، ہم اگلے جمعہ حضور علیہ السلام کے والد عبداللہ کا تعارف بھی سنیں گے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت سے پھر آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا یہ سلسلہ آگے چلائیں گے۔

وما علینا إلا البلاغ المبین.

......☆......

موت کی تیاری (۱)

اعوذ باللہ من الشیطن الرّجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. الخ

(آل عمران: ۱۰۵)

"ہر جی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور تم لوگ اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیئے جاؤ گے قیامت کے روز، جو شخص آگ سے دور اور جنت میں داخل کیا گیا پس وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا تو دھوکے کا سامان ہے"۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے

موت ایک اٹل حقیقت ہے اس سے کسی کو مفر نہیں اس کا ایک نام یقین بھی ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ. (الحجر:۹۹) اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے کیونکہ نوع انسان کا ہر فرد مومن ہو یا کافر موحد ہو یا مشرک، متبع سنت ہو یا بدعتی، دین دار بلکہ انسان ہو یا جن یا ملک سب موت کے واقع ہونے کے قائل ہیں۔ خدا کی ذات کا منکر دہریہ بھی موت کو حق سمجھتا ہے۔ کیونکہ موت ایک پیالہ ہے جس کو سب نے پینا ہے یا دروازہ ہے سب نے اس سے گذرنا ہے۔

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهُ

وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهُ

اور موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے تقدم، تاخر ناممکن اور محال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ. (النحل: ٦١)

''پس جب ان کی موت کا وقت آئے گا تو وہ ایک لمحہ آگے پیچھے نہیں ہو سکیں گے''۔

اس موت نے کئی گھر اجاڑ دیئے

یعنی موت ہر حال میں اپنے وقت پر آئے گی خواہ کوئی دولت میں قارون تکبر میں فرعون، ظلم میں ضحاک، تمرد میں نمرود، شہ زوری میں رستم، روئین تنی میں اسفندیار، خوبصورتی میں یوسف علیہ السلام، صبر میں ایوب علیہ السلام، درازئ عمر میں نوح علیہ السلام، بسالت میں موسیٰ علیہ السلام، مصوری میں فانی، عشق میں مجنوں، عدل وسیاست میں عمرؓ، ملک گیری میں سکندر، دبدبہ میں جمشید، عیاشی میں محمد شاہ، اقبال میں اکبر، فصاحت میں سحبان، انصاف میں نوشیروان، حکمت میں لقمان، دانش میں ارسطو، سخاوت میں حاتم، طوالتِ قامت میں عوج بن عنق، موسیقی میں تان سین، شاعری میں انوری، فردوسی وسعدی، مردانگی میں محمد فاتح، خاموشی میں زکریا، گریہ میں یعقوب، یحییٰ، رضا جوئی میں ابراہیم علیہ السلام، غزا میں محمود، جہالت میں ابوجہل، حیاداری میں عثمانؓ، ذہانت میں فیضی، شقاوت میں ابولہب، تصوف میں بایزید، حکومت میں سلیمان، نازک مزاجی میں تاناشاہ ومرزا جانِ جاناں، شجاعت میں علیؓ، خونریزی میں چنگیز وہلاکو اور پرویز مشرف، فلسفۂ اسلام میں امام غزالیؒ، رفاہِ عام میں شیر شاہ سوری، محسن کشی میں رُہیلہ، فقہ میں امام اعظمؒ، قادر اندازی میں بہرام گور، کسبِ حلال میں سلطان ناصر الدین اور اورنگزیب، صدق میں ابوبکرؓ، خوش الحانی میں داؤد علیہ السلام، کثیر الازدواجی میں واجد علی شاہ، جہاد میں سلطان صلاح الدین، سیاحت میں ابن بطوطہ، پختگی ارادہ میں علاؤالدین خلجی، رحمہٗ شہادت میں حمزہؓ، حسینؓ اور غازی عبدالرشیدؒ ہو لیکن موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔

دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ
تختِ زمیں پر ہزاروں آئے چلے گئے

(کیرانوی ص ۵۸۳)

شتربان صحرا گزین گر بمیرد شہنشاہ مسند نشین ہم نماند
اگر مرد ناداں بوحشت بمیرد خرد مند باریک بین ہم نماند
قوی شدیم چہ شد ناتوان شدم چہ شد چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد
بہ ہیچ گونہ دریں گلستان قرارے نیست
تو بہار شدی چہ شد ماخزاں شدیم چہ شد

ترجمہ:۔ساربان اگر جنگل میں مرتا ہے،تو تخت نشین بادشاہ بھی باقی نہیں رہتا،
اگر نادان شخص وحشت میں مرتا ہے تو عقل مند باریک بین بھی نہیں رہتا۔ہم
طاقتور ہوں یا عاجز کیا ہوگا،ہم ایسے ہوں تو کیا ہوگا،اور ویسے ہوں تو کیا ہوگا،
کسی شخص کو اس باغ جہاں میں قرار نہیں،تو بہار ہو تو کیا ہوگا ہم خزاں ہوں تو
کیا ہوگا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا آپ کی زندگی تمام پیغمبروں سے زیادہ ہوئی آپ نے دنیا کو کیسا پایا۔فرمایا ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں ایک میں سے اندر گیا دوسرے میں سے باہر نکل آیا۔(مخزن:۵۸۸)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔
زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوشنوا
شاخ پر بیٹھا کئی دم چہچہایا اڑ گیا

بہرحال طویل ترین زندگی بھی موت واقع ہونے سے خواب تصور ہوگی۔روز محشر کی سختی کے مقابلے میں قبر کی طویل اور مشکل برزخی زندگی نرم بستر محسوس ہوگی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا . (یٰس:)
کہیں گے اے افسوس ہمیں ہمارے بستروں سے کس نے اٹھادیا۔

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر کو دیکھ کر زار وقطار رونے لگتے اور فرماتے قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر یہ آسان ہوگئی تو اگلی منزلیں بھی آسان ہونگی۔اس واسطے قبر کو دیکھ کر

موت کو یاد اور اس کی تیاری کا جذبہ بڑھ جانا چاہئے۔ حضرت شیخ الحدیث صوفی محمد سرور مدظلہ العالی تو فرماتے تھے زمین کو دیکھ کر بھی قبر یاد آجانی چاہئے معلوم نہیں جہاں ہم چل رہے ہوتے ہیں وہاں کتنی مردہ کھوپڑیوں کو ہم روندرہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ زمانہ گزرنے سے قبرستان آبادیوں اور آبادیاں قبرستان میں تبدیل ہوجایا کرتی ہیں۔

کل پاؤں اک کاسئہ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوانِ شکستہ سے چور تھا
بولا ذرا سنبھل کر راہ چل اے بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پُر غرور تھا

موت کی تیاری کرنی چاہئے

انسان کو اس محنت سے موت کی تیاری کرنی چاہئے کہ وہ دنیا والوں سے بدلہ لے کیونکہ دنیا والوں کا یہ اصول ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ رورہا ہوتا ہے۔ اور گھر والے اسے دیکھ کر خوشیاں منارہے ہوتے ہیں۔ مٹھائیاں بانٹ رہے ہوتے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے یہ اس آنے والے مہمان کا مذاق اڑارہے ہیں۔ تو اس غیرت مند بچے کو چاہئے کہ وہ ان سے اس طرح بدلہ لے کہ جب یہ دنیا سے رخصت ہو تو یہ اپنے نیک عقائد اور نیک اعمال کی وجہ سے خوشی خوشی آخرت میں ہنستا ہوا جارہا ہو اور گھر والے اس کی جدائی پر رورہے ہوں۔

یَا ذَا الَّذِیْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ بَاکِیًا
وَالنَّاسُ حَوْلَکَ یَضْحَکُوْنَ سُرُوْرًا

"اے لڑکے تجھے تیری ماں نے اس حال میں جنم دیا کہ لوگ تیرے اردگرد خوشی سے ہنس رہے تھے اور تو رورہا تھا۔

اِحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ تَکُوْنُ بِہٖ مَتٰی
یَبْکُوْنَ حَوْلَکَ ضَاحِکًا مَسْرُوْرًا

نیک اعمال اس لگن سے کرتا رہ کہ جب موت کے وقت لوگ جمع ہو کر رورہے

ہوں تو تو خوشی خوشی ہنستا ہوا جا۔"

اس آیت کا مصداق بن جا۔

يَاۤ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O ارْجِعِيْۤ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً O فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ O وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ O (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

"اے مطمئن روح اپنے رب کی طرف اس حالت میں لوٹ کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو اور اعلان ہو میرے بندو، میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

یہ وہ درجہ ہے جس کی دعا حضرت یوسف علیہ السلام اس طرح کر رہے تھے:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ. (یوسف: ۱۰۱)

"مجھے اسلام کی حالت میں موت دے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے"۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عقلمند نیک لوگوں کی دعا میں بھی یہ جملہ نقل فرمایا:

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ.

(آل عمران: ۱۹۳)

"ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں نیک بخت ابرار لوگوں کے ساتھ موت دے"۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی اسی طرح ہے:

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ. (الشعراء: ۸۳)

"اے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔"

موت اور مابعد الموت کو اچھا کرنے کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے نسخہ عطا فرمایا:

يَاۤ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ.

"ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا کرو اور تمہاری موت اسلام پر ہی آنی چاہئے"۔

تقویٰ اور اسلام کے ساتھ جو انسان مرے گا وہ باعزت مرے گا اور پورے اعزاز کے ساتھ جنت میں جا کر دیدارِ خداوندی سے محظوظ و مستفیض ہوگا اور اپنی ہر خواہش پوری کرے گا۔ بلکہ خواہش اور سوچ سے بھی بڑھ کر عزت اور مراد پائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ. (الحجرات: ۱۳)

یقین مانو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ.

(حمٓ السجدہ: ۳۱)

تمہارے لئے جنت میں وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور جو تم مانگو گے۔

اور اسلام پر موت تب آسکتی ہے جب زندگی بھر اسلام کو سیکھ کر اخلاص کے ساتھ عمل پیرا رہا ہو۔ کیونکہ جس عمل پر زندگی گزرتی ہے اسی عمل پر موت آتی ہے اور جس حالت و عمل پر موت آتی ہے اسی حالت پر بعثت ہوتی ہے۔ اور میدان محشر میں حاضری ہوتی ہے پھر عزت کا فیصلہ سن کر فرشتوں کے وفد کے ساتھ تزک و احتشام کی حالت میں مبارک مہمان بن کر جنت کی مہمانی حاصل کرے گا۔

......☆......

موت کی تیاری (۲)

آٹھ سوالوں کا جواب تیار رکھیں

میرے دوستو اور بھائیو!

موت کی تیاری کے لئے آٹھ سوالوں کا جواب تیار ہو جائے تو بیڑا پار ہو جائے گا جہنم حرام اور جنت دار القرار ہو جائے گا۔ تین سوال تو مرنے کے فوراً بعد ہوتے ہیں۔

❶ ...... مَنْ رَبُّکَ "تیرا رب کون ہے؟"

❷ ...... مَنْ نَبِیُّکَ. تیرا نبی کون ہے، یا دوسری عبارت سے سوال ہوگا۔ مَا تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ؟ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

❸ ...... مادینک "تیرا دین کیا ہے؟"

یوں تو ان سوالوں کے جواب آسان ہیں:

❶ ...... رَبِّیَ اللّٰهُ. "میرا رب اللہ ہے"۔

❷ ...... نَبِیِّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ "میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

❸ ...... دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ "میرا دین اسلام ہے"۔

لیکن یہ جواب قبر میں صرف اس شخص کو آئیں گے جو اپنی زندگی میں اللہ کو رب، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور اسلام کو دین مان کر ان کے احکام پر چلتا رہا ہو، پوری اطاعت کرتا رہا ہو، ورنہ صرف رٹ لینے سے یہ جواب نہیں آئے گا۔ بلکہ هاها لا ادری جواب ہوگا۔

میدانِ محشر میں پانچ سوال

اور پانچ سوال میدان محشر میں ہونگے خود اللہ تعالیٰ عدالت کی کرسی پر اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہونگے اور خود فیصلہ فرما رہے ہوں گے وہ پانچ سوال یہ ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے ایک حدیث میں بیان فرما دیئے ہیں کہ کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں گے۔ جب تک وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے۔

❶ ...... عَنْ عُمُرِهٖ...... پوری عمر کہاں گزاری؟ مراد مکلّف زندگی یعنی بالغ ہونے کے بعد والی زندگی۔

❷ ...... عَنْ شَبَابِهٖ...... اس کی جوانی کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کی زندگی کا اعلیٰ حصہ ہے اس جوانی کو کہاں پرانا کیا؟ فرمانبرداری میں یا نافرمانی میں۔

❸ ...... عَنْ مَالِهٖ...... مال کے متعلق دو سوال ہونگے ایک یہ کہ مال کہاں سے کمایا

❹ ...... دوسرا یہ کہ مال خرچ کہاں کیا۔

❺ ...... عَنْ عَمَلِهٖ...... پانچواں سوال علم کے متعلق ہوگا کہ اپنے علم کے مطابق عمل کتنا کیا ہے۔

موت کو یاد رکھنے کے تین فائدے

علامہ سیوطی فرماتے ہیں موت کو یاد رکھنے والے کے تین فائدے ہوتے ہیں۔

(۱) تَعْجِیْلُ التَّوْبَه :۔ یعنی اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتا ہے۔ کیونکہ اسے خطرہ ہو جاتا ہے کہ موت اچانک آ سکتی ہے بغیر توبہ کے مر گیا تو سزا ہوگی۔

(۲) قَنَاعَةُ الْقَلْب :۔ دل کی قناعت یعنی موت کو یاد رکھنے والا حرص و لالچ میں مبتلا نہیں ہوتا جو میسر آ جائے اسی پر قناعت کر لیتا ہے، جس سے اس کو طبعی سکون اور دلی راحت ملتی ہے کیونکہ وہ سوچتا ہے تھوڑی بہت زندگی ہے جیسے کیسے گذر جائے گی زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں آخرت سنوارنے کی کوشش کرنا چاہیئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

(۳) نَشَاطُ الْعِبَادَة:۔ عبادت میں سرور اور دل جمعی:

یعنی موت کو یاد رکھنے والا جب عبادت کرتا ہے تو یکسوئی سے کرتا ہے اسے اس

عبادت میں سرور آتا ہے جس کی دو وجہ ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے شاید یہ میری زندگی کی آخری عبادت ہو اور موت دوبارہ عبادت کا موقعہ دیتی ہے یا نہیں لہٰذا اسے اچھا کر کے مزے لے لے کر ادا کروں۔

دوسری یہ کہ اسے آخرت کا یقین ہوتا ہے کہ وہاں اسے اس عبادت کا بدلہ ملے گا تو جتنی اچھی عبادت ہوگی اتنا اچھا بدلہ ملے گا اس واسطے سنوار کر عبادت کریگا۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں جس نے موت کو پہچان لیا اس کی دنیاوی مصیبتیں ہلکی ہوگئیں۔ علامہ یمیؒ فرماتے ہیں موت کی یاد اور محشر کی حاضری نے میری دنیا کی لذت چھین لی۔ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں موت مؤثر نصیحت اور کافی وعظ ہے۔ زمانہ جدائی کرانے کے لئے تیار ہے۔ جو لوگ آج گھروں میں ہیں کل قبروں میں ہونگے۔

شیطان کی سر توڑ کوشش

موت کے وقت شیطان سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ یہ شخص گمراہ ہو کر مرے۔

روایت:

اُحْضُرُوا مَوْتَاکُمْ وَلَقِنُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَبَشِّرُوْهُمْ بِالْجَنَّةِ فَاِنَّ الْحَلِيْمَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ يَتَحَيَّرُ عِنْدَ ذَالِکَ الْمَصْرَعِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ مِنْ اِبْنِ اٰدَمَ عِنْدَ ذَالِکَ الْمَصْرَعِ.

قریب المرگ لوگوں کے قریب ہو کر انہیں لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو اور انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ۔ بے شک حوصلے والے عقلمند لوگ بھی اس موقعہ پر حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور اس وقت شیطان انسان کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (مقصد اس کا گمراہ کرنا ہوتا ہے کیونکہ دشمن ہر جگہ دشمنی کرتا ہے)

امام احمدؒ مرض وفات میں بار بار لا بعد لا بعد کہہ رہے کبھی ہوش آجاتا کبھی غشی طاری ہو جاتی۔ جب انہیں کچھ افاقہ ہوا تو بتایا شیطان سامنے منہ میں انگلیاں دبائے افسوس سے کہہ رہا تھا احمد میرے فریب سے نکل گیا میں اس کے جواب میں کہہ رہا تھا ابھی نہیں۔ ابھی نہیں خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو تیرے فریب سے نکل جاؤں گا۔

چند اکابر کے آخری لمحات

امام جعفر قرطبیؒ کو بھی جب تلقین کی جا رہی تھی تو وہ بجائے کلمہ پڑھنے کے صرف لا، لا کہتے تھے جب انہیں کچھ ہوش آئی تو بتایا دو شیطان میرے سامنے کھڑے تھے ایک کہتا یہودی ہو کر مرنا دوسرا کہتا عیسائی ہو کر مرنا میں نے کہا نہیں نہیں یعنی میں مسلمان مروں گا۔

امام ابو یوسفؒ فقہ حنفی کے امام ثانی اور پہلے قاضی القضاۃ ہیں خطیب بغدادی فرماتے ہیں ﴿اَوَّلُ مَنْ دُعِیَ بِقَاضِیَ الْقُضَاۃِ﴾ ان کا دوسرا مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص جس کا نام ابراہیم بن الجراح ہے آپ کے پاس مرض وفات میں حاضر ہوا آپ کو بے ہوشی طاری تھی جب ہوش میں آئے اور آنکھیں کھولیں تو ابراہیم سے فرمایا حاجی کے لئے رمی الجمار پیدل افضل ہے یا سوار ہو کر؟ اس نے جواب دیا پیدل، فرمایا غلط ہے پھر اس نے کہا سوار ہو کر تو بھی فرمایا غلط ہے پھر خود تفصیل سے بتایا کہ جس رمی کے بعد وقوف ہو وہ پیدل افضل ہے جس کے بعد وقوف نہ ہو وہ سوار ہو کر افضل ہے۔ ابراہیم فرماتے ہیں اس کے بعد میں جانے لگا ابھی دروازے پر تھا کہ معلوم ہوا آپؒ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

(معارف السنن)

امام ابو زرعہ رازی اپنے زمانے کے بڑے شیخ اور سند کا درجہ رکھتے تھے امام بخاری کے شیخ محمد بن بشار فرماتے ہیں کہ چار شخص حفاظ حدیث ہیں ان میں سے امام ابو زرعہ ایک ہیں خطیب بغدادی نے ان کا واقعہ اپنی کتاب تاریخ بغداد میں ابو جعفر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات کے وقت چند محدثین جمع تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان کو تلقین کیسے کی جائے کیونکہ ہیبت اور جلالت مانع تھی۔ فیصلہ اس پر ہوا کہ تلقین والی حدیث کا مذاکرہ کرتے ہیں وہ سن کر سمجھ جائیں گے مذاکرہ شروع کیا تو کوئی محدث بھی اس حدیث کی پوری سند اور متن نہ بیان کر سکا تو امام ابو زرعہ نے خود اصلی سند اور متن کے ساتھ سنا دی فرمایا:

حدثنا بندار حدثنا ابو عاصم حدثنا عبدالحمید بن جعفر عن صالح بن ابی عریب عن کثیر بن مُرّہ الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَنْ کَانَ اٰخِرُ

كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

اور حدیث سناتے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (تاریخ بغداد جلد ا صفحہ ۳۳۵)

امام بخاری کے استاد حضرت عبداللہ بن مبارک کا بھی ایسا واقعہ آتا ہے کہ انہوں نے مسئلہ بتایا اور وفات پا گئے امام ترمذی فرماتے ہیں عبداللہ بن مبارکؒ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو ایک شخص لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے لگا تو امام صاحب نے فرمایا جب میں ایک دفعہ کلمہ پڑھ لوں اس کے بعد کوئی دوسرا کلام نہ کروں تو مجھے کلمہ پڑھنے والا سمجھنا چاہیے۔

(جامع ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی تلقین المیت)

امام محمد ترجمانِ حنفیت اور تلمیذِ خاص امام ابوحنیفہؒ اور مدون فقہ حنفی ہیں، ان کے بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں ان سے پوچھا کہ انتقال کے وقت آپ کیا کر رہے تھے؟ تو فرمایا کہ میں مکاتب کا مسئلہ سوچ رہا تھا کہ روح پرواز کر گئی۔ (بینات کراچی جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ فروری ۱۹۸۷)

میدانِ علم وسیاست کے شہسوار مفتی اعظم مفتی محمودؒ کی وفات بھی سفر حج اور عین علمی مشغلہ اور افتاء کی حالت میں کراچی میں ہوئی۔

موت کا اعلان

موت اعلان کرتی ہے۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَنَاتِ وَالْاُمَّهَاتِ......

"میں موت ہوں جو بیٹیوں اور ماؤں کے درمیان جدائی پیدا کر دیتی ہوں"

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَيْنَ الْاَخِ وَالْاَخَوَاتِ......

"میں وہ موت ہوں جو بھائیوں اور بہنوں کو الگ الگ کر دیتی ہوں"۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَيْنَ الزَّوْجَةِ وَالزَّوْجِ......

"میں وہ موت ہوں جو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتی ہوں"۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَيْنَ كُلِّ حَبِيْبٍ......

"میں تو ایسی موت ہوں جو دوستوں کے درمیان افتراق پیدا کر دیتی ہوں"۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُخَرِّبُ الدِّیَارَ وَالْقُصُوْرَ......

''میں وہ موت ہوں جو گھروں اور مکانوں کو برباد کردیتی ہوں''۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُعَمِّرُوْا الْقُبُوْرِ......

''میں وہ موت ہوں جو قبروں کو آباد کرتی ہوں''۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَطْلُبُکُمْ وَاُدْرِکُکُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ......

''میں موت ہوں تمہیں ڈھونڈھتی ہوں اور تمہیں بلند اور مضبوط قلعوں میں پالیتی ہوں''۔

وَلَا یَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلَّا یَذُوْقُنِیْ......

''مخلوق میں سے کوئی بھی میرا ذائقہ چکھے بغیر نہیں رہے گا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام قبرستان تشریف لائے جنازہ بھی ساتھ تھا آپ ایک قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا قبر روزانہ فصیح اور صاف زبان میں اعلان کرتی ہے۔

اَنَا بَیْتُ الْوَحْدَةِ اَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ اَنَا بَیْتُ الْوَحْشَتِ اَنَا بَیْتُ الظُّلْمَةِ اَنَا بَیْتُ الضِّیْقِ. (او کما قال)

میں علیحدگی کا گھر ہوں۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں۔
میں اندھیروں کا گھر ہوں، میں تنگی کا گھر ہوں۔

اور فرمایا قبر جہنم کے گڑھوں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔(مفہوم حدیث)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو موت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......

خطبات ربیع الاول

① ...... سیرت اور میلاد

② ...... حضور ﷺ کا بچپن اور حسن

③ ...... ولادتِ رسول ﷺ

④ ...... سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی

⑤ ...... سیرۃ النبی ﷺ

......☆......

سیرت اور میلاد

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰہَ. [النساء:۴/۸۰] وقال تعالٰی: قُلْ إِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ. [آل عمران:۳/۳۱] وقال تعالٰی: وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. [الحشر: ۵۹/۷]

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: کلّ أُمّتی یدخلون الجنۃ إلّا من ابٰی، قیل ومن ابٰی؟ قال من أطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابٰی. او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام.

صدق اللّٰہ ورسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی آل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی آل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی آل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی آل ابراھیم إنّک حمید مجید.

ربیع الاول کے چار اہم واقعات

محترم بزرگو، عزیزو اور بھائیو! آج ربیع الاول کی ۱۰ تاریخ ہے اور آپ حضرات بار بار یہ سن چکے ہیں کہ ربیع الاول رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بھی مہینہ ہے۔ آپ کی بعثت اور نبوت کا بھی مہینہ ہے اور جیسا کہ آپ نے گذشتہ مہینوں میں تفصیل سے سنا، میرے اور آپ کے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تکمیل کا بھی مہینہ ہے، اور اللہ کے نبیؐ کے وصال اور سفرِ آخرت کا بھی مہینہ ہے۔ ولادتِ مصطفیٰؐ، بعثتِ مصطفیٰؐ، ہجرتِ مصطفیٰؐ اور وصالِ مصطفیٰؐ ...... یہ چاروں کام ربیع الاول میں ہوئے اور یہ چاروں ہی حضور کی سیرت طیبہ کا خلاصہ ہیں۔

محمد عربی ﷺ کی تاریخ نہیں، سیرت!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور عام انسانوں کے حالات میں فرق ہے۔ عام آدمی کی زندگی کے حالات اگر بیان کیے جائیں تو وہ تاریخ کہلاتی ہے، تاریخ کی ہر بات قابل قبول نہیں ہوتی۔ تاریخ کی ہر بات قابلِ عمل نہیں ہوتی۔ ہم دنیا میں بڑے بڑے لوگوں کی تاریخ پڑھتے ہیں۔ جب ہم تاریخ پڑھتے ہیں تو ہمیں ان کی تاریخ میں کچھ اچھی چیزیں ملتی ہیں کچھ بُری چیزیں ملتی ہیں۔ تاریخ ہے۔ ہٹلر کی بھی ایک تاریخ ہے، ہلاکو کی بھی ایک تاریخ ہے، چنگیز کی بھی ایک تاریخ ہے۔ سکندر اعظم کی بھی ایک تاریخ ہے۔ تاریخ میں اچھی چیزیں بھی ہوتی ہیں اور بُری چیزیں بھی ہوتی ہیں۔ تاریخ نام ہے زندگی کے حالات نقل کر دینے کا، اچھے کام کیے تو اچھے حالات نقل ہوں گے اور اگر بُرے کام کیے تو بُرے حالات نقل ہوں گے۔ بُرے کام تو ویسے ہی قابلِ عمل نہیں ہوتے، جن لوگوں کی تاریخ نقل کی جارہی ہے، اُن کا ہر اچھا کام بھی قابلِ عمل نہیں ہوتا۔ آپ کو دنیا کے بادشاہوں کی بھی تاریخ ملے گی، سلاطین کی تاریخ ملے گی، فاتحین کی تاریخ ملے گی، دنیا کے رفارمرز، لیڈر، رہبر، رہنما، ان کی تاریخیں ملیں گی۔ سب کی زندگی کے حالات تاریخ ہیں۔ لیکن میرے اور آپ کے آقا، دوجہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اُنہیں ہم تاریخ نہیں کہتے بلکہ انہیں ہم سیرت کہتے ہیں۔

آپ یہ نہیں کہیں گے کہ ہم نے حضرت محمد ﷺ کی تاریخ پڑھی ہے۔ یہ اصطلاح ہی غلط ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی تاریخ پڑھی، ہاں آپ یوں کہیں گے کہ ہم نے آقا کی سیرت پڑھی۔

آج ہمارے عالم نے، ہمارے خطیب نے حضور ﷺ کی تاریخ بیان کی، یہ غلط ہے، یوں کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کی سیرت بیان کی۔

فلاں کتاب اللہ کے نبی کی تاریخ نہیں بلکہ وہ سیرت کی کتاب ہے۔

اور فلاں واقعہ حضور علیہ السلام کی تاریخ میں نہیں، یوں کہیں گے فلاں واقعہ حضور علیہ السلام کی سیرت میں آیا ہے۔

سیرت اور تاریخ میں فرق

سیرت اور تاریخ میں فرق ہے۔ تاریخ کی ہر بات قابلِ قبول نہیں ہے سیرت کی ہر بات قابلِ قبول ہے۔ تاریخ کی ہر بات مستند نہیں ہے، حضور علیہ السلام کی سیرت کی ہر بات مستند ہے۔ تاریخ کی ہر بات واجب التعمیل نہیں ہے جبکہ حضور علیہ السلام کی سیرت کی ہر بات لائق نمونہ اور لائق اتباع ہے۔ اور ہمیں اللہ نے اسی کی دعوت دی ہے۔ دیگر لوگوں کو پڑھا جاتا ہے علم کے لیے، معلومات کے لئے، اور حضور علیہ السلام کو پڑھا جاتا ہے علم کے لیے، عمل کے لئے۔

دیگر لوگوں کو پڑھا جاتا ہے صرف ادائیگی کے لئے، حضور علیہ السلام کو پڑھا جاتا ہے آپ کی اتباع کرنے کے لئے۔ یہ فرق ہے۔

حضور ﷺ کا وجود شریعت کا سانچہ ہے

حضور علیہ السلام واجب الاتباع ہیں، اللہ نے اپنے نبی کو اس طرح بنایا کہ اللہ کے حبیب شریعت کا سانچہ ہیں۔ قالب ہیں۔ جیسے ایک سانچہ تشکیل دیا جاتا ہے اور جو چیز اُس سے نکل کے آتی ہے وہ اصلی ہوتی ہے اور جو کسی اور سانچے سے نکل کے آئے گی، کہا جائے گا کہ یہ دو نمبر چیز ہے، یہ سانچہ ٹھیک ہے۔ اینٹ کا ایک سانچہ ہے۔ بھائی فلاں بھٹے کا جو سانچہ ہے اُس کا سائز ٹھیک ہے، اس کی کوالٹی بھی ٹھیک ہے، معیار بھی ٹھیک ہے، مقدار

بھی ٹھیک ہے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ نے شریعت کا سانچہ بنایا ہے۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ شریعت، جو کرتے ہیں شریعت...... اور کوئی کرتا ہے، آپ علیہ السلام دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں شریعت...... کوئی کہتا ہے آپ سُن کر خاموش ہو جاتے ہیں شریعت...... اللہ کے نبی کی ہر چیز شریعت ہے اور یاد رکھو اللہ کے نبی کو جو اللہ نے شریعت کا سانچہ بنایا، یہ ایسا کامل سانچہ ہے، ایسا مکمل سانچہ ہے، اس کے اندر کوئی نقص نہیں۔ اس کے اندر کوئی عیب نہیں۔ اس کے اندر کوئی کوتاہی نہیں۔ اس کے اندر کوئی کمی نہیں۔ ہر لحاظ سے کامل و اکمل سانچہ ہے۔

رب نے اپنے حبیب کو ایسا بنایا جو رب کی قدرت کا مظہر ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی اللہ کے نبی کی شان ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی اللہ کے نبی کا کمال ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی رحمت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے حبیبؐ کے اخلاق ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی تعلیمات ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی شکل ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی صورت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی سیرت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے بول ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے افعال ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کے اعمال ہیں۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی ذہانت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبیؐ کی فراست ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی فصاحت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بلاغت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے ہی حضور ﷺ کی گویائی ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بشارت ہے۔

جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی بصیرت ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے حضور ﷺ کی دوراندیشی ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی معاملہ شناسی ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کا مزاج ہے۔
جیسے اللہ کی قدرت ہے...... ایسے اللہ کے نبی کی پوری شریعت ہے۔ ہر لحاظ سے کامل، ہر لحاظ سے مکمل۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے یاد رکھنا کبھی نہ بھولنا، رب نے ایسا کامل سانچہ بنایا اپنے حبیب کا کہ اُس کے حبیبؐ سے کوئی غلطی ہو نہیں سکتی۔ کوئی کوتاہی ہو نہیں سکتی۔ کوئی کمی آ نہیں سکتی۔ جو کہا، وہ دین ہے۔ جو کیا، وہ دین ہے۔ جو فرمایا، وہ شریعت ہے۔

جسے ہاں کہہ دیا، واجب ہو گیا۔ ناں کہہ دیا، حرام ہو گیا......
خاموشی اختیار کر لی، جائز ہو گیا...... اور اگر چہرے پہ غصہ کے آثار نمودار ہو گئے مکروہ ہو گیا......
مسکرا پڑے جنت کے دروازے کھل گئے، اور غضبناک ہو گئے رب نے دوزخ کو بھڑکا دیا......!!

حضور ﷺ قرآنِ ناطق ہیں

اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسا بنایا، حضور ﷺ مجسمۂ شریعت، حضور ﷺ نمونۂ قرآن ہیں، حضور ﷺ بولتا ہوا قرآن ہیں، یاد رکھو رب نے ہمیں دو قرآن دیئے ہیں۔ ایک خاموش قرآن ہے، ایک بولتا ہوا قرآن ہے۔ ایک ساکت وصامت قرآن ہے، ایک ناطق قرآن ہے۔ ایک قرآن وحی متلو ہے، ایک قرآن وحی غیر متلو ہے۔ ایک قرآن دو گتوں کے درمیان کتاب کی صورت میں ہے، ایک قرآن عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی صورت میں ہے۔ وہ بھی قرآن ہے، یہ بھی قرآن ہے۔ اس لئے اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا دیکھو خیال کرو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اللہ نے قرآن میں بیان کی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو میں بیان کیا کرتا ہوں۔ ایک وقت آئے گا لوگ کہیں گے کہ ہم وہ مانتے ہیں جو

قرآن میں ہے، سن لوان سے کہہ دو:

اوتیتُ مثل القرآن...... میں بھی قرآن کی طرح دیا گیا ہوں۔

مجھے بھی رب نے قرآن کی طرح علم دیا ہے۔ جیسے قرآن اللہ کی وحی ہے ایک اور وحی میرے پاس ہے۔ وہ وحی متلو ہے یہ وحی غیر متلو ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے سنت آئی ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے قرآن کی شرح آئی ہے۔ جیسے قرآن آیا ہے ایسے قرآن کی تفسیر آئی ہے۔ اِس وجہ سے کچھ احکام قرآن میں ہیں، کچھ میری سنت میں ہیں۔ جو قرآن حلال کرتا ہے وہ بھی حلال، جسے میں حلال کرتا ہوں وہ بھی حلال۔ جو قرآن حرام کرتا ہے وہ بھی حرام، جسے میں حرام کرتا ہوں وہ بھی حرام۔ میری حرام کردہ چیزیں بھی قرآن کی طرح ہیں۔ قرآن کے حکم کی طرح حرام ہیں۔ لہٰذا خبردار کبھی ایسا نہ کہنا کہ میں قرآن کو مانوں گا، قرآن کے حلال وحرام کو مانوں گا۔ میرے حلال وحرام کو بھی ماننا پڑے گا۔ حضور علیہ السلام کی تصریح حدیث ہے، اللہ کے نبیؐ واجب الاتباع ہیں، واجب الاطاعت ہیں۔

خدا کا حسنِ انتخاب، انتخابِ لاجواب

حضور علیہ السلام کی باتیں جوامع الکلم ہیں، باتیں بھی کمال کی ہیں۔ بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔

کلام الملوک ملوک الکلام ......

بادشاہوں کا کلام وہ کلاموں کا بھی بادشاہ ہوتا ہے۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کے اقوال بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کے افعال بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کے فیصلے بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے حضور علیہ السلام کی تعلیمات بھی باکمال ہیں۔

جیسے حضور علیہ السلام باکمال ہیں ایسے اللہ کے نبیؐ کا دین بھی باکمال ہے۔

کتاب بھی باکمال ہے......

قبلہ بھی باکمال ہے......

لوگو! حضور علیہ السلام کا گھرانہ بھی باکمال ہے، زبان بھی باکمال ہے، شہر مکہ بھی باکمال ہے، شہر مدینہ بھی باکمال ہے، باکمال لوگ لاجواب انتخاب۔ آپ پڑھا کرتے ہیں، سنا کرتے ہیں ''باکمال لوگ لاجواب انتخاب''، اللہ کمالوں کے کمال والے ہیں۔ اللہ کا انتخاب اللہ کے حبیب ہیں۔ یہ لاجواب انتخاب ہے۔ اللہ کا انتخاب لاجواب ہے۔

إنّ اللّٰه اصطفٰی آدم ونوحًا...... [ال عمران: ۳۳/۳]

اللہ کا انتخاب آدم علیہ السلام تھے، کسی زمانے میں۔ کبھی نوح علیہ السلام تھے، کبھی آلِ مریم، آلِ ابراہیم، آلِ عمران تھے اور پھر اللہ کا انتخاب حضور علیہ السلام!! اللہ نے اپنے نبیؑ کا انتخاب کیا۔ یہ انتخاب بھی باکمال ہے اور حضور علیہ السلام کا انتخاب، ہر انتخاب مخلوقات میں حضور علیہ السلام سے بڑا کمال والا کوئی نہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام کا ہر انتخاب باکمال ہے۔ لاجواب ہے۔ کوئی جواب نہیں۔ آپ کے کلام میں پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ حکمتیں بھی ہیں، موعظتیں بھی ہیں، نصیحتیں بھی ہیں، اشارے بھی ملتے ہیں، مستقبل کے حالات کے۔

حضور کے حرام کو بھی حرام ماننا پڑے گا

مشکوٰۃ شریف میں ہم نے پرسوں حدیث پڑھی، حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

لا الفین منکم احدًا شبعان متکئًا علٰی امر تکیۃ......

میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں، پیٹ بھرا ہوا ہو، رَجا ہوا ہو، پلنگ پہ سہارا لگائے بیٹھا ہو اور پلنگ پہ سہارا لگا کے متکبرانہ لہجے میں یہ کہتا ہو کہ جو کچھ ہم نے قرآن میں پایا ہے ہم اسی کو مانیں گے۔ جس کو قرآن نے حلال کیا اسی کو حلال سمجھیں گے، جس کو قرآن نے حرام کیا اسی کو ہم حرام سمجھیں گے۔ فرمایا خبردار یہ نہ کہنا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو میں نے حرام کیا۔ پھر بطور مثال کے فرمایا:

اُحرّم الحمر الاھلی......

گدھے کی حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، میں محمد مصطفیٰ ﷺ تمہیں کہہ رہا ہوں، یہ جو تمہارے گھریلو گدھے ہیں یہ حرام ہیں، ان کا گوشت نہیں کھانا، میں اللہ کا حبیب انہیں حرام قرار دیتا ہوں۔ فرمایا جیسے گدھے کو تم نہیں کھاتے اس لئے کہ میں نے حرام کیا، ایسے میں نے اور بھی بہت سی چیزیں اللہ کے حکم سے بتلائی ہیں، حرام ہیں، انہیں حرام سمجھنا،

انہیں حرام سمجھنا۔ جولوگ کہتے ہیں کہ صرف قرآن کو مانیں گے یہ ایک بڑا روحانی مرض ہے، دینی مرض ہے، اسلامی مرض ہے، ایسا مرض ہے جو اسلام کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ آدمی کافر ہو کے مرتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ میں حدیث کو نہیں مانتا۔ حدیث کا انکار بھی کفر، اللہ کے نبی کی حدیث کا مذاق بھی کفر، حضور علیہ السلام کی سنتوں کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

کوئی اذان کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی کلمے کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی جانتے بوجھتے ہوئے داڑھی کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

کوئی مسواک کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

تاکیدی سنت ہے چادر کا، شلوار کا ٹخنے سے اوپر ہونا، کوئی حکم کا مذاق اڑاتا ہے، کافر ہو گیا......!

دین کے بارے میں احتیاط ضروری ہے

دین کے بارے میں بڑے محتاط رہا کرو۔ ایمان اختیار کرتے ہوئے بہت سی چیزوں کو ماننا پڑتا ہے، تب مومن بنتا ہے آدمی۔ کہتے ہو نا،

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ......

میں ایمان لایا اللہ پر، اُس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، قیامت کے دن پر......

وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى......

اور کبھی یوں بھی کہا کرتے ہو، اللہ کی اچھی بُری تقدیر پر میں ایمان لاتا ہوں، اچھی بُری تقدیر کو مانتا ہوں اور اُس کے تمام احکام کو قبول کرتا ہوں اور یوں بھی کہتے ہو:

اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ.

دل میں اقرار کرتا ہوں اور زبان سے تصدیق کرتا ہوں۔

ارے ان چیزوں کو مانتے ہو پھر مومن بنتے ہو، لیکن اہلِ علم نے لکھا ہے کہ اگر ایمان لاتا ہے تو سب کو ماننا پڑے گا۔ اللہ کو بھی، وجودِ الٰہی کو بھی، توحیدِ الٰہی کو بھی اور اللہ کی ذات کو بھی، صفات کو بھی، ایمان کے لیے سارے نبیوں پہ ایمان، سارے فرشتوں پہ

ایمان، ساری کتابوں پہ ایمان، اللہ کے تمام نبیوں کے برحق ہونے پر ایمان، تقدیر پر ایمان اور اللہ کے احکام کی صداقت پر ایمان، سب چیزوں کو ماننا پڑے گا لیکن کافر بننے کے لیے سب کا انکار ضروری نہیں، اگر ایک کا انکار کر دیا، کافر ہو گیا۔ یہ نہ سمجھا کرو فلاں تو بڑی نماز پڑھتا ہے، فلاں تو اللہ اللہ بھی کرتا ہے، ۱۰ نمازیں پڑھتا رہے اگر کسی ایک دین کے ایسے مسئلے کا انکار کر دیا جو تواتر کے ساتھ ثابت ہے، ضروریاتِ دین میں سے ہے، کافر ہو گیا۔ کہتا ہے میں اللہ کو مانتا ہوں، یہ نماز بھی پڑھتا ہوں، نبی کو بھی مانتا ہوں، قیامت کو بھی مانتا ہوں، جنت کو نہیں مانتا۔ بتاؤ مسلمان رہا؟...... نہیں۔ جنت کا منکر کافر ہے۔ جنت ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، ایک طبقے کے لوگ اُمت میں ایسے پیدا ہوئے جو نماز بھی پڑھا کرتے تھے، حج کے بھی قائل تھے، اللہ کا ذکر بھی کرتے تھے، قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے، پورے دین کو قبول کرتے تھے، پورے دین کو مانا کرتے تھے، اور پورے دین پر عمل کرنے کے دعوئی دار تھے، صرف اتنا کہا کرتے تھے کہ زکوۃ تو صرف حضور علیہ السلام کی زندگی تک تھی، یہ اللہ کے نبی کی خصوصیت تھی، حضور علیہ السلام لے سکتے تھے، اب حضور علیہ السلام دنیا سے چلے گئے زکوۃ ختم ہو گئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف فتویٰ دیا، یہ مرتد ہو گئے ہیں۔ باوجودیکہ کلمہ پڑھتے ہیں، پھر بھی مرتد ہیں، باوجودیکہ نمازیں پڑھتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجودیکہ حج کرتے ہیں، پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجودیکہ قرآن پڑھتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ باوجودیکہ اللہ اللہ کرتے ہیں پھر بھی مرتد ہیں۔ اس لئے کہ یہ زکوۃ کے منکر ہیں، زکوۃ متواترات میں سے ہے۔ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ ایک چیز کا بھی انکار کیا کافر ہو گیا۔ اس لئے ایمان اور کفر کے مسئلہ میں بڑے محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حدیث کی حجیت اور اہمیت

میں عرض یہ کر رہا ہوں، حضور علیہ السلام کی ایک حدیث کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کو مانیں گے، حدیث کو نہیں مانیں گے۔ تو یاد رکھیں جو حدیث کا منکر ہے، اُس کو گدھا کھانا پڑے گا۔ گدھے کی حرمت قرآن میں نہیں آئی۔ خچر کی حرمت قرآن میں نہیں آئی۔ یہ حدیث میں ہے۔ حدیث کے بغیر آپ دو

رکعت نماز فرض نہیں پڑھ سکتے۔ پورے قرآن میں فجر کی رکعتوں کا بیان نہیں ہے۔ پورے قرآن میں نماز کے فرائض کا بیان نہیں ہے۔ میں یہ مسئلہ پہلے بھی ایک جمعہ میں بیان کر چکا ہوں۔ حدیث کے دروازے پہ آنا پڑے گا۔ حضور علیہ السلام واجب الاتباع ہیں، اور آپؐ کی محبت کا تقاضا یہ ہے:

إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعٌ......

جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔

سچی محبت فرمانبرداری کا نام ہے

سچی محبت رکھتے ہو آقاؐ کی تو اطاعت پیدا کرو، اتباع لاؤ حضور علیہ السلام کی، اطاعت لاؤ اپنے ایمان میں، اور اگر ۱۰۰ دعویٰ ہے اتباع نہیں ہے، یہ سچی نہیں بلکہ جھوٹی محبت ہے۔ یہ کذب بیانی ہے، یہ غلط بیانی ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ کیسا فرمانبردار بیٹا ہے جو باپ کے اوپر صدقے گھولے ہو رہا ہے لیکن وہ تڑپ رہا ہے پیاس سے، اور یہ اس کو ایک گلاس پانی پلانے کے لئے تیار نہیں۔

ہو حضور علیہ السلام کا محب اور بے نمازی ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار اور مال کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھنے والا اور سود خور ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھنے والا، چور اور ڈاکو ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کی محبت رکھنے والا، کرپشن میں مبتلا ہو، بدعنوان ہو، خائن ہو، راشی ہو، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، جھوٹ بولے، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، کم تولے، نہیں ہو سکتا......

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار اور ملاوٹ کرے، نہیں ہو سکتا۔

ہو اللہ کے نبیؐ کا حُب دار، لوگوں کو دھوکے دے، نہیں ہو سکتا۔

ہو اللہ کے نبیؐ کا حب دار، محبت رکھنے والا، لوگوں کے مال ہڑپ کر جائے،

نہیں ہوسکتا، قرضے کھا جائے...... غلط کہتے ہو...... جو اللہ کے نبیؐ سے محبت رکھتا ہے، اللہ کے نبی کی محبت ٹپکتی ہے اس کی چال سے، ڈھال سے، ادا سے، اس کے اقوال سے، افعال سے، اٹھنے سے، بیٹھنے سے، چلنے سے، پھرنے سے، سونے سے، جاگنے سے، معیشت سے، معاشرت سے، سیاست سے، تجارت سے، تعلقات سے، حقوق سے، آداب سے، اس کی پوری زندگی میں پتہ چلتا ہے۔

وہ دیکھو عاشقِ رسول آرہا ہے، کرتہ پیغمبر والا ہے......

وہ دیکھو عاشقِ رسولؐ دکان پہ بیٹھا ہے، سودا ایک نمبر بیچتا ہے......

وہ دیکھو عاشقِ رسولؐ مصلے پہ بیٹھا ہے، نماز پیغمبر علیہ السلام کی نماز جیسی ہے،

زمین و آسمان اپنی جگہ سے ہٹ جائیں فرائض نہیں چھوڑتا، واجب نہیں چھوڑتا، سنتیں نہیں چھوڑتا، مستحبات نہیں چھوڑتا...... میں اِس کو مانتا ہوں، یہ نبی کا محب ہے، یہ نبی کا عاشق ہے، یہ نبی کا حُب دار ہے، یہ کرامیٹ ایریا تم نے بنالیا جو جھنڈے زیادہ لگالے وہ بڑا عاشق، جو جھنڈیاں زیادہ لگالے وہ عاشق، جو چراغاں کردے وہ زیادہ عاشقِ رسول، چاہے بجلی چوری کی ہو۔ خوف خدا کرو، یہ عشق اور محبت کا معیار کب سے بنا رہے ہو؟

حضور علیہ السلام نے انسانیت کا قبلہ درست کیا

اللہ کے نبیؐ کی زندگی کو دیکھو، حضور علیہ السلام نے سیرت سازی فرمائی، سیرت بنائی ہے۔ انقلاب برپا کیا ہے، اخلاق بدلے، عادات بدلے، انسانیت کے اوصاف بدلے، لوگو! انسانیت کا قبلہ درست کیا، میرے آقا نے۔ اللہ کے نبیؐ نے زبانی نعروں پر اُمت کی بنیاد نہیں رکھی۔ قطعاً نہیں رکھی۔ قطعاً نہیں رکھی۔ بنیاد رکھی ہے تو اس طرح رکھی ہے چور اور ڈاکو آئے ہیں تو وہ لوگوں کے محافظ بنے ہیں۔ عزتوں کے لٹیرے آئے ہیں تو وہ عزتوں کے محافظ بنے ہیں۔ مشرک آئے ہیں موحد بنے ہیں۔ توہم پرست آئے ہیں توحید پرست بنے ہیں۔ دنیا کے مظلوم آئے ہیں طاقتور، بہادر اور دنیا کی سپر طاقتوں کو پاش پاش کرنے والے بنے ہیں۔ اور ظلم کے معاشرے کو توڑا ہے، عدل برپا کیا ہے۔ بے حیائی کے معاشرے کو ختم کیا ہے۔ حیا کو فروغ دیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے استحسان اور لوگوں کے حقوق

پامال کرنے کی رسموں کو توڑا ہے۔ ہر ایک کے دروازے پر حق پہنچایا ہے۔ اگر کوئی عاشقِ رسولؐ ہے آج وہ نبیؐ کے اس نظام کو دکھلا دے۔ نظام کو زندہ کر دے۔ تمہیں کس چکر میں ڈال دیا مولویوں نے، میلاد کرلو پانچ سو سال کے گناہ معاف، نہ چوری چھوڑو، نہ سود چھوڑو، نہ جوا چھوڑو، نہ لوگوں کو لوٹنا چھوڑو، نہ کم تولنا چھوڑو، نہ کم ناپنا چھوڑو، نہ رشوت چھوڑو، نہ بیوہ کی زمین پہ قبضہ کرنا چھوڑو، نہ یتیم کے مال کا ہڑپ کرنا چھوڑو، جنتی بن جاؤ گے؟...... قرآن تو پھر مذاق ہوگیا۔ یہ حدیث تو مذاق ہوگئی۔ جنت تو ٹکے سیر ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے 23 سال جو محنت فرمائی، نعرے لگانا کوئی مشکل تھا؟

نبی ﷺ کے نافرمان کا بُرا انجام ہوتا ہے

حضور علیہ السلام نے سیرت پر، کردار سازی پر محنت فرمائی، اور اسی پر آؤ یہی محبتِ رسولؐ ہے، محبت اطاعت کے بغیر نہیں ہوتی۔ محبت فرمانبرداری کے بغیر نہیں ہوتی۔ اطاعتِ رسولؐ میں کامیابی ہے۔ مخالفتِ رسولؐ اور معصیتِ رسولؐ میں ناکامی ہے۔ لوگو! بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اطاعت کی، رب نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو کعبے سے بھی اونچا کر دیا، رنگ کا کالا ہے، ہونٹ موٹے ہیں۔ اور ابولہب نے معصیتِ رسولؐ کی، پیغمبر کی نافرمانی کی، اللہ نے ذلیلوں اور رُسوا انسانوں سے بھی آگے کر دیا۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ. مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ. [اللہب:111]

اولاد بھی چھوڑ گئی، بیوی بچے بھی چھوڑ گئے، تین دن تک لاش پڑی رہی۔ نوکر اور غلام بھی چھوڑ گئے۔ بالآخر لکڑیاں لے آئے، لکڑیوں کے ساتھ لاش کو گھسیٹا، گڑھا کھود کے دفن کر دیا۔ رب نے دنیا میں دکھا دیا۔ کسے کا حسین ہے، جمیل ہے، نام ابولہب نہیں کنیت ابولہب ہے اور وجہ کنیت یہ ہے، لہب کا معنیٰ شعلہ، ابولہب کا معنیٰ شعلے والا، اتنا حسین وجمیل تھا کہ چہرے پر شعلے تھے، اتنا حسین وجمیل تھا چہرہ چمکتا تھا۔ اتنا حسین وجمیل تھا، سورج کے ساتھ مقابلہ کیا کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی نافرمانی کی ہے، ذلیل ہوا ہے۔ حبشی بلالؓ رنگ کا کالا ہے، عربی نہیں عجمی ہے، موٹے ہونٹوں والا ہے، اطاعت کی ہے، چلتا مکہ کی زمین پر ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کی آہٹ جنت میں سنتے ہیں۔ یہ اطاعت ہے۔ بلال رضی

اللہ عنہ نے مجلس میلاد نہیں منعقد کی، ابولہب نے کی تھی۔ ثویبہ باندی کو آزاد کیا تھا کہ تُو نے اطلاع دی کہ میرا بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ خوشی میں آزاد۔ لیکن جب نبی علیہ السلام کی سیرت کی بات آئی تو مخالفت کی۔ نافرمانی کی۔ گالی بکی۔ بیٹوں نے بھی حضور علیہ السلام کی بیٹیوں کو طلاق دے دی، اور ایک بد بخت نے تو آ کر منہ کے اوپر طلاق دی تھی۔ بیٹیوں والے ہو، بیٹیوں کے درد جانتے ہو۔ میرے نبیؐ نے تو بیٹیوں کے کتنے درد اٹھائے۔ ابولہب کے بیٹوں نے طلاق دے دی۔

کامیابی اطاعتِ رسولؐ سے ملتی ہے

ایک طرف اطاعت ہے، دوسری طرف محبت کے دعوٰی کے باوجود معصیت ہے۔ کامیابی اطاعت والے کو ملی ہے۔ بات ماننے والے کو ملی ہے۔ لوگو! اللہ کے نبی کی اطاعت میں کامیابی ہے۔ اتباع میں کامیابی ہے۔ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اُلٹے ہاتھ کے ساتھ، جیسے آج ہم جدید تہذیب کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ الٹے ہاتھ میں برگر ہے، کھا رہے ہیں۔ سیدھے ہاتھ سے کھڑے ہو کے مُوت رہے ہیں، پیشاب کر رہے ہیں۔ ٹائم تھوڑا ہے، فلائٹ نکل رہی ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہ اسلام اور دین نافذ کریں گے ہمارے ملک میں۔ خلافتِ راشدہ کا نظام لائیں گے ملک کے اندر۔ ہماری تو قسمت ہی اِن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ الٹے ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ حضور علیہ السلام کی سنت ہے کس ہاتھ سے کھانا کھانا؟ سیدھے ہاتھ سے۔ سارے بولو، اپنے بچوں کو بھی بتایا کرو۔ آپ کے بچے آپ کے سامنے اُلٹے ہاتھ سے کھا رہے ہوتے ہیں، ان کے اوپر بھی نظر رکھا کرو۔ سنت ہے کھانا کھانے میں دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ بسم اللہ سے کھانا کھاؤ۔

یا غلام سمّ اللّٰہ و کُل بیمینک و کُل مِمّا یلیک......

جو اپنے سامنے ہے وہ کھاؤ، یہ بھی حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں درمیان سے نہ کھاؤ، اپنے سامنے سے کھاؤ اور اُتنا لو جتنا کھا سکو۔ اور یہ بھی

سنت ہے کھا کر اس برتن کو صاف کر لو، آپ فرماتے ہیں تم نہیں جانتے کھانے کے کون سے حصہ میں رب نے برکت اُتاری ہے۔ [2]

ہو سکتا ہے جس حصہ کو چھوڑ رہے ہو برکت اسی کے اندر ہو، اور تم برکت کو چھوڑ دو۔ پورا کھانا کھاؤ، جتنی طلب ہے اور لے چکے ہو وہ سارا کھاؤ اور برتن صاف کرو، ہاتھ بعد میں دھولو۔ دعا پڑھ لو، یہ سنت ہے۔ یہ شخص کھانا کھا رہا ہے الٹے ہاتھ کے ساتھ، آقا فرماتے ہیں میاں دائیں ہاتھ سے کھانا کھا۔ وہ کہتا ہے نہیں کھا سکتا۔ جیسے آج کے لوگ بہانے بناتے ہیں۔ میں یہ کام نہیں کرسکتا۔ آپ ؐ نے فرمایا کبھی نہیں کھا سکے گا۔ نہیں کھا سکے گا۔ [1] ہاتھ شل ہو گیا۔ کبھی زندگی بھر ہاتھ منہ تک نہیں آیا۔ پیغمبر کی نافرمانی کی ہے، ذلیل ہوا۔ رسوا ہوا ہے۔

ابورافع یہودی کا عبرتناک انجام

اور اس کے برعکس عبداللہ بن عتیق، حضور علیہ السلام نے فرمایا عبداللہ یہ گستاخ رسول ہے ابورافع، یہودی ہے، بڑا زمیندار ہے، بڑا ڈیرا تھا، یہ ہر وقت مجھے ایذاء دیتا ہے، گالیاں بکتا ہے، تبرا بکتا ہے۔

بخاری کا واقعہ ہے، عبداللہ بن عتیق رات کو نکلے، ڈیرا لگا ہوا تھا، پنچائتیں بیٹھی تھیں، جا کے بیٹھ گئے، بڑی دیر سے مجمع اُٹھا، اٹھ کے جا رہا تھا، یہ اُٹھے اور ایک دروازے کے پیچھے جا کے چھپ کے بیٹھ گئے۔ چوکیدار نے رات کو سارے دروازے بند کیے۔ [2]

قلعہ کا دروازہ بند، اندر گھر کا دروازہ بند، اُس سے اندر کا دروازہ بند، اُس سے اندر کا دروازہ بند، چابی دیوار کے ساتھ لٹکائی، خود دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ نیند آ گئی۔ اس دیوانے اور پروانے کو موقع ملا، اس نے چابی اُٹھائی، ایک دروازہ، دوسرا دروازہ، تیسرا دروازہ......سارے دروازے کھولے، خنجر ہاتھ میں لیا، دیکھا کہ گستاخ رسول چارپائی پہ پڑا ہوا ہے۔ خنجر جا کر اندھیرا تھا اُس کے پیٹ میں گھونپا۔ اس کی چیخ نکلی۔ بیوی نے کہا سر نہ کھا، سونے دے، نیند خراب کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھے کسی نے مار دیا ہے۔ بیوی کے تصور میں نہیں تھا کہ کون مار سکتا ہے۔ یہ صحابی کہتا ہے میں نے فیصلہ کیا جب تک مجھے یقین نہیں ہو جائے گا کہ یہ مر چکا ہے، میں نبی کا دیوانہ پروانہ اللہ کے نبی کی عزت کے لیے آیا ہوں، واپس نہیں جاؤں گا۔ پھر چھپ کے بیٹھ گیا۔ صبح یہ چوکیدار اٹھا اس نے دروازے کھولے اور

چراغ جلایا، کمرے میں خون تھا، پورا کمرہ خون میں لت پت یہ مرا پڑا تھا۔ اُس نے آواز دی کہ:

نعا ابورافع......

ابورافع کی موت کی اس نے اطلاع دی، اور اعلان کیا، لوگو! ابورافع مر گیا۔ میرا دل ٹھنڈا ہوا۔ میں نکلا، میں دوڑا، میرے پیچھے سب یہودی دوڑ پڑے۔ دوڑتے، دوڑتے مجھے چوٹ لگی، میں گرا، میری ایڑی ٹوٹ گئی۔ میں ہانپتے ہوئے مدینہ پہنچا۔ حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ فرمایا او عبداللہ بن عتیک! کیا ہوا؟ حضرت! اللہ کے دشمن کا خاتمہ کر کے آیا ہوں لیکن ایڑھی ٹوٹ گئی اور اپنی پگڑی سے پاؤں باندھا ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام خوش ہو گئے۔ فرمایا، قریب آ جا۔ اللہ کے نبیؐ نے اپنا لعابِ دہن نکالا اور ٹوٹی ہوئی ایڑھی پہ لگایا۔ اللہ کے نبی کے اس لعاب کی برکت سے ٹوٹی ہوئی ایڑھی بغیر آپریشن کے اس طرح ٹھیک ہو گئی جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہیں۔

ایک کا ہاتھ شل ہو گیا ہے۔ ایک کی ٹوٹی ہوئی ایڑی ٹھیک ہو گئی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے اور یہ نبی کا فرمانبردار اور مطیع ہے۔

ارے اطاعت کرو، نعرے والی قوم ہو تم، قیامِ پاکستان سے اب تک نعروں پہ مرتے چلے آئے ہو، جھنڈوں اور جھنڈیوں پہ مرتے چلے آئے ہو۔ اے کاش کہ میلاد کی مجلسوں میں رشوت سے بھی توبہ کرائی جاتی، جو نبی کا مشن تھا۔ لوگوں کو حلال کھانے پہ آمادہ کیا جاتا۔ اے کاش! ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن، بدعنوانی کا ہے۔ آج میڈیا ننگا ہو چکا ہے۔ قوم کی بیٹیوں کو ننگا کر دیا گیا ہے۔ زنا اتنا عام ہو گیا ہے، اتنا عام ہو گیا ہے، کہ سب برائیوں سے آگے چلا گیا، اے کاش! میرے بھائی اِن موضوعات پر بھی تقریریں کرتے۔ صرف کفر کے فتوے نہ لگاتے۔ صرف گستاخ رسول کسی کو قرار نہ دیتے۔ ہمیں کسی سے عشق کا سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے فتوے اپنے پاس رکھو۔ رب کعبہ کی قسم وہ رب بھی جانتا ہے، اپنے حبیب کو رب اطلاع دیتا ہے، کون نبی کا خبر دار نبی کی سنتوں کو زندہ کر رہا ہے۔ نبیؐ کے علوم کو زندہ کر رہا ہے اور کون نعرے لگا کر اللہ کے نبیؐ کے دین کو ذبح کر رہا ہے۔ ہمیں نہیں ضرورت کسی کے فتوؤں اور سرٹیفکیٹ کی، اہل سنت کہتے ہی اُسے ہیں جو نبی کی سنت کا غلام ہو۔

حضور ﷺ کا بچپن اور حسن

(از: مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہٗ)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم O بسم اللہ الرحمن الرحیم O
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین
کلہ وکفی باللہ شھیدا O محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشدآء
علی الکفار رحماء بینھم ترھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من
اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھم من اثر السجود ذلک مثلھم
فی التورۃ صلے ومثلھم فی الانجیل. (سورۃ الفتح، پارہ ۲۶)
صدق اللہ مولانا العظیم.

حضور کا ﷺ بچپن اور سفر شام

نشاط فکر ونظر کے لئے ایک رحمت عالم ﷺ کے بچپن کی ادا آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔عمر مبارک تقریباً بارہ سال تھی۔اپنے چچا خواجہ ابوطالب کے ساتھ تجارتی سفر پر مکہ سے شام کے لئے آپ ﷺ روانہ ہوئے۔

راہب کی ابوطالب سے ملاقات

مکہ سے شام جانے والے قافلوں کو راستے میں ایک ٹھکانہ ملا کرتا تھا۔جس میں اکثر قافلے رکتے تھے۔اس ٹھکانے کا مہتمم یا ناظم ایک بوڑھا عیسائی پریسٹ تھا۔عیسائی راہب تھا۔جس کا نام بحیرہ ہے۔نوے سال کی عمر تھی۔بال سارے سفید ہو چکے تھے۔ابرو بھی سفید تھے۔اور تاریخ نے کہا کہ وہ بڑے ہو کر یوں جھکے ہوئے تھے۔آنکھوں پر سایہ کئے

ہوئے نظر آتے تھے۔

خواجہ ابو طالب کا قافلہ جب اس ٹھکانے پر پہنچا اور پھر ایک گھنے درخت کے نیچے جا کر فروکش ہوا تو وہ بوڑھا راہب اپنے مسکن سے جو پہاڑ کے دامن پر بالائی حصے پر تھا۔ اُتر کر نیچے آیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ اوراق تھے۔

اور وہ سیدھا خواجہ ابو طالب کے پہلو میں بیٹھے ہوئے اس بارہ سال کے بچے کے پاس آیا جو اس قافلے میں شریک تھا اور پوچھتا ہے کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ خواجہ ابو طالب نے کہا یہ میرا بچہ ہے۔

اس بوڑھے راہب نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا، پھر اس بچے کی طرف دیکھا پھر ورقوں کا مطالعہ کیا اور پورے اعتماد سے کہنے لگا میری معلومات کے مطابق اس بچے کو یتیم ہونا چاہئے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا بچہ ہے۔ میں آپ کی بات مانوں یا آسمانی صحیفے کی بات پر یقین کروں؟ میرے ہاتھ میں انجیل کے اوراق ہیں۔ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ اس بچے کو یتیم ہونا چاہئے۔

خواجہ ابو طالب چونکا۔ کہنے لگا حیرت ہے کہ آپ یہ سب کچھ کیسے جانتے ہیں۔ بے شک یہ میرا بھتیجا ہے۔ اور عرب ثقافت میں بھتیجوں کو بھی بیٹا ہی کہا جاتا ہے۔ بھتیجے، بیٹے کی جگہ ہوتے ہیں۔ اس کا والد فوت ہو گیا ہے حضرت عبداللہ اور میں اسے بیٹوں کی طرح چاہتا ہوں۔ میں نے اپنی اس ثقافتی نسبت کی وجہ سے اسے اپنا بیٹا کہا۔ یہ واقعتاً یتیم ہے۔ حیرت ہے کہ آپ کو اس پر کیسے یقین آیا۔

بحیرہ نے پھر وہی بات دہرائی کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ میرے ہاتھ میں انجیل کے اوراق ہیں۔

ابو طالب پوچھتا ہے کہ آپ کو اس بچے کی انفرادیت کے متعلق کیسے معلوم ہوا کہ آپ نیچے اُتر کر آئے؟ یہاں تو قفلے آتے رہتے ہیں اور جاتے رہتے ہیں۔ آپ کیوں نیچے اُتر کر آئے؟ اور آ کر آپ نے کیوں پوچھا؟

اس پر بحیرہ راہب کہنے لگا:

ہاں! یہ ٹھیک ہے کہ یہاں قافلے آتے رہتے ہیں۔ کچھ دیر رکتے ہیں۔ پھر چلے

جاتے ہیں۔ لیکن آنے والے قافلوں میں آج یہ پہلا قافلہ تھا کہ جس کو میں نے دور سے دیکھا۔ اس قافلے پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس قافلے میں کوئی غیر معمولی شخصیت شامل ہے۔ لیکن مجھے یہ امتیاز نہیں ہو رہا تھا کہ بادل کا ٹکڑا کس کی وجہ سے سایہ کئے ہوئے ہے؟ تو یہ بچہ کچھ دیر کے لئے آپ لوگوں سے ادھر ہوا تو میں نے دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اسی طرف ہو گیا۔

پھر چلتے چلتے میں نے دیکھا کہ یہ بچہ آپ سے اس رُخ پر ہوا تو بادل کا ٹکڑا اسی پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ یہی وہ شخصیت ہے جس کی وجہ سے تم سب کو اس تپتی ہوئی دھوپ میں سایہ میسر آ گیا ہے۔

بحیرہ راہب کی محبت رسول ﷺ

پھر اس کے بعد رحمت عالم ﷺ کے ہاتھ پکڑ لئے۔ کہنے لگا محمد ﷺ! بہت ستائے جاؤ گے۔ اتنے ستائے جاؤ گے کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی نہ ستایا گیا ہوگا۔

اے کاش! کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ لیکن شاید ایسا نہیں ہوگا کہ میں گور کنارے کھڑا ہوں۔ میں اس وقت تک شاید زندہ نہ رہوں۔

لیکن میں گواہی دیتا ہوں تم سب گواہ ہو جاؤ کہ:

☆...... هذا سيدنا الاولين والآخرين

☆...... هذا محمد رسول الله.

☆...... هذا بعثه الله رحمة للعلمين.

میں آج گواہی دیتا ہوں...... اور محمد ﷺ! حشر میں مجھے اپنے غلاموں میں شامل کر لینا۔

اللہ نے بھی ناز کیا

دوستو! میں اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ نے انبیاء، رسل کا جو سلسلہ نبی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے سیدنا آدمؑ سے شروع کیا، وہ سب کے سب قومی یا علاقائی پروگرام لے کر آئے، اس کا آخری رسول ﷺ جو اس کا محبوب بھی ہے اور اس کائنات میں اس کی

تخلیق کا شاہکار بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنے تخلیق کے کسی رُخ پر اتنا ناز نہیں کیا۔ جتنا اس شاہکار پر ناز کیا۔ رب العالمین نے یہ کائنات بنائی۔ آسمان بنایا۔ زمین سجائی۔ دریا بہائے۔ سمندر موجزن کیئے۔ شجر و حجر وجود میں آئے۔ ستارے چمکے۔ سورج اور چاند، ملائکہ، نظام صبح و شام...... اور پھر اس کائنات میں آنے والے انسان، یہ سب کچھ بنانے پر حق تعالیٰ نے...... اس تخلیق پر ناز فرمایا۔

اور فطرت کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں جتنی خوبصورت تخلیق کر سکتا تھا، کر ڈالی ہے۔ اب اس سے بہتر کی توقع مجھ سے بھی نہیں کرنی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو فرمایا ہے

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

فطرت کی چار اداؤں کی اللہ نے قسمیں کھائی ہیں۔ فرمایا:

والتین والزیتون O وطور سینین O وھذا البلد الامین O

تین، زیتون، طور سینین اور شہر امین!

حکماء کہتے ہیں، نباتات کو سمجھنے والے کہتے ہیں...... "تین" پھلوں میں، فروٹ میں اپنی تاثیر کے لحاظ سے سید الاثمار ہے...... اس کے بعد "زیتون" اپنی تاثیر کے لحاظ سے بہتر پھل ہے...... "طور سینین" کے ساتھ اللہ کے ساتھ محبت کرنے والے کی ایک خاص زندگی کا حصہ وابستہ ہے۔

اور "شہر امین" مکہ ہوا۔ اس کی قسم کھائی اللہ نے۔ میرا خیال تھا کہ مکہ میں بیت اللہ ہے۔ اس لئے قسم کھائی، قرآن نے میرے کان میں راز کی بات کہہ دی:

لا اقسم بھذا البلد O

اس شہر کی قسمیں کیوں کھاؤں، لیکن کھا رہا ہوں:

وانت حل بھذا البلد O

اس لئے کہ تو اس کے گلی کوچوں میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔

بہترین تخلیق

چار قسمیں کھا کر تاکید "لقد" ......

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویمO

یقیناً تحقیق کیا میں نے انسان کو! الان سان...... "ال" نے یہاں تخصیص کر دی۔ مطلق نہیں...... لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ...... میں نے انسان کو بہترین انداز میں تخلیق کیا۔

حضرت حسان ﷜ کی نعت

بہترین کا ترجمہ حضرت حسان ﷜ بن ثابت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی

واجمل منک لم تلدا لنساء

تجھ سا حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں۔

حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، میں ہوتا تو حسان ﷜ سے کہتا، کیا کہا آپ نے؟ میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں "ن" پر تنوین لگا۔ یا متکلم ہٹا دے۔ تنوین لگا کر اسے بتادے کہ: تجھ سا حسین دنیا کی کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں!

ترمذی شریف میں حضرت روح الامین کا ایک تاثر ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تاثر ہے۔ وہ کیا فرماتے ہیں کہ

قلبدت مشارق الارض و مغاربها ...... میں کائنات کے سارے مشرق، سارے مغرب گھوما ہوں۔ ڈیوٹی ہی ایسی تھی۔ اور آدم علیہ السلام تا رحمت عالم ﷺ...... آنا پڑا، عرش تا فرش، جانا پڑا، آنا پڑا!

دنیا کے سارے حسین دیکھے ہیں میں نے قریب سے، آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک...... لم ارا احدا احسن اجمل اشرف من محمد صلی اللہ علیہ وسلم ...... لیکن میری آنکھ نے محمد عربی ﷺ سے زیادہ حسین، زیادہ جمیل، زیادہ شریف نہیں دیکھا! جس حسین کو بھی میں نے دیکھا، حسن کی ایک کوئی ادا...... اور انہیں دیکھا تو اس

کی ذات میں تو حسن کی ساری کائنات آباد تھی۔

حضرت حسان ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ میں نے تجھ سا حسین نہیں دیکھا۔ تجھ سا جمیل کسی ماں نے نہیں جنا۔

خلقت مبرا من کل عیب

تیرا پیکر عیوب ونقائص سے پاک ہے۔

کانک قد خلقت کما تشاء

تجھے دیکھ کر تو میرا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ اللہ نے باقی ساری کائنات خود اپنی مشیت کے مطابق بنائی ہے اور تجھ کو تیری مرضی کے مطابق بنایا۔

ساری کائنات اپنی مشیت کے مطابق بنائی۔ جیسے چاہا آسمان کو بلند کر دیا۔ جس طرح چاہا زمین کو بچھا دیا۔ جس طرح چاہا سمندر کو، دریاؤں کو، جس طرح چاہا آبشار اور جس طرح چاہا ستارے، جس طرح چاہا چاند، سورج، جس طرح چاہا جمادات و نباتات، طیور، پرندے، عرش بریں، جنت، سب کچھ اپنی مرضی کے مطابق رب العالمین نے بنا ڈالا۔

اور جب محبوب ﷺ کی تخلیق کا مرحلہ آیا تو پھر پیار سے پوچھا ہاں میرے محبوب ﷺ اب تو بتا کہ تجھے کیسا بناؤں؟

حضور ﷺ کی صفات

ترمذی شریف میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ کا سر مبارک برکت کا استعارہ ہے......

راسہ من البرکت ......

ورجلیہ من الاستقامۃ ......

پائے اقدس استقامت کا استعارہ ہے......

ویدیہ من السخاوۃ ...... ہاتھ مبارک سخاوت کا استعارہ ہے......

وقلبہ من الایمان ......دل ایمان کا استعارہ ہے......

وصدرہ من الرحمۃ ......اور سینہ رحمت کا استعارہ ہے......

وشفتیہ من الحمد ......لب مبارک حمد کا استعارہ ہے......

ولسانہ من الذکر ......اور زبان ذکر کا استعارہ ہے......

وعینیہ من الحیاء ......اور آنکھیں حیاء کا استعارہ ہیں۔

حضور ﷺ کی حیاء

مخدومۃ المسلمین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عرب کی بچیوں میں، عرب کی بیٹیوں میں اتنی حیاء میں نے نہیں دیکھی۔ وہ خود بھی کسی کی بیٹی ہیں۔ جو روایت کر رہی ہیں۔ اور بیٹی کو بیٹی ہی سمجھ سکتی ہے۔ میں نے عرب کی کسی بیٹی کی آنکھ میں اتنی حیاء نہیں دیکھی، جتنی آمنہ کے لعل ﷺ کی آنکھوں میں حیاء دیکھی ہے۔

ووجھہ من الرضاء ...... اوران کا چہرہ، وہ تو اللہ کی محبت کا آئینہ ہے۔ اللہ کے پیار کا آئینہ ہے۔

دوستو! کتاب اللہ کا جو حصہ میرے سامنے ہے۔ میں آپ کو فکری طور پر تھوڑا سا تیار کرنا چاہتا ہوں۔ تھوڑا سا مواد دینا چاہتا ہوں۔ یہ تو شہد سے بھی زیادہ میٹھی باتیں ہیں۔ ان سے نہ میں سیر ہو سکتا ہوں، نہ آپ سیر ہو سکتے ہیں۔ ہم ساری رات بیان کرتے رہیں اور آپ سنتے رہیں تو تشنگی باقی رہے گی...... میں فکری طور پر آپ کو کچھ دینا چاہتا ہوں۔

دعویٰ توحید اور دلیل

محمد رسول اللہ...... یہ دعویٰ ہے۔

والذین معہٗ اشداء علی الکفارِ رحماء بینھم تراھم رکعا سُجّدًا یبتغون فضلا من اللّٰہ رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التورۃ ومثلھم فی الانجیل......

یہ دلائل ہیں، محمد رسول اللہ...... دعویٰ ہے۔

ایک اور دعویٰ ہے سورۃ البقرۃ میں:

الھکم الہ واحد.

تمہارا معبود، اکیلا، کوئی اس کا شریک نہیں

لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم ○ ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع

الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلونO

یہ دلائل ہیں۔ یہاں اللہ نے دعویٰ کیا ہے اپنی الوہیت کا……اور وہاں سورۃ فتح کی آخری آیت میں دعویٰ کیا اللہ نے اپنے آخری نمائندہ کی رسالت کا، جو اس کا محبوب ﷺ بھی ہے۔ان دونوں دعوؤں کی اللہ نے دلیلیں پیش کی ہیں۔اپنی الوہیت کے دعویٰ میں حق تعالیٰ نے جو لائل پیش کئے ہیں، وہ فطرت کی سات ادائیں ہیں۔

ان فی خلق السموت والارض …… زمین وآسمان کی تخلیق میں…… واختلاف الیل والنھار …… رات کے جانے، دن کے آنے، پھر دن کے جانے، رات کے آنے میں……والفلک التی تجری فی البحر …… پانی پر تیرنے والی کشتیوں اور جہازوں میں……وما انزل اللہ من السماء من ماء …… برستی ہوئی بارش میں……وبث فیھا من کل دآبۃ …… کرۂ ارض پر چلنے، دوڑنے، رینگنے، تیرنے، اُڑنے والے جانوروں میں……وتصریف الریح ……صبا بن کر کبھی، کبھی نسیم بن کر چلنے والی ہواؤں میں……والسحاب المسخر بین السماء والارض …… اور آسمان کے دامن میں رواں دواں بادلوں کے قافلوں میں……لایت لقوم یعقلون O……عقل ودانش رکھنے والوں کے لئے دلائل ہیں۔ براہین ہیں۔ مجھے سمجھنے کے لئے۔

یعنی آسمان کی بلندی کو دیکھ گے، زمین کی وسعت کو دیکھو گے تو میں سمجھ میں آؤں گا۔دن آئے گا، رات جائے گی، پھر رات آئے گی، دن جائے گا۔ میں ضرور سمجھ میں آؤں گا۔کوئی ہے نا! اس نظام کو چلانے والا؟ ہے

پانی جیسی لطیف چیز پر کشتیاں اور جہاز بھاری بھرکم وزنی آہن وفولاد کے ڈھانچے، تیرتے ہوئے نظر آئیں گے، میں ضرور سمجھ میں آؤں گا۔

دوڑنے، رینگنے، تیرنے، اُڑنے والے پرندے، جانور دیکھو گے تو میں ضرور سمجھ میں آؤں گا۔

وان لکم فی الانعام لعبرۃ …… مویشیوں میں سبق ہے تمہارے لئے……

نسقیکم مما فی بطونه من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربینO

دودھ بغیر سوچے سمجھے پی جاتے ہو۔

تھوڑی دیر کے لئے سوچ لیا کرو۔ دودھ کا گلاس ہاتھ میں لے کر تھوڑی دیر کے لئے سوچ لیا کرو۔ کہاں سے آیا؟ کس نے بھیجا؟ تمہارے جانور کی رنگت کالی، اس کا فضلہ بدبودار، اس کا خون سرخ، یہ سارے منفی...... اور انہی میں سے جو دودھ کا گلاس ہم نے تیرے لئے پہنچایا، وہ مثبت۔ وہ سیاہ جانور سے گزرا، بدبودار فضلے سے گزرا، سرخ خون سے گزرا، لیکن ہم نے تیرے گلاس میں آنے والے دودھ میں جانور کی سیاہی کو شامل نہیں ہونے دیا۔ فضلے کی بدبو کو بھی شامل نہیں ہونے دیا۔ خون کی سرخی کو بھی شامل نہیں ہونے دیا۔

بڑا لطیف ذوق رکھتا ہے۔ پرفیو، سپرے کرتا رہتا ہے۔ دودھ میں ذرا سا خون نظر آیا، انکار کردے گا۔ فضلے کی بدبو محسوس ہوئی، انکار کردے گا۔ جانور کی سیاہی، یہ تو ایک بال بھی برداشت نہیں کرے گا۔

اگر جاندار کی رنگت آگئی، انکار کردے گا۔ ہم نے سیاہ جانور میں سے سفید دودھ تیرے گلاس میں پہنچایا۔ جو خوش رنگ بھی ہے۔ خوش ذائقہ بھی ہے۔ اس میں جانور کی خصوصیات میں سے کوئی شے شامل نہیں ہونے دی۔ سراسر مثبت، سراسر مثبت، تیرے گلاس میں ہم نے ڈال دیا۔ ہم پھر بھی سمجھ نہیں آتے؟

دوسری جگہ فرمایا:

ولکم فیها جمال حین تریحون وحین تسرحون O وتحمل القالکم الی بکدلم تکونوا بلغیه الابشق الانفس ان بکم لرء وف رحیمO والخیل والبغال والحمیر لترکبوها وزینه ویخلق مالا تعلمونO

یہ بیل، گھوڑے، خچر، اونٹ تیری اتباع کرتے ہیں۔ تیری بات مانتے ہیں۔ تو ہماری نہیں مانتا۔ لیکن یہ تیری مانتے ہیں، مانتے رہتے ہیں۔

راولپنڈی والو! سچ کہتا ہوں۔ یہ بگڑ جائیں تو دس گھوڑے کافی ہیں سارے

راولپنڈی کے لئے، باغی ہو جائیں تو طبیعت صاف کر دیں سارے لوگوں کی!

بنی اسرائیل کے لئے مینڈکوں نے بغاوت کر دی۔ چھلانگ لگاتے تھے پیالے میں، چھلانگ لگاتے تھے ہانڈی میں، چھلانگ لگاتے تھے کسی بالٹی میں!

سالن کو خراب کر دیا۔ پینے کے پانی کو خراب کر دیا۔ دودھ اُٹھایا، چھلانگ لگائی مینڈک نے، خود مر گئے۔ یہ خودکش حملے صرف انسان نہیں کرتے اور ذوی الارواح بھی کرتے ہیں۔ جب مقصد عظیم ہو، جب مقصد عظیم ہو تو پھر مقصد کے لئے جانیں قربان کی جاتی ہیں۔ زندگیوں کے لئے مقصد نہیں قربان کئے جاتے۔ مقاصد کے لئے زندگی قربان ہوا کرتی ہے۔ زندگی کے لئے مقاصد نہیں قربان ہوا کرتے۔

فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم......

پانی اُٹھایا، سرخ ہو گیا۔ یہ تو گندا ہے۔...... دوسرا پیالہ لیا، وہ بھی سرخ ہو گیا۔ یہ بھی گندا ہے...... تیسرا پیالہ اُٹھایا، یہ بھی خون بن گیا۔ یہ بھی گندا ہے۔...... چوتھا اُٹھایا، وہ بھی خون بن گیا۔

پانی تو اُٹھاتے ہیں۔ مگر وہ پینے نہیں دیتا۔ پانی ہاتھ میں لیتے ہیں مگر وہ پینے نہیں دیتا۔

یہ ہمارے نفس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے کہ ہم عقل و دانش سے رزق حاصل کر رہے ہیں۔ رب العزت کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ تمہاری دکان تمہیں رزق نہیں دیتی...... وفی السماء رزقکم وما توعدون ○ دکان کا ذکر نہیں ہے۔ رزق دکان سے نہیں ملتا۔ رزق آسمان سے ملتا ہے۔

اللہ لطیفٌ بعبادہ یرزق من یشاء......

اللہ اپنے بندوں کو سمجھتا ہے، اپنی حکمت کے مطابق رزق عطا کرتا ہے۔

ہم پیالے اور گلاس میں اتنا پانی ڈالتے ہیں، اتنا ہی مشروب ڈالتے ہیں، اتنی ہی چائے ڈالتے ہیں، جتنی اس کی کپیسٹی ہے۔ ظرف کو دیکھ کر چیز ڈالتے ہیں۔ جب یہ بھرنے لگتا ہے تو روک لیتے ہیں۔

اللہ بھی لطیف ہے۔ اللہ بھی ہماری خواہشات کو دیکھتا ہے۔ لیکن اس کے منفی پہلو

کو وہی سمجھتا ہے، ہم نہیں سمجھتے۔ جب دینے لگتا ہے تو اپنی حکمت کے مطابق دیتا ہے۔ ہماری خواہش کے مطابق نہیں دیتا۔

میرے گرامی قدر بزرگو اور عزیز دوستو!

یہ سب چیزیں جب سامنے آتی ہیں تو وہ یاد آتا ہے۔ تو فرمایا نظام کائنات کو جب دیکھو گے تو میں یاد آؤں گا۔

دعویٰ رسالت پر گواہ

محمد رسول اللہ...... محمد ﷺ میرا رسول ہے۔ دلیل کیا ہے؟ فرمایا:

والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله ورضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود، ذالک مثلهم فی التورة ومثلهم فی الانجیل.

کائنات کی ایک ایک ادا میری الوہیت کی دلیل ہے...... اور میرے محبوب ﷺ کے حلقے میں بیٹھنے والے اس کے وفادار، اس کے رضا کار میرے محبوب ﷺ کی رسالت کی دلیل ہیں۔

زمین و آسمان کو دیکھو گے تو میں سمجھ میں آؤں گا۔ ابوبکر و عمرؓ کو دیکھو گے تو میرا محبوب ﷺ سمجھ میں آئے گا۔

آسمان کی رفعت میں میری الوہیت کی دلیل، زمین کی وسعت میں میری الوہیت کی دلیل۔

ابوبکرؓ کی صداقت میں میرے محبوب ﷺ کی محنت کی دلیل
عمرؓ کی عدالت میں میرے محبوب ﷺ کی تعلیم و تربیت کی دلیل
عثمانؓ کی شرافت میں میرے محبوب ﷺ کی نبوت کی دلیل
علیؓ کا زہد و ولایت میرے محبوب ﷺ کی تعلیم و تربیت کی دلیل

خالدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عمرو ابن عاصؓ، ابوعبیدہ بن جراحؓ کی شجاعت و استقامت میرے محبوب ﷺ کی تعلیم و تربیت کی دلیل!

کائنات کی ایک ایک ادا میری الوہیت کی دلیل بنے گی ...... اور میرے

محبوب ﷺ کے حلقہ میں بیٹھنے والے اصحابؓ واہل بیتؓ کی عظمتیں میرے محبوب ﷺ کی رسالت کی دلیل ہیں۔

صحابہ ؓ دلائل نبوت ہیں

ارباب علم و دانش ! جو بات میں کہنا چاہتا ہوں۔ حضرات صحابہ کرام ؓ واہل بیت عظام ؓ نبوت اور رسالت کے درمیان واسطہ ہیں۔ جس طرح ٹیوب لائٹ اور پاور ہاؤس کے درمیان تاریں واسطہ ہیں۔ اگر تاریں کاٹ دی جائیں تو روشنی منقطع ہو جائے گی۔ تاروں کے کٹنے سے روشنی منقطع ہو جائے گی۔

رحمت عالم ﷺ اور اُمت کے درمیان اصحاب رسول ؓ واہل بیت رسول ؓ رابطہ ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ..... **اللہ اللہ فی اصحابی** ..... میرے صحابہ ؓ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا..... **لا تتخذوھم غرضا من بعدی** ..... ان کا استحصال نہ کرنا۔ ان میں عیب نہ ڈھونڈنا۔

محبت عیب چھپاتی ہے

راولپنڈی والو! عیب محبت ڈھونڈتی ہے یا عداوت ڈھونڈتی ہے؟ عداوت جو مجھ سے محبت کرنے والے دوست ہیں ،انہیں میرا لباس بھی اچھا لگ رہا ہے۔ میری عینک بھی اچھی لگ رہی ہے۔ انہیں میرا کوٹ بھی انہیں اچھا لگ رہا ہے۔ انہیں میرا عمامہ بھی اچھا لگ رہا ہے..... اور جن کے دل میں میری محبت نہیں ہے۔ کچھ اور جذبہ ہے۔ وہ ایک دوسرے کو یوں کہہ رہے ہیں۔ عینک دیکھو کس طرح پہنی ہوئی ہے؟ عمامہ دیکھو؟ بغض کمزوریاں تلاش کرتا ہے۔ اور محبت خوبیاں تلاش کرتی ہے۔

انسان کی فطرت ہے۔ جب کسی کو محبت ہو جائے تو پھر وہ اس کے عیبوں کے ڈھیر میں سے خوبیاں تلاش کر لیتا ہے۔ اور جب کسی سے بغض ہو جائے تو خوبیوں کے ڈھیر میں سے کمزوریاں تلاش کر لیتا ہے۔

ہمیں الحمد للہ! صحابہ ؓ واہل بیت ؓ سے محبت ہے۔ ہمیں ان میں خوبیوں کے

سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے کہ

☆...... ان کا استاد بے عیب ہے۔

☆...... ان کا مکتب بے عیب ہے۔

☆...... انہوں نے جو نصاب پڑھا، وہ نصاب بے عیب ہے۔

☆...... اور پھر جو "ممتحن" ہے، وہ بے عیب ہے۔

صحابہ ﷺ کو سمجھنے کے لئے معیار

صحابہ ﷺ و اہل بیت ﷺ کو سمجھنے کے لئے تاریخ کو کبھی معیار نہ بنانا۔ اصحاب رسول ﷺ کا تعارف صرف قرآن کرائے گا۔ صرف حدیث کرائے گی۔

صحابہ ﷺ و اہل بیت ﷺ کو سمجھنے کے لئے معیار قرآن وسنت...... تلنے والی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ لکڑیاں بھی تلتی ہیں، ہیرے بھی وزن ہوتے ہیں۔

لیکن بتائیں! لکڑیاں کہاں تلتی ہیں؟ (ٹال پر) اور ہیرے کہاں تلتے ہیں؟ (جوہری کے ترازو پر)

اب اگر کوئی ہیرے لکڑی کے ٹال پر تولنے کے لئے جا رہا ہو، تو آپ کی کیا رائے ہوگی؟ پاگل ہے یا بدنیت ہے۔ لکڑی کے ٹال پر کلو کلو کے بھی گھپلے چل جاتے ہیں۔

ہیرے کو تولنا ہے تو جوہری کی لطیف ترازو پر تولا جائے گا۔ جہاں رتی اور ماشے سے بھی انصاف ہوتا ہے۔

تاریخ ٹال ہے...... تو لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے رازی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو...... تو لئے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو...... مجھے کوئی اعتراض نہیں!

تاریخ کے ترازو پر انہیں تولیں جنہیں تاریخ نے پیدا کیا ہے، لیکن تاریخ جن کے قدموں کی ٹھوکروں سے پیدا ہوئی ہے، تاریخ ان کیلئے جج نہیں بنے گی۔

اصحاب رسول ﷺ و اہل بیت رسول ﷺ ہیرے ہیں...... اور ان کو تولنے کے لئے

نبوت ورسالت کے پاس جا کر، اس جوہری کے پاس جا کر وزن کرنا ہوگا۔ وہاں ان کے ساتھ انصاف ہوگا۔ تاریخ انصاف نہیں کرے گی۔

اور جو تاریخ کے ترازو پر تول کر اصحاب رسول ﷺ واہل بیت رسول ﷺ میں کمزوریاں تلاش کرتے ہیں، وہ کمزوریاں حضرات صحابہ کرام ﷺ میں نہیں، وہ ان کی اپنی آنکھ میں ہے۔

رقم تھیں اپنے چہرے پر لکیریں
میں سمجھا آئینہ ٹوٹا ہوا ہے

صحابہ ﷺ رحمت عالم ﷺ کی محنتوں کے دلائل و براہین ہیں......اور رحمت عالم ﷺ کی نبوت کے آئینی گواہ ہیں۔

صحابہ ﷺ معیار حق ہیں

آج ہم اگر اپنے اندر اسلام کے حوالے سے کوئی تبدیلی کا فیصلہ کریں گے تو پھر معیار کس کو بنائیں گے؟ کسوٹی کس کو بنائیں گے؟ دور ''خلافت راشدہ'' کو بنائیں گے۔

دور ''خلافت راشدہ'' کسوٹی بنتی ہے۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ رحمت عالم ﷺ کے تیار کردہ کرداروں نے بنی نوع انسان کے سامنے جو عادلانہ اور منصفانہ نظام زندگی پیش کیا، وہ کیا ہے؟

☆...... صدیق اکبرؓ کی خلافت کے 27 مہینے
☆...... فاروق اعظمؓ کی خلافت کے 10 سال
☆...... سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے 12 سال
☆...... سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے 4 سال

یہ کل کتنے بنتے ہیں؟ تقریباً 30 برس

یہ انتیس، تیس ہفتے نہیں ہیں۔ انتیس، تیس دن نہیں ہیں۔ 30 سال ہیں۔

30 سال کا عرصہ اسلام کے نظام عدل کا معیار ہے۔ کسوٹی ہے۔ اسلامی تاریخ میں ہم دنیا کے سامنے اس دور کو مثال بنا کر پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی معاشرہ، کوئی سوسائٹی عدل وانصاف پر مبنی تبدیلی چاہتی ہے تو وہ حلقہ رسالت کے ان نمائندہ کرداروں

کے دور کا مطالعہ کرے۔ کہ جس دور میں انسانوں سے تو کیا حیوانوں کے ساتھ بھی انصاف ہوا کرتا تھا۔

فاروق اعظمؓ کا یہ قول انسانی تاریخ میں چمک رہا ہے۔ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس کی تابانی میں فرق نہیں آیا۔

میرے دور خلافت میں اگر کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو میں محسوس کرتا ہوں کہ اللہ کی عدالت میں مجھ سے پوچھا جائے گا۔

آپ خود سوچیں کہ جس کسی کتے کی بھوک برداشت نہیں کرتا، وہ کسی انسان کو بھوکا کیسے دیکھے گا۔

ان تمام باتوں سے جو آج تک آپ دیکھ رہے ہو، میری چودہ سو سال کی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

میں کبھی خالد بن ولیدؓ ہوتا ہوں۔ کبھی عثمان بن عفانؓ بن جاتا ہوں۔ کبھی میں عمرو ابن عاصؓ ہوتا ہوں۔ کبھی سعد بن ابی وقاصؓ ہوتا ہوں۔ کبھی میں صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ہوتا ہوں۔ کبھی اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بن جاتا ہوں...... اور کبھی حسین بن علیؓ دکھائی دیتا ہوں۔

یہ ہماری پہچان ہیں

آپ کا کیا خیال ہے کہ حضرت حسینؓ جیتا یا ہارا ہے؟ (جیتا ہے) میں لعنت بھیجتا ہوں اس پر جو یہ سوچتا ہے کہ حضرت حسینؓ ہارے ہیں۔ وہ سب کچھ لٹا کر بھی نہیں ہارا ہے۔ وہ سب کچھ لٹا کر بھی جیتا ہے۔ یہ جیت صرف میری پہچان ہے۔ یہ جیت صرف میری شناخت ہے۔

میں سب کچھ لٹا کر بھی فاتح کہلاتا ہوں خود کو...... اور میرا سب کچھ لٹ جانا، میری آنے والی فتوحات کی تمہید بنا کرتا ہے۔

تمہاری سوچ مختلف ہے۔ میری سوچ مختلف ہے۔ تم دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہو۔ میں دنیا کو سب کچھ نہیں سمجھتا۔

یہ آسان نہیں ہے

یایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون O

اے اہل ایمان! مال و دولت تمہیں کبھی یار کی یاد سے کبھی غافل نہ کرے۔ تم ابراہیمی ہو۔ تمہاری نسبت ابراہیمی ہے۔ **ملة ابیکم ابرھیم** ...... تم ابرہیم کے بیٹے ہو اور ابراہیم نے عشق و مستی کا سفر کرتے ہی دنیا کا سب سب بڑا رشتہ قربان کیا۔

باپ کو چھوڑا۔ پھر باطل نے آگ لگائی۔ زندگی کی قربانی دے دی۔ چھلانگ لگائی۔ پھر وطن چھوڑا۔ پھر جو بیٹا رو رو کر مانگا تھا۔ اس بیٹے کو اور بیوی کو ویرانے میں چھوڑ آئے۔

میں کہہ رہا ہوں مزے لے لے کے اور آپ سن رہے ہیں مزے لے لے کے۔ لیکن لخت جگر کو اور اپنی آبرو کو ویرانے میں بٹھانا یہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔

پھر اسی لخت جگر کے گلے پر چھری چلا کر دکھائی۔ یہ اس کی مرضی کہ اس نے گلا نہیں کٹنے دیا۔ لیکن وہ تو کر گزرے۔ اقبال کہتا ہے۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند

مال و دولت جمع کرنے کے لئے حلال و حرام کا امتیاز نہیں، سمیٹ رہا ہے۔ سیٹھ جی کو فکر تھی۔ ایک ایک کے دس دس کیجئے۔ پھر آیا ملک الموت بولا جان دیجئے، بس کیجئے۔

مال و دولت منزل نہیں۔ یہ تو راستے کی رونقیں ہیں۔ اس میں نہ کھو جانا۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ

یہ ہے میری قوت اور اسی پر میرا ناز تھا۔ اسی پر مجھے ناز ہے۔ اسی پر میرا ناز رہے گا۔ بم پر نہیں۔ بم تو دشمن کے پاس بھی ہیں۔ میزائل میرے پاس بھی ہیں۔ کفر کے پاس بھی ہیں۔ لیکن یہ صرف میرے پاس ہے۔ اور اس پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

حضور ﷺ محبوب کل جہاں

رحمت عالم ﷺ اپنی ذات کے لحاظ سے ہر حوالے سے محبوب ہیں۔ زمانے نے ان سے محبت کی، پھول بچھائے۔ رحمت عالم ﷺ کی ولادت پر گھی کے چراغ جلائے۔ کس نے؟ (مسٹر ابولہب نے) لونڈی آزاد کر ڈالی۔ یہ سن کر۔ لیکن جب رحمت عالم ﷺ نے یہ پیغام سنایا کہ ادھر سے حکم آیا:

بلغ ما انزل الیک من ربک......

ہاں! میرے محبوب ﷺ! اب جاؤ۔ میرے بندوں کو میرا پیغام پہنچاؤ

رحمت عالم نے فاران کی بلندی سے صدا بلند کی...... لا الہ الا اللہ

کوئی اور الہٰ نہیں

میں بھی کہتا ہوں، تم بھی کہو۔ مجھے صادق کہنے والو! میری دیانت و شرافت کی قسمیں کھانے والو! سوشل لائف میں مجھ پر اعتماد کا اظہار کرنے والو! کوئی نہیں معبود، کوئی نہیں ہر جگہ موجود، کوئی نہیں علام الغیوب، کوئی نہیں دستگیر، کوئی نہیں حاجت روا، کوئی نہیں مشکل کشاء، کوئی نہیں عزت دینے والا، کوئی نہیں رزق دینے والا، کوئی نہیں اولاد عطا کرنے والا، کوئی نہیں بگڑی بنانے والا، کوئی نہیں سفینے پار لگانے والا، کوئی نہیں بیماریاں دور کرنے والا، کوئی نہیں زندگی اور موت کا مالک...... لا الہ الا اللہ

اس پر بگڑی وہ لیڈر شپ کہ جن کے مفادات پر زد پڑی۔ نہیں ہم جو بیٹھے ہیں۔ ہم نے دنیا والوں سے کہہ رکھا ہے، ہم اللہ کے پیارے ہیں۔ تم گناہ گار ہو۔ اللہ گناہ گاروں کی تو نہیں سنتا، ہم اللہ کے بہت قریب ہیں۔ تم ہمیں خوش کرو، ہم اسے راضی کریں گے۔

جب مارکیٹنگ کے حوالے سے زد پڑی، مار پڑی تو سب سے پہلے وہی بد بخت اُٹھا جس نے گھی کے چراغ جلائے تھے۔ جس کا نام تھا ابوجہل۔ کہنے لگا... تبالک یا محمد الھذا جمعتنا ......تو نے ہمیں اس لئے بلایا تھا۔ "تبا" کا ترجمہ کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔

اتنی دل آزار بات کہہ دی بد بخت نے کی، کہ میں اس کا ترجمہ کرنے سے بھی لرزتا ہوں۔

محمد ﷺ تیری شرافت پر قربان جاؤں۔ محمد ﷺ تیری عظمت پر قربان جاؤں۔ تو کتنا

عظیم ہے۔ تو کتنا صابر ہے۔ نہیں جواب دیا رحمت عالم ﷺ نے ...... لیکن رحمت عالم ﷺ کے غیور خدا نے جواب دیا:

تبت یدا ابی لهب و تبO ما اغنی عنه ماله وما کسبO

بربادی تو تیرے لئے ہے ابولہب! تیرے لئے بربادی ہے۔ تو مٹ جائے گا۔

میرے محبوب ﷺ کی عظمت، میرے محبوب ﷺ کی رفعت، میرے محبوب ﷺ کا نام اس وقت تک گونجے گا، جب تک میرا نام گونجے گا۔

اللہ نے عطا کرنے میں حد کر دی اور محمد ﷺ نے بھی وفا کرنے میں حد کر دی۔ اللہ اس محبت کو ذخیرہ آخرت بنائے۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

......☆......

ولادتِ رسول ﷺ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی.[الضحٰی: ٦]

وقال تعالٰی فی مقامٍ اٰخر: لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. [التوبۃ: ١٢٨/٩] صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنّک حمید مجید.

محترم بزرگو عزیزو اور بھائیو، (آج ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ ہے) ربیع الاول رحمۃ اللعالمین حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب مہینہ ہے۔ آپ کی ولادت کا مہینہ ہے۔

آپ کی ہجرت کا مہینہ ہے آپ کے وصال اور آپ کی وفات کا مہینہ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک آپ کی بعثت کا مہینہ ہے۔

حضور ﷺ کے والدین

حضور ﷺ کے والد محترم کا نام عبداللہ تھا اور جد امجد کا نام عبدالمطلب تھا، عبدالمطلب کنیت تھی نام شیبہ تھا۔ عرب کے ہاں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج تھا۔ عبدالمطلب نے کئی شادیاں کیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کئی بیٹے عطا کئے۔

ان کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا۔ ایک بیٹے کا نام عباس تھا۔ ایک بیٹے کا نام حمزہ تھا۔ ایک بیٹے کا نام عبدمناف (ابوطالب) تھا۔ اور ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ جب جوان ہو گئے بعض روایات میں آتا ہے عمر مبارک اٹھارہ سال کی ہوئی بعض روایات میں آتا ہے عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کی نسبت اور شادی کرنا چاہی۔ خود بھی شادی کے خواہش مند تھے۔ آپ کو ایک یہودی نے، جو تورات اور انجیل کا جاننے والا تھا دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ میں مجھے نبوت کا نور نظر آتا ہے لیکن دوسری طرف مجھے یہی نور بنی زہرہ قبیلے میں نظر آتا ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ تم بنی زہرہ قبیلے میں شادی کر لینا۔

عبدالمطلب نے عرب کے اس شریف ترین قبیلے بنی زہرہ کے ہاں رشتوں کی تلاش کی تو دو رشتے اکٹھے مل گئے ہالہ بنت ایہاب یعنی ایہاب کی بیٹی ہالہ سے خود شادی کی اور آمنہ بنت وہب سے بیٹے عبداللہ کی شادی کی۔ چنانچہ یہ آمنہ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ ٹھہریں اور ہالہ آپکی سوتیلی دادی ٹھہریں ہالہ اور آمنہ ایک ہی قبیلہ سے ہیں اور باہم رشتہ دار ہیں غالباً چچازاد بہنیں ہیں۔

آپ ﷺ کے والد ماجد کی پاکدامنی اور عفت

حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ کی شادی عرب کے قبیلے بنی زہرہ کی شریف ترین خاتون سیدہ آمنہ سے ہوئی۔ عبدالمطلب اور انکے بیٹے عبداللہ دونوں باپ بیٹا جب شادی کے لئے جا رہے تھے راستے میں ایک یہودیہ فاطمہ نامی خاتون نے حضرت

عبداللہ کو دیکھا تو فریفتہ ہوگئی اور پیشکش کی کہ میرے پاس سو اونٹ ہیں تم میرے ساتھ شادی کرلو میں سو اونٹ تمہیں دے دونگی۔ حضور ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ نے فرمایا میں اپنے والد کے ساتھ ہوں سفر میں ہوں، والد کی رفاقت میں جارہا ہوں، اگر میں آپ کے ساتھ شادی کرلوں تو مجھے یہاں رہنا پڑے گا میں اپنے والد کی کبھی بھی نافرمانی نہیں کر سکتا، اسلئے میں معذرت کرتا ہوں نہ مجھے آپکے سو اونٹ قبول نہ مجھے آپ سے شادی قبول۔ یہ سن کر اس نے گناہ کی دعوۃ دے ڈالی اور کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ گناہ کریں بدکاری کر لیں تو یہ سو اونٹ بھی میں آپکو انعام میں دے دوں گی۔ لڑکی کہتی ہے میں سو اونٹ آپکے دے دونگی۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے والد محترم نے جو اس وقت عین جوانی کی حالت میں تھے، غیر شادی شدہ تھے، عجیب بات فرمائی، فرمایا:

اما الحرام فالممات دونه فالحل لا احل......

حرام کام کرنے سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں، مجھے موت آجائے، جس کام کی طرف تم مجھے بلاتی ہو میں کبھی بھی اس کو حلال نہیں کروں گا کبھی میں اس کو جائز قرار نہیں دوں گا اور آخر میں فرمایا:

الکریم یحمی نفسه و دینه......

شریف آدمی اپنی عزت کی بھی حفاظت کرتا ہے اور اپنے دین کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ میں شریف باپ کا شریف بیٹا ہوں میں اپنا دین بھی بچاؤں گا میں اپنی عزت بھی بچاؤں گا۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے، شادی سے بھی پہلے کی بات ہے، حضور ﷺ کے حمل اور ولادت سے بھی پہلے کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضور کا نسب اللہ نے طاہر اور مطہر بنایا ہے پاک اور صاف بنایا ہے حضور ﷺ کے پورے نسب میں آپ سے لے کر حضرت آدمؑ تک کوئی شخص بدکار نہیں گزرا اور کوئی خاتون بدکارہ نہیں گزری۔ تشریف لے گئے شادی ہوگئی واپس آئے، اسی عورت نے دیکھا، اسی لڑکی نے دیکھا اس نے کوئی توجہ ہی نہ کی۔ حضرت عبداللہ حیران ہوئے اور اس عورت سے پوچھا کہ جاتے ہوئے تو تم نے مجھے نکاح کی بھی دعوت دی تھی زنا کی بھی دعوت دی تھی اور اب، تو تمہاری توجہ ہی نہیں؟ وہ کہنے لگی یہاں سے جانے کے بعد تم نے کیا کیا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں نے شادی کی ہے۔

اس نے کہا بس جو میرا مقصد تھا وہ ختم ہو گیا ہے میں آپ کی پیشانی میں نور نبوت دیکھ رہی تھی وہ نور نبوت اب کہیں اور منتقل ہو گیا ہے وہ نور نبوت اب کہیں اوجا چکا ہے۔ اور یہ نور کونسا تھا اس نور کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ کے نبی انسان نہیں تھے یا بشر نہیں تھے، غلط !:...... اس نور سے اشارہ ہے نورِ ہدایت کی طرف، اس نور سے اشارہ ہے نور نبوت کی طرف...... اس نور سے اشارہ ہے نورِ رسالت کی طرف...... جس کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے لقد جآء کم من اللّٰہ نورٌ وّ کتابٌ مّبین. وہ نور ہدایت کا نور ہے اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ہدایت کا نور آ گیا قرآن کی شکل میں آ گیا کتاب کی شکل میں آ گیا اللہ کے کلام کی شکل میں آ گیا یہ نور تھا۔

حضور ﷺ کے حمل کی برکات

شادی ہو گئی حضور ﷺ کے والد محترم کی اور شادی کے فوراً بعد حمل ہو گیا، سیدہ آمنہ حاملہ ہو گئیں...... عجیب کرامات ارہاصات کا ظہور ہوا اس عرصے کے اندر نو مہینے حضور اپنی والدہ محترمہ کے پیٹ میں رہے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا کہ دس مہینے پیٹ میں رہے بعض نے لکھا آٹھ مہینے یا دس مہینے اللہ کے نبی اپنی والدہ محترمہ کے پیٹ میں رہے۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں آپ میرے پیٹ میں تشریف لائے کوئی مجھے پتہ نہ چلا حالت حمل میں عورتوں کو جو تکالیف ہوتی ہیں پریشانی ہوتی ہے خواتین کے ساتھ جو امراض ہوتے ہیں مجھے کچھ بھی نہ ہوا، نہ مجھے بوجھ محسوس ہوا نہ مجھے کوئی تکلیف ہوئی بس اتنا پتہ چلا کہ میرے ایام بند ہو گئے ہیں۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں اسی حمل کے اندر درخت مجھے سلام کرتے تھے پتھر مجھے سلام کرتے تھے میں عجیب عجیب چیزیں دیکھا کرتی تھی۔

آپ ﷺ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے

حضور ﷺ ابھی والدہ محترمہ کے پیٹ میں تھے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عبداللہ وفات پا گئے۔ جناب عبداللہ اپنے ننھیال مدینہ منورہ گئے، بنی نجار گئے، ایک مہینہ جا کر وہاں ٹھہر گئے وہاں پر بیمار ہوئے، عبدالمطلب کو مکہ میں پتہ چلا کہ عبداللہ مدینہ میں بیمار ہیں تو اپنے بیٹے حارث کو بھیجا کہ جاؤ بھائی کا پتہ کر کے آؤ عبداللہ کا پتہ کر کے آؤ۔ حارث کہتے ہیں

میں عبداللہ کا پتہ کرنے مدینہ آیا تو پتہ چلا وہ وفات پا چکے ہیں اور دار النابغہ میں دفن بھی ہو چکے ہیں۔ میں واپس آیا عبدالمطلب کو آکر اطلاع دی کہ آپ کے لخت جگر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ عبدالمطلب کے تمام بیٹے بیٹیاں عبداللہ کے بھائی بہنیں سب پر صدمہ آیا، سیدہ آمنہ بیوہ ہو گئیں، حضور ﷺ پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گئے۔

سائے پسند نہ آئے پروردگار کو
بے سایہ کر دیا اُس سایہ دار کو

اللہ نے بے سایہ کر دیا یتیم پیدا کیا۔

الم یجدک یتیمًا فاوٰی. ووجدک ضالًا فھدٰی. [الضحیٰ:۹۳/۶،۷]

میرے اللہ نے اپنے حبیب کو یتیم پیدا کیا اور یتیم پیدا کر کے فرمایا میں آپ اپنے نبی کا سہارا بن گیا ہوں۔ بعض علماء نے لکھا حکمت یہی تھی مصلحت یہی تھی اللہ کی نظر میں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کا احسان حضور پر رکھنا نہیں چاہتے تھے، اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے، کوئی واسطہ کوئی وسیلہ رکھنا نہیں چاہتے تھے، کوئی سبب رکھنا نہیں چاہتے تھے، بغیر واسطے کے سبب کے اللہ خود پرورش کرنا چاہتے تھے۔ اور ساتھ یہ بھی حکمت تھی کہ کل کو حضور کا جھنڈا مشرق و مغرب میں شرق و غرب میں شمال و جنوب میں عرب و عجم میں لہرائے تو اللہ کے نبی کو اپنا ماضی بھی یاد آئے کہ ایک یتیم کو اور ایک دُرِّ یتیم کو اور ایک بے سہارا کو رب نے اتنی عزت دی ہے کہ اب چرچے عرب و عجم میں، شرق و غرب میں، کتاب اللہ اور قرآن میں اور پوری دھرتی میں ہیں تو اللہ کا اور زیادہ شکر ادا کریں۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں حضور میرے پیٹ میں تھے ایک دن مجھے کچھ کچھ نیند تھی اور کچھ کچھ میں جاگ رہی تھی، نیند اور بیداری کی حالت میں تھی۔ مجھے کہنے والے نے کہا:

انک حملت سید العالمین……

آمنہ تجھے مبارک ہو تو سارے جہاں کے سردار کو اپنے پیٹ میں لیے پھر رہی ہے،

انکِ حملتِ سید العالمین……

سارے جہاں کا سردار تیرے پیٹ میں ہے،

اذا وضعتہ...... جب تیرے اس بچے کی ولادت ہو

فسمیہ محمدا او احمدا...... اس بچے کا نام محمد رکھنا یا احمد رکھنا۔

یہ اللہ کی طرف سے فرشتے نے پیغام پہنچایا سیدہ آمنہ کو۔ سیدہ کہتی ہیں اسی حمل کی حالت میں نیند میں میں نے ایک روشنی دیکھی ایک نور دیکھا مکہ کے مکان میں لیٹ کر سو کر میں نے نور دیکھا روشنی دیکھی اس روشنی سے مجھے بصریٰ اور شام کے محلات دکھائی دیے۔ حضور والدہ کے پیٹ میں ہیں، باعث زحمت بن کے نہیں آئے باعث رحمت بن کر آئے اور یہی نبیوں کی شان ہوا کرتی ہے۔

یومِ ولادت میں اختلاف

لوگ آج کل کرسمس منا رہے ہیں کوئی پتہ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کب ہوئی کہتے ہیں ۲۵ ردسمبر کو ہوئی۔ قرآن تو کہتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت مریم علیہا السلام کھجور کے تنے کے نیچے چلی گئیں اوپر سے کھجوریں تھیں تو کھجوریں دسمبر کے مہینے میں نہیں ہوا کرتیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی والدہ کے پیٹ میں رہے وہ بچہ بھی برکتوں والا، لیکن اس بچے کی برکتوں کی انتہا کوئی نہیں۔ ولادت کا وقت آ گیا، وضع حمل کا وقت آ گیا، ربیع الاول کا مہینہ تھا، پیر کا دن تھا، ان دو باتوں پر تو سیرت نگار متفق ہیں مہینہ ربیع الاول کا، دن پیر کا سوموار کا، موسم بہار کا، فجر کا وقت تھا تاریخ دو تھی یا آٹھ تھی یا بارہ تھی یا سترہ تھی یا اٹھارہ تھی، یہ سارے اقوال لکھے ہیں علماء نے، کوئی یقینی بات نہیں ہے۔ جب حضور ﷺ کی ولادت میں اختلاف ہو گیا تو پتہ چلا کوئی میلاد اور ولادت منانے کا صحابہ میں امت میں رواج نہیں تھا۔ اگر رواج ہوتا تو یہ اختلاف نہ ہوتا جب دن منانے کا رواج ہو تو ہر کسی کو یاد رہتا ہے۔ یہ اختلاف تو تبھی ہو سکتا ہے نا کہ رواج نہیں تھا۔ نہ آپ ﷺ نے اہتمام فرمایا، نہ صحابہؓ نے اہتمام فرمایا، نہ اہل بیتؓ نے اہتمام فرمایا۔ کسی نے کہا دو ربیع الاول تھا کسی نے کہا آٹھ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا بارہ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا سترہ ربیع الاول تھا، کسی نے کہا اٹھارہ ربیع الاول تھا۔

ولادت کے وقت والدہ ماجدہ کے مشاہدات

ربیع الاول کا مہینہ تھا موسم بہار کا تھا دن سوموار کا تھا وقت فجر کا تھا آقائے نامدار دنیا میں تشریف لائے، حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے ولادت ہوئی تو ولادت کے وقت بھی اللہ نے عجیب کرامات کا ظہور فرمایا، نبی کا نبوت سے پہلے جو خرق عادت کام ہو اس کو کہتے ہیں ارہاص! معجزے کی طرح ہوتا ہے ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں کمرہ روشن ہو گیا۔ آپ کی دایہ عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اس کا نام شفا تھا۔ آپ ﷺ کی والدہ آمنہ تھیں۔ اس دایہ نے بھی یہ روشنی دیکھی، آمنہ نے بھی روشنی دیکھی کمرہ روشن ہو گیا۔ صرف کمرہ روشن نہیں ہوا پھر ایک ایسا نور نکلا جس نے ایک بار پھر شام کے محلات کو روشن کر دیا، بصریٰ کے محلات کو روشن کر دیا۔

ولادت ہوئی، ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو گندگی میں لپٹا ہوتا ہے، حضور ﷺ پاک اور صاف پیدا ہوئے، مطہر پیدا ہوئے۔ ہر بچہ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو غیر مختون پیدا ہوتا ہے، اس کا ختنہ کیا جاتا ہے، اللہ کے نبی مختون پیدا ہوئے آپ کا ختنہ کیا ہوا تھا، غسل بھی کیا ہوا تھا، پاک تھے پاک بن کر آئے...... پاک بنانے والے آئے...... بن کے آئے...... طاہر بھی تھے مطہر بھی تھے...... پاک بھی تھے پاک باز بھی تھے...... پاکی کو پسند کرتے تھے اور پاک کرنے کے لیے آئے اور اللہ کے نبی ختنہ شدہ آئے مختون آئے اس کے اندر۔ اور حضور ﷺ جب آئے تو آپ کی ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ اور آپ سنتے ہیں ...ئے تو ولادت کے وقت آتش کدہ ایران بجھ گیا۔ سو سال سے یہاں آگ جل رہی تھی اور لوگ اس کو پوج رہے تھے۔ اس کا سجدہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے پیدا ہوتے ہی یہ آتش کدہ ایران بجھ گیا۔ کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے، کسریٰ فارس کا بادشاہ تھا ایران کا بادشاہ تھا، عراق ایران اور افغانستان یہ ایک ہی خطہ تھا اور یہ اس وقت دنیا کی سپر طاقت تھی۔ اس سپر پاور کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔

ایک یہودی عالم کا واقعہ

آپ ﷺ کی جس شب ولادت ہوئی، اگلے دن ایک یہودی مدینہ سے مکہ آیا ہوا

تھا، قریش کا مہمان تھا، اس نے قریشیوں سے پوچھا کہ قریشیو بتاؤ رات یہاں تمہارے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوئی؟ انہوں نے کہا ہمیں پتہ نہیں کہ بچے کی ولادت ہوئی ہم نہیں جانتے۔ اس نے کہا وقت نوٹ کرلو گزشتہ شب کسی بچے کی ولادت ہوئی تحقیق کر کے آؤ اور میں یہ بھی تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ جو بچہ پیدا ہوا ہے یہ نبی آخر الزمان ہے خاتم النبیین ہے اور یہ پیدا ہونے والا بچہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جس کے اوپر چھوٹے چھوٹے بال ہیں۔ جاؤ پتا کرو رات کا وقت تھا سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے اپنے گھروں میں جا کر یہ بات بتائی۔ گھر والوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بالکل ٹھیک کہتا ہے، رات ایک بچے کی ولادت ہوئی، وہ عبداللہ کا دُرِّ یتیم ہے عبدالمطلب کا پوتا ہے آمنہ کا لخت جگر ہے..... واپس آکر اس کو بتلایا اس نے کہا مجھے لے چلو، جب لے گئے تو اس نے کہا میں بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں اس نے بچے کو دیکھا، اس نے حضور علیہ السلام کو دیکھا اور پشت سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو مہر نبوت موجود تھی، تو اس کی چیخ نکلی اور وہیں پر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کیا ہوا، کہنے لگا کیا ہوا؟ نبوت بنی اسرائیل سے نکل چکی اور بنی اسماعیل میں آگئی اور یہ دو جہاں کا سردار نبی ﷺ آیا ہے اور مکہ والو یاد رکھو یہ تم پر ایسی کاری ضرب لگائے گا کہ جس کا چرچا اور شہرہ مشرق میں ہوگا، مغرب میں ہوگا دنیا پوری میں اس کا اعلان ہوگا اور دنیا تک یہ بات پہنچے گی اور یہ سارے جہاں کا سردار ہوگا، یہ سارے جہاں کا سردار ہوگا، نام رکھا گیا محمد ﷺ!

ربیع الاول میں ولادتِ رسول کی حکمتیں

اب یہاں پر ایک چھوٹا سا علمی اشکال ہے میں وہ آپ کے سامنے نقل کرنا چاہتا ہوں۔ علماء نے لکھا ہے مہینوں میں سب سے افضل مہینہ رمضان ہے، رمضان روزوں کا مہینہ ہے افضل مہینہ ہے اس کی ایک رات لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے لیلۃ القدر خیر من الف شہر، پھر محرم الحرام افضل مہینہ ہے اس لیے کہ محرم اشہر حرم میں سے ہے اور اس کو اللہ کے نبی نے فرمایا: شھر اللہ المحرم یہ اللہ کا مہینہ ہے اور راتوں میں لیلۃ القدر سب

سے مبارک رات ہے سب سے افضل رات ہے۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے لیے رمضان کو نہیں چنا...... اللہ نے اپنے نبی کی ولادت کے لیے محرم کو نہیں چنا...... اللہ نے اپنے نبی کی ولادت کے لیے لیلۃ القدر کی شب کو نہیں چنا...... پندرہ شعبان کی رات کو نہیں چنا...... جمعرات کو نہیں چنا...... عیدین کی راتوں کو نہیں چنا حالانکہ وہ افضل راتیں ہیں۔ سوموار کا دن چنا ہے، ربیع الاول کا مہینہ چنا ہے، وجہ کیا ہے؟

کبھی یہ میلاد بھی سنا کرو نا! سچی میلاد بھی سنا کرو وجہ کیا ہے...... علماء نے بڑی عجیب باتیں لکھی ہیں۔ فرمایا دیکھو حضور ﷺ کی ولادت کے لیے موسم چنا گیا بہار کا...... مہینہ چنا گیا ربیع الاول کا، کیوں؟ موسم بہار کا چنا اس لیے کہ بہار کا وہ موسم ہے جس موسم کے اندر لکڑی پہ بھی سبزہ آجاتا ہے۔ یہ وہ موسم ہے جس موسم کے اندر زمین میں چھپے ہوئے بیج کو بھی زندگی مل جاتی ہے، حیات مل جاتی ہے۔ موسم بہار کا وہ موسم ہے کہ جس میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوتا ہے رونق ہی رونق ہوتی ہے، خوشحالی ہی خوشحالی ہوتی ہے اور ہر طرف ہر چیز اعتدال پر ہوتی ہے ہوا میں اعتدال ہے۔ نہ خشکی ہے نہ تری ہے، نہ گرمی ہے نہ ٹھنڈک ہے، موسم پیارا بن جاتا ہے اور یہ جو راتیں تھیں جن میں اللہ کے نبی کی ولادت ہوئی یہ بھی ایام بیض تھے، چاندنی راتیں تھیں اور چاندنی راتوں میں یہ جو چاند کی روشنی تھی یہ بھی اعتدال والی تھی، بھینی بھینی تھی۔

اللہ نے موسم بہار کا چن کر اشارہ کر دیا ہے، کہ لوگو جیسے یہ موسم آیا ہے بہار کا موسم ہے اس میں خشک چیز تر ہو جاتی ہے اور مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، لوگو ویرانہ آبادی میں تبدیل ہو جاتا ہے، ہر طرف سبزہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی میرا ایسا نبی آرہا ہے جو مردہ دلوں کو زندہ کرے گا...... جو کفر کو ایمان میں بدلے گا...... جو شرک کو توحید میں بدلے گا...... جو بد عملی کو اعمال میں بدلے گا...... جو بے حیائی کو حیا میں بدلے گا اور جو فحاشی اور عریانی کو پاکدامنی میں بدلے گا...... جو دنیا میں انقلاب لائے گا۔ بہار کے موسم نے مادی دنیا میں زندگی عطا کی اور میرے آقا نے روحانی دنیا میں کائنات کو زندگی عطا کی۔ موسم بہار کا چنا مہینہ ربیع الاول کا کیوں؟ ربیع کا معنی بھی بہار ہوتا ہے، پہلی بہار! فرمایا اصل بہار اس بہار کو نہ سمجھو جو

درختوں کو اُگاتی ہے، اصل بہار تو اس مہینے کی بہار ہے جس میں حضور آئے۔

حضور ﷺ دنیا میں بہار لائے۔ پھر اشارہ کیا یہ نبی فضیلت والا...... یہ نبی کمال والا...... یہ نبی شان والا...... یہ نبی مقام والا...... یہ نبی درجے والا...... یہ نبی مرتبے والا...... اگر رمضان میں پیدا ہوتے تو دنیا سمجھتی نبی کو مقام ملا ہے محرم کی وجہ سے، فرمایا نہیں نہیں میرا نبی شان لینے نہیں آیا، میرا نبی فضیلت لینے نہیں آیا، میرا نبی شان دینے آیا ہے...... فضیلت دینے آیا ہے...... ربیع الاول میں پیدا کیا اور پیدا کر کے حضور ﷺ کی وجہ سے ربیع الاول کو شان عطا کر دی...... ربیع الاول کو مقام عطا کر دیا...... ربیع فی ربیع فی ربیع......!! رمضان تو پہلے سے احترام والا ہے لوگ سمجھتے رمضان نے حضور کو احترام دیا فرمایا نہیں نہیں، حضور نے ربیع الاول کو مقام دیا ہے۔ دن سوموار کا کیوں؟ سوموار درمیانہ دن ہے ہفتے کا۔ ہفتہ شروع ہوتا ہے ہفتہ سے۔ ہفتہ، اتوار، پھر آتا ہے سوموار، پھر منگل، بدھ، جمعرات...... وسط ہے، درمیان ہے اور حضور ﷺ کے مزاج میں بھی اعتدال ہے یہ امت بھی درمیانی ہے۔

وکذالک جعلنکم امة وسطا...... [البقرہ: ۲/۱۴۳]

پھر ایک حکمت اور بھی بڑی عجیب بیان کی، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے مختلف دنوں میں مختلف چیزوں کو پیدا کیا۔ حدیث میں آتا ہے اللہ نے نور کو پیدا کیا بدھ کے دن، نور بدھ میں پیدا ہوا اور علم نور ہے اس لیے علماء جب کتابیں شروع کراتے ہیں مدارس میں تو بدھ کے دن کراتے ہیں۔ ہمارے ہاں عموماً پڑھائی شروع ہوتی ہے تو بدھ کے دن ہوتی ہے، کیوں؟ صرف اسی وجہ سے کہ اللہ نے نور کو بدھ کے دن پیدا کیا تھا اور علم بھی نور من اللہ، اللہ کا نور ہے۔ پہاڑوں کو اللہ نے منگل کے دن پیدا کیا تھا اور دوستو درختوں کو اللہ نے سوموار کے دن پیدا کیا تھا۔ درخت پیر کے دن پیدا ہوئے درخت سے مراد نباتات ہیں نباتات میرے اللہ نے پیر کے دن پیدا کیے۔ تو گویا میری تمہاری روزی پیر کو بنی، میرا تمہارا رزق پیر کو بنا، میری تمہاری خوراک پیر کے دن بنی اور میری تمہاری کھانے کی چیزیں پیر کے دن بنیں۔ میرے اللہ نے حضور ﷺ کو بھی پیر کے دن بھیجا کہ تمہاری جسمانی خوراک بھی پیر کو آئی، میں تمہاری روحانی خوراک بھی پیر کو دے رہا ہوں، سوموار کو دے رہا ہوں۔ اس لیے دن سوموار کا چنا اور وقت فجر کا چنا، وقت فجر کا تھا:

اِنَّ قرآن الفجر کان مشهودًا...... [الاسراء: ۱۷/۷۸]

فرشتوں کے آنے کا وقت ہے، اللہ کی رحمت کے نزول کا وقت ہے، دن کی ابتدا ہے، سویرے کا وقت ہے، اندھیرے کے ٹلنے کا وقت ہے اور سویرے کے آنے کا وقت ہے۔ اور فجر کے وقت حضور ﷺ تشریف لائے۔ تو اشارہ ہو گیا اب اندھیرا ٹلنے والا ہے لوگو اب ہدایت کا نور آنے والا ہے، جیسے فجر آتی ہے تو سورج لاتی ہے۔ فرمایا جیسے وہ مادی سورج آئے گا آفتاب آئے گا، آج فجر کے وقت آفتابِ نبوت طلوع کر رہا ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا...... [الاحزاب: ۳۳/۴۵،۴۶]

"یہ شاہد بھی ہے یہ نذیر بھی ہے یہ بشیر بھی ہے یہ مبشر بھی ہے یہ داعی الی اللہ بھی ہے یہ سراج منیر بھی ہے۔"

یہ چمکتا ہوا سورج بھی ہے یہ چمکتا ہوا چراغ بھی ہے وقت فجر کا تھا اور نام کیا رکھا سارے کہہ دو محمد! سب کہہ دو صلی اللہ علیہ وسلم۔ سبحان اللہ! یہ نام بھی اللہ نے اپنے حبیب کے لیے چھپا کے رکھا تھا جچتا ہی حضور کو تھا محمد کا کیا معنیٰ ہوتا ہے اس کے لیے مستقل وقت چاہیے پھر کبھی بیان کروں گا انشاء اللہ کہ حضور کو محمد کیوں کہتے ہیں محمد کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اور علماء نے اس اسم محمد کے کمالات بیان کیے...... تم لڑتے رہتے ہو انگوٹھے چومیں یا نہ چومیں...... تم درود پڑھو تمہیں چومنے کی ضرورت ہی نہیں اللہ نے اپنے حبیب کا نام ہی اسی طرح بنایا ہے کہ جب اپنے نبی کا نام لیتے ہو تو لب ایک دوسرے کو خود چوم لیتے ہیں...... ایک بار نہیں دو بار چوم لیتے ہیں...... کہو محمد! کیسے چوما؟ صلی اللہ علیہ وسلم!!

درود پڑھنے کی فضیلت اور اہمیت

تم درود پڑھو فضیلت درود پڑھنے کی ہے...... ایک بار پڑھو دس نیکیاں، دس رحمتیں، دس گناہ معاف، دس درجے بلند، تم درود پڑھو زمین پر شجا عباد میں رب پہنچائے گا روضہ رسول پر صلی اللہ علیہ وسلم۔ درود پڑھو ضرور پڑھو صبح پڑھو شام پڑھو دن پڑھو رات پڑھو، میرا تو ایمان اور عقیدہ ہے قسم خدا کی نماز میں درود نہ ہو نماز قبول نہیں...... لوگو تلاوت کے

بعد اور وظیفہ کے بعد درود نہ ہو تو وظیفہ قبول نہیں...... دعا میں درود نہ ہو تو دعا قبول نہیں۔ اللہ نے درود میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ درود پڑھو مصیبتیں ٹلیں گی...... درود پڑھو رب کا قرب ملے گا...... درود پڑھو نبی کی جنت میں رفاقت ملے گی...... درود پڑھو حضور کی شفاعت ملے گی...... درود پڑھو اللہ کے نبی کا پیار ملے گا اور درود پڑھو اللہ کی طرف سے برکتیں ملیں گی!!

لیکن پڑھو ایسے جیسے حضور ﷺ نے فرمایا، حضور ﷺ نے سکھایا اور وہی پڑھو جو حضور ﷺ نے عطا کیا۔ نماز اپنی طرف سے بنی بنائی نہیں پڑھتے...... روزہ اپنا بنا بنایا نہیں رکھتے...... حج اپنا بنا بنایا نہیں کرتے...... درود بھی اپنا نہ بنایا کرو! درود بھی وہی پڑھو جو حضور ﷺ نے خود سکھائے اور وہ جملے الفاظ موجود ہیں جو حضور ﷺ نے سکھائے۔

میں کتنی خوبصورت حضور ﷺ کی تعریف کروں خدا کی قسم میری زبان میں وہ تاثیر نہیں ہے، یہ گندی زبان ہے، گناہوں سے لبریز زبان ہے، میرا گندا وجود ہے گناہوں سے لبریز ہے اور جو جملے میرے آقا کی زبان سے نکلے، وہ مطہر زبان ہے...... منزہ زبان ہے...... پاک زبان ہے...... صاف زبان ہے...... وحی والی زبان ہے...... سچ بولنے والی زبان ہے...... قرآن پڑھنے والی زبان ہے...... اس میں جو تاثیر ہوگی پوری کائنات کی کہی ہوئی بات میں وہ تاثیر نہیں جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے بول میں تاثیر ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں مسنون عمل کرو مسنون درود پڑھو۔

اللہ ہم سب کو حضور کی سچی محبت اور سچی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

......☆......

سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی

(از) شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرورِ انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ونشھد انّ سیّدنا ونبینا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔ اما بعد، فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃٌ حسنۃٌ لمن کان یرجوا اللّٰہ والیوم الاٰخر وذکر اللّٰہ کثیرًا۔ (الاحزاب: ۲۱)

اٰمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہٗ النبی الکریم ونحن علٰی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین۔

آپ کا تذکرہ باعثِ سعادت

۱۲ ربیع الاوّل ہمارے معاشرے، ہمارے ملک اور خاص کر برصغیر میں باقاعدہ ایک جشن اور ایک تہوار کی شکل اختیار کرگئی ہے۔ جب ربیع الاوّل کا مہینہ آتا ہے تو سارے ملک میں سیرت النبی اور میلاد النبی کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی اور سعادت نہیں ہو سکتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آپ کے مبارک تذکرہ کو اس ماہِ ربیع الاول کے ساتھ بلکہ صرف ۱۲ ربیع الاول کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ۱۲ ربیع الاول کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اس لئے آپ کا یومِ ولادت منایا جائے گا۔ اور اس میں آپ کی سیرت اور ولادت کا بیان ہوگا۔

لیکن یہ سب کچھ کرتے وقت ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جس ذاتِ اقدس کی سیرت کا یہ بیان ہو رہا ہے، اور جس ذاتِ اقدس کی ولادت کا یہ جشن منایا جا رہا ہے، خود اس ذاتِ اقدس کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس تعلیم کے اندر اس قسم کا تصور موجود ہے یا نہیں؟

تاریخ انسانیت کا عظیم واقعہ

اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں تشریف لانا، تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم واقعہ ہے کہ اس سے زیادہ عظیم، اس سے زیادہ پُر مسرت، اس سے زیادہ مبارک اور مقدس واقعہ اس روئے زمین پر پیش نہیں آیا، انسانیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور ملا، آپ کی مقدس شخصیت کی برکات نصیب ہوئیں، یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تاریخ کا اور کوئی واقعہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا، اور اگر اسلام میں کسی کی یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش سے زیادہ کوئی دن اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ اس کو منایا جائے، اور اس کو عید قرار دیا جائے، لیکن نبوت کے بعد آپ ۲۳ سال اس دنیا میں تشریف فرما رہے، اور ہر سال ربیع الاول کا مہینہ آتا تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ آپ نے ۱۲ ربیع الاول کو یوم پیدائش نہیں منایا، بلکہ آپ کے کسی صحابی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہیں گزرا کہ چونکہ ۱۲ ربیع الاول آپ کی پیدائش کا دن ہے۔ اس لئے اس کو کسی خاص طریقے سے منانا چاہئے۔

۱۲ ربیع الاول اور صحابہ کرام

اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کو اس دنیا میں چھوڑ گئے، وہ صحابہ کرام ایسے تھے کہ سرکار دو عالم صلی

اللہ علیہ وسلم ایک سانس کے بدلے اپنی پوری جان نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔ آپ کے جانثار، آپ پر فدا کار، آپ کے عاشقِ زار تھے۔ لیکن کوئی ایک صحابی ایسا نہیں ملے گا جس نے اہتمام کر کے یہ دن منایا ہو، یا اس دن کوئی جلسہ منعقد کیا ہو۔ یا کوئی جلوس نکالا ہو، یا کوئی چراغاں کیا ہو، یا کوئی جھنڈیاں سجائی ہوں، صحابہ کرامؓ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اس لئے کہ اسلام کوئی رسموں کا دین نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے اہلِ مذاہب ہیں کہ ان کے ہاں چند رسومات ادا کرنے کا نام دین ہے۔ جب وہ رسمیں ادا کرلیں تو بس پھر چھٹی ہوگئی۔ بلکہ اسلام عمل کا دین ہے، اور یہ تو جنم روگ ہے۔ یہ پیدائش سے لے کر مرتے دم تک ہر انسان اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں لگا رہے۔

''کرسمس'' کی ابتدا

یومِ پیدائش منانے کا یہ تصور ہمارے یہاں عیسائیوں سے آیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش کرسمس کے نام سے ۲۵ ردسمبر کو منایا جاتا ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً تین سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ پیدائش منانے کا کوئی تصور نہیں تھا، آپ کے حوارییّن اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے یہ دن نہیں منایا، تین سو سال کے بعد کچھ لوگوں نے یہ بدعت شروع کر دی۔ اور یہ کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش منائیں گے۔ اس وقت بھی جو لوگ دینِ عیسوی پر پوری طرح عمل پیرا تھے، انہوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ سلسلہ کیوں شروع کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تو یومِ پیدائش منانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ کوئی ایسی بُری بات تو نہیں ہے، بس ہم اس دن جمع ہو جائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کریں گے۔ ان کی تعلیمات کو یاد دلائیں گے، اور اس کے ذریعہ سے لوگوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوگا، اس لئے ہم کوئی گناہ کا کام تو نہیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ کہہ کر یہ سلسلہ شروع کر دیا۔

''کرسمس'' کی موجودہ صورتحال

چنانچہ شروع شروع میں تو یہ ہوا کہ جب ۲۵ر دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا، ایک پادری صاحب کھڑے ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کر دیتے۔ اس کے بعد اجتماع برخواست ہو جاتا۔ گویا کہ بے ضرر اور معصوم طریقے پر یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرا دیتے ہیں، مگر وہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اور شوقین مزاج لوگ تو اس میں شریک نہیں ہوتے، اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے، تاکہ لوگوں کے لئے دل کش ہو۔ اور اس کو دلچسپ بنانے کے لئے اس میں موسیقی ہونی چاہئے، چنانچہ اس کے بعد موسیقی پر نظمیں پڑھی جانے لگیں، پھر انہوں نے دیکھا کہ موسیقی سے بھی کام نہیں چل رہا ہے، اس لئے اس میں ناچ گانا بھی ہونا چاہئے، چنانچہ پھر ناچ گانا بھی اس میں شامل ہوگیا، پھر سوچا کہ اس میں کچھ تماشے بھی ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہلسی مذاق کے کھیل تماشے شامل ہو گئے۔ چنانچہ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ وہ کرسمس جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بیان کرنے کے نام پر شروع ہوا تھا، اب وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناچ گانا اس میں، موسیقی اس میں، شراب نوشی اس میں، قمار بازی اور جوا اس میں، گویا کہ اب دنیا بھر کی ساری خرافات کرسمس میں شامل ہو گئیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پیچھے رہ گئیں۔

''کرسمس'' کا انجام

اب آپ دیکھ لیجئے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے، تو اس میں کیا طوفان برپا ہوتا ہے، اس ایک دن میں اتنی شراب پی جاتی ہے کہ پورے سال اتنی شراب نہیں پی جاتی، اس ایک دن میں اتنے حادثات ہوتے ہیں کہ پورے سال اتنے حادثات نہیں ہوتے، اسی ایک دن میں عورتوں کی عصمت دری اتنی ہوتی ہے کہ پورے سال اتنی نہیں ہوتی اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کے نام پر ہو رہا ہے۔

میلاد النبی کی ابتداء

اللہ تعالیٰ انسان کی نفسیات اور اس کی کمزوریوں سے واقف ہیں، اللہ تعالیٰ یہ جانتے تھے کہ اگر اس کو ذرا سا شوشہ دیا گیا تو یہ کہاں سے کہاں بات کو پہنچائے گا۔ اس واسطے کسی کے دن منانے کا کوئی تصور ہی نہیں رکھا جس طرح ''کرسمس'' کے ساتھ ہوا، اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ کسی بادشاہ کے دل میں خیال آ گیا کہ جب عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش مناتے ہیں تو ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ پیدائش کیوں نہ منائیں؟ چنانچہ یہ کہہ کر اس بادشاہ نے میلاد کا سلسلہ شروع کر دیا، شروع میں یہاں بھی یہی ہوا کہ میلاد ہوا، جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان ہوا۔ اور کچھ نعتیں پڑھی گئیں۔ لیکن اب آپ دیکھ لیں کہ کہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے۔

یہ ہندوانہ جشن ہے

تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود الحمدللہ وہاں تک ابھی نوبت نہیں پہنچی جس طرح عیسائیوں کے ہاں پہنچ چکی ہے۔ لیکن اب بھی دیکھ لو کہ سڑکوں پر کیا ہو رہا ہے، کس طرح روضۂ اقدس کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں، کس طرح کعبہ شریف کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں۔ کس طرح لوگ اس کے اردگرد طواف کر رہے ہیں کس طرح اس کے چاروں طرف ریکارڈنگ ہو رہی ہے، کس طرح چراغاں کیا جا رہا ہے، اور کس طرح جھنڈیاں سجائی جا رہی ہیں، معاذ اللہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا کوئی جشن نہیں ہے۔ بلکہ جیسے ہندوؤں اور عیسائیوں کے عام جشن ہوتے ہیں اس طرح کا کوئی جشن ہے اور رفتہ رفتہ ساری خرابیاں اس میں جمع ہو رہی ہیں۔

یہ اسلام کا طریقہ نہیں

سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ سب کچھ دین کے نام پر ہو رہا ہے، اور یہ سب کچھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر ہو رہا ہے، اور سب کچھ یہ سوچ کر ہو رہا ہے کہ یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ آج ۱۲ ربیع الاول کو چراغاں کر کے، اور اپنی عمارتوں کو روشن کر کے، اور اپنے راستوں کو سجا کر ہم نے حضورِ اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا حق ادا کر دیا، اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ دین پر عمل نہیں کرتے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں تو میلاد ہوتا ہے، ہمارے یہاں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش پر چراغاں ہوتا ہے، اس طرح دین کا حق ادا ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ کے صحابہ کرامؓ کا طریقہ نہیں ہے۔ اور اگر اس طریقے میں خیر و برکت ہوتی تو ابو بکر صدیقؓ، فاروقِ اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اس سے چوکنے والے نہیں تھے۔

بنیے سے سیانا سو باؤلا

میرے والد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ ہندی زبان کی ایک مثل اور کہاوت سنایا کرتے تھے کہ ان کے یہاں یہ کہاوت بہت مشہور ہے کہ:

(بنیے سے سیانا سو باؤلا)

یعنی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں تجارت میں بنیے سے زیادہ سیانا اور ہوشیار ہوں، اور اس سے زیادہ تجارت جانتا ہوں، تو وہ باؤلا اور پاگل ہے اس لئے کہ حقیقت میں تجارت کے اندر کوئی شخص بنیے سے زیادہ سیانا نہیں ہو سکتا یہ کہاوت سنانے کے بعد حضرت والد صاحب فرماتے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابہ کرامؓ سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہوں اور صحابہ کرامؓ سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوں، وہ حقیقت میں پاگل ہے، بے وقوف اور احمق ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ سے بڑا عاشق اور محب کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

آپ کا مقصدِ بعثت کیا تھا؟

صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ نہ جلوس ہے، نہ جلسہ ہے، نہ چراغاں ہے نہ جھنڈی ہے اور نہ سجاوٹ ہے۔ لیکن ایک چیز ہے، وہ یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ زندگیوں میں رچی ہوئی ہے۔ ان کا ہر دن سیرت طیبہ کا دن ہے، ان کا ہر لمحہ سیرت طیبہ کا لمحہ ہے، ان کا ہر کام سیرت طیبہ کا کام ہے، کوئی کام ایسا نہیں تھا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے خالی ہو۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ اپنا دن منوائیں اور اپنی تعریفیں کرائیں، اپنی شان میں

قصیدے پڑھوائیں، خدانہ کرے اگر یہ مقصود ہوتا تو جس وقت کفار مکہ نے آپ کو یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ مال ودولت کے طلب گار ہیں تو مال ودولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لانے کے لئے تیار ہیں، اگر آپ حسن و جمال کے طلب گار ہیں تو عرب کا منتخب حسن و جمال آپ کی خدمت میں نذر کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنی تعلیمات کو چھوڑ دیں، اور یہ دعوت کا کام چھوڑ دیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیزیں مطلوب ہوتیں تو آپ ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیتے۔ سرداری بھی ملتی، روپیہ پیسہ بھی مل جاتا، اور دنیا کی ساری نعمتیں حاصل ہو جاتیں۔ لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور ایک ہاتھ میں ماہتاب بھی لاکر رکھ دو گے تب بھی میں اپنی تعلیمات سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔

کیا آپ دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ لوگ میرے نام پر عید میلاد النبی منائیں؟ بلکہ آپ کے آنے کا منشاء وہ ہے جو قرآن کریم نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ:

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرًا. (الاحزاب: ۲۱)

یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے پاس بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم ان کی نقل اتارو، اور اس شخص کے لئے بھیجا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔

انسان نمونے کا محتاج ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نمونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمادی تھی، ہم اس کو پڑھ کر اس کے احکام پر عمل کر لیتے؟ بات دراصل یہ ہے کہ نمونے بھیجنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ انسان کی فطرت اور جبلت یہ ہے کہ صرف کتاب اس کی اصلاح کے لئے اور اس کو کوئی فن: کوئی علم و ہنر سکھانے کے لئے کافی نہیں ہوتی، بلکہ انسان کو سکھانے کے لئے کسی مربی کے عملی نمونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک نمونہ سامنے نہیں ہوگا، اس وقت تک محض کتاب پڑھنے سے کوئی علم اور کوئی فن نہیں

آئے گا، یہ چیز اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں داخل فرمائی ہے۔

ڈاکٹر کیلئے ''ہاؤس جاب'' لازم کیوں؟

ایک انسان اگر یہ سوچے کہ میڈیکل سائنس پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں، میں ان کتابوں کو پڑھ کر دوسروں کا علاج شروع کر دوں۔ وہ پڑھنا بھی جانتا ہے۔ سمجھ دار بھی ہے۔ ذہین بھی ہے، اور اس نے کتابیں پڑھ کر علاج شروع کر دیا، تو وہ سوائے قبرستان آباد کرنے کے کوئی اور خدمت انجام نہیں دے گا۔

چنانچہ دنیا بھر کا قانون یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کرلی، اس کو اس وقت تک عام پریکٹس کرنے کی اجازت نہیں، جب تک وہ ایک مدت تک ہاؤس جاب نہ کرے، اور جب تک کسی ہسپتال میں کسی ماہر ڈاکٹر کی نگرانی میں عملی نمونہ نہیں دیکھے گا اس وقت تک صحیح ڈاکٹری نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اس نے اب تک بہت سی چیزوں کو صرف کتاب میں پڑھا ہے، ابھی اس کے عملی نمونے اس کے سامنے نہیں آئے۔ اب مرض، کتابی تفصیل کے ساتھ۔ اس کی عملی صورت مریض کی شکل میں دیکھ کر اسے صحیح معنی میں علاج کرنا آئے گا اس کے بعد اس کو عام پریکٹس کی اجازت دے دی جائے گی۔

کتاب پڑھ کر قورمہ نہیں بنا سکتے

کھانے پکانے کی کتابیں بازار میں چھپی ہوئی موجود ہیں، اور ان میں ہر چیز کی ترکیب لکھی ہوئی ہے کہ بریانی اس طرح بنتی ہے، پلاؤ اس طرح بنتا ہے، کباب اس طرح بنتے ہیں، قورمہ اس طرح بنتا ہے۔ اب ایک آدمی ہے جس نے آج تک کبھی کھانا نہیں بنایا، کتاب سامنے رکھ کر اور اس میں ترکیب پڑھ کر قورمہ بنالے، خدا جانے وہ کیا چیز تیار کرے گا۔ ہاں اگر کسی استاد اور جاننے والے نے اس کو سامنے بیٹھا کر بتا دیا کہ دیکھو، قورمہ اس طرح بنتا ہے، اور اس کی عملی تربیت دے دی، پھر وہ شاندار طریقے سے بنالے گا۔

تنہا کتاب کافی نہیں

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت یہ رکھی ہے کہ جب تک کسی مربی کا عملی نمونہ اس کے سامنے نہ ہو، اس وقت تک وہ صحیح راستے پر صحیح طریقے پر نہیں آسکتا۔ اور

کوئی علم وفن صحیح طور پر نہیں سیکھ سکتا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا، وہ درحقیقت اسی مقصد کو بتانے کے لئے تھا کہ ہم نے کتاب تو بھیج دی۔ لیکن تنہا کتاب تمہاری رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ جب تک اس کتاب پر عمل کرنے کے لئے نمونہ تمہارے سامنے نہ ہو، اس لئے قرآن کریم یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ تم یہ دیکھو کہ یہ قرآن کریم تو ہماری تعلیمات ہیں اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری تعلیمات پر عمل کرنے کا نمونہ ہیں۔

تعلیمات نبوی کا نور درکار ہے

قرآن کریم نے ایک اور جگہ پر کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ:

قد جاء کم من اللّٰہ نورٌ وّ کتابٌ مّبینٌ. (المائدہ: ۱۵)

یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تو کھلی کتاب یعنی قرآن آیا ہے، اور اس کے ساتھ ایک نور آیا ہے، اس سے اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ اگر کسی کے پاس کتاب موجود ہے، اور کتاب میں سب کچھ لکھا ہے۔ لیکن اس کے پاس روشنی نہیں ہے، نہ سورج کی روشنی ہے، نہ دن کی روشنی ہے، نہ بجلی کی روشنی ہے، نہ چراغ کی روشنی، بلکہ اندھیرا ہے۔ اس لئے اب روشنی کے بغیر اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح اگر دن کی روشنی موجود ہے، بجلی کی روشنی موجود ہے، لیکن آنکھ کی روشنی نہیں ہے۔ تب بھی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا جس طرح روشنی کے بغیر کتاب سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اسی طرح ہم نے قرآن کریم کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور بھیجا ہے جب تک تعلیمات کا یہ نور تمہارے پاس نہیں ہوگا، تم قرآن کریم نہیں سمجھ سکو گے، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ تمہیں نہیں آئے گا۔

حضور ﷺ کی تعلیمات سراپا نور ہیں

اب بعض نا اہل اور ناقدر شناس لوگ اس آیات کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اعتبار سے بشر نہیں تھے بلکہ ''نور'' تھے۔ ارے یہ تو دیکھو کہ یہ بجلی کا نور، یہ ٹیوب لائٹ کا نور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نور کے آگے کیا

کوئی علم وفن صحیح طور پر نہیں سیکھ سکتا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا، وہ درحقیقت اسی مقصد کو بتانے کے لئے تھا کہ ہم نے کتاب تو بھیج دی۔ لیکن تنہا کتاب تمہاری رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ جب تک اس کتاب پر عمل کرنے کے لئے نمونہ تمہارے سامنے نہ ہو، اس لئے قرآن کریم یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غرض کے لئے بھیجا ہے کہ تم یہ دیکھو کہ یہ قرآنِ کریم تو ہماری تعلیمات ہیں اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری تعلیمات پر عمل کرنے کا نمونہ ہیں۔

تعلیمات نبوی کا نور درکار ہے

قرآن کریم نے ایک اور جگہ پر کیا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ:

قد جاء کم من اللّٰہ نورٌ وّ کتابٌ مّبینٌ. (المائدہ: ۱۵)

یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تو کھلی کتاب یعنی قرآن آیا ہے، اور اس کے ساتھ ایک نور آیا ہے، اس سے اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ اگر کسی کے پاس کتاب موجود ہے، اور کتاب میں سب کچھ لکھا ہے۔ لیکن اس کے پاس روشنی نہیں ہے، نہ سورج کی روشنی ہے، نہ دن کی روشنی ہے، نہ بجلی کی روشنی ہے، نہ چراغ کی روشنی، بلکہ اندھیرا ہے۔ اس لئے اب روشنی کے بغیر اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح اگر دن کی روشنی موجود ہے، بجلی کی روشنی موجود ہے، لیکن آنکھ کی روشنی نہیں ہے۔ تب بھی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا جس طرح روشنی کے بغیر کتاب سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اسی طرح ہم نے قرآن کریم کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور بھیجا ہے جب تک تعلیمات کا یہ نور تمہارے پاس نہیں ہوگا، تم قرآن کریم نہیں سمجھ سکو گے، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ تمہیں نہیں آئے گا۔

حضور ﷺ کی تعلیمات سراپا نور ہیں

اب بعض نا اہل اور ناقدر شناس لوگ اس آیات کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اعتبار سے بشر نہیں تھے بلکہ "نور" تھے۔ ارے یہ تو دیکھو کہ یہ بجلی کا نور، یہ ٹیوب لائٹ کا نور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نور کے آگے کیا

حیثیت رکھتا ہے؟ درحقیقت اس آیت میں یہ بتلاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تعلیم دے رہے ہیں، یہ وہ نور ہے جس کے ذریعے تم کتاب مبین پر صحیح صحیح عمل کرسکو گے اور اس نمونہ کے بغیر تمہیں صحیح طرح عمل کرنے میں دشواری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ آپ کی تعلیمات کا نور کتاب اللہ کی عملی تشریح کرے گا۔ یہ تمہیں تربیت دے گا۔ اور تمہارے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کر کے دکھائے گا کہ یہ دیکھو۔ اللہ کی کتاب پر اس طرح عمل کیا جاتا ہے، اور اب ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ایک مکمل اور کامل نمونہ بنادیا، یہ ایسا نمونہ ہے کہ انسانیت اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، اور یہ نمونہ اس لئے بھیجا کہ تم اس کو دیکھو، اور اس کی نقل اتارو، تمہارا کام بس یہی ہے۔

آپ کی ذات ہر شعبہ زندگی کا نمونہ تھی

اگر تم باپ ہو تو یہ دیکھو کہ فاطمہؓ کے باپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے؟ اگر تم شوہر ہو تو یہ دیکھو کہ عائشہؓ اور خدیجہؓ کے شوہر (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے؟ اگر تم حاکم ہو تو یہ دیکھو کہ مدینہ کے حاکم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کس طرح حکومت کی، اگر تم مزدور ہو تو یہ دیکھو کہ مکہ کی پہاڑیوں پر بکریاں چرانے والے مزدور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے؟ اگر تم تاجر ہو تو یہ دیکھو کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی تجارت میں کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ آپ نے تجارت بھی کی، زراعت بھی کی، مزدوری بھی کی، سیاست بھی کی، معیشت بھی کی، زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ کے طور پر موجود نہ ہو، بس! تم اس نمونے کو دیکھو اور اس کی پیروی کرو، اسی مقصد کے لئے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے، اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ کا یوم پیدائش منایا جائے، اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ کا جشن منا کر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے ان کا حق ادا کردیا۔ بلکہ اس لئے بھیجا کہ ان کی ایسی اتباع کرو، جیسی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اتباع کرکے دکھائی۔

مجلس کا ایک ادب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر آن اس بات کا دھیان تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کی اتباع کس طرح ہو؟ صحابہ کرامؓ ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے۔ سنئے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں اور نہ جاتے ہیں۔ اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے۔ اگر تمہیں سننا ہے تو بیٹھ جاؤ اور اگر نہیں سننا ہے تو جاؤ، اپنا راستہ دیکھو، اس لئے کہ اس طرح کھڑے ہونے سے بولنے والے کا ذہن بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے۔

اتباع ہو تو ایسی

بہر حال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ"، جس وقت آپ نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کہ اس وقت ان کے کان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ "بیٹھ جاؤ"، آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے، خطبہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے، لیکن تم تو سڑک پر تھے، اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب حضور (اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے۔

اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سڑک پر بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو اب اس کے بعد قدم نہیں اٹھ سکتا۔ صحابہ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا، ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے تھے، عشق و محبت کے دعوے دار تو بہت ہیں لیکن ان صحابہ کرامؓ جیسا عشق کوئی لے کر تو آئے۔

میدانِ جنگ میں ادب کا لحاظ

میدانِ اُحد میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر برسائے جارہے ہیں، تیروں کی بارش ہورہی ہے، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آڑ بن جائیں، لیکن اگر ان تیروں کی طرف سینہ کر کے آڑ بنتے ہیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جاتی ہے اور یہ گوارا نہیں کہ میدانِ جنگ میں بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنا سینہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور پشت کفار کے تیروں کی طرف کردی اور اس طرح تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے، تا کہ جنگ کے میدان میں بھی یہ بے ادبی نہ ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مسجد نبوی سے بہت دور مکان لے لیا تھا، وہاں رہنے لگے تھے، اور دوری کی وجہ سے وہاں سے روزانہ مسجد نبوی میں حاضری دینا مشکل تھا، چنانچہ ان کے قریب ایک صاحب رہتے تھے، ان سے یہ طے کر لیا تھا کہ ایک دن تم مسجد نبوی چلے جایا کرو، اور ایک دن میں جایا کروں گا۔ جس دن تم جاؤ اس دن واپس آ کر مجھے یہ بتانا کہ آج حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا باتیں ارشاد فرمائیں اور جب میں جایا کروں گا تو میں واپس آ کر تمہیں بتا دیا کروں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا باتیں ارشاد فرمائیں، تا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کوئی بات چھوٹنے نہ پائے، اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور سنتوں پر جان دی ہے۔

اپنے آقا کی سنت نہیں چھوڑ سکتا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں جا کر اپنے چچازاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے، اور جب صبح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کے

لئے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ تھا کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا تو بالکل ناجائز ہے، اگر ٹخنوں سے اوپر ہو تو جائز ہے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول اور عادت یہ تھی کہ آپ آدھی پنڈلی تک اپنا ازار رکھتے تھے، اس سے نیچے نہیں ہوتا تھا...... چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور یہ ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہبند جتنا لٹکا ہوا ہو اُتنا ہی اس آدمی کو بڑا سمجھا جاتا ہے، اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں اس لئے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت میں ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے چچازاد بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا، فرمایا کہ:

لا اهكذا ازارة صاحبنا صلى الله عليه وسلم......

نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کر سکتا، میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار ایسا ہی ہے، یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں، یا بُرا سمجھیں، میری عزت کریں یا بے عزتی کریں، جو چاہیں کریں مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں، میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار دیکھ چکا ہوں، اور آپ کا جیسا ازار ہے ویسا ہی میرا رہے گا اسے میں تبدیل نہیں کر سکتا۔

ان احمقوں کی وجہ سے سنت چھوڑ دوں؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، فاتح ایران، جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کے لئے آپ کو اپنے دربار میں بلایا، آپ وہاں تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لاکر رکھا گیا، چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا، کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کون سے حصے میں برکت رکھی ہے، اس لئے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو، بلکہ اس کو اٹھالو، اگر اس کے اوپر کچھ مٹی لگ گئی ہے تو اس کو صاف کرلو اور پھر کھالو...... چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ

حدیث یاد آ گئی، اور آپ نے اس نوالے کو اٹھانے کے لئے نیچے ہاتھ بڑھایا، آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو، یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے، اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں، اس لئے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں ہے، آج اس کو چھوڑ دو۔

جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ

ء اترک سنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لهؤلاء الحمقی؟......

کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟ چاہے یہ اچھا سمجھیں، یا بُرا سمجھیں، عزت کریں، یا ذلت کریں، یا مذاق اڑائیں لیکن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔

کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دیا

اب بتایئے کہ انہوں نے اپنی عزت کرائی یا آج ہم سنتیں چھوڑ کر کروا رہے ہیں؟ عزت انہوں نے ہی کرائی، اور ایسی عزت کرائی کہ ایک طرف تو سنت پر عمل کرتے ہوئے نوالہ اٹھا کر کھایا، تو دوسری طرف ایران کے وہ کج کلاہ جو غرور کے مجسمے بنے ہوئے تھے، ان کا غرور ایسا خاک میں ملایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ:

اذا هلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدهٗ......

کہ جس دن کسریٰ ہلاک ہوا اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہے، دنیا سے اس کا نام ونشان مٹ گیا۔

اپنا لباس نہیں چھوڑیں گے

اس واقعہ سے پہلے یہ ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہما جب مذاکرات کے لئے جانے لگے، اور کسریٰ کے محل میں داخل ہونے لگے تو اس وقت وہ اپنا وہی سیدھا سادہ لباس پہنے ہوئے تھے، چونکہ لمبا سفر کر کے آئے تھے اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑے کچھ میلے بھی ہوں، دربار کے دروازے پر جو دربان تھا، اس نے

آپ کو اندر جانے سے روک دیا، اس نے کہا کہ تم اتنے بڑے بادشاہ کسریٰ کے دربار میں ایسے لباس میں جا رہے ہو؟ اور یہ کہہ کر اس نے ایک جبہ دیا کہ آپ یہ جبہ پہن کر جائیں حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اس دربان سے کہا کہ اگر کسریٰ کے دربار میں جانے کے لئے اس کا دیا ہوا جبہ پہننا ضروری ہے، تو پھر ہمیں اس کے دربار میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم جائیں گے تو اسی لباس میں جائیں گے اور اگر اس کو اس لباس میں ملنا منظور نہیں تو پھر ہمیں بھی اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں۔ لہٰذا ہم واپس جا رہے ہیں۔

تلوار دیکھ لی...... بازو بھی دیکھ

اس دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ آئے ہیں، جو جبہ لینے کو بھی تیار نہیں۔ اس دوران حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کے اوپر لپٹی ہوئی کترنوں کو درست کرنے لگے، جو تلوار کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لپٹی ہوئی تھیں۔ اس چوکیدار نے تلوار دیکھ کر کہا کہ: ذرا مجھے اپنی تلوار تو دکھاؤ، آپ نے وہ تلوار اس کو دے دی، اس نے وہ تلوار دیکھ کر کہا کہ: کیا تم اس تلوار سے ایران فتح کرو گے؟ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تک تم نے صرف تلوار دیکھی ہے، تلوار چلانے والا ہاتھ نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہاتھ بھی دکھا دو، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے پاس تلوار کا وار روکنے والی جو سب سے زیادہ مضبوط ڈھال ہو وہ منگوالو، اور پھر میرا ہاتھ دیکھو۔ چنانچہ وہاں جو سب سے زیادہ مضبوط لوہے کی ڈھال تھی، جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی تلوار اس کو نہیں کاٹ سکتی، وہ منگوائی گئی، حضرت ربعی بن عامر نے فرمایا کہ کوئی شخص اس کو میرے سامنے لے کر کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ ایک آدمی اس ڈھال کو لے کر کھڑا ہو گیا، تو حضرت ربعی بن عامر نے وہ تلوار جس پر کترنیں لپٹی ہوئی تھیں، اس کا ایک وار جو کیا تو اس ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدا جانے یہ کیسی مخلوق آ گئی ہے۔

یہ ہیں فاتح ایران

بہر حال! اس کے بعد دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ ایک عجیب وغریب مخلوق

آپ کو اندر جانے سے روک دیا، اس نے کہا کہ تم اتنے بڑے بادشاہ کسریٰ کے دربار میں ایسے لباس میں جا رہے ہو؟ اور یہ کہہ کر اس نے ایک جبہ دیا کہ آپ یہ جبہ پہن کر جائیں حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اس دربان سے کہا کہ اگر کسریٰ کے دربار میں جانے کے لئے اس کا دیا ہوا جبہ پہننا ضروری ہے، تو پھر ہمیں اس کے دربار میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم جائیں گے تو اسی لباس میں جائیں گے اور اگر اس کو اس لباس میں ملنا منظور نہیں تو پھر ہمیں بھی اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں۔ لہٰذا ہم واپس جا رہے ہیں۔

تلوار دیکھ لی...... بازو بھی دیکھ

اس دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ آئے ہیں، جو جبہ لینے کو بھی تیار نہیں۔ اس دوران حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کے اوپر لپٹی ہوئی کترنوں کو درست کرنے لگے، جو تلوار کے ٹوٹے ہوئے حصے پر لپٹی ہوئی تھیں۔ اس چوکیدار نے تلوار دیکھ کر کہا کہ: ذرا مجھے اپنی تلوار تو دکھاؤ، آپ نے وہ تلوار اس کو دے دی، اس نے وہ تلوار دیکھ کر کہا کہ: کیا تم اس تلوار سے ایران فتح کرو گے؟ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی تک تم نے صرف تلوار دیکھی ہے، تلوار چلانے والا ہاتھ نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہاتھ بھی دکھا دو، حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ تمہارے پاس تلوار کا وار روکنے والی جو سب سے زیادہ مضبوط ڈھال ہو وہ منگوالو، اور پھر میرا ہاتھ دیکھو۔ چنانچہ وہاں جو سب سے زیادہ مضبوط لوہے کی ڈھال تھی، جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی تلوار اس کو نہیں کاٹ سکتی، وہ منگوائی گئی، حضرت ربعی بن عامر نے فرمایا کہ کوئی شخص اس کو میرے سامنے لے کر کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ ایک آدمی اس ڈھال کو لے کر کھڑا ہو گیا، تو حضرت ربعی بن عامر نے وہ تلوار جس پر کترنیں لپٹی ہوئی تھیں، اس کا ایک وار جو کیا تو اس ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سب لوگ یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خدا جانے یہ کیسی مخلوق آ گئی ہے۔

یہ ہیں فاتح ایران

بہرحال! اس کے بعد دربان نے اندر پیغام بھیجا کہ یہ ایک عجیب وغریب مخلوق

آئی ہے۔ جو نہ تمہارا دیا ہوا لباس پہنتی ہے، اور ان کی تلوار جو بظاہر تو ٹوٹی پھوٹی نظر آتی ہے، لیکن اس نے ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیئے، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان کو اندر بلوایا گیا......
کسریٰ کے دربار کا دستور یہ تھا کہ وہ خود تو کرسی پر بیٹھا رہتا تھا اور سارے درباری سامنے کھڑے رہتے تھے..... حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے کہا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے پیروکار ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی بیٹھا رہے اور باقی آدمی اس کے سامنے کھڑے رہیں، لہٰذا ہم اس طرح سے مذاکرات کرنے کے لئے تیار نہیں، یا تو ہمارے لئے بھی کرسیاں منگوائی جائیں یا کسریٰ بھی ہمارے سامنے کھڑا ہو..... کسریٰ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ تو ہماری توہین کرنے کے لئے آگئے، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ایک مٹی کا ٹوکرا بھر کر ان کے سر پر رکھ کر ان کو واپس روانہ کر دو، میں ان سے بات نہیں کرتا، چنانچہ ایک مٹی کا ٹوکرا ان کو دے دیا گیا۔ حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جب دربار سے نکلنے لگے تو جاتے ہوئے یہ کہا کہ:
اے کسریٰ! یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے ایران کی مٹی ہمیں دے دی۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئے......
ایرانی لوگ بڑے توہم پرست قسم کے لوگ تھے، انہوں نے سوچا کہ یہ جو کہا کہ ''ایران کی مٹی ہمیں دے دی''، یہ تو بڑی بدفالی ہو گئی۔ اب کسریٰ نے فوراً ایک آدمی پیچھے دوڑایا کہ جاؤ جلدی سے وہ مٹی کا ٹوکرا واپس لے آؤ۔ اب حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کہاں ہاتھ آنے والے تھے، چنانچہ وہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا کہ ایران کی مٹی انہی ٹوٹی ہوئی تلوار والوں کے ہاتھ میں ہے۔

آج مسلمان ذلیل کیوں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع میں، آپ کی سنتوں کی تعمیل میں، ان حضرات صحابہ نے دنیا بھر میں اپنا لوہا منوایا، اور آج ہم پر یہ خوف مسلط ہے کہ اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا، تو لوگ کیا کہیں گے؟ اگر فلاں سنت پر عمل کر لیا تو دنیا والے مذاق اڑائیں گے۔ انگلینڈ مذاق اڑائے گا، فلاں ملک والے مذاق اڑائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں آج ذلیل ہو رہے ہیں، آج دنیا کی ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے، آج دنیا میں جتنے مسلمان ہیں، اتنے مسلمان اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے، اور آج

مسلمانوں کے پاس جتنے وسائل ہیں، اتنے وسائل اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے، لیکن حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تمہاری تعداد تو بہت ہوگی لیکن تم ایسے ہوگے جیسے سیلاب میں بہتے ہوئے تنکے ہوتے ہیں، جن کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے دشمنوں کو راضی کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ اپنے اخلاق چھوڑے، اپنے اعمال چھوڑے، اپنی سیرتیں چھوڑیں، اپنے کردار چھوڑے، اور اپنی صورت تک بدل ڈالی، سر سے لے کر پاؤں تک ان کی نقل اتار کر یہ دکھادیا کہ ہم تمہارے غلام ہیں، لیکن وہ پھر بھی خوش نہیں ہیں، اور روزانہ پٹائی کرتے ہیں، کبھی اسرائیل پٹائی کررہا ہے۔ کبھی کوئی دوسرا ملک پٹائی کررہا ہے، لہٰذا ایک مسلمان جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دے گا تو یاد رکھو اس کے لئے ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ہنسے جانے سے جب تک ڈرو گے

ایک شاعر گزرے ہیں اسعد ملتانی مرحوم، انہوں نے بڑے اچھے حکیمانہ شعر کہے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

کسی کا آستانہ اونچا ہے اتنا
کہ سر جھک کر بھی اونچا ہی رہے گا
ہنسے جانے سے جب تک تم ڈرو گے
زمانہ تم پر ہنستا ہی رہے گا

جب تک تم اس بات سے ڈرو گے کہ فلاں ہنسے گا، فلاں مذاق اڑائے گا تو زمانہ ہنستا ہی رہے گا، اور دیکھ لو کہ ہنس رہا ہے، اور اگر تم نے نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بارک پر اپنا سر رکھ دیا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرلی تو پھر دیکھو کہ دنیا تمہاری کیسی عزت کرتی ہے۔

صاحب ایمان کے لئے اتباع سنت لازم ہے

یہاں ایک بات اور عرض کردوں، وہ یہ کہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ سنتیں چھوڑنے سے ذلت ہوتی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سارے کفار و مشرکین،

امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک والے، سب نے سنتیں چھوڑ رکھی ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ خوب ترقی کر رہے ہیں، اور خوب ان کی عزت ہو رہی ہے، ان کو کیوں ترقی ہو رہی ہے؟ بات اصل میں یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو، تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے، تم جب تک ان کے قدموں پر سر نہیں رکھو گے، اس وقت تک اس دنیا میں تمہاری پٹائی ہوتی رہے گی، اور تمہیں عزت حاصل نہیں ہوگی، کافروں کے لئے تو صرف دنیا ہی دنیا ہے، وہ اس دنیا میں ترقی کریں، عزت کرائیں، جو چاہے کرائیں، تم اپنے آپ کو ان پر قیاس مت کرو، چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، جب تک مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیا، اس وقت تک عزت بھی پائی، شوکت بھی حاصل کی، اقتدار بھی حاصل کیا، لیکن جب سے سنتیں چھوڑ دی ہیں اس وقت سے دیکھ لو، کیا حالت ہے۔

اپنی زندگی کا جائزہ لیں

بہر حال! تقریریں تو ہوتی رہتی ہیں، جلسے بھی ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس تقریر کے نتیجے میں ہمارے اندر کیا فرق واقع ہوا؟ اس لئے آج ایک کام کا عہد کریں کہ ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی سنت پر عمل کر رہے ہیں، اور کون سی سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ اور کونسی سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں اور کون سی سنت ایسی ہے جس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے؟ لہٰذا جو سنت ایسی ہے جس پر ہم فوراً عمل شروع کر سکتے ہیں، وہ آج سے شروع کر دیں اور اس کا اہتمام کریں۔

اللہ کے محبوب بن جاؤ

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بیت الخلاء یا غسل خانے میں داخل ہو رہے ہو، بایاں پاؤں پہلے داخل کر دو، اور داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لو کہ "اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث" اور یہ نیت کر لو کہ یہ کام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کر رہا ہوں، بس پھر جس وقت یہ کام کرو گے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہو جائے گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ:

فاتبعونی یحببکم اللہ ...... (آل عمران: ۳۱)

"اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے"۔

لہٰذا اگر چھوٹے چھوٹے کام، سنت کا لحاظ کرتے ہوئے کر لئے جائیں، بس محبوبیت حاصل ہونے لگے گی، اور جب سراپا اتباع بن جاؤ گے تو کامل محبوب ہو جاؤ گے۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں نے مدتوں اس بات کی ریاضت اور مشق کی ہے کہ گھر میں داخل ہوا، کھانا سامنے چنا ہوا ہے، بھوک شدت کی لگی ہوئی ہے، اور کھانے کو دل چاہ رہا ہے...... لیکن ایک لمحے کے لئے رُک گئے کہ کھانا نہیں کھائیں گے، پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب آپ کے سامنے اچھا کھانا آتا تھا تو آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کر کے کھا لیتے تھے، اب ہم بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھانا کھائیں گے...... لہٰذا اب جو کھانا کھایا، وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھایا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت بھی حاصل ہوگئی، اور طبیعت بھی سیر ہوگئی۔

یہ عمل کر لیں

گھر میں داخل ہوئے اور بچہ کھیلتا ہوا اچھا معلوم ہوا، اور دل چاہا کہ اس کو گود میں اٹھالیں، لیکن ایک لمحے رک گئے کہ نہیں اٹھائیں گے، پھر دوسرے لمحے دل میں یہ خیال لائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر شفقت فرماتے ہوئے ان کو گود میں اٹھالیا کرتے تھے، میں بھی آپ کی اتباع میں بچے کو گود میں اٹھاؤں گا، چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جب بچے کو اٹھایا تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ بن گیا...... دنیا کا کوئی ایسا کام نہیں ہے جس میں اتباعِ سنت کی نیت نہ کر سکتے ہوں، آپ کی سنتوں پر کتاب چھپی ہوئی ہے "اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ" وہ کتاب سامنے رکھ لیں۔ ایک ایک سنت دیکھتے جائیں اور اپنی زندگی میں داخل کرتے جائیں، پھر دیکھو گے ان شاء اللہ ان سنتوں کا کیسا نور حاصل ہوتا ہے اور پھر تمہارا ہر دن سیرت النبی ﷺ کا دن ہوگا، اور ہر لمحہ سیرت النبی ﷺ کا لمحہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سیرۃ النبی ﷺ

از:۔ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلی النہ المجتبیٰ واصحابہ وعلی الہ الطیبین الطاھرین وعلی من تبعھم اجمعین الی یوم الدین.

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم.

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رُکّعًا سجدا یبتغون فضلًا من اللّٰہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود .

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کاالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم.

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم.اکرموا اصحابی فانھم خیارکم، اکرموا اصحابی فانھم خیار امتی.

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا علی ...... انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی.

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی المرتضی رضی اللہ عنہ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ.

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المراۃ اذا اصلت خمسھا واطاعت بعلھا وصامت شہرھا واحصنت فرجھا فلتدخل من ابی ابواب الجنۃ شائت اوکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن الکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تفاسقوا ولا تحاسدو، ولا تدابرواء ولا تکابروء وکونوا عباداللہ اخوانا، ید اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار۔

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشکرین والحمد للہ رب العالمین۔

کتابِ فطرت کے سرورق جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

خاتم الانبیاء کی ذات ہے وہم وگمان سے بلند
خدا کا حسن انتخاب، انتخاب لاجواب
نہ جب تھا نہ اب ہے نہ ہوگا میسر
شریک خدا اور جواب محمد ﷺ

یارب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم
ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ
لکل حول من الاحوال مقتحم

درود شریف محبت سے پڑھ لیں۔

مکرم حاضرین! محترم سامعین، برادران دین، امت بہترین، کافی عرصہ کے بعد لاہور میں حاضری ہوئی۔ خوشی ہوئی ہے کہ نوجوانان نے، پروانوں نے، دیوانوں نے، مستانوں نے، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو جہاں کے پیغمبر نبیوں کے افسر، محبوب رب انور، شافع محشر، ساقی کوثر، ہمارے پیغمبر، ذات والا صفات کی تقریب سعید مقدسہ مطہرہ کا جلسہ انعقاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت سننے والوں کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت سے بھی تعلق عطا فرمائے (آمین)

سارا قرآن حضور کی سیرت ہے

ہم لوگ میلاد مناتے ہیں پر سیرت کو اپناتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا باب اتنا وسیع ہے کہ اماں صدیقہ پیغمبر کی رفیقہ، ازواج میں لعیقہ، امت پہ شفیقہ، اخلاق میں خلیقہ، نبوت کی عندلیبہ وہ فرماتی ہیں کان خلقه القرآن سارا قرآن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن صورت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیرت ہیں یہ قرآن علم ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل ہیں یہ قرآن خاموش ہے پیغمبر بولتا قرآن ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابعدار، جانثار، وفادار، حب دار فرماتے ہیں کہ جب آخری دفعہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہوا آپ کے حجرے کا دروازہ کھلا تو ہم نے آپ کے چہرے کو دیکھا فرمایا كانه ورقة مصحف معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کا قرآن ہمارے سامنے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے پھرتے قرآن تھے

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں۔ جب عاشق صادق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں آرام کر رہے تھے، یوں معلوم ہوتا تھا۔ جس طرح رحل پر قرآن کھلا ہوا ہے۔ تو یہ دلائل مل گئے کہ حضور پاک کی

سیرت چلتا پھرتا قرآن ہے اور پورے قرآن پر عمل کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نے کیا۔ ہم الحمد للہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد بھی مناتے ہیں۔ ہم اس طرح نہیں کرتے کہ جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو اور تقریر یہ ہوئی کہ نبی پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان ہے

ادھر تو اعلان کرتے ہیں ''نور من نور اللہ'' پھر کہتے ہیں پیدا بھی ہوا تو بہر حال ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابا کو بھی جانتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس چچے ہیں چھ پھوپھیاں ہیں، چار بیٹیاں ہیں، گیارہ حرم پاک ہیں، ہم بالکل یہ خاندان مانتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن عبد مناف بن ہاشم بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب، پوری طرح ہم مانتے ہیں۔

''حضورؐ خود فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ابا عبداللہ تک جن پشتوں میں میں آیا ہوں میری اماں حوا پاک سے لے کر آمنہ تک۔ جس خاندان میں میری ذات آئی خدا نے اس خاندان کو زنا اور برائی سے پاک رکھا۔

پیغمبر کی زبان، فیض ترجمان، گوہر فشان کا اعلان، پیغمبر کا بیان جس پر میرا ایمان۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ساری دنیا میں سے انسان کو چنا۔ انسان سے آدم کو، آدم علیہ السلام سے خلیل علیہ السلام کو، خلیل علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو کنانہ سے فہر کو، فہر سے قریش کو، قریش سے بنو ہاشم کو، بنو ہاشم کو عرب سے چنا۔ سارے عرب سے اللہ نے تمہارے مصطفیٰ کو چنا۔ آدم علیہ السلام کہتے ہیں مرحبا بالابن الصالح خوش آمدید میرا بیٹا آیا اور آدم علیہ السلام کی جب پیدائش ہوئی مواہب اللدنیہ خصائص کبریٰ تاریخ کی کئی کتابیں گواہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ تو آسمان پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ لکھا ہوا تھا اور کلمہ یہی تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہ کلمہ نہیں کہ ''آپ اسٹیشن سے واپس آجائیں اور ابھی تک کلمہ شروع ہے۔ چونکہ کلمہ کے دو جز ہیں۔ اللہ کی ربوبیت، مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت۔ کبھی میں اس کلمہ پر علمی بحث کروں گا۔ اب میں سیرت کی دو جھلکیاں دوں گا۔ ساتھ ساتھ پیغمبر کے غلام، خادم اسلام، واجب الاحترام، صحابہ کرامؓ، انکا اکرام، ان کا اسلام، اوران کا نام، ان کا کام برسر عام پہنچاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر کے مدینے کی گلیوں کے کتوں کے پاؤں کی مٹی سے بھی عقیدت عطافرمائے۔ (آمین)

ہمارا تعلق کس سے ہے

ہم تو اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کو آج آپ اگر تلاش کریں تو کوئی حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں سو رہا ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرزند بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے سرہانے سورہے ہیں۔ مولانا بدر عالمؒ انورشاہ کشمیریؒ کے شاگردان کو حضرت عثمان غنیؓ کے پہلو میں مزار کی جگہ ملی ہے۔ عبدالغفور مدنی مسکین پوری نقشبندی ان کو جگہ ملی ہے تو حضرت عثمانؓ کے دائیں طرف۔ مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ بہت بڑے عالم تھے ان کو جگہ ملی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندار جمند، سعادت مند، قدر بلند، نبی کو پسند، حضرت ابراہیمؓ کے قدموں میں قاری شیر محمد شاہ ضلع سکھر کے مولانا تھانوی کے خلیفہ کو مزار کی جگہ ملی ہے تو بتول پاکؓ کے قدموں میں۔

کسی نے کوئی سوال کرنا ہو تو کھلی اجازت ہے مجھے چھیڑو جو مرضی پوچھیں۔ اس وقت میں فقط سیرت کی چمک جھلک دوں گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بتاؤں گا کہ ہمیں بھی سیرت سے تعلق ہے۔ سب سے پہلے قرآن کی خدمت میرے علماء نے کی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ اور پھر شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ یہ بڑی لمبی تمہید ہے۔

دو عالم جن کی قبر سے جنت کی خوشبو آئی

ہمارے انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے۔ قرآن عرب میں نازل ہوا۔ استنبول میں لکھا گیا مصر میں پڑھا گیا۔ پاک وہند میں سمجھا گیا۔ ہم نے قرآن کو سمجھا بھی ہے الحمد للہ ابھی تک وہ میانی شریف قبرستان میں سو رہے ہیں جنہوں نے پینتالیس برس چٹائی پر بیٹھ کر

لوگوں کو قرآن پڑھایا (حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ) دو آدمی ہیں جن کی قبر سے اللہ نے دنیا میں خوشبو ظاہر کر دی۔ محمد بن اسماعیل بخاریؒ یا مولانا احمد علی لاہوریؒ جن کی قبر کی مٹی سے جنت کی خوشبو آئی۔ بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔ میں عام تقریر کروں گا تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خادم اسلام کرے پیغمبر کا غلام کرے۔ (آمین)

کسی کی تردید، کسی کی تنقید میرا مقصد نہیں ہے۔ مقصد صرف تبلیغ و تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس دروازے کا غلام بنائے۔ اور ہم غلام ہیں، ہمارے علماء کو دیکھو۔

دو عالم جو سترہ برس گنبد خضریٰ کے سایہ میں درس دیتے رہے

حضرت امام مالکؒ ستر سال کے بوڑھے سترہ سال تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گنبد خضریٰ کے سائے میں درس دیتے رہے۔ ایک مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں جو سترہ سال تک گنبد خضریٰ کے سائے میں درس دیتے رہے۔ یہ دو شخص ہیں جن کو یہ سعادت ملی ہے۔ ایک دو دن نہیں سترہ سال تک مسجد نبویؐ میں۔ حضورؐ نے فرمایا:

من صلی اربعین صلوٰة فی مسجدی هذا کتب له براءة من النار وبراة من النفاق وبراءة من العذاب.

جو آج بھی نماز نہیں پڑھتے ان بے چاروں کی حالت خراب ہے۔ میں کچھ نہیں کہتا تھوڑا سمجھاتا جاؤں گا۔ میرا مقصد کسی کی تردید نہیں یہ سمجھانا ہے کہ ہمیں حضورؐ سے کس قدر تعلق ہے۔ ہم نے اس وقت کام کیا ہے۔ جب انگریز نے ہر جگہ پر کالج یونیورسٹیاں، مڈل، میٹرک، ایف۔ اے۔ کی ڈگریاں شروع کیں تو مولانا قاسم نانوتویؒ نے انار کے درخت کے نیچے ایک مدرسہ کھولا۔ جس نے سو سال میں ۷۵ ہزار علماء تیار کئے ہیں اب تشریح کا وقت نہیں۔ جب انگریزوں نے یہاں خود کاشتہ نبی بنایا، بروزی، موذی یا شیخ چلی انگریزوں کی بلی جو بھی تھا۔

عطاء اللہ شاہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام

تو اس وقت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ختم نبوت کا جھنڈا اٹھایا۔ مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ میرے استاد ہیں۔ فرماتے ہیں مسجد نبویؐ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا عبداللہ جب واپس جاؤ تو میرے بیٹے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو میرا اسلام کہہ دینا۔ مولانا درخواستی زندہ ہیں جھوٹ نہیں کہوں گا۔ میرا بھی تبلیغ کا بیس سالہ تجربہ ہے۔ اب میں بھی آپ کے سامنے بچہ کھڑا نہیں۔ میں نے بخاری کے ساتھ کام شروع کیا تھا۔ فرمایا عبداللہ میرے عطاء اللہ کو میرا اسلام کہنا اور مبارک باد دینا اور کہہ دینا تو نے میری عزت کے لئے اس جھوٹے نبی کے خلاف جھنڈا اٹھایا۔ نانا تجھ سے راضی ہے اور تیرے لئے دعا کر رہا ہے۔

مولانا محمد علی جالندھریؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ حضرت سلام آئے ہیں جاتے کیوں نہیں؟ بخاریؒ نے رو کر فرمایا کام کچھ نہیں کیا۔ روسیاہ ہے نانے کو دکھانے کے قابل نہیں۔ مولانا درخواستی کہتے ہیں کہ جب میں نے عطاء اللہ کو سلام دیا۔ تو بخاری کی ٹوپی اتر گئی۔ رومال گر پڑا اور بچوں کی طرح کمرے میں لوٹنے لگے۔ کہا مولانا اتنا بتایئے نانا نے میرا نام بھی لیا تھا؟ الحمدللہ ہمارے پاس وہ ہستیاں ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام آئے۔ وقت نہیں ورنہ میں بتاتا کہ تم تو نام کے عاشق رسول ہو۔ ہم نے عاشق رسول تیار کیے ہیں۔

یہی علم الدین غازی جس نے راج پال کو واصل جہنم کیا۔ وہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریریں کر ہی تو آیا تھا۔ فرمایا بھونکنے والی زبان نہ رہے گی یا سننے والا کان نہ رہے گا۔ میں تاریخ کو نہیں دھراتا۔ صرف اتنا بتا رہا ہوں کہ ہم نے کچھ کام کیا ہے کہو! الحمدللہ۔

دیوبند بھی شہر ہے بریلی بھی شہر ہے

عزیزو! نہ دیوبند مذہب ہے نہ بریلوی مذہب ہے۔ دیوبند بھی شہر ہے۔ بریلی بھی شہر ہے۔ پاکستان سے باہر ہے۔ میں لڑانے نہیں آیا۔ میں بتانے آیا ہوں، کہ ہمیں بھی تعلق ہے۔ میں اپنی تعریف نہیں کرتا۔ میں بھی چیلنج کرتا ہوں۔ کہ میرے ساتھ آکر کوئی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرے۔ الحمدللہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے پورا تعلق اور پوری غلامی ہے۔ کہو انشاء اللہ۔

حضرت نانوتویؒ نے ایک مدرسہ کھولا! اس مدرسہ کی ہزاروں شاخیں ہیں۔

دیوبند کے فارغ چین میں بھی قرآن کی تفسیر پڑھا رہے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے جہاں تک میری معلومات ہیں، آج بھی دیوبند مدرسہ کے فیض یافتہ مسجد نبوی میں درس دے رہے ہیں۔ اللہ کا فضل ہے ختم نبوت کا جھنڈا بھی انہوں نے اٹھایا۔ انگریز نے جب یہاں قدم رکھا تو ہمارے علماء نے مقابلہ کیا۔ دس ہزار علماء کو پھانسی کے تختہ پر سور کی کھالوں میں ڈال کر، درختوں پر لٹکایا گیا۔ ننگا کیا گیا مگر انہوں نے کہا

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر کی مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

کلہاڑی دیکھ کر انگریز کی پتلون ڈھیلی ہو جاتی تھی

انگریز جب عطاء اللہ کی کلہاڑی دیکھی تو اس کی پتلون ڈھیلی ہو جاتی تھی۔ چونکہ یہ احرار کی نشانی تھی۔ اور وہ سمجھتا تھا، ہماری شکل دیکھ کر وہ گھبرا جاتا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے دشمن ہیں اور ابھی تک بخاری کا نعرہ فضا میں گونج رہا تھا۔ لعنت بر پدر فرنگ''

فرماتے تھے میرے تین مشن ہیں، خدا کو معبود سمجھتا ہوں، مصطفیٰ کو محبوب سمجھتا ہوں، انگریز کو مغضوب سمجھتا ہوں۔

عزیزو! ہم نے کچھ کام کیا ہے ختم نبوت کے لئے بھی ہم نے کام کیا ہے۔ آج بھی مال روڈ گواہ ہے جب ختم نبوت تحریک چلی تو میں اس وقت آٹھ نو برس کا بچہ تھا تو میں سکھر سنٹرل جیل میں اڑھائی مہینے رہا۔

مولانا الیاس کا دینی کام

الحمد للہ ہماری تبلیغی جماعت کو دیکھو جب آپ کو کلمہ نہ آیا۔ غسل کے فرائض نہ آئے، سنت رسول کیا ہے تو خدا نے مولانا الیاس کو دین کا درد عطا کیا۔ میں نے وہاں دیکھا بہت سے غیر ملکی حضرات تشریف لائے ہوئے تھے مجھے الجزائر کے عرب ملے کہنے لگے۔

انا ترکنا الوطن، ترکنا التجارة ونحن فی سبیل الله لیلا ونهارا انشاء الله نموت فی سبیل الله. زوارا فی قریة قریة.

کہنے لگے ہم بستی بستی پھر رہے ہیں۔ ہماری موت بھی اسی راستے میں آئے گی بارک اللہ یا پاکستانی تم کو مبارک ہو تم نے ہمیں آ کر جگایا۔ مولانا الیاسؒ کو خدا نے دین کا درد عطا کیا۔ تقریبا نوے 90 ملکوں میں خدا کا پیغام اور صحیح کلمہ پہنچ رہا ہے۔ (1978ء کی بات ہے) یہ کام ہم سے خدا نے لیا ہے۔

ہم سچے نبی کو خدا نہیں مانتے

لوگ کہتے ہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے ہم جھوٹے نبی کو نہیں مانتے اور سچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نہیں مانتے یہ ہمارا شعر نہیں۔

جو عرش پہ مستوی تھا خدا ہو کر
وہ مدینے میں اتر پڑا مصطفیٰؐ ہو کر
درود و سلام است بے انتہاء
کہ ظاہر بشر بود باطن خدا
شریعت کا ڈر ہے وگرنہ صاف کہہ دوں
حبیب خدا خود خدا بن کے آیا

ہم خدا کو خدا مانتے ہیں محمد کو مصطفیٰ مانتے ہیں، وہ ذوالجلال ہے یہ آمنہ کا لال ہے۔ وہ ہمارا رب ہے یہ شاہ عرب ہے، ان کی ربوبیت ہے ان کی نبوت ہے۔ ان کی عبادت ہے ان کی اطاعت ہے۔ ان کی مغفرت ہے ان کی شفاعت ہے، ان کی خلقت ہے۔ ان کی امت ہے۔ میں نبی کو سائل مانتا ہوں میں نے نبی کو اللہ سے مانگتے ہوئے دیکھا تاریخ نے پوچھا کہ اس کو یتیم کیوں بنایا؟ فرمایا اس کے سہارے توڑ کر اس کا سہارا خود بن گیا ہوں۔ مولیٰ ان کا ابا، ان کی اماں، دادا کیوں لے لیا؟ فرمایا ان کی تربیت ماں باپ نہیں کریں گے۔ ان کی تربیت میں آپ کروں گا۔ مولیٰ ان کو یتیم کیوں بنایا؟ فرمایا میری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ یہ کہیں اماں روٹی پکا دے، بابا لڈو کھلا دے دادا مجھے چادر لا دے۔ فرمایا پیغمبر جو کچھ مانگے مجھ سے مانگے۔

سچے نبی کے معجزات

یہ جمعہ کے دن ہاتھ اٹھائے میں بارش برساؤں گا۔ یہ بوڑھی بکری پر ہاتھ پھیرے میں دودھ بڑھاؤں گا۔ یہ حلیبہ کے منہ پر ہاتھ پھیرے میں چہرہ چمکاؤں گا۔ یہ جابرؓ کی کھجوروں پر ہاتھ رکھے میں قرضے اتاروں گا۔ یہ ابوہریرہؓ کی اماں کے لئے دعا کرے میں کلمہ پڑھاؤں گا۔ یہ بدر میں سجدہ کرے۔ میں فتح ونصرت کے جھنڈے لہراؤں گا۔ یہ کعبہ کا غلاف پکڑے میں عمر فاروق کو کلمہ پڑھاؤں۔ دیکھ لینا محمد شفاعت کا سجدہ کرے میں جنت کے درکھول دوں گا یہ مانگتا رہے گا میں دیتا رہوں گا۔

اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کے بعد ہمیں سمجھ آئی کہ ساری کائنات کا مددگار کون ہے؟ اللہ۔

سچے نبی نے کسے پکارا

یہ سیرت ہے تمہیں پتہ نہیں کیا سیرت بیان کرتے ہو۔ حضرت آدم نے عرفات میں کس کو بلایا؟ ''اللہ'' کو نوح نے کشتی میں کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' خلیل اللہ کے کپڑے اتارے گئے آگ میں جاتے ہوئے حسبی اللہ ونعم الوکیل کس کو پکارا ''اللہ کو'' حضرت اسماعیلؑ نے چھری کے نیچے کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' بی بی ہاجرہ نے سنسان، ریگستان، بیابان، ویران بے سروسامان، اکیلی جان پریشان، اس پریشانی، حیرانی میں کس کو بلایا؟ ''اللہ کو'' حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' ایوب نے کیڑوں میں کس کو بلایا؟ ''اللہ کو'' یوسف پر زلیخا کا حملہ ہوا تو ساتویں کوٹھری میں کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی تختہ دار پر پہنچانے لگے تو کس کو پکارا؟ ''اللہ کو'' مجھے بتایئے موسیٰ نے دریا کے کنارے پر کس کو پکارا؟ اللہ کو'' ہمارے دلبر نے سرور نے تلوار ننگی کے نیچے کس کو پکارا ''اللہ کو'' تم کہتے ہو بھاؤ الحق بیڑا دھک، یاعلی مدد، یا فرید، یا بھٹائی، کرسنائی۔

جو کچھ مانگنا ہو اللہ سے مانگیں

بہر حال سیرت یہ ہے کہ فادعو اللہ مخلصین لہ الدین ابھی میں حدیث پڑھ رہا تھا کہ جس کا میلاد منا رہے ہو وہ فرماتے ہیں اذا اسئلت فاسئل من اللہ سوال کرو تو

کس سے کرو؟ ''اللہ سے'' یہ قرآن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ سے مانگو۔ جہاں ''نہ'' نہیں خود حضرت علی المرتضیٰ کس سے دعا مانگتے تھے؟ ''اللہ سے'' مجھے پیارے بتاؤ۔ حضرت علیؓ نماز میں یہ نہیں پڑھتے تھے اللھم انا نستعینک مولیٰ ہم سب مدد تجھ سے مانگتے ہیں۔ کیا حضرت علی المرتضیٰؓ اور میرے پیغمبر نہیں پڑھتے تھے۔ ایاک نعبد و ایا نستعین عبادت بھی تیری کرتے رہیں گے۔ مدد تجھ سے مانگتے ہیں، مانگتے رہیں گے۔

بدر میں سچے نبی نے اللہ کو پکارا

اور ذرا آپ کو جگادوں، سنادوں، بتادوں، نقشہ دکھادوں قرآن میں آتا ہے ولقد نصرکم اللہ ببدر اس کے تحت حدیث میں ہے کہ میدان بدر، تمہارا پیغمبر، انبیاء کا افسر، پیغمبر کا سر، چشم تر، نیچے تھر، دعا میں اثر، سننے والا رب اکبر، حدیث کی خبر، اور ابوبکر لگا رہے ہیں چادر، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے آپ کی چادر گر پڑی۔ زلفیں آپ کی جھکنے لگیں۔ اور آپ کی بغلیں مبارک نظر آنے لگیں۔ فرمایا اللھم ان تھلک ھذہ العاصبۃ من المسلمین فلن تعبد ابدا مولیٰ یہ تین سو تیرہ پیٹ میں روٹی نہیں۔ پاؤں میں جوتی نہیں، آٹھ زرہیں ہیں، چھ گھوڑے ہیں۔ دیکھ خدایا یہ نوے میل پیدل آئے ہیں۔ روزہ رکھے ہوئے ان کے پاس ظاہری اسباب کوئی نہیں۔ عرش والے! کفر کو سامان پہ ناز ہے تیرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمان پہ ناز ہے۔

صدیق اکبرؓ نے یوں کندھا پکڑا۔ خدا کی قسم حدیث ہے۔ فرمایا بس بس یا محمد! لنضیق اللہ ابدا مصطفیٰ! زیادہ نہ رو میرا جگر پھٹتا خدا تیری دعا کو ضائع نہیں کرتا۔ آپ روتے ہیں میں برداشت نہیں کر سکتا۔ فرمایا ابوبکرؓ مجھے رونے دے۔ بچہ روئے تو اماں کو ترس آتا ہے۔ نبی روئے تو خدا کی رحمت آتی ہے۔ آواز آئی ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ ملی والے ظاہری اسباب تھوڑے تھے ہم نے تمہاری مدد کا فیصلہ کر لیا تھا۔

یہ قرآن ہے ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وصورت سنو! میرے پاس تو دو موضوع ہیں۔ پیغمبر پاک کی صورت میں جمال ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں کمال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر ہمیں حیاء سکھائی

تو عزیزان من چلتے ہوئے عقیدہ بھی آپ کو بتا دوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے کعبہ کو ننگا طواف ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حیاء سکھائی۔ بی بی صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عرب کی کنواری لڑکی میں اتنی حیاء نہیں تھی جتنی مصطفیٰ کی آنکھ میں حیا تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحیاء شعبة من الایمان فرمایا الحیاء حسن ولکن من النساء احسن حیاء اچھی چیز ہے عورت حیاء دار ہو تو بہت بہتر ہے۔ دعا کرو خدا حیاء عطا فرمائے۔ (آمین)

سیرت سنو! یہ بات بتاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کیا تھا۔ پیغمبر آئے تو کیا ہوا۔ انقلاب آ گیا اسلام پے شباب آ [illegible]۔ خدا کا انتخاب آ گیا۔ انتخاب لاجواب آ گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے کعبہ کا ننگا طواف ہو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورة الرجل من السرة الی الرکبة حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب کاسیات عاریات یوم القیامة جو میری کلمہ خوان لڑکی یا کوئی عورت پتلے کپڑے پہنتی ہے جس سے اس کے بال اور وجود ظاہر ہوتا ہے خدا اس کو ننگا کر کے جہنم میں داخل کرے گا۔ سیرت سن لو!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر ماں کا مقام بتایا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر عورتوں کو مقام دیا۔ کل بیٹا ماں کو کہتا تھا بھونک نہ کتی، جو تے مارتا تھا۔ صاحب سیرت آیا تو فرمایا: الا ان الجنة تحت اقدام الامهات کل بیٹی کو باپ گڑھا کھود کر دفن کرتا تھا۔ آج بیچتے ہیں۔ آج بیٹی کو صحیح ورثہ نہیں دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بی بی بتولؓ آئی جب بی بی زینبؓ آئی تو کھڑے ہو کر ماتھا چوما فرمایا لوگو! بیٹی دفن کرنے کے قابل نہیں بیٹی پیشانی چومنے کے قابل ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد تھی۔

حضورؐ کے آنے سے کیا ہوا

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ آئے تو بزدل بہادر بن گئے۔ رذیل شریف ہو

گئے راہزن رہبر ہو گئے کیوں نہ کہوں کوئی مسجد کو نکلا نمازی بن گیا۔ کوئی جھنڈے کے نیچے تلوار لے کر آیا تو غازی بن گیا۔ قرآن اچھا پڑھا قاری بن گیا۔ کعبے کو دیکھا تو حاجی بن گیا۔ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے تیرے چہرے کو دیکھا صحابی بن گیا۔ مکہ؟ مکرمہ بن گیا۔ مدینہ منورہ بن گیا۔ عرب شریف بن گیا، کالا بلال بکتا ہوا غلام سید الحبش جوتی سمیت جنت کا وارث بن گیا۔

قدم قدم پے برکتیں نفس نفس پے رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا
بات کیا تھی نہ روم وایران سے دبے
چند بے تربیت یہ اونٹوں کے چرانے والے
دیکھنے کو نکل آئی جو خدائی ساری
گھر سے نکلے جو محمدؐ کے گھرانے والے

حضورؐ کے آنے سے انقلاب

مسٹر مورولیم "Life Of Muhammad" "لائف آف محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں نبی سے۔ غلام جارہے تھے۔ انگریز لکھتا ہے کہ صحابہؓ گزر رہے تھے تو کئی سولڑکیاں باریک کپڑے پہنے ہوئے ڈانس کر رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ عربوں کو پھنسائیں گی۔ عربوں کو ورغلائیں گی، گیت گائیں گی، اپنی طرف بلائیں گی، برائی کرائیں گی، انہیں پتہ نہیں تھا کہ یہ آنکھیں وہ ہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ دیکھ چکی ہیں یہ لوگ پاک صاف تھے۔

ایک صحابی کہتا ہے کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھا تو رات کو وہی لڑکی آئی جس سے جاہلیت میں پیار تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تو اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور اوندھا لیٹ گیا۔ اس نے کہا وہی ہوں جس کے لئے گلیوں میں پھرتا تھا۔ اندھے ہو گئے؟ کہنے لگے جب سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا تجھ کو دیکھنا حرام سمجھتا ہوں

چلی جاور نہ تلوار سے دوٹکڑے کردوں گا۔اب دل میں تو نہیں دل میں محمد آ گیا ہے نقشہ بدل گیا ہے۔

آپ کو سیرت کیا سنائیں روز اخباروں میں دیکھ رہے ہو کیا ہو رہا ہے کہیں اغوا ہو رہا ہے کہیں قتل ہو رہا ہے پھر سیرت بھی سنتے ہو۔

دوستو! واقعہ بتا رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے انقلاب آ گیا وہی کعبہ جس میں لات وعزیٰ کے نعرے تھے وہاں اللہ اکبر کے نعرے گونجنے لگے جو لوگ لڑکیوں کو دفن کرتے تھے وہ لڑکیوں کو ورثہ دینے لگے۔لوگو! عرب کا عجیب حال تھا۔زندہ جانوروں کا گوشت کاٹ کر کھا جاتے تھے۔نکاح بھی اس طرح نہیں ہوتا تھا۔جو کچھ تمہیں ملا ہے مصطفیٰ کے طفیل ملا ہے۔

مہربانی کر کے مجھ سے کچھ سیرت سنو، انگریز لکھتا ہے کہ جب پیغمبر کے غلام گزر رہے تھے عورتوں نے دوغلایا، پھسلایا، بہکایا، گیت گایا، ناچ دکھایا، کئی قسم کے ڈھنگ دکھائے۔حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کہا پیغمبر کے غلامو! پیغمبر کے دیوانو! جس آنکھ نے مصطفیٰ کو دیکھا ہے اس طرف آنکھ نہ اٹھے۔تربیت تھی آج تو پاکستانی لیبیا میں اور سعودیہ میں سنگسار کئے جا رہے ہیں۔ساری دنیا میں اپنے آپ کو بدنام کر رہے ہیں دعا کرو خدا ہمیں صحیح مسلمان بنائے۔(آمین)

ہماری شکل میں، عقل میں، تمہاری میری رفتار میں، گفتار میں، کردار میں، نکار میں اللہ کرے عادات میں، حالات میں، تاثرات میں، جذبات میں، خیالات میں، واقعات میں، افعال میں، اقوال میں، چال میں خیال میں، ہر بات میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہو جہاں بھی جاؤ دنیا دیکھ کر کہے یہ خادم اسلام ہے وہ دیکھو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے۔

میں تمہیں کیا تقریر سناؤں بیس سال ہو گئے تقریریں کرتے ہمارے بخاری صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری داڑھی سفید ہو گئی ہے قوم کا اندر اسی طرح سیاہ ہے دعا کرو خدا اتنی تقریر سنوائے جس پر عمل کروائے (آمین) میں انشاء اللہ سیرت کی ایک جھلک

بتاؤں گا۔

ہم پورا سال میلاد مناتے ہیں

عزیزو! میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ ہے چونکہ ہم سارا سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد مناتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت برحق ہے لوگ آپ کو لاہور میں تلاش کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عجم میں پیدا نہیں ہوئے عرب میں پیدا ہوئے یہ علمی بات سنتے جائیں۔ عرب کی سات کروڑ آبادی تھی۔ سارے عرب میں پیدا نہیں ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے۔ سارے مکے میں پیدا نہیں ہوئے عبدالمطلب کی حویلی میں۔ ساری حویلی میں پیدا نہیں ہوئے عبداللہ کے گھر، سارے گھر میں پیدا نہیں ہوئے، آمنہ کے بستر پر اب جبرائیل یہاں آئے۔ ستارے جھلک کر یہاں آئے، عبدالمطلب زیارت کرنے یہاں آیا۔ بی بی حلیمہ سعدیہ سعد قبیلہ سے نکل کر وہ بھی یہاں آئی۔

آج بھی صفا مروہ کے اوپر وہ مکان کھڑا ہے میں نے دیکھا ہے اس پر تختی لگی ہوئی ہے لکھا ہوا ہے **ھذا مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم** یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے۔ وہاں لائبریری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تھے تو مکی ہیں مدینے میں تھے تو مدنی ہیں۔ عرب میں پیدا ہوئے تو عربی ہیں۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **المدینۃ مھاجری وفیھا مضجعی وفیھا مبعثی.** مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے مدینے میں ڈیرہ لگاؤں گا۔ مدینے سے اٹھوں گا۔ **حقیق علی امتی ان یکرم جیرانی** میری امت پر لازم ہے کہ مدینے والوں کا احترام کریں یہ سنتے جائیں کچھ لوگ عرب کے دشمن ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ **حب العرب من الایمان** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **احبوا العرب لثلاث** عرب سے محبت کرو تین وجہ سے۔ **لانی عربی و کلام اللہ عربی ولسان اھل الجنۃ فی الجنۃ عربی** میں عربی ہوں قرآن بھی عربی ہے جنتیوں کی زبان بھی عربی ہے قبر کے سوال وجواب بھی عربی میں ہیں کلمہ بھی عربی ہے۔ اذان بھی عربی میں ہے۔ درود بھی عربی میں ہے حتیٰ کہ نبی کی احادیث بھی عربی میں ہے۔ تمام حج کی دعائیں بھی عربی میں

ہیں۔اللہ تمہیں بھی عربی سے پیار عطا فرمائے (آمین)

لاہوریوسن لو! میں نے مدینے میں کافی حدیثیں یاد کی ہیں ہمیں مدینے سے پیار ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من اذی اھل المدینة جو مدینے والے کو ستائے گا، ایذا دے گا، ان کی مخالفت کرے گا، یذوب کما یذاب الملح فی الماء جس طرح نمک کو پانی میں ڈالو پگھل جاتا ہے میرے مدینے والوں کا دشمن بھی جہنم میں پگھل جائے گا۔یہ حدیث ہے۔

ہمارے اکابر کو مدینہ سے کتنا پیار ہے

مولانا سعدی سے میں نے پوچھا کہ تمہیں کتنا پیار ہے۔فرمایا:

یک جان چہ کند سعدی مسکین کہ صد جان
سعدیم فدائے سگِ دربان محمد

سو سعدی خدا مجھ جیسے پیدا کرے مدینے کی گلیوں میں جو کتا دوڑ گیا ہے۔سو سعدی اس کتے کے پاؤں کی مٹی پر بی قربان ہو جائیں گے یہ پیار ہے۔میں نے مولانا جامی سے پوچھا کہنے لگے۔

کے بود رب کہ رو در طیبہ او بطحا کنم
گر بہ مکہ منزل وگہ گر مدینہ جاہ کنم
آرزوئے جنت الماوٰی برو کردن زدل
جنت مسکن ہر خاک در آسمان کنی

مولانا مجھے جنت کی ضرورت نہیں جنت یہی ہے کہ پیغمبر کے دروازے پر ہوں اور مجھے موت آجائے۔

امام مالک سے پوچھا تجھے کیا پسند ہے کہنے لگا:

المجاورة بروضة رسول الله والمدارسة بحديث رسول الله
والدفن فی بلدة رسول الله کہو صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے قاسم نانوتوی سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ تو عاشق رسول نہیں۔وہ مولانا نانوتویؒ جو بیرعلی سے جوتی اتار کر سواری سے بھی اتر پڑتے تھے۔مولانا قاسم نانوتویؒ نے

یہاں کہا تھا:

اڑا کے باد میری مشت خاک پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے
کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار

یہ عشق ہے دعا کرو خدا ہم کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیوانہ بنائے ''آمین'' میں کوئی فساد کرنے نہیں آیا، تمہارا ذہن صاف کرنے آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایاکم والظن بدگمانی سے بچو۔ ایک صحابی نے تلوار اٹھائی مقابل کافر کو قتل کرنے کے لئے اس نے فوراً کہالا الہ الا اللہ صحابی نے تلوار ماردی اور اس کو قتل کر دیا واپسی پر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا ھل شفقت قلبہ کیا تم نے اس کا دل چیرا تھا؟ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا تمہیں تلوار نہیں اٹھائی چاہئے تھی۔ کلمہ پڑھنے کے بعد حصن دماءٗ ومالہ ان کا خون اور مال محفوظ ہو گیا۔

بدگمانی سے بچو۔ ہندوستان والے ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں ہم ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں دعا کرو خدا ہم سب کو مسلمان بنائے۔ (آمین)

میں یہ نہیں کہتا کہ میں ٹھیکیدار ہوں خدا ہم سب کو ہماری ماؤں کو، بچوں کو آقا سے پیار عطا فرمائے (آمین)۔

بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیار

بچوں کو بھی حضور سے پیار تھا، جب حضورؐ مدینے آئے، ننھی ننھی بچیاں، نہایت ہی اچھیاں، عمر کی کچیاں، بہت ہی سچیاں، لکھا ہے کہ سولہ سترہ تھیں پاؤں سے ننگیاں کپڑے میلے، کہہ رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی نجار
یا حبذا محمد من جاری

ہم بنی نجار (قبیلہ) کی لڑکیاں ہیں، مدینہ والو! ہمیں مبارک ہو مصطفیٰ ہمارے محلے میں آگئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایحبنی مجھ سے پیار ہے؟ تو دھوپ میں کیوں بھاگ رہی ہو؟ کہنے لگیں جی ہاں! اماں اور ابا نے کہا تھا کہ محبوب آرہا ہے فرمایا آؤ میری اونٹنی پر بیٹھ جاؤ۔ تمہاری تکلیف مصطفیٰ برداشت نہیں کرسکتا۔ پیغمبر کے ساتھ بچوں کو بھی پیار تھا۔

پہاڑ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے

بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ علماء دیوبند نبی کو نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں حضورؐ کو اونٹ بھی مانتے تھے۔ حضورؐ کے ساتھ پہاڑ بھی محبت رکھتے تھے۔ جب حضورؐ پہاڑ پر کھڑے تھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ تم کہتے ہوں فلاں محبت رسول سے خالی ہے، ایسا نہ کہو بھائی۔

حضورؐ پہاڑ پر کھڑے تھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ تو آپؐ نے قدم مبارک مارا۔ فرمایا اسکن وفی روایہ اثبت ،اور پہاڑ رک جا! انما علیک نبی وصدیق وشہیدان تجھ پر ایک نبی ہے۔ ایک صدیق ہے۔ دو شہید ہیں، حضرت عمر اور عثمان ساتھ تھے۔ وقت نہیں کہ ان شہیدوں پر تقریر کروں ورنہ ساری رات گذر جائے۔

حضرت عمرؓ نے آپ کا فرمان سن کر اتنا کہا فزت ورب الکعبۃ انی شہید علی لسان رسول اللہ رب کعبہ کی قسم عمر کامیاب ہوگیا، مجھے شہادت ملے گی، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اعلان کر چکی ہے۔

صحابہ نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ پہاڑ خوشی سے جھوم رہا ہے کہہ رہا ہے او پہاڑو تم پر پتھر ہیں۔ مجھ پر پیغمبر ہے، تم پر درخت ہیں مجھ پر دو جہاں کا بخت ہے۔ تم پر مکان ہیں مجھ پر نبی آخر الزمان ہے۔

درخت اور پتھر بھی حضورؐ سے محبت رکھتے تھے

پتھروں کو بھی آپؐ سے پیار تھا حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ گزرتے تھے تو پتھروں سے درود کی آواز آتی تھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ ابھی دور ہوتے خدا کی قسم درخت کی شاخیں جھک کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرتی تھیں۔ حدیث میں آتا

ہے کہ آپؐ درخت کو اشارہ فرماتے اتنا انسان نہیں دوڑ سکتا جتنی تیز دوڑ کر درخت آپؐ کے قدموں میں پہنچ جاتا تھا۔

ان لوگوں نے حضورؐ کو کیا پہنچانا ہے۔ الحمدللہ ہمیں حضور کی پہچان ہے۔ انہوں نے نہیں پہچانا۔ بدعتی کہتے ہیں یہاں نبی تھا۔ اوپر ملک تھا اوپر گیا آپ تھا، کیا بے وقوف بنے بیٹھے ہو۔

سنو! سبحن الذی اسری بعبدہ وہاں پہنچا تو فاوحی الی عبدہ واپس آیا تو اشھد ان محمدًا عبدہ یہ نبی کی شان ہے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ نبی انسان ایسا ہے کہ کلیم اور خلیل مقابلہ نہیں کر سکے۔ نبی کا نور نبوت ایسا ہے کہ سورج اور چاند بھی حتیٰ کہ جبرائیل بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم کن جھگڑوں میں پڑ گئے ہو۔

جب آقا کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ پڑھا کریں

جب آقا کا نام آئے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ جب میں آقا کا نام نامی اسم گرامی، فیض عطائی زبان پر لاؤں تو بلا جھجک بلا اٹک بلا دھڑک یہ سبق یاد رکھیں جو مجمع موجود ہو زبان پر درود ہو، ہمارے مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ مجلس میں ایک دفعہ درود پڑھنا واجب ہے بار بار پڑھنا مستحب ہے دعا کرو خدا مستحب بھی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

صحابہ کا نام آئے تو کہنا رضی اللہ عنہ، دنیا ناراض ہے۔ مگر اللہ راضی ہے۔ صحابہ سے کون راضی ہے؟ (اللہ)

صدیق سے کون راضی ہے؟ (اللہ) فاروق سے کون راضی ہے؟ (اللہ) عثمان وعلی سے کون راضی ہے؟ (اللہ) جن سے خدا راضی ہے ان سے مصطفیٰ بھی راضی ہے اس خدا کی رضا پر تقریر کروں تو کئی گھنٹے چاہئیں۔

بہر حال اتنا کہتا ہوں۔ کہ آج حضرت علی ہجویریؒ، آج جلال الدین بخاریؒ، آج

خواجہ معین الدین چشتیؒ، آج فرید الدین گنج شکرؒ، دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم سے خدا راضی ہے۔ نبی کا ادنیٰ صحابی اعلان کر سکتا ہے۔ کہ قرآن پڑھ کر دیکھ لو ہم سے خدا راضی ہے۔ (سبحان اللہ) علمی بات ہے رضا کا ٹکٹ صحابہ کو ملا ہے۔ رضوان اللہ اکبر سب سے بڑی چیز اللہ کی رضا ہے۔

خدا راضی ہے تو مصطفیٰ راضی ہے......

مصطفیٰ راضی ہے تو خلق خدا راضی ہے......

جب خدا راضی تو پھر فیاضی ہے پھر سر فرازی ہے......!!

خدا ناراض ہے تو خدا کی قسم انسان مارا گیا، خدا راضی ہے تو تارا گیا۔ تر گیا۔ دعا کرو خدا راضی ہو جائے۔ (آمین)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے

آج مجھ سے سیرت سنو، میں نے کچھ ولادت بیان کرنی ہے۔ آپ نے نہ جانے کیا قصے سنے ہوں گے؟ آپ کو صحیح باتیں بتاؤں گا۔

حضور پاک سب کہو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی آمد سے پہلے کچھ ایسے حالات تھے بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپ میرے بطن میں تھے تو آواز آتی تھی۔

بشری لک یا امنہ...... آمنہ تجھے مبارک ہو

فانک حملت بسید العالم انک حملت بسید هذه الامة انک حملت بسید الاولین والاخرین. پہلے اور پچھلوں کا تیرے بدن میں سردار آ رہا ہے۔

یہ نبوت تھی۔ نبوت کا انتخاب کون کرتا ہے؟ (اللہ) یہاں تو کمشنر انتخاب کرتا ہے تو نبی بن جاتا ہے (غلام احمد) جو ریٹ کرتا ہے تو نبی بن جاتا ہے۔

نبی حسین ہوتا ہے

میں آپ کو تھوڑا سا سمجھا دوں تا کہ آپ آئندہ گمراہ نہ ہوں۔ تباہ نہ ہوں، دوستو! نبی حسین ہوتا ہے۔ یوں نہیں ہوتا کہ ''تذکرہ'' میں فوٹو دیکھو تو کھایا ہوا کھانا بھی باہر نکل آئے۔ ایک آنکھ بھی مردار کی ختم ہے۔ نبی اس طرح کا نہیں ہوتا۔

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یاد آ گئے

مجھے عطاء اللہ شاہ بخاری یاد آ گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو سنوارتے ہیں خدا اپنے نبی کو خود سنوارتا ہے۔ نبی کو سرمہ کون لگاتا ہے؟ (اللہ)

نبی کے پسینے میں خوشبو کو بساتا ہے؟ (اللہ)

نبی کی زلفوں کو کون گھنگریلا بناتا ہے؟ (اللہ)

نبی فرش پر ہو تو حفاظت کا ذمہ کون لیتا ہے؟ (اللہ)

نبی کا استاد کون ہوتا ہے؟ (اللہ)

عطاء اللہ شاہؒ فرمایا کرتے تھے کہ باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کا چلاتا ہے خدا نبی کا ہاتھ خود پکڑ کر چلاتا ہے (سبحان اللہ) یہ بڑی اونچی باتیں ہیں آپ کا دماغ تھوڑا ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں اللہ فرماتا ہے یہ مسجد ضرار ہے یہاں نہ جانا یہ مسجد نبوی ہے اس میں چلے جانا یہ نہیں کہ نبی جاتا نہیں بلکہ خدا جانے نہیں دیتا۔

میں مشکوٰۃ اور بخاری آپ کو سنا رہا ہوں علماء بیٹھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا۔ جب گوشت کا ٹکڑا قریب کیا گیا تو آواز آئی **یا محمد لا تاکل انا مسموم** محمدؐ مجھے نہ کھانا مجھ میں زہر ہے۔ یہ حفاظت کون کر رہا ہے؟ (اللہ)

جب نو سونتی تلواریں تھیں تو کس نے بچایا؟ (اللہ نے)

شاهت الوجوه فاغشينهم فهم لا يبصرون جب ننگی تلوار لے کر یہودی نے کہا **من یحفظک**؟ کون بچائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا "اللہ"

تم ہوتے تو کہتے بہاؤالحق بچائے گا۔ آپ تو تماشہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

آپ کو سیرت کیا سناؤں۔ حضورؐ کی سیرت یہ ہے کہ مسجد میں ایک شخص نے پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ سادہ تھا، جٹ تھا، ان پڑھ تھا، جنگلی تھا، صحابہؓ نے کہا اوئے اوئے میں کیا کر رہے ہو؟ حضورؐ نے فرمایا کیا ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کی حضرت یہ مسجد کو خراب کر رہا ہے، وہ دیکھیں پیشاب کر رہا ہے۔ فرمایا **لا تنظروا** مت دیکھو۔ دیکھنا ناجائز ہے۔ اس

سے فرمایا تم پیشاب کر لو۔ ہم ہوتے تو ڈنڈے مار مار کر اس کا پاخانہ بھی نکال دیتے۔ یوں پوچھتے کہ کون ہے؟ کہاں سے آیا؟ سر نیچے کر دیتے اور پاؤں اوپر کر دیتے۔ میں آپ کو سیرت سنا رہا ہوں۔

دین تلوار سے نہیں محمدؐ کے پیار سے آیا

میرا ایک جملہ یاد رکھو! دین تلوار سے نہیں آیا۔ دین محمدؐ کے پیار سے آیا ہے۔ تلوار نے جو کام کیا وہ بھی آپ دیکھ لیں ہم ریل میں ہیں وہ جیل میں ہیں (بھٹو) میں کچھ نہیں کہتا میرے پاس لفظ بہت ہیں۔ بہر حال اتنا کہتا ہوں کہ جو ذوالفقار ہے سنا ہے وہ پسِ دیوار ہے۔ بالکل بیکار ہے، کل تک لوگ کہتے تھے بھٹو اب کہتے ہیں حضرت پھٹو۔ بشرطیکہ تم بھی اٹھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام بنائے (آمین) کس کو کچھ نہیں کہتے۔

مسجد میں ہنسا منع ہے

ولادت اور سیرت سنو! ہنسو نہیں مسجد میں ہنسا خلاف ادب ہے ایک دفعہ حضورؐ نے دیکھا کہ کچھ صحابہ ہنس رہے تھے فرمایا ہنسو جتنا روسکو۔ آگے بہت منزلیں ہیں۔ پہلی منزل سکرات کی ہے۔ پھر قبر کی منزل ہے، پھر حشر کی منزل ہے۔ پھر حساب کی منزل ہے۔ دوستو! پھر میزان کی منزل ہے، پھر پل صراط کی منزل ہے۔ دعا کرو خدا یہ منازل طے کروائے (آمین)

ہنسو نہیں۔ حضورؐ کے الفاظ ہیں: من اطاع وھو یبکی جو نیکی کر کے روتا ہے ادخلہ اللہ الجنۃ یضحک ۔ اللہ اس کو ہنستا ہوا جنت میں داخل کرےگا۔ آپ نے فرمایا من اذنب فھو یضحک جو گناہ کر کے ہنستا ہے۔ یوں جوا کھیلا، قتل یوں کیا، دھوکا یوں دیا، رشوت یوں لی۔ سود یوں کمایا، فلاں کو قتل یوں کروایا، فلاں کو ذلیل کیا، غلط مقدمہ یوں جیتا، فرمایا جو گناہ کر کے ہنستا ہے۔ اس کو کہہ دو کہ جہنم میں روتا ہوا داخل ہوگا۔ دعا کرو خدا آخرت کی ذلت سے بچائے۔ (آمین)

ہر اچھی چیز پیغمبر کی سیرت ہے۔ کوئی سچ بول رہا ہے، کوئی بڑے کا ادب کر رہا ہے، کوئی خیرات کر رہا ہے، کوئی درود پڑھ رہا ہے، کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی قرآن پڑھ رہا ہے، کوئی کسی غریب کی ہمدردی کر رہا ہے۔ یہ سب سیرت ہے۔ تمام اچھی چیزیں میرے پیغمبر کا تحفہ ہیں، دعا کرو اللہ ہمیں آقا کی سیرت کا غلام بنائے۔ (آمین)

عام لوگوں کا علم

میں سیرت کا ایک باب پڑھ رہا تھا کہ دین تلوار سے نہیں آیا، حضورؐ کے الفاظ ہیں: فتحت المدینة بالاخلاق میں نے مدینے کو اخلاق سے فتح کیا، کس سے فتح کیا؟ (اخلاق سے) لفظ اخلاق ہوتا ہے اخلاق نہیں ہوتا۔

آپ تو خاندان کو تانخان کہتے ہیں، ڈپٹی کمشنر کو، ڈپٹی مکشنر، لفافے کو فلافہ، آرام کو ارمان کہتے ہو، قابل بڑے ہو۔

ایک دفعہ سیالکوٹ میں ایک نوجوان کا سجیکٹ کا پرچہ دیا گیا کہ مکہ اور مدینہ کی تعریف کرو۔ اس نے لکھا کہ مکہ بادشاہ تھا مدینہ اس کا وزیر تھا وہ میٹرک کا طالب علم تھا۔

پرچے میں سوال آیا کہ حضورؐ کی ولادت کہاں ہوئی، تو جواب میں لکھا کہ سیالکوٹ میں علامہ اقبال کے محلے میں۔ معلومات دیکھیں اپنی جہالت کا اندازہ لگائیں۔

دین اخلاق سے آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو صرف اخلاق پر تقریر سناؤں۔ یہ قتل ہو رہے ہیں، یہ ڈاکے پڑ رہے ہیں، یہ ناکے کاٹے جا رہے ہیں، گولی چل رہی ہے، یہ لاٹھیاں اور کلہاڑیاں چل رہی ہیں، یہ جیلوں کی جیلیں بھری ہوئی ہیں یہ سب بد اخلاقی کی وجہ سے ہے۔ اخلاق باقی نہیں رہا، دعا کرو اللہ اخلاق نصیب فرمائے (آمین)

حضرت نے اخلاق سکھایا قرآن نے کہا: انک لعلی خلق عظیم نبی نے فرمایا: اکملکم ایمانا "احسنکم اخلاقا" سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جس میں اخلاق ہو، آج ہمارے اندر سے اخلاق ختم ہے۔ آج بڑے کا ادب نہیں ہے۔ میں یہی دین اسلام سمجھانے آیا ہوں۔ مہربانی کرو، سیرت النبیؐ کو سنو اور سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ کہو انشاءاللہ اس بدو نے جب پیشاب شروع کر دیا تو آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ پیشاب نہ کر

فرمایا: لاتنظروا تم نہ دیکھو، اب اس نے تو پیشاب شروع کردیا۔ اب تم نہ دیکھو۔

حضورؐ کا فرمان ہے۔ الناظر والمنظور کلاھما ملعونان جو ننگا ہو یا ننگے کو دیکھے دونوں لعنتی ہیں۔

دین پر عمل کرنا مشکل ہوگا

اب دین سنو! عورة الرجل من السرة الى الركبة مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے، اتنے حصے سے کوئی چیز ظاہر ہوئی تو یہ سمجھو کہ یہ ننگا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری کلمہ خوان عورتوں کو کہہ دو کہ سر میں کنگھا کریں تو بالوں کو دفن کر دیں، ان کو کہو کہ بالوں کو جلا دیں تا کہ کسی غیر مرد کی نگاہ تمہارے بالوں ان پر بھی نہ پڑے۔ نعرے تو لگاتے ہیں نظامِ مصطفیؐ پتہ نہیں کون ہوگا، باوفا، دعا کرو نظامِ مصطفیؐ آئے۔ (آمین!)

لوگو! حضورؐ کے الفاظ ہیں: القابض على الدين كالقابض على الجمره فرمایا دین پہ قائم رہنا ایسے مشکل ہوگا جس طرح ہاتھ میں انگارے رکھنا مشکل ہے۔ دین پر چلنا بہت مشکل ہے۔ نظامِ مصطفیؐ آئے گا تو امن ہوگا پھر انشاء اللہ یہاں (لاہور) سے اکیلی ہماری بہن کراچی کا اگر سفر کرے تو کسی غنڈے کو جرأت نہیں ہوگی کہ بری نگاہ سے دیکھے۔

حضورؐ کے الفاظ مجھے یاد ہیں فرمایا: ايكم مثلى کون ہے جو میرا مقابلہ کرے؟ کہو کوئی نہیں کر سکتا۔ مجھے دیکھو تو نکے کا فائدہ نہیں ہوگا پیغمبر کا چہرہ دیکھو تو جنت واجب اور جہنم حرام ہو جائے گی۔

میں بات کروں تو تھوک اور لعاب نکلتا ہے پیغمبر بات کرتے تھے تو منہ مبارک سے نور نکلتا تھا۔

میں مسکراؤں تو کہتے ہیں کہ مسکرا رہا ہے نبی مسکراتے تو صحابہؓ کہتے ہیں کہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جنت کے آٹھوں دروازے کھل چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے انقلاب آیا

ہمارے ہاں ولادت ہوتی ہے کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ میرے محبوب پیدا ہوئے

تو مکے کی گلیوں میں خوشبو پھیل گئی، مکے کا قحط ختم ہوگیا۔ خدا کی قسم شام کی پہاڑیاں بی بی آمنہ کو نظر آنے لگیں، کعبے میں بت اوندھے گرنے لگے۔ فارس کی آگ بجھ گئی۔ بحیرہ کبیر ختم ہوگیا۔ ایران کے بادشاہ کی حویلی کے کنگرے گرنے لگے، آقا کی ولادت ہوئی تو ستارے جھک کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے آگئے۔ (سبحان اللہ)

حضرت انس جس نے دس سال محبوب کی خدمت کی تھی فرماتے ہیں: کان رسول اللہ احسن الناس اورع الناس ارھد الناس اعبد الناس اشجع الناس، اسخی الناس.

ایک سورج آسمان کا ایک عائشہؓ کے حجرے کا

میں نے بی بی صدیقہؓ سے پوچھا تیرا شوہر، تیرا گوہر، تیرا جوہر کیسا ہے۔ فرمانے لگیں: لنا شمس وللآفاق شمس ایک سورج آسمان پر ایک میرے حجرے میں ہے۔ آسمان والے سورج کو دیکھو تو آنکھیں اندھی ہو جائیں گی۔ میرے سورج کو دیکھو تو جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ آسمان والے سورج کے قریب جاؤ تو گرمی سے پگھل جاؤ گے میرے سورج کے قریب جاؤ تو جنت کا دروازہ کھل جائے گا۔ آسمان والا سورج رات کو غروب ہو جاتا ہے، میرے حجرے کا سورج روشن رہتا ہے۔ آسمان والا سورج زمین کو روشن کرتا ہے۔ میرے حجرے کا سورج، اندھیرے دل کو بھی روشن کرتا ہے۔ آسمان کا سورج قیامت کے دن بے نور ہوگا۔ میرے حجرے کا سورج قیامت کے دن بھی چمکتا ہوگا۔ آسمان کا سورج بادلوں میں چھپ جاتا ہے اس کو گرہن لگ جاتا ہے، میرے حجرے کے سورج کو گرہن کبھی نہیں لگتا یہ صحیح تعریف ہے۔

ہمارا عقیدہ

آپؐ نے فرمایا: ایکم مثلی ابیت یطعمنی ویسقی اذا مرضت فھو یشفی فرمایا میرا مقابلہ کون کرسکتا ہے، کہو کوئی نہیں کرسکتا۔

میں تھوک ڈالوں تو سارے نفرت کریں گے پیغمبر اپنی تھوک مبارک ڈالے تو آج تک بیئر روما میٹھا ہے۔ یہ صحیح تعریف ہے۔ حضورؐ یہی لعاب حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگائیں

تو آنکھ روشن ہو جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جبرائیل بھول گئے تھے کہ آنا حضرت علیؓ کے پاس تھا، اچانک حضور کے پاس آ گئے تو ان کو نبوت مل گئی ورنہ نبوت حضرت علیؓ کو ملنی تھی۔ نعوذ باللہ ہمارا یہ اعلان ہے کہ یہ سراسر غلط تصور ہے۔ کروڑوں ولی جمع کرو نبی کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میرا عقیدہ ہے کہ سارے کافر اکٹھے کرو تو ایک مسلمان کا درجہ زیادہ ہے۔ مسلمانوں میں مومن کا درجہ زیادہ ہے، مومنین میں اولیاء کا درجہ زیادہ ہے اولیاء میں قطب وابدال زیادہ درجے والے ہیں۔ سارے ولی قطب ابدال اکٹھے کرو تو ایک صحابی کا درجہ زیادہ ہے۔ سارے صحابہ جمع کرو تو صدیق کا درجہ زیادہ ہے۔

اصل عمل ہے

میں کچھ سیرت پر عرض کرتا ہوں، توجہ کیجئے سنئے اور اس پر عمل کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ہمارے اندر صرف یہی کمی ہے کہ ہمارے اندر عمل نہیں۔ آپ کو علم ہے کہ نماز فرض ہے عمل نہیں، علم ہے کہ داڑھی سنت ہے عمل نہیں، علم ہے کہ شراب حرام ہے، عمل نہیں، علم ہے کہ رشوت حرام ہے، عمل نہیں، علم ہے کہ جوا حرام ہے عمل نہیں، عملی زندگی کا فقدان ہے۔

آج میرے ساتھ عہد کریں کہ عمل کریں گے، آج اگر حضرت لاہوریؒ کے خاندان کی عزت ہے تو صرف عمل کی وجہ سے ہے۔ علماء بھی آپ کے جوتے اٹھاتے تھے۔ حضرت درخواستی مدظلہ نے عمل کیا تو آج دنیا امیر جمعیت اور حافظ الحدیث کہتی ہے یہ تمام عمل کی برکتیں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ انسان علم پڑھے تو عالم ہے عمل کرے تو ولی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

ہمیں ولادت بیان کرنا آتی ہے

ہمیں ولادت بیان کرنا بھی آتی ہے میں آپ کو حضور کی ولادت سے قبل کا پانچ سو سالہ دور بتا سکتا ہوں کہ حضور سے پہلے کیا تھا۔ اور یہ قدرت کا قانون ہے فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ جب اندھیرا ہو تو روشنی آتی ہے۔ دوستو! جب موسم خزاں ہو تو موسم بہار آتا ہے۔ اس

لئے ربیع الاول کہا جاتا ہے کہ موسم بہار آیا، آقائے نامدار آیا، مدینے کا تاجدار آیا، دو جہاں کا سردار آیا، محبوب رب غفار آیا امت کا غمخوار آیا، یتیموں کا وفادار آیا۔

یتیم کے متعلق حکم

یتیمو! آؤ تمہیں سیرت سناؤں، یتیمو، لاوارثو! نہ روؤ، تمہیں گلے سے لگا کر تمہارے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر تمہیں کندھوں پر اٹھا کر عید پڑھانے والا نبی آ گیا ہے۔ یہ ساری سیرت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: انا و کافل الیتیم ھکذا من مس علی الراس الیتیم فلہ بکل شعرۃ حسنہ جو یتیم کے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرے ایک ایک بال کے بدلے خدا اس کو نیکی عطا کرے گا۔

حضورؐ نے فرمایا وہ گھر شاندار ہے جس میں یتیم ہنس رہا ہو، آپؐ نے فرمایا اگر تمہارا بچہ تمہارے ساتھ جا رہا ہے۔ حسین ہے، دلنشین ہے مہ جبین ہے۔ نازنین ہے، بہترین ہے، ہاتھ میں لڈو اور اچھلتا، کودتا، کھیلتا جا رہا ہے سامنے ایک بچہ آتا ہے سر میں تیل نہیں۔ کپڑے میلے پہنے ہوئے ہیں پسینہ پسینہ ہے۔ اس کا ابا نہیں کہ اس کی انگلی پکڑے۔ اس کی اماں نہیں کہ اس کا منہ دھوئے میرے محبوب نے فرمایا خدا کی غیرت سے ڈرنا اس یتیم کے سامنے اپنے بیٹے کو پیار نہ کرنا۔ اپنے بیٹے کو لڈو نہ دینا، اپنے بیٹے کو بوسہ نہ دینا، ایسا نہ ہو کہ یتیم کو اپنے ابا کا پیار یاد آ جائے یہ نہ کہہ دے کہ مولیٰ! کبھی مجھے بھی ابا بوسے دیتا تھا۔ میری ماں بوسے دیتی تھی۔ فرمایا خیال کرنا خدا کے غضب کو نہ للکارنا ایسا نہ ہو کہ غریب کے دل سے آہ نکلے اور خدا تیرے اباد گھر کو برباد کر دے۔

آج میں امیروں کی تردید نہیں کرتا۔ میں اتنا کہتا ہوں۔ حضورؐ کے ابا اور اماں بھی غریب تھے، نبی جس جھونپڑی میں آئے وہ بھی غریب کی تھی۔ جس دائی نے نبی کو اٹھایا وہ بھی غریب تھی۔ حضورؐ جب مدینے پہنچے جس گھر میں ٹھہرے وہ گھر بھی غریب کا تھا۔ (ابو ایوب انصاریؓ کا گھر)

آگے چلتا ہوں یہ سلطان عبدالحمید نے حضور کا روضہ مبارک بنوایا ہے اندر جہاں ہے اندر جہاں میرے مصطفیٰ کا ڈیرہ ہے وہ صدیقہ کا حجرہ ہے اس پر چھڑیوں کی چھت ہے، آج بھی نبی جھونپڑی میں سو رہے ہیں۔

نبی کو جو کفن دیا گیا وہ تین کپڑے دھلے ہوئے تھے تم دنیا پہ ناز کرتے ہو میں اتنا

کہتا ہوں یا اللہ ہمیں دنیا دے جو صدیق کو دی تھی۔ (آمین)

نہ مے گویم کہ از دنیا جدا باش
بہر کار کہ باشی با خدا باش

دنیا ہو صدیق والی، دنیا ہو عثمان والی، قارون والی دنیا نہ ہو (آمین)

حضورؐ پاک پیدا ہوئے

حضورؐ کی ولادت ہوئی آپؐ نے خود فرمایا: انما ولدت مطھر انس پاک پیدا ہوا۔ مجھے نہلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آلائش نہیں تھی اللہ نے خود انتظام کر دیا تھا۔ اور سیرت کی تمام کتابوں میں لکھا ہے۔ انما ولد مختونا نائی کی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ نے سارا انتظام خود ہی کر دیا تھا۔ (سبحان اللہ) جو پیغمبر کی خوشبو اس وقت تھی اب بھی ہے۔ جو لوگ ہمیں کہتے ہیں اٹھو اٹھو نبی آ گئے ہیں۔ یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک کیا ہے؟ کہتے ہیں نبی آ گئے ہیں کہاں ہیں کہتے ہیں کہ چلے گئے ہیں قوم کو بدھو بنا رکھا ہے۔ ان سے کہو آج بھی نبوت کی خوشبو ہے۔

امام مالکؒ کہتے ہیں مجھے سات میل تک حضورؐ کی خوشبو آتی ہے۔

آج میں علماء کے سامنے حدیث پڑھ رہا ہوں وفاء الوفاء مع دار الہجرہ۔ آثار المدینہ میں موجود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا مدینہ انت طالب طیبہ، طیبہ مطابہ لطیب رائحتک الی یوم القیامہ۔ مدینہ تیرا نام، طابہ، تیرا نام، طیبہ، تیرا نام مطابہ، قیامت تک میری وجہ سے تیری ہواؤں میں جنت کی خوشبو رہے گی۔ سبحان اللہ۔

ہر جگہ سے لوگ آپ کے در پر جاتے ہیں

میں حیران ہوں کہ لوگ کیا کرتے ہیں دعا کرو اللہ ہمیں حضورؐ کے در پر جانے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

میں نے اتنا دیکھا ہے کہ ہر چیز نبی کے در پر جا رہی ہے بلالؓ حبشہ چھوڑ کر نبی کے در پر گیا۔ سلمانؓ فارس کو چھوڑ کر نبی کے در پر گیا۔ صہیبؓ روم چھوڑ کر نبی کے در پر گیا۔ ابو ہریرہؓ یمن سے نکل کر نبی کے در پر گیا۔ عمرو بن طفیل دوسی، دوس سے نکل کر نبی کے در پر

گیا۔ مکہ سے ایک سو پندرہ صحابہ نکل کر حضورؐ کے در پر گئے۔ آج بھی ستر ہزار فرشتے حضورؐ کے در پہ جاتے ہیں۔ جبریل آسمان سے وحی لے کر حضورؐ کے در پر گئے۔ قرآن لوح محفوظ سے نکل کر نبی کے در پر گیا۔ ساری دنیا نبی کے در پر جاتی ہے اور یہ نبی کو یہاں بلا رہے ہیں۔ دعا کرو اللہ ہمیں وہاں لے جائے (آمین)

جو میرے روضہ کی زیارت کرے گا اس کی شفاعت کروں گا

مسجد نبوی میں نماز پڑھو تو پچاس ہزار کا ثواب؟ (ہے) کیا میں صحیح حدیث پڑھ رہا ہوں۔ من زار قبری وجبت له شفاعتی جو میرے مزار کو دیکھے گا اس کی سفارش کروں گا۔ کیا یہ حدیث نہیں ہے؟ مابین منبری وبیتی روضة من ریاض الجنة یہ روضہ لاہور میں ہے یا مدینہ میں ہے؟ (مدینہ میں) میں آپ کے مسائل حل کر رہا ہوں۔

حضورؐ کا ارشاد مجھے یاد آ گیا: من دفن فی مدینتی فهو من جواری۔ فرمایا جو مدینے میں آ کر دفن ہو گیا قیامت تک میرا ہمسایہ رہے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ستر ہزار آدمی جنت البقیع سے اٹھیں گے جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ اس لئے کہ انہوں نے گھر بار چھوڑ کر میرے مدینے میں وفات پائی میں کسی پر تنقید نہیں کر رہا۔ بلکہ سمجھا رہا ہوں کہ آپ بھی کچھ سمجھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کے دروازے پر لے جائے (آمین)

اگر آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تو ہجرت بھی ۱۲ ربیع الاول کو، رحلت بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

سیرت سنو، فضائل کے ساتھ ساتھ کچھ مسائل بھی بتا رہا ہوں۔ تاکہ حضورؐ سے صحیح تعلق ہو جائے۔ (آمین)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے کرتے کی برکت

آقا کی ولادت ہوئی تو قحط ختم ہو گیا۔ بی بی حلیمہ کہتی ہے کہ یہ پیغمبر کی برکت ہے، ہم برکت کے قائل ہیں۔ علماء کے سامنے حدیث بتاتا ہوں۔ اہل حدیث علماء بھی بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ کیا یہ حدیث نہیں ہے؟ کہ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ میرے پاس حضور کا

کرتے تھا۔ جس کو بخار آتا تھا۔ بسم اللہ کر کے کرتے کی آستینیں پانی میں ڈبو دیتی اور کہتی مولیٰ یہ وہ کرتا ہے جو تیرے نبی کے وجود سے لگ چکا ہے۔ فرمایا جو بھی منہ پر پانی چھڑکتا خدا شفاء عطاء کر دیتا۔ یہ برکت ہے۔

آپؐ وضو کرتے پانی تقسیم ہو جاتا تھا۔ حضورؐ حجامت کرواتے صحابہ ایک ایک بال تبرک لے جاتے۔

میں آج علماء کے سامنے حدیث پڑھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا:

اللھم ان ابراھیم عبدک وخلیلک ونبیک وانی عبدک ونبیک وانہ دعاک لمکۃ وانا ادعوک للمدینۃ بمثل ما دعاک لمکۃ مثلہ معہ اللھم بارک لنا فی مدینتنا اللھم اجعل مع البرکۃ برکتین.

فرمایا: خلیل نے مکہ کے لئے دعا کی تھی میں مدینے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ موئی میرے مدینے میں مکہ سے دگنی برکت عطاء فرما۔ برکت ہے یا نہیں؟ (ہے) آپ بے شک سارے پاکستان کا خزانہ لے جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے دس کروڑ ختم ہو جائیں گے میرے محبوب کے شہر کی کھجوریں ختم نہیں ہوں گی۔ (سبحان اللہ) مبالغہ کر رہا ہوں یا صحیح کہہ رہا ہوں؟ (صحیح کہہ رہے ہیں) یہ برکت ہے۔

آپ حجاج سے پوچھ لیں وہاں منڈی میں شلغم، خربوزے، تربوز مولیاں رب ذوالجلال کی قسم پوری دنیا میں جو سبزی اور میوہ نہیں ہوتا وہ مصطفیٰ کے شہر میں ہوتا ہے۔ میں بھی وہاں سے ہو آیا ہوں۔

غار تک پہنچا ہوں۔ وہ باتیں سناؤں تو آپ تڑپ جائیں۔ میں نے بھی وہاں جوتیاں نہیں پہنی تھی۔ دعا کرو خدا سب کو عشق رسول عطا فرمائے (آمین)

میں کوئی عاشق رسول ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے عاشق صادق بنائے (آمین) انما الاعمال بالخواتیم خدا خاتمہ

صحیح فرمائے۔(آمین)

عمل کے ذریعہ جنت، عمل کے ذریعہ جہنم

اس حدیث نے مجھے تڑپا دیا: لیعمل احدکم عمل اھل الجنۃ حتی لا یکون بینہ وبین الجنۃ الاشبرا واحد فسبقت علیہ الکتب ففی النار ایک آدمی نیکی کرتے کرتے جنت کے کنارے ہوگا۔ ایسا عمل کرے گا کہ جہنم میں چلا جائے گا۔ ایک آدمی برائی کرتے کرتے جہنم کے کنارے پر ہوگا۔ تمہارے ورضے والے فرماتے ہیں کہ اس سے ایسی نیکی ہوگی کہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔ ناز نہ کرو، وہ بے نیاز ہے۔

او حافظو، او حاجیو! یہ نہ کہو کہ ہم یوں انھم اناس یتطھرون خدا بے نیاز ہے۔ بخشش کرنے پر آئے تو کنجری کو بخش دیا۔ گنہگار، سیاہ کار، بدکار، فاسق فجار، بدکردار، بدافعالہ، بداعمالہ ایک کنجری چکلے سے نکلتی ہے۔ راستہ بدلتی ہے۔ دیکھتی ہے کہ کتا سسک رہا ہے بلک رہا ہے، ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ مٹی چاٹ رہا ہے، جان دے رہا ہے، عورت کو رحم آیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ کتے کو اٹھایا سائے میں بٹھایا، دوپٹے کو اتارا، اپنی جراب کو باندھ کر کنویں میں لٹکایا، پانی نکالا، کتے کا منہ صاف کر کے پانی پلایا۔ کتے کو ہوش آیا۔ رحمت کو جوش آیا۔

فرمایا ایک عورت کو میں نے دیکھا کہ جہنم میں پھر رہی تھی، فرمایا اس طرح تدور کدور الحمار جس طرح گدھا پھرتا ہے۔ اس کی انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ اردگرد پڑی ہوئی تھیں، منہ کھلا ہوا، آگ لگی ہوئی، میں نے کہا کون ہے فرمایا ستر سال سے عذاب میں مبتلا ہے۔ میں نے کہا کون ہے فرمایا: امراۃ صالحۃ ربطت ھرۃ فلم تترک حتی تاکل من خشاش الارض : اس عورت نے ایک بلی کو باندھا تھا۔ خود یہ نمازی تھی، قرآن پڑھتی تھی، بلی نے کچھ نقصان کیا تھا، اس کو باندھ دیا، کھانا پینا نہ دیا، بلی کو لوہے کی سلاخ ماری کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ انتڑیاں نکل آئیں بلی میاؤں کر کے مر گئی، محبوب دیکھو ستر سال ہو گئے ہیں ابھی تک بلی کا حساب پورا نہیں ہوا۔

جس کو دیکھو وہی کہتا ہے کہ جنت کا ٹھیکیدار ہوں۔ بھائیو! مہربانی کرو ایک دوسرے پر کفر کی مشین نہ چلاؤ میں ایک جملہ کہتا ہوں۔ دین پوری کا یہ جملہ یاد کر لو۔ خوش رہو کہ غفار ہے، ڈرتے رہو کہ قہار ہے۔

آنجا کہ نظر تست ہر ذرہ گلستان است

انجا کہ نظر قہر تست ، ہر ذرہ بیابان است

جب تو رحمت کی نظر اٹھائے تو بیابان کو آباد کرتا ہے کوئٹہ میں قہر کا تھوڑا سا نقشہ دکھایا تو پینتالیس ہزار آدمیوں کی لاشیں تڑپ رہی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر موتی

حضور کی ولادت باسعادت ہوئی ''کہو سبحان اللہ'' یہاں کچھ موتی دیتا ہوں۔ میں نے موتی جمع کئے ہیں۔ صبح صادق تھی، نبی بھی صادق تھا۔ اور صبح صادق کے بعد سورج طلوع ہوتا ہے۔ اشارہ تھا کہ اب صبح کاذب نہیں آئے گی۔ اب صادق رہے گی اور حلیمہ سب سے آخری دائی تھی اور ''دائی'' بھی آخری تھا، اور یہ بچہ ملنے والا بھی آخری تھا، نبی بھی آخری تھا۔ قرآن بھی آخری ہے، امت بھی آخری ہے اور حلیمہ غریب تھی، معلوم ہوا کہ نبی جہاں جہاں جاتا ہے وہاں رنگ لگ جاتا ہے۔ دنیا کہتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا اور ہوا کچھ بھی نہیں! اس طرح سینما کھلے ہوئے ہیں، شراب پی رہے ہیں، داڑھی ....منڈوا رہے ہیں اور نبی آیا ہوا ہے۔ نبی جہاں جاتا ہے نقشہ بدل جاتا ہے مکہ کا نقشہ بدل گیا یا نہیں (بدل گیا) مدینے گئے خدا کی قسم صحابہ کے الفاظ ہیں: فرمایا قد اضاء المدینہ کلما دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینہ، اضاء المدینہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں قدم رکھا تو پورا مدینہ روشن ہو گیا۔ یہ صحابہ کے الفاظ ہیں۔ رنگ لگ گیا بچوں کو پتہ چل گیا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

وہ دیکھو پہاڑوں سے چودھویں کا چاند چمکتا ہوا آرہا ہے۔ میں آپ کو یہی سمجھانے آیا ہوں۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا وہاں رحمت ہی رحمت ہوگی ایک حدیث مجھے یاد ہے: لایدخل المدینۃ الدجال والوبا والطاعون والزلازل والفتن میرے مدینے میں دجال، زلزلے، فتنے اور وبا نہیں پھیلے گی۔ جہاں میرا بسیرا ہے

گا دور اندھیرا رہے گا۔ رحمت کا ڈیرا رہے گا۔ مدینے میں زلزلہ آیا؟ (نہیں) قحط آیا نہیں فرمایا: ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم جہاں آپ کا ڈیرا ہو وہاں عذاب ہی نہیں دیا کرتے۔ اب میں دور چلا گیا ولادت پہ موتی دوں اور آپ کو تڑپا بھی دوں۔

بی بی حلیمہ کہتی ہیں کہ میری پینتیس برس کی عمر تھی، مکہ میں تین سودائیاں آئیں۔ کس کا نام یاد ہے؟ ان کے خاندان کا؟ ان کے قبیلوں کا؟ (نہیں) حلیمہ تو جو مصطفیٰ کی بی، تیری قبیلہ کا پتہ ہے تیرے خاوند کا نام حارث ہے۔ تیرے بیٹے کا نام عبداللہ ہے، تیری بیٹی کا ماشیما، انیسہ، جذیمہ، تیرا نام حلیمہ ہے، تیرا قبیلہ سعدیہ ہے۔

میں حضرت عثمانؓ کے مزار پر کھڑا تھا، آپ تھکے تو نہیں بیٹھے میں انشاء اللہ جلدی بریک لگاؤں گا پھر آرام سے آؤں گا "فی الحال آج سیرت کی جھلک لے لو، حضور انورؐ دو جہاں کے پیغمبر، محبوب رب انور، شافع محشر، ساقی کوثر، رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین، امام المرسلین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، خاتم النبیین، سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات میں بہترین، جس پر ہمیں یقین ہے جس کا اشارہ بھی دین پیغمبر کا اشارہ بھی؟ دین ہے۔

اگر اشارہ پر تقریر کروں تو گھنٹہ کھڑا رہوں اشارہ کرے تو چاند" دو ٹکڑے اشار کرے تو بادل برسنے لگیں، ارشاد کرے تو درخت دوڑتے ہوئے آجائیں۔ اشارہ کرے تو بوڑھی بکری میں دودھ آجائے۔ اشارہ کرے تو بادل دوڑتے ہوئے چھتری کی طرح نظر آئیں اشارہ کرے تو علیؓ درد نکل جائے۔ اشارہ کرے تو ابوبکرؓ کی ایڑی کا زہر نکل جائے یہ نبی کی انگلی ہے۔ کہو سبحان اللہ) خیر میں دور نہیں جاتا۔

میں حضرت عثمانؓ کی قبر پر کھڑا تھا۔ تو ایک مصری وہاں تھا۔ السلام علیک! وعلیک السلام ما سمک؟ عبدالشکور من این؟ من الباکستان من العجم، ماشاء اللہ ھل فزت من قبل لا انی جئت اول مرۃ یا شیخ ھل تعرف قبرا علی حشیش فی ناحیۃ وہ قبر جس پر گھاس اگا ہوا ہے جانتے ہو کس کی ہے؟ میں نے کہا لا واللہ انی جئت اول مرۃ علیکم ان تبین ما اعلم ما ادری کہنے لگا تعال اللہ اکبر یا رفیق ھی مرضعۃ رسول اللہ یہ وہی عورت ہے جس نے

محمد کو گود میں دودھ پیالا تھا میں نے وہاں کہا تھا کہ حلیمہ اس گود کو مبارک ہو نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا۔ یہ عام تقریر کر رہا ہوں۔ پھر کسی دوسرے وقت آپ کو سیرت کی علمی جھلک دوں گا۔ جو حضرت انسؓ کی حدیث تھی۔ اب ولادت بیان کر رہا ہوں، حلیمہ کہتی ہے میرے پستانوں میں دودھ نہیں تھا۔ میری اونٹنی کمزور قابل غور لوگ کہتے تھے۔ لا۔ ہور۔ کیونکہ بالکل کمزور تھی، قابلِ غور تھی، نہ چال تھی، نہ نور تھی۔ میرا خاوند بیمار تھا۔ لاچار تھا، بخار تھا۔ سر میں ازار تھا، بے کار تھا، نہ دکاندار تھا، نہ مالدار تھا۔ بلکہ عیالدار تھا۔ الفاظ میرے صحیح ہوں گے۔ ایسے فضول نہیں ہوں گے اور میرا بچہ روتا تھا، نہ سوتا تھا، پریشان ہوتا تھا، فرمایا نبی پر سفید چادر تھی۔

صحابہ کی بھوک اور تھکاوٹ حضور کو دیکھنے سے ختم ہو جاتی

توجہ کرنا نبی ہوتا ہے، ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں، کہ جب مجھے بھوک ستاتی تھی۔ اللہ کی قسم میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہو کر محبوب کا چہرہ دیکھتا تو میری بھوک ختم ہو جاتی۔ صحابیؓ کہتے ہیں کہ ہم تھکے ہوئے ہوتے تھے۔ حضورؐ کے چہرے کو دیکھنے کے بعد تھکاوٹ دور ہو جاتی تھی ''توجہ کرنا'' آپ تھکے بیٹھے ہیں یا پکے بیٹھے ہیں؟ ''پکے بیٹھے ہیں'' جاگ رہے ہو یا آہستہ آہستہ بھاگ رہے ہو؟ ''جاگ رہے ہیں'' خیر توجہ کیجئے میں کہتا ہوں کہ کچھ سیرت سن لو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریم بھی کہہ سکتے ہیں، رءوف رحیم بھی کہہ سکتے ہو۔ یہ قرآن نے کہا ہے: وبالمؤمنین رءوف رحیم ایک اور موتی دے رہا ہوں۔ سارے نبی امت کے نبی ہیں، میرا نبی نبیوں کا بھی نبی ہے۔ سارے نبی اپنی امت کے امام ہیں، میرا نبی سید الاولین والآخرین، سید المرسلین رسولوں کا بھی سردار ہے یہ عجیب بات ہے کہ آیا سب کے بعد اور کھڑا سب کے آگے۔

مجھے کہنے لگے مولانا! کیا یوسف علیہ السلام حسین نہیں تھے۔ میں نے کہا نبی حسین ہوتا ہے ما من نبی الا حسن صوت وحسن الصورۃ نبی حسین ہوتا ہے میں نے کہا جس نے پیارے یوسف علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے انگلیاں کاٹیں۔ جنہوں نے کملی والے کو دیکھا

انہوں نے اپنی اولاد تو کیا اپنی گردنیں بھی دے دیں۔

ابو بکرؓ و عمرؓ کا عشق رسول

حضرت ابو بکرؓ نے بیٹے کو کہا کہ کیا ہے۔ کہنے لگا ابا آپ دو دفعہ میری تلوار کے سامنے آئے خیال آیا ابا ہے مناہ کر گیا۔ بدر کے میدان میں ابو بکرؓ باپ ہے۔ عبدالرحمٰن بیٹا ہے۔ فرمایا بیٹا تجھے خیال آیا اگر تو میری تلوار کے نیچے آتا میں بیٹا نہ سمجھتا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن سمجھ کر دو ٹکڑے کر دیتا۔ یہ ہے عشق۔

عمرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا مجھ سے کتنا پیار ہے کہنے لگا، بیوی سے بچوں سے اولاد سے فرمایا پھر سوچ لو کہنے لگا۔ الآن من نفسی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جان سے بھی زیادہ آپ پیارے ہیں۔ فرمایا اب ٹھیک ہے دعا کرو اللہ ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ حضورؐ سے محبت عطا فرمائے۔ (آمین)

بڑوں کا ادب ضروری ہے

عبداللہ بن سلامؓ اب تو نام بھی بہت ہے۔ لیلیٰ مجنوں، ہیر، رانجھا، سیف الملوک، سستی پنوں، اور پتہ نہیں کیا کیا ہیں تم میں ایسے بے وقوف ہیں کہ وہ بوٹا سنگھ جو ہماری مسلمان بہن زینب کو لے آیا اور گاڑی کے نیچے آ گیا۔ اور مر گیا تم نے کہہ دیا شہید عشق، بے وقوف آدمی پھول چڑھاتے ہیں مجھے بہت افسوس ہوا۔ کبھی کبھی غلطی کر بیٹھتے ہو، دعا کرو خدا ہمیں معاف فرمائے۔ (آمین) میں نے سب کو نہیں کہا۔ ان کو کہا جنہوں نے غلطی کی، میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ بڑے بڑے علماء بھی ہیں۔ میں بڑوں کا ادب بھی کرتا ہوں، اب کرنا ضروری ہے۔ میں نے ادب پیغمبر سے سیکھا ہے۔ جب ابو بکرا اپنے اسی سالہ والد کو لائے۔ جو آنکھوں سے نابینا تھے۔ لڑکھڑاتا ہوا۔ لرزتا ہوا آ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صدیق کیسے لائے ہو؟ کہنے لگا زندگی بھر دشمنی کی آج آپ کا کلمہ پڑھنے لا رہا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو جلدی سے اٹھے چادر مبارک بھی گر پڑی فرمایا صدیق! اس عمر میں ان کو کیوں تکلیف دی؟ مجھے کہتا میں مصطفیٰ چل کر اس کے دروازے پر جاتا خدا کی قسم حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ

کر کندھے پر رکھا اور فرمایا ابو قحافہ جس کو ملنے آیا ہے وہ محمد میں ہوں۔ بڑوں کا ادب سکھایا، جب بی بی حلیمہ ملنے آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر بچھائی۔ ہم تو حقیقی ماں کو معاف نہیں کرتے کہو نعوذ باللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درندے بھی پہچانتے تھے

ذرا آپ کو رلا دوں، تڑپا دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بچپن میں جو بکریاں چراتی تھیں، بی بی شیما، بی بی انیسہ، بی بی جذامہ، بی بی جزیمہ، یہ اس کے نام ہیں۔ بی بی شیما کہتی ہے۔ میں بکریوں کے ساتھ آقا کو لے جانے لگی تو حلیمہ نے کہا بیٹی شیماء جی اماں بیٹی یہ مکے کی امانت کتنا حسین ہے۔ اور تو اس کو دھوپ میں لے جا رہی ہے۔ تو کہنے لگی اماں! جب میرا بھائی ساتھ ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سارا ریوڑ سائے میں ہے دھوپ لگتی نہیں۔ اماں جی! جس دن یہ بھائی محمد ساتھ ہوتا ہے، بکریاں چرتی تو نہیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکریاں بھی پہچانتی تھیں۔ اونٹ آپ کو پہچانتے تھے۔ نہ پہچانیں تو بندے نہ پہچانیں۔ محمد کو درندے بھی پہچانتے تھے۔ میرا دعویٰ ہے کہ شیر بھی پہچانتے تھے۔ حضرت سفینہ صحابیؓ تھے۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے علماء سے پوچھ لینا۔ جب افریقہ کے جنگل میں نبی کا دیوانہ پروانہ، مستانہ، تابعدار، جانثار، وفادار، نبی کا یار آیا تو شیران کی طرف بھاگا صحابیؓ نے کہا۔ یا اباالحارث انا مولیٰ رسول اللہ میں مصطفیٰ کا غلام ہوں۔ شرم نہیں آتی شیر؟ اس پر حملہ کرتے ہو جس نے مصطفیٰ کو دیکھا ہے میں مصطفیٰ کا غلام ہوں۔ آج تو لوگ صبح سویرے اٹھ کر کہتے ہیں ابوبکر پر لعنت یعنی نبی کے روضے کی طرف لعنت بھیجتا ہے۔ نعوذ باللہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

میرا مشن یہ ہے کہ صحابہ کو چھوڑ و تو پیغمبر نہیں ملتا پیغمبر کو چھوڑ و تو خدا نہیں ملتا ہمیں تو جو کچھ بتایا ہے صحابہؓ نے بتایا ہے۔ فقط بی بی صدیقہؓ کی جوتی میں جاؤں۔ پوچھوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے؟ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر آتے تو اسلام علیکم کہتے تھے۔ میں نے پوچھا کیا کرتے تھے؟ فرمایا گھر میں آتے میں دیکھتے کہ نبی کی آنکھوں میں اتنی حیاء ہوتی کہ لڑکیوں میں اتنی نہیں ہوتی تھی۔ میں نے کہا حضور کیا کرتے تھے؟ فرمایا

میں آٹا گوندھ رہی ہوتی تو نبی بکری کا دودھ نکال لیتے۔ دیکھتی کہ نبی جھاڑو دے رہے ہیں۔، نبی آپ اپنی جوتی کو ٹانکہ لگا رہے ہوتے، کبھی آپ لکڑیاں اتار رہے ہیں۔ کبھی آپ کپڑے دھو رہے ہیں۔ بعض دفعہ یوں بھی دیکھا کہ بریرہ لونڈی سو رہی ہے نبی پنکھا کر رہے ہیں۔ آج کون کرتا ہے۔

او سیٹھو! تم کیا کرو گے۔ تم تو نوکر گلاس میں پانی نہیں پیتے تم تو کہتے ہو میرے پلنگ پہ نہ آنا تم لوگ کہتے ہو بچا ہوا پانی خراب ہے اس میں جراثیم ہیں، میں نے آقا کو دیکھا کہ دودھ کا پیالہ ہے، فرمایا جاؤ ابو ہریرہؓ سب کو پلاؤ پہلے میرے غلام پئیں گے ستر صحابہ نے پیا تو ان کا بچا ہوا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا تھا۔ جب حضورؐ سفر میں ہوتے تھے تو فرماتے تم اونٹ ذبح کرو، تم گوشت بناؤ تم پانی بھر لاؤ، تم اونٹ کو چراؤ، تم سامان کی حفاظت کرو، خود کھڑے ہو کر فرماتے میں محمدؐ جنگل سے لکڑیاں لاتا ہوں۔ یہ کون کر سکتا ہے یہ محبوب کی سیرت ہے میں آقا کو دیکھ کر حیران ہوتا ہوں، کبھی دیکھتا ہوں تو مزدوروں کی صف میں پتھر اٹھا رہے ہیں کبھی دیکھتا ہوں تو بوڑھی کی گٹھڑی اٹھا کر گھر پہنچا رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب کی نظر میں

ابو طالب سے میں نے پوچھا بتاؤ تیرا بھتیجا کیسا ہے کہنے لگا میرا بھتیجا اتنا خوبصورت ہے کہ جب مکہ میں بارش نہیں ہوتی تو بھتیجا کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتا ہوں تو بارش شروع ہو جاتی ہے۔ ابو طالب کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ یتیموں کو کھانا کھلا رہا ہے۔ اندھی اور بیواؤں کی انگلی پکڑ کر گھر پہنچا رہا ہے۔ اور ہمیں اگر کوئی اکیلی عورت مل جائے اور کانوں میں سونے کی بالیاں پہن رکھی ہوں تو کان بھی کاٹ کر بھاگ جائیں (نعوذ باللہ) یہ کچھ یہاں ہو رہا ہے۔ یہ نہ سمجھنا ہمیں پتہ نہیں، ہمیں آپ کی ریاست کا بھی پتہ ہے ہمیں آپ کی سیاست کا بھی پتہ ہے۔ میں دین پور کی مٹی کو ہوں جہاں سیاست کا مرکز رہا ہے۔ جہاں عبید اللہ سندھیؒ دفن ہے۔ اور میں نے عبید اللہ سندھیؒ کے پاس گلستان پڑھی ہے تو بات سیرت کی تھی۔

بی بی صدیقہؓ کی جوتی میں میں چلا گیا۔ میں نے کہا اماں جان، بتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر پر کیا کرتے تھے؟ فرماتی ہیں کہ رات کو آپ جلدی سو جاتے تھے۔ جب

میں جاگتی تو حضور تہجد میں کھڑے ہوتے تھے۔ کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس دس پارے ایک ایک رکعت میں پڑھ جاتے کبھی دیکھتی تو آپ سجدے میں ہیں۔ مجھے تین تین دفعہ جاگ آتی محبوب کا سجدہ ختم نہ ہوتا۔

او مسلمانو! اللہ فرماتے ہیں: یا یھا المزمل قم الیل الا قلیلا۔ کملی والے کچھ آرام بھی کیا کرو۔ رات کو تھوڑی عبادت کیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ما عبدنا ک حق عبادتک آنکھوں اور پاؤں پر ورم ہے۔ مگر پھر بھی فرماتے ہیں خدایا! محمد تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

نبی اور خدا جدا جدا

میں ایک اور موتی دے کر آپ کو تڑپا دوں۔ یہ کہتے ہیں خدا اور نبی ایک ہے میں نے مصطفیٰ کو حج کے لئے آتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ نے ایک حج کیا ہے دو عمرے کئے ہیں مجھے حضور کی مسجد کے دروازے بھی یاد ہیں۔ رب ذوالجلال کی قسم مجھے ''ریاض الجنۃ'' کے یک ایک ستون کا نام بھی یاد ہے اسطوانہ عائشہ، اسطوانہ ابی لبابہ استوانہ حریس، اسطوانہ حنانہ، اسطوانہ وفود، یہ ستونوں کے نام ہیں۔ تم کہتے ہو نہیں پتہ نہیں۔ یہ باب الرحمت ہے باب السلام، باب السعود، باب ابوبکر صدیقؓ باب عمر بن الخطاب، باب عثمانؓ، باب عبدالمجید، باب جبرئیل باب النساء، باب بقیع، یہ مسجد کے دروازے ہیں۔ کہتے ہیں ان کو پتہ نہیں۔ ہمیں بہت کچھ پتہ ہے ہمیں تعلق ہے۔ عزیزو! میں کوئی عالم نہیں ہوں۔ کچھ باتیں کر رہا ہوں، اب تو باغ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہو کر بہت سارے پھول سونگھا رہا ہوں تاکہ دماغ معطر ہوں۔ دل مطہر ہو جائیں۔ آمین

بی بی فرماتی ہیں، ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تھے۔ اتنا لمبا سجدہ ہوا کہ میں نے ایڑیوں کو ہاتھ لگایا۔ یہ سجدہ کس کے سامنے تھا؟ اللہ کے سامنے لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن نبی کہے گا۔ چھوڑ دے خدا کہتے گا جاؤ؟ تم عجیب تماشا کرتے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں شفاعت کا سجدہ کروں گا۔ سات دن سجدہ کروں گا، آنکھوں سے آنسو داڑھی مبارک تر، محشر کا میدان میں آنسو، خدا فرمائیں گے۔ کیوں رو رہے ہو؟ کہوں گا جس کی امت پکڑی ہو وہ کیسے نہ روئے۔ سب نے دنیا میں دعا کی تھی۔

میں اب دعا کرتا ہوں۔ یا اللہ میری دعا سن اللہ فرمائے گا۔ ارفع راسک سل تعطہ، قل تسمع اشفع تشفع استجب تجب کہو سبحان اللہ۔ ترجمہ کروں تو گھنٹہ چاہیے میں ایک موتی دے کر خدا اور رسول کا فرق بتاتا ہوں۔ حضورؐ حج پر آئے۔ صحابہؓ کہتے ہیں جب آپ بیرٔ علی سے آگے نکلے تو آپ نے اپنی دستار اتار کر نائی کو بلا کر سر منڈا دیا۔ ایک صحابیؓ نے کہا حضرت ایسی بہترین زلفیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زلفوں میں ایسے نظر آتے تھے۔ جیسے بادلوں سے چودھویں کا چاند نکل آئے۔ آپ بہت خوبصورت تھے۔ کان رسول اللہ مدور الوجہ آپ کا چہرہ گول تھا صحابہؓ کہتے ہیں ہم دیکھتے رہتے تھے ہماری آنکھیں سیر نہیں ہوتی تھیں۔ دل چاہتا تھا کہ دیکھتے ہی رہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والوں نے انگلیاں کاٹیں اور محبوب کے دیکھنے والوں نے اولاد اور گردنیں دے دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا تو پتھر سے پانی نکلا۔ آپؐ نے ہاتھ رکھا تو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قم باذن اللہ کہا تو تھوڑی دیر مردہ زندہ ہو کر پھر مر گیا۔ آپ تھوڑی دیر جدا ہو گئے تو کھجور کی لکڑی آپؐ کے عشق میں زندہ ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت مجھے بادلوں تک نظر آیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براق سات آسمانوں سے بھی گزر چکی ہے۔ شان زیادہ ہے یا نہیں؟ ”ہے“

علماء دیوبند کا علم

جس طرح تم کہتے ہو کہ ریڈیو پاکستان بول رہا ہے۔ یہ علماء اہلسنت بول رہے ہیں بعض لوگ ہمیں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح کانی بھینس قصائی کو دیکھتی ہے۔ اللہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا غلام بنائے۔ (آمین)

سنو! سیرت رحمت اللعالمین سیرت المصطفیٰؐ سے لے کر سیرت النبیؐ علامہ شبلیؒ، سید سلیمان ندویؒ نے چھ جلدوں میں لکھی ہے۔ ہر میدان میں ہم نے کام کیا ہے۔ احادیث کی شرح ہم نے لکھی ہے بذل المجہود، فیض الباری، تجرید البخاری، العرف الشذی، فتح الملہم ہو، معارف السنن ہو یا معارف الحدیث ہو یہ سب ہم نے لکھی ہیں۔

علامہ رشید تفسیر منار والے سے پوچھو۔ جو مصر سے جامعۃ الازہر کا پرنسپل شیخ الجامعہ جب دیوبند آیا۔ دل میں خیال تھا کہ دیوبند کا مدرسہ دیکھ کر آتا ہوں۔ وہاں پہنچے تو

مولانا انور شاہ کشمیریؒ ترمذی پڑھا رہے تھے۔ کہنے لگے کیف العالم دیکھتا ہوں کیسے پڑھاتا ہے۔ کیف یقرء؟ کیف یعلم؟ کیسی تعلیم دیتا ہے۔ مولانا کشمیریؒ نے جب حدیث شروع کی فرمایا یہ حدیث بخاری میں یوں ہے، ترمذی میں یوں ہے، مسلم میں یوں ہے، فلاں جگہ راوی یوں ہے، روایت یوں ہے، درایت یوں ہے۔ جرح وتعدیل میں یوں ہے اسماء الرجال میں فلاں کا نام یوں ہے جب چار پانچ حدیثیں بیان کیں تو اٹھ کھڑا ہوا۔ **واللہ انی درت بلا دالعرب و العجم لقیت مع العلماء کلھم و اللہ ما رائیت مثلک عالما متبحرا انت بحر العلوم مجتھد الوقت** کہنے لگے سارے عالموں سے ملا ہوں تجھ جیسا عالم نہیں ملا۔ کہنے لگا آپ چلیں میرے ساتھ آپ کو وہاں دس ہزار روپے تنخواہ دیں گے۔ فرمایا مجھے دیوبند کے دوسو کافی ہیں یہیں چٹائی پر بیٹھ کر حدیث پڑھاتا رہوں گا۔ اس نے ہاتھ چومے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی پیشانی چومی۔ کہنے لگا خدا کی قسم روئے زمین پر اتنا بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا اور مخالف کہہ دیتے ہیں ان کو آتا ہی کچھ نہیں۔ اب میرے پاس عالم موجود ہے سینے کو کھولو تو دس ہزار حدیث یاد ہوں گی۔ اب بھی ہمارے پاس ایسی ہستی موجود ہے اسے میں مل کر آیا ہوں۔ خدا کی قسم جن کو ہر رات حضور کی زیارت ہو رہی ہے۔ تم نے کیا سمجھا ہے۔ ہمیں تعلق ہے دعا کرو خدا تعلق برقرار رکھے۔ ’’آمین‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات

بھائیو! بات دور نکل گئی، بی بی حلیمہ سعدیہؓ پر بات کر رہا تھا۔ دعا کرو خدا کوئی جملہ منظور کرے۔ آمین تابع حضور کرے آمین رحمت سے بھرپور کرے آمین دین ودنیا میں سرور کرے۔ (آمین) تو حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں میں نے چادر اٹھا کر چہرہ دیکھا تو اچانک میرے وجود میں ایک عجیب اثر پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ پستان دودھ سے بھر گئے۔ میں نے دیکھا کہ وجود میں خوشبو ہے۔ ادھر دیکھا تو میری اونٹنی رسے تڑوا رہی ہے۔ خاوند کو دیکھا چلا آرہا ہے۔ بچے کو دیکھا تو چپ کر کے سو گیا ہے۔ ایسے نصیبے والا بچہ تو میں نے نہیں دیکھا۔ ضرور اس کو لے کر چلیں گے۔ یہ ہمارے اجڑے گھر کو آباد کرے گا۔ بہر حال پھر اونٹنی پر سوار ہوئے جس اونٹنی پر بیٹھے وہ سب سے آگے نکل رہی تھی۔ میں نے کہا جس اونٹنی پر بیٹھے وہ

اونٹنی آگے نکل گئی، جس بندے کے کندھوں پر بیٹھے وہ بندہ سب بندوں سے آگے نکل گیا۔

شیما کی بات آپ کو سنا دوں۔ شیما کیوں لے جا رہی ہے۔ کہنے لگی اماں آپ کہتی ہیں کہ جنگل میں کیوں لے جا رہی ہو جب یہ بھائی ساتھ ہوتا ہے اس کو نیند آنے لگتی ہے تو میں اپنا دوپٹہ بچھا دیتی ہوں۔ جب میرا بھائی محمدؐ سو جاتا ہے تو میں پنکھا بھی کرتی ہوں۔

بہن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ

ایک آدمی دوڑتا ہوا آتا ہے۔ حضرت! حضرت! فرمایا جی کہنے لگا ہم ایک قبیلہ میں لڑنے گئے، بڑی عجیب بات کر رہا ہوں۔ خطابت کے انداز میں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے وہاں محاصرہ کیا۔ ایک عورت نکلی سادہ کپڑے تھے۔ اس نے کہا تم ہمیں گرفتار کر رہے ہو، مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنا رہے ہو، جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں تمہارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہن ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر؟ کہنے لگا حضرت وہ آتو رہی ہے اور رو رہی ہے۔ حضورؐ کی چادر مبارک گر پڑی۔ بڑی تیزی سے باہر نکلے، بی بی شیماں کو دیکھا تو فرمایا لوگو یہ میری بہن ہے۔ اس نے دوپٹے میرے نیچے بچھائے تھے۔ محمد اس کا احسان نہیں اتار سکتا۔ چھوڑ دو! چھوڑ دو! جس کی شیماں سفارش کرے اس کو بھی چھوڑ دو۔ یہ تو میرا محسن گھرانہ ہے۔ ہم بھی سیرت کے مالک ہیں؟ جہاں مہمان ہوں اس کا بستر الے جاتے ہیں۔ جس کے گھر نوکر ہوں اس کی بیٹی سے زنا کرتے ہیں، نعوذ باللہ

تمہیں سیرت سناؤں! کہتے ہیں کہ جب شیماء آئی تو حضورؐ نے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا اسی چادر پر بیٹھو فرمایا شیما تیرے احسان مصطفیٰ کو آج بھی یاد ہیں۔ عائشہؓ کو (اطلاع بھیجی) روٹی پکاؤ، میری بہن آئی ہے۔ دیکھو ایک میلے کپڑوں والی جس نے بچپن میں میرے محبوبؐ کی خدمت کی تھی۔ آج تک میرے آقا کو اس کا احسان یاد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات

مدنیؐ تیری رحمت پہ قربان، مصطفیٰؐ تیری نبوت پہ قربان، اونٹنی پر بیٹھے تو گھر پہنچے حلیمہ کہتی ہیں کہ میرے گھر میں برکت، میرے پانی میں برکت، لوگوں کی بکریاں شام کو

آئیں تو دودھ سوکھے۔ میری بکری دوپہر کو آئے تو تھن بھر چکے ہوتے۔ آج بھی برکت ہے یہ برکت نہیں؟ کہ آپؐ نے لعاب ڈال دیا جابرؓ کے آٹے میں اور اس کے سالن میں تو پھر ساڑھے نو سو آدمیوں کا پیٹ بھر گیا۔ یہ برکت ہے غزوہ خندق میں انگلیاں رکھیں تو تین سو مشکیں بھر گئیں۔ تین سو اونٹ پانی بھی پی گئے اور نبی کی انگلیوں سے پانی جاری رہا۔ یہ برکت ہے ہم برکت کے قائل ہیں۔

آج ایک نیا راز علماء کو بتاؤں جو حضرت خالدؓ سے ملا ہے۔ خالدؓ کہتے ہیں میرے سر پر ٹوپی تھی۔ جب میں ٹوپی اوڑھ کر میدان میں نکلتا تھا۔ مجھے دس ہزار آدمی دس نظر آتے تھے۔ یہ میری ٹوپی کا کمال نہیں تھا اس میں محمدؐ کے سر کے بال تھے۔ فرمایا ساٹھ ہزار آدمی مجھے ساٹھ نظر آتے تھے۔ دس تلواریں تو ٹوٹ جاتیں مگر میرے بازوؤں کی قوت میں فرق نہیں آتا تھا۔ نبی نبی ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت

تو بھائیو! میں سمجھا رہا تھا ایکم مثلی کون ہے جو میرے مصطفیٰ کا مقابلہ کرے۔ سارے انبیاء جمع کرو تو میرے مصطفیٰ کی شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اپنے گھر میں سیرت پیدا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھر میں آؤ تو السلام علیکم کہو۔ آج تو سلام بھی کئی طرح کے بنا لئے ہیں۔ دعا کرو خدا ہمیں صحیح سلام عطا کرے۔ آمین

ماں باپ اپنی اولاد کو اتنا نہیں سکھا سکتے، جتنا کملی والے نے امت کو سکھایا ہے۔ ہمیں کپڑے پہننا سکھایا، ہاتھ دھونا سکھایا، سونا سکھایا، جاگنا سکھایا، چلنا سکھایا، فرمایا راستے میں چلو تو تین کام کرو۔ غض البصر نگاہ نیچی رکھو۔ خواہ مخواہ نہ دیکھو۔ یا علی لا تتبع النظر علی پہلی نگاہ اٹھ جائے تو خیر، دوسری نگاہ اٹھی تو آنکھ پکڑی جائے گی۔ یہ حضرت علیؓ کو فرمایا۔ حقیقت میں امت کو سبق ہے۔ ہم تو اسی تانگے کے پیچھے اسی گرلز ہائی سکول کے گیٹ پر ہیں خدا شرم دے (آمین) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوپٹہ اتارا نہیں۔ جب حاتم طائی کی بیٹی آئی تو نبی نے نگاہ نیچے کر کے فرمایا کہ بلال! یہ لے میرا رومال، اس لڑکی کا پردہ سنبھال، ابھی فی الحال مجھے، کر خوشحال۔ اس نے کہا حضرت حاتم طائی کافر کی بیٹی ہے۔ پردہ کہاں، فرمایا بلال! بیٹی بیٹی ہے کسی کی ہو۔ مصطفیٰ کے دربار میں آئے گی تو بیٹی بن کر آئے گی۔ یہ میری بھی بیٹی

ہے۔ بلالؓ میں پردہ اتارنے نہیں آیا۔ پیغمبر پردہ سنبھالنے آیا ہے۔ حاتم طائی کی بیٹی کہتی ہے کہ نبوت کی چادر میرے اوپر آئی پورے وجود میں اسلام کا کرنٹ آ گیا۔ پسینہ آ گیا۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ نے چادر نہیں دی مجھے جنت میں پہنچا دیا ہے۔ اب میں کلمہ پڑھتی ہوں۔ اس کے قبیلہ کے تین سو آدمی تھے کہنے لگے قبیلے والو! اگر نبی کی دشمنی اور انکار میں اکٹھے تھے تو آؤ اقرار بھی اکٹھے کرلیں۔ تین سو بندے اسی وقت نبیؐ کے غلام بن گئے۔ دین پیار سے آیا ہے۔ جو کانٹے بچھاتی تھی۔ حضورؐ دعا کرنے گئے، ہمیں کوئی گالی دے تو سو جوتے ماریں، ہر روز لڑائی ہے۔ اورام جمیل جو ہر روز کانٹے بچھاتی تھی۔ حضورؐ نے دیکھا کہ راستے میں کانٹے نہیں فرمایا، ابوبکر، عمر، بلال! چلو فی الحال ان کے لئے دعا کریں۔ حضرت وہ تو کانٹے بچھاتی ہے۔ سنا ہے بیمار ہے لاچار ہے۔ فرمایا یہ رحمت کا سردار ہے مجھے ہمسایوں سے پیار ہے۔ فرمایا تو محبت درکار ہے، یہ رحمت کا سردار ہے۔ یہ پہنچے تو اس کی لڑکی کہنے لگی۔ یا ام قد جاء محمد واصحابی اماں جس کے پاؤں میں کانٹے بچھاتی تھی وہ جماعت لے کر آرہا ہے۔ اس نے کہا شاید بدلہ لے گا اور مار دے گا۔ کونے میں چھپ گئی اور رو رہی ہے۔ فرمایا: علیک السکینة ایتها المسکینه لست انا جبار وغضبان ۔ مسکینہ آرام کرو میں بدلہ لینے نہیں آیا میں تیرے لئے دعا کرنے آیا ہوں تو جفا کر میں وفا کروں، تو دعا کر میں دعا کروں، تو کانٹے بچھا میں ہمسایہ کا حق ادا کروں۔ تو اس نے منہ پر ہاتھ دے کر کہا مکے والو! مجھ جیسی بد بخت کمینی کوئی نہیں۔ مصطفیٰ جیسا صاحب اخلاق کوئی نہیں ہے۔ یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اب اس نبی کی سیرت اس قوم کو پیش کریں جو روزانہ چھرے گھونپ رہی ہے۔ روزانہ لڑ رہی ہے دعا کرو خدا اخلاق عطا فرمائے۔ ''آمین''

دین کا مدار تین چیزیں، اور بیان کون کرے

دین کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ پیغمبر کی ذات پر، مدنی کی بات پر، مصطفیٰ کی جماعت پر پیغمبر کی ہر بات صحیح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لعن اللہ الزائرات القبور حدیث چھپاؤں یا بتاؤ'' بتاؤ'' فرمایا جو عورتیں کسی کی قبر پر جاتی ہیں قبر کی زیارت کے لئے اس پر خدا کی لعنت ہو یہ میں کہہ رہا ہوں یا نبی نے فرمایا؟ (نبیؐ نے فرمایا ہے) اور جو نبی پر جھوٹ کہے جہنمی ہے یا نہیں ہے؟ ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ فی

النار۔ جو مجھ پر جھوٹ کی نسب کرے اس کو کہو جہنم کا دروازہ کھول کر آئے۔ منبر پر بیان کرنا مشکل ہے آپ نے تو ہر میراثی کو کھڑا کر دیا۔ جو صابن بیچتے تھے وہ خطیب پاکستان بن گئے۔ قوم کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ میں تو عالم نہیں ویسے علماء نے لکھا ہے۔ کہ سٹیج پر وہ تقریر کرے جس کو قرآن اور حدیث کا پتہ ہو۔ اور جس کو علماء سے حدیث کی اجازت ہو۔ جو حدیث کے مقام کو جانتا ہو۔ یہاں ہر کوئی خطیب بن گیا ہے۔ دعا کرو خدا ہمیں سٹیج کے لائق بنائے (آمین)

قبروں کی پوجا کرنے والوں پر اللہ کی لعنت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنو! آپ نے فرمایا: لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياء هم وصلحاء هم مساجدا. ان یہودی ونصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جو نبی اور ولی کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس پر خدا اور رسول کی لعنت ہو یہ کس نے فرمایا؟ نبی نے قبر کی زیارت کریں سجدہ کریں؟ (زیارت کریں) حدیث پڑھوں؟ (پڑھو) زوروا القبور فانها تذكر الموت. تم قبر کی زیارت کرو تمہیں موت یاد آئے گی۔

ہم اولیاء کو مانتے ہیں، ان کی قبر پر کیسے جائیں

لوگ ولیوں کے مزاروں پر جا کرنا جائز کام کرتے ہیں۔ دعا کرو خدا ہمیں اولیاء سے پیار عطا فرمائے۔ "آمین" ہم اولیاء کے غلام ہیں۔ ایک خواجہ معین الدین چشتیؒ نے نوے لاکھ ہندوؤں کو مصطفیٰ کا کلمہ پڑھایا تھا۔ حضرت علی ہجویریؒ نے لاہور کو زندہ کیا۔ اللہ اس کی قبر پر رحمت برسائے۔ (آمین)

ہم اولیاء کے غلام ہیں میں نے پیران پیر سے پوچھا کہ قبرستان کیسے جائیں۔ خدا کی قسم غنیۃ الطالبین میں ہے اذا زرت قبراً فلا تمسه ولا تمسه ولا تقبله بل القعد عند موضع وقوله ثم اقراء احد عشره مرة قل هوا الله احد وشئی من القرآن ثم يهدى ثواب الروح اصحاب القبر ثم يسئل الله حاجته. کہو سبحان اللہ یہ دین ہے ہاتی ڈالڈے کا خالی ٹین ہے۔ فرمایا قبرستان جاؤ جوتی اتار کر جاؤ۔ وضو کر کے جاؤ، قبرستان جاؤ تو قرآن پڑھو، ایک طرف کھڑے ہو جاؤ، سجدہ نہ کرو، لتاڑو نہ۔ نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا جو قبر پر لات رکھتا ہے۔ یوں سمجھے جہنم کے انگارے پر کھڑا ہے۔ لا یقعدو ولا تعطی ولا یسرج السرج یہ مشکوۃ ہے۔ پیرانِ پیر کہتے ہیں قرآن پڑھو قبر والے کی روح کو ثواب بخشو جو کچھ مانگو کس سے مانگو؟ اللہ سے بیٹا بیٹی کون دے گا۔ (اللہ) اس لئے ہم سے لڑتے ہو کہ ہم خدا سے مانگتے ہیں۔ دعا کرو خدا ہمیں صحیح عقیدہ دے۔ آمین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی ایک اور جھلک

فی الحال سیرت کی جھلک دی ہے

اس نے مسجد میں پیشاب شروع کر دیا یاد ہے؟ جی ہاں بڑے اخلاق سے سمجھا رہا ہوں۔ مہربانی کرو اور دین کو سمجھو۔ صفائی میں ضروری ہے۔ ہر نماز پر مسواک کرو۔ حضورؐ نے فرمایا جمعہ کے دن خوشبو لگاؤ۔ عید پر خوشبو لگاؤ، میں اپنے مسلمانوں کو خوشبو والا اور معطر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ ہمیں صفائی عطا کرے۔ آمین

ایک حدیث بڑی سخت ہے مجھے یاد آ رہی ہے۔ فرمایا: تطیبوا وتنظلوا خوشبو لگاؤ اور صفائی رکھو۔ فان بنو اسرائیل لم یفعلو کذالک فزنت نساء ھم۔ بنو اسرائیل میلے کچیلے رہتے تھے۔ ان کی عورتوں نے زنا کروانا شروع کر دیا۔ تم بن ٹھن کر رہو۔ اسلام میں سب کچھ ہے، تمہاری سائنس میرے اسلام کی تائید کرتی ہے۔ تم چھری کانٹے سے کھاتے ہو، اسلام ہاتھ سے کھلاتا ہے، تم بھی کہتے ہو پینے والے پانی میں پھونکیں نہ مارو۔ اسلام بھی روکتا ہے۔ تم کہتے ہو گرم کے اوپر ٹھنڈا نہ پیو۔ اسلام بھی روکتا ہے۔ تم کل تک کہتے تھے، کہ کوئی آدمی اوپر کیسے جا سکتا ہے۔ اگر آج امریکہ اور روس کے خلاباز جا سکتے ہیں تو کیا خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جا سکتا؟ ہم نے کہا تمہاری مشین میں اتنی طاقت نہیں۔ جتنی خدا کے دین میں طاقت ہے۔ اسلام نے کہا کہ کتا منہ مارے تو سات دفعہ برتن کو دھوؤ۔ یہ بھی کہتے ہیں واقعی زہر کا اثر ہوتا ہے سات دفعہ دھوؤ ورنہ اثر رہتا ہے۔ حضورؐ کے الفاظ سناؤں خوش ہو جاؤ گے نبیؐ نے فرمایا جب رات ہو جائے: واغلقوا ابوابکم دروازے اپنے بند کر لیا کرو، کہیں ایسے نہ ہو کہ ڈاکو اور دشمن تمہارے گھر میں آ کر تمہیں قتل کر دے۔ کفوا صبیانکم رات کے اندھیرے میں بچوں کو روک کر رکھیں کہیں

اندھیرے میں گڑھے میں نہ گر جائیں کوئی اغوا نہ کر لے۔

وَاذفَعُو سُرُجکُمْ : دیئے اور روشنی کو بجھادو۔ ایسا نہ ہو کہ بجلی شاٹ ہو جائے یا کوئی موم بتی گر پڑے اور تمہارے گھر کو آگ لگ جائے۔ غُطُّوا اٰنِیَتکُمْ برتن کو ڈھانپ کر رکھو کہیں کتا یا بلی تمہاری پاک چیز کو پلید نہ کر جائیں۔ فرمایا جب صبح کو جوتی پہنو جھاڑ کر پہنو۔ کہیں بچھو نہ اندر بیٹھا ہو۔ بستر اندر ہو تو اس کو جھاڑ کر دیکھ لو کہیں سانپ نہ بیٹھا ہو۔ میری امت کو تکلیف نہ ہو جائے۔ اس لئے تو میں کہتا ہوں کہ آپ ماں باپ سے زیادہ شفیق ہیں۔ فرمایا ترازو اٹھانے والو ہوش کر کے ترازو اٹھاؤ۔ آج ترازو تمہارے ہاتھ میں ہے کل تمہارے عمل والا ترازو خدائے قہار کے ہاتھ میں ہوگا اور اعمال تولے جائیں گے۔

ججو، چیف جسٹسو! آج تم قوم کا فیصلہ کر رہے ہو۔ کل تمہارا فیصلہ خدائے قہار کرے گا سب سمجھا دیا۔ اسلام میں سب کچھ ہے، فرمایا راستے میں چلو تین کام کرو۔ غض البصر نگاہ نیچے رکھو اتنی نگاہ نیچی نہ ہو کہ ایکسیڈنٹ ہو جائے اور ہسپتال چلے جاؤ۔ صرف نگاہ نیچے رکھو فرمایا اماطة الاذی عن الطریق راستے میں کوڑا ہو، کرکٹ ہو، گندگی ہو، گوبر ہو، اینٹ ہو، پتھر ہو، صفا کرو ہم کیا کرتے ہیں سارا کوڑا کرکٹ گلی میں ڈال دیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی جا رہا تھا ایک خاردار لکڑی کو دیکھ کر اس نے راستہ سے ہٹا دیا خدا نے اس کو جنت میں بھیج دیا۔

ہر مسلمان کو سلام کرو

والسلام علی من لم تعرف اولم تعرف جو بھی راستے میں ملے واقف ہو یا نہ ہو اس کو السلام علیکم کہو۔ اگر کوئی نبی کی ختم نبوت کا منکر ہو تو اس کو سلام نہ کہو۔ اگر وہ سلام کرے تو تم صرف وعلیکم کہو سلام یہی ہے۔ یہ Good Evening, Good Morning یا علی مدد، مولا علی مدد یہ سلام نہیں ہیں۔ یہ کلام ہے دعا کرو خدا سلام بھی سنت والا عطا کرے۔ آمین

آج تو کسی بڑے آدمی کو سلام کرو تو وہ دیکھتا ہے کہ میرے ساتھ کوئی کام ہے؟ آج یہ مسئلہ بھی بتا دوں خاوند اپنی بیوی کو سلام کہے۔ اب کاموش ہو گئے ہو؟ میرا خیال ہے کہ تم کہو گے السلام علیکم وہ کہے گی کون ہو تم؟ وہ اندر اور تم گم ایسا نہ ہو جائے۔ باپ اپنی بیٹی کو

السلام علیکم کہے۔اسی طرح بیٹی اپنی ماں کو سلام کہے، اماں اپنے بیٹے کو سلام کہے۔نانی دادی کو سلام کہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتولؓ کو سلام فرماتے تھے حضورؐ بی بی عائشہؓ کو سلام فرماتے تھے۔ہم تو جاتے ہی پوچھتے ہیں۔جائے پکائی ہے، روٹی پکائی، میرا سامان لائی، جاتے ہی السلام علیکم کیا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دیہاتی سے درگزر

اس نے پیشاب شروع کر دیا اب بات کو سمیٹتا ہوں تقریر تو نہیں ہو سکی۔صرف باتوں میں وقت گزارا ہے۔چونکہ سر میں درد تھا۔سفر کا غبار و گرد تھا۔لاہور بے درد تھا۔تو عزیزو! نبی کریم کا شان بڑھتا چلا جائے، میرے لاہوریوں کا ایمان بڑھتا چلا جائے۔(آمین) اللہ کرے ہمارا ہاتھ ہو مصطفیٰ کا دامن ہو۔ہماری آنکھ ہو روضہ کا نظارہ ہو، ہمارا دل ہو، پیغمبر کی محبت کا نقشہ پیارا ہو۔اللہ! ہماری زبان ہو مصطفیٰ پہ درود ہو۔یا اللہ ہماری مجلس ہو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر ہو۔ہماری زندگی ہو محمدؐ کا اسلام ہو۔جب اس نے پیشاب کر لیا تو فرمایا: ایتونی سجلاً من الماء پانی کا ڈول لے آؤ القو وہاں پانی ڈالو۔اور اس جگہ کو دھو کر مٹی نکالو۔اور فرمایا اس کو میری طرف بلاؤ حدیث میں آتا ہے۔کہ جب حضور تشریف فرما ہوتے تو آنے والا پوچھتا تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہے۔سب کی داڑھیاں سب کے چہرے روشن پھر ابو بکر صدیقؓ کھڑے ہو کر کہتے ہذا رجل متقی ابیض الوجہ ہذا محمد رسول اللہ یہ چمڑے کے گدیلے پر یہ سادی کملی والا۔یہ حسین،، مہہ جبین، بہترین چمکتا ہوا۔دمکتا ہوا چہرہ یہ میرا محبوب ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے گئے تو لوگ آکر صدیقؓ کے ہاتھ چومنے لگے کہ یہی نبی ہے۔اتنا صدیقؓ پے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر تھا۔تو صدیقؓ نے فوری اپنی چادر اٹھائی اور نبی کریمؐ پر سایہ کر دیا۔

حالانکہ دھوپ اتنی نہیں تھی۔کھڑے ہو گئے تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ یہ خادم ہے اور یہ مخدوم ہے۔یہ غلام ہے یہ آقا ہے، یہ وزیر ہے، یہ بادشاہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ انداز ہوتا تھا۔آج کل ہمارا پیر بیٹھے تو گاؤ تکیے تھوک دان پانی کے لئے گلاس علیحدہ ہوتے ہیں۔ہمارے تو کپڑوں میں امتیاز ہے کپڑوں کا بڑا شوق ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے کپڑے اچھے نہ ہوں سادگی ضروری ہے۔

پیشاب کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گلے لگایا

فرمایا اس کو بلاؤ (پیشاب کرنے والے کو) میرے محبوب نے امت کے مرغوب نے رحمت اللعالمین نے دیکھا تو کانپنے لگا کہ مجھے سزا دیں گے یہ پتہ نہیں تھا کہ مجھے جزا دیں گے۔ ڈر گیا کانپنے لگا فرمایا: السکینہ ایہا المسکین، لفظ سنیں! انا ابن امراۃ من قریش تاکل القدید کہو سبحان اللہ فرمایا تو ڈر گیا ہے۔ میں تو غریب قریشی عورت کا بچہ ہوں جو گوشت خشک کر کے کوٹ کر کھاتی تھی۔ تم کیوں ڈر گئے ہو۔ ادھر آؤ، حدیث میں آتا ہے کہ اس کو قریب بلایا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اسے سینے سے لگایا۔ ہم تو غریب سے سلام کریں تو ہاتھ دھوتے ہیں کہ ہاتھ پلید ہو گیا مگر کملی والے نے اس کو گلے لگا لیا اور فرمایا: انما المساجد بنیت لذکر اللہ مساجد اللہ کی عبادت اور ذکر کے لئے ہیں۔

پیشاب کے لئے نہیں۔ بیٹا ننگا ہونا حرام ہے۔ پیشاب دور کیا کریں۔ بیٹا جب آپ پیشاب کریں تو کوئی آدمی آپ کو نہ دیکھے بیٹا! یہ مسجد پاک ہے پیشاب پلید ہے۔ بلال لبیک! فرمایا لے جاؤ اس کو بیت المال، دو کپڑے اور رومال اونٹنی بھی نال (ساتھ) اور جاؤ اس کو کرو خوشحال۔ اتنے دے دو کہ ہو جائے مالا مال، آیا خیال۔ صحابی کہتا ہے کہ جب اس بدو نے دیکھا تو حیران ہوا۔ اور کھڑا ہوا کھڑا ہو کر کہتا ہے:

ایہا الناس ما رائیت احسن معلم من رسول اللہ......

لوگو میں نے بہت سکھانے والے استاد دیکھے پر اس جیسا شفیق نہیں دیکھا جیسے میں لوگوں سے سنتا تھا۔ ویسے ہی آج پایا ہے۔ میں نے کتنی بڑی غلطی کی مجھے گلے سے لگایا۔ میں آباد ہو گیا واقعی یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اونٹنی پر بیٹھا اور روتا ہوا چل دیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ وہ مغرب کے وقت ایک پہاڑی پر پہنچا۔

ایہا القوم یا ابی یا اخی یا، یا عمی، یا خالی، یا رفقاء ایہا الاحباب سب کو بلایا سب نے کہا کیا ہوا کہنے لگا مصطفیٰ کے اخلاق نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے۔ جملے سنو اور دل پر لکھ لو: آمنو بالنبی الذی لا یرجع السیئۃ بالسیئۃ میری قوم آؤ ایسے نبی کا کلمہ پڑھ کر ایمان لے آؤ جو برائی کا بدلہ انعام دیتا ہے۔ دیکھو کپڑے بھی دیئے۔ دیکھو اونٹنی بھی دی، اور میں نے نالائقی کر کے مسجد میں پیشاب کیا۔ مسجد کو خراب کیا،

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاداب کیا ابا، چاچا، آؤ تم نے ایسی ہستی نہیں دیکھی آؤ تمہیں زیارت کراؤں۔ لکھا ہے تین سو آدمی ساتھ آئے، اور دوڑ کر کہتا ہے کہ کملی والے تیرے اخلاق نے مجھے دیوانہ بنایا۔ جس طرح مجھے شکار کیا، ان کو بھی شکار کرو۔

ایسی کتابوں پر پابندی ہونی چاہئے

آپ کے لاہور میں کتاب ''قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول'' چھپی ہے، جس کا مصنف غلام حسین نجفی فاضل عراق ہے۔ جامعۃ المنتظر ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن میں رہتا ہے۔ اس کے صفحہ ۳۴۰ پر لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے رقیہ سے اس لئے شادی کی تھی کہ اس پر عاشق ہو گیا تھا اور اس کو دیکھ کر مسلمان ہوا۔ ورنہ مسلمان نہ ہوتا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

بی بی عائشہؓ کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ منافق تھے۔ (نعوذ باللہ) اور عشرہ مبشرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ کوئی تیلی تھا، کوئی میراثی تھا، کوئی ڈوم تھا۔ یہ کوئی خاندان نہیں تھا (نعوذ باللہ) اتنی گندی کتاب میں نے آج تک نہیں پڑھی۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کے لکھنے والے کو گولی ماری جائے اور کتاب ملک سے ضبط کروائی جائے۔ ہم مصطفیٰ کریمؐ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے اس میں جو مواد ہے آپ پڑھ نہیں سکتے۔

انشاء اللہ جب تک ہم اہلسنت زندہ ہیں صحابہ واہلبیت کی توہین برداشت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دینی غیرت عطا فرمائے۔ آمین میں نے اپنی طرف سے بات کوئی نہیں کی دعا کرو یہ سینہ حدیث کا سفینہ بن جائے قرآن وحدیث کا گنجینہ بن جائے۔ (آمین) مجھے خدا اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلائے۔ ملک میں مساجد جلائی جا رہی ہیں۔ قرآن جلایا جا رہا ہے۔ یہاں خمینی ازم نہیں آئے گا۔ یہاں آئے گا تو محمدی ازم آئے گا۔ ایسی حرکتوں سے باز آ جائیں ہم یہ کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ ملک کی بنیاد کلمہ پر ہو، باقی باتیں اور ہوں! اس ملک میں کلمہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رہے گا۔ ہم اہل بیت کے غلام ہیں۔ اہل بیت کی کوئی توہین کرے گا۔ ہم وہ بھی برداشت نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ میں دعا کرتا ہوں خدا میری اور آپ کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

واقول قولی ھذا واستغفر اللہ العظیم

خطبات ربیع الثانی

①......عقیدۂ ختم نبوت
②......فلسفۂ نزولِ مسیح
③......اصلی مسیح
④......اصلی اور نقلی مسیح میں فرق

......☆......

عقیدۂ ختم نبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا. (الاحزاب: ۴۰)

''نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

متبنیٰ کی رسم

اس آیت کی تشریح سے قبل ضروری ہے کہ اس کے شانِ نزول کا مطالعہ کرلیا جائے۔ اس سے مسئلہ ختم نبوت کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ عرب کے دورِ جہالت میں جہاں مکروہ رسمیں اور فرسودہ رواج تھے وہاں ایک رسم متبنّٰی کی بھی تھی۔ متبنٰی سے مراد ایسا لڑکا جو حقیقی بیٹا تصور کیا جاتا تھا اور اُسے وہ تمام حقوق حاصل ہوتے تھے جو ایک حقیقی بیٹے کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ متبنّٰی کی بیوی سے نکاح حرام سمجھا جاتا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کفر و ضلالت کی تمام بے ہودہ رسموں کو مٹانے کے لئے آیا تھا چنانچہ متبنٰی جیسی مکروہ رسم کو بھی اسلام نے یکسر مٹا دیا۔

منہ بولے بیٹے

حضرت زید بن حارثہ کو لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولا بیٹا کہتے تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کیا۔ حضرت زیدؓ

اکثر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زینبؓ کی شکایت لے کر حاضر ہوتے۔ لیکن آپ ﷺ انہیں صبر کی تلقین فرماتے۔ مقصود یہ تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں میں ذہنی مطابقت ہو جائے۔ لیکن ان میں نباہ نہ ہو سکا۔ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنے متبنّٰی بیٹے کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا۔ حکمتِ الٰہی اس امر کی متقاضی تھی کہ دنیا سے مشرکانہ اور غیر فطری رسوم کا خاتمہ کیا جائے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب ہیں جن کے مکان پر شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت تشریف لائے۔ حضرت زینبؓ نے عرض کی، میرے ماں باپ فدا، بلا خطبہ اور گواہ نکاح؟ فرمایا: اَللّٰـهُ الْمزوج وجبريل الشاهد ''زینب کا نکاح خواں خدا ہے گواہ جبرائیل ہے اور نکاح کرنے والا میں محمد مصطفیٰ ہوں۔ روایت ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ باقی بیبیوں کے نکاح ان کے رشتے داروں نے کرائے جب کہ میرا نکاح کرانے والی اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔

عملی نمونہ

نبی اپنے دین کا علمبردار، شریعت کا امین اور تعلیمات کا مبلغ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمت دو عالم نے دین کا جو حکم دیا پہلے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ دور جہالت میں متبنّٰی کی رسم بڑی مکروہ اور فرسودہ تھی۔ اس کے خاتمہ کے لئے نبی پاک ﷺ نے خود عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا۔ حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کے بعد مکہ میں ایک طوفانِ بدتمیزی اٹھ کھڑا ہوا۔ مشرکینِ مکہ طعن و تشنیع کرنے لگے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی صفائی پیش کی۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب: ۴۰)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے قبل ہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارتے تھے لیکن اس کے بعد ہم نے انہیں زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

آیت کا مقصد

مذکورہ بالا آیت میں تین باتیں کہی گئی ہیں:

۱: محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں

۲: وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت بظاہر اپنے محبوب سرکار دو عالم ﷺ کی صفائی میں شہادت دے رہے ہیں لیکن درحقیقت مسئلہ ختم نبوت بیان کیا جارہا ہے۔ کہ آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ دیکھئے بات سیدھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو صفائی دینا مقصود تھا تو تردید کیلئے اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ رسولِ خدا ﷺ حضرت زیدؓ کے باپ نہیں بلکہ ان کا باپ حارثہ ہے۔ قرآن مجید کا یہ اچھوتا انداز اور نرالا اسلوب کسی اور بات کی غمازی کر رہا ہے۔ آپ کہیں گے کہ قرآن مجید نے عجیب وغریب بات کہہ دی کہ رسولِ اکرم ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں، قاسم، طاہر، طیب اور ابراہیم، یہ بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہی تو تھے۔ یقین وایمان رکھیے کہ خدا کا آخری کلام قرآن مجید غلط نہیں کہہ سکتا۔ قرآنِ مجید کی آیت سے پہلی بات یہ واضح ہو رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مرد کے باپ نہیں تو حضرت زیدؓ کے بھی باپ نہ ہوئے۔ لہٰذا ان کی مطلقہ بیوی سے آپ کا نکاح جائز ہے دوسری اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ سیرت طیبہ ہمیں بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے چاروں فرزند بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ آیت کریمہ میں لفظ رجالکم آیا ہے۔ رجال عربی میں بالغ یعنی مرد کے لئے آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آیت اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔ یہاں ابا احد کے الفاظ کافی تھے لیکن رجالکم کے الفاظ لا کر بتایا گیا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ زیدؓ کے ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ تو کسی بھی بالغ مرد کے باپ نہیں ہیں۔

ابوت اور نبوت کا فرق

اب یہاں ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ کسی مرد کا باپ ہونا یا نہ ہونا اس کا

نبوت سے کیا تعلق ہے؟ بے شمار انبیاء ایسے تھے جو صاحب اولاد تھے اور کئی ایسے بھی تھے جن کے اولاد نہ تھی اس کے باوجود رب العزت نے انہیں منصبِ نبوت عطا فرمایا۔ معلوم ہوا اُبوت کا نبوت سے کوئی تعلق ہے جیسا کہ آیت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھئے متذکرہ آیت نمایاں طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (الاحزاب: ۴۰)

"نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں"۔

آیت کے پہلے حصے میں ایک بات کی نفی کی گئی ہے، جبکہ دوسرے حصے میں کسی دوسری بات کا اعلان کیا گیا ہے۔ ولٰکن عربی زبان میں وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں پچھلے کلام میں کسی شک وشبہ کو دور کرنا مقصود ہو۔ ولٰکن اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ پہلی بات یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مرد کا باپ نہ ہونا، اس کا آیت کے دوسرے حصے یعنی آپ ﷺ کی نبوت ورسالت سے لازمی کوئی نہ کوئی تعلق اور جوڑ ہے ورنہ قرآن مجید ایسا انداز اختیار نہ کرتا۔

ہمارا ایمان ہے کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں افضل واعلیٰ ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے نبی ہو سکتے تھے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا بھی نبی ہو سکتا تھا۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کا کوئی فرزند رجال کی حد میں داخل نہ ہوا، یعنی مرد کہلانے کی نوبت نہ آئی۔ اگر آپ ﷺ کا بیٹا جوان ہوتا تو یقیناً وہ بھی نبوت کا وارث قرار پاتا۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے وصال کے موقع پر فرمایا:

لو عاش ابراهيم لكان صديقًا نبيًّا ولكنا لا نبيّ بعدى.

(بخاری وابن ماجہ)

"اگر ابراہیم زندہ رہ جاتا تو وہ یقیناً سچا نبی ہوتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

چونکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت ختم تھا اس لئے قانون

خداوندی کے مطابق پروردگار عالم نے آپ ﷺ کو بیٹے تو عطا فرمائے لیکن جوانی کی دلہیز پر قدم رکھنے سے پہلے اپنے پاس بلا لئے ورنہ انہیں بھی تاجِ نبوت پہنا کر نبی بنایا جاتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو پھر فخر دو عالم ﷺ خاتم النبیین نہ بنتے۔ اس لئے رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو کسی مرد کا باپ تو نہیں بنایا لیکن منصبِ رسالت عطا فرما کر خاتم النبیین بنا دیا۔ آیت کے دوسرے حصے میں جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ رسول بھی ایسے ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔

اہم نکتہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں خاتم النبیین پر اظہار خیال کرتے ہوئے خوب نکتہ بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اس آیت میں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ اوپر آنحضرت ﷺ کا ذکر بصفتِ رسول آیا ہے اس کے لئے بظاہر مناسب یہ تھا کہ آگے "خاتم الرسل" یا "خاتم المرسلین" کا لفظ استعمال ہوتا مگر قرآن مجید میں اس کی بجائے خاتم النبیین کا لفظ اختیار کیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں ایک فرق ہے، وہ یہ کہ نبی تو ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ اصلاحِ خلق کے لئے مخاطب فرمائیں اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں خواہ اس کے لئے کوئی مستقل کتاب اور مستقل شریعت تجویز کرے یا پہلے ہی کسی نبی کی کتاب و شریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور ہو۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے اور لفظ رسول خاص اس نبی کے لئے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب و شریعت دی گئی ہو۔ اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبتِ رسول کے عموم زیادہ ہیں۔ تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے اور سب سے آخر میں ہیں خواہ وہ صاحبِ شریعت نبی ہوں یا صرف پہلے نبی کے تابع۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی جتنی قسمیں اللہ کے نزدیک ہو سکتی ہیں، وہ سب آپ پر ختم ہو گئیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا"۔

(معارف القرآن ج ۷ ص ۱۶۲، ۱۶۳۔ از مولانا مفتی محمد شفیعؒ)

منصب کی شرائط

استاد الحدیث مولانا بدر عالمؒ نے ترجمان السنۃ میں اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی بھی منصب کے تقرر کے لئے ذاتی استعداد و صلاحیت کے علاوہ دو باتوں کی اور بھی ضرورت ہے۔

1۔ عمر Age

2۔آسامی Vacancy

اول ہر شعبہ میں عمر کی بحث ضروری سمجھی جاتی ہے۔ دوم تقرر کی جگہ (آسامی) کا خالی ہونا بھی ضروری شرط ہے۔ فرض محال اگر عمر پوری ہے لیکن تقرری کی جگہ پُر ہے تو کسی عہدہ یا منصب پر تعیناتی ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں قابلِ غور ہیں۔ پہلی حدیث بیان کر چکا ہوں جس میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لختِ جگر سیدنا ابراہیم کے بارے میں بتایا کہ اگر وہ زندہ رہ جاتا تو سچا نبی ہوتا۔ دوسری حدیث میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو کان بعدی نبیًا لکان عمر ابن الخطاب......

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتا''۔

جنابِ رسالت مآب ﷺ کی نطق مبارک سے جو جملہ نکلا بے معنی اور بے مقصد نہیں۔ زبانِ نبوت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ کہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں نبوت کے کمالات اور خصائص موجود تھے۔ جنہیں نگاہِ مصطفیٰ ﷺ نے پہچانا۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار مقامات پر عرش والے نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کا احترام کیا اور ان کے حق میں وحی نازل ہوئی۔ اس طرح سیدنا ابراہیم بقولِ رسول اکرم ﷺ زندہ رہ جاتے تو سچے نبی ہوتے۔ معلوم ہوا کہ ہر دو شخصیات یعنی فرزندِ رسول اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نبوت پر فائز ہونے کے قابل تھیں۔ سیدنا ابراہیم وقت سے پہلے فوت ہو گئے جس عمر میں ان کا وصال ہوا منصبِ رسالت کے لئے عمر کی کمی تھی اس لئے منصبِ رسالت پر فائز نہ ہو سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ رہے، عمر کی شرط تو

پوری ہوگئی لیکن آسامی خالی نہ تھی۔ تقرری کی جگہ پُر تھی، وہ خالی ہوتی تو نبوت ملتی۔ اگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کمالات اور خصائصِ نبوت رکھنے کے باوجود نبی نہیں بن سکے تو اور کون ہے جو تاجدارِ ختم الرسل ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے؟ یقیناً وہ کاذب ہے جھوٹا ہے دجال ہے۔

اولاد کی نعمت

اولاد بلاشبہ بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت پیغمبروں کی بھی کمزوری رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے دعا مانگی، اَسی برس کی عمر میں اولادِ نرینہ حاصل ہوئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں دامن پھیلا کر خدا تعالیٰ سے بیٹا مانگا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے ڈوبتے بیٹے کو بچانے کے لئے خدا تعالیٰ کو پکارتے رہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لختِ جگر یوسف علیہ السلام کی جدائی میں آنسو بہاتے رہے۔ اولاد سے محبت فطری امر ہے۔ سیدنا ابراہیم کے وصال کے موقع پر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جس غم اور اَلم کا اظہار کیا وہ اس کا بیّن ثبوت ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم منصب پر فائز کرنے کے لئے نرینہ اولاد (کو جوانی کی عمر) سے تو محروم رکھا گیا لیکن منصبِ ختم نبوت کی رحمت و برکت کے صدقے آپ ﷺ کو اُمت کا روحانی باپ بنا کر لاکھوں کروڑوں روحانی فرزند عطا فرمائے گئے۔ یہ روحانی اولاد کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن کسی نبی کے ساتھ ہزاروں اُمتی ہوں گے کسی کے ساتھ سینکڑوں، کسی کے ساتھ چند اور کسی نبی کے ساتھ کوئی اُمتی نہیں ہوگا۔ جب کہ میری اُمت کا نظارہ قابلِ دید ہوگا۔ میرے چاروں طرف تاحدِ نگاہ میری اُمت کا سیلاب ہوگا۔ (بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں کسی مرد کے حقیقی باپ تو نہیں لیکن اپنی امت کے لاکھوں کروڑوں امتیوں کے روحانی باپ ضرور ہیں۔ اسی لئے تو نبی کی ازواج اُمت کی مائیں یعنی اُم المومنین کہلاتی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اولاد سے محروم ہوئے تو مشرکین مکہ نے طعنے دینے شروع کر دیئے کہ نعوذ باللہ آپ اَبتر ہو گئے۔ اب دشمن

مصطفوی ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی نہ صرف دلجوئی فرمائی بلکہ اولادِ نرینہ سے محرومی کے باوجود زندہ و تابندہ رہنے کی نوید بھی سنائی۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ. إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ. (الکوثر)

"اے محمد! ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے تم اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا"۔

نبوت کے عظیم منصب پر فائز کرنے کے لئے اولاد سے محرومی حکمتِ خداوندی تھی۔ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہنے والوں کا آج نام ونشان تک نہیں۔ آج ان کا کوئی حسب ونسب نہیں۔ اولاد نہیں، خاندان نہیں لیکن اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی چاردانگِ عالم میں گونج رہا ہے کیا یہ ختم نبوت کے لئے کم دلیل ہے کہ آج آپ ﷺ کا حسب نسب موجود ہے اولاد جسمانی بھی موجود ہے اور روحانی اولاد کا تو شمار نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رحمتِ کائنات ﷺ کی ختم نبوت کا فیض جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

حضرات محترم! یہ قرآن مجید کی مشہور ومعروف آیت تھی جس میں فلسفۂ ختم نبوت بیان کیا گیا، اب میں چاہوں گا کہ ختم نبوت کے عقیدہ کے حوالے سے چند اہم احادیث آپ کے سامنے پیش کروں۔

اوّلین نبوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے سرکارِ دوعالم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کو نبوت کب ملی۔ فرمایا: جب آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے درمیان تھے یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی میں اس وقت بھی اللہ کا نبی تھا۔

☆ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبیا وآدم بین الروح والجسد عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد. (ترمذی)

☆ جعل النبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلم خاتم النبیّین و آدم بین الماء والطّین عن عرباض بن ساریة عن النبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلم قال إنّی عند اللّٰه مکتوبٌ خاتم النّبیّین وإنّ آدم لمنجدل فی طینة. (ترمذی)

حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں خدا کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین مقرر ہو چکا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی گارے کی شکل ہی میں پڑے ہوئے تھے"۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا دونوں حدیثیں آپ علیہ السلام کی ختم نبوت کی فضیلت کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام میں روح ڈالے جانے سے پہلے امام الانبیاء کو نبوت سے نوازا جا چکا تھا۔
شیخ اکبرؒ نے کیا خوب لکھا ہے:

الا بِابی من کان مَلِکًا وسیّدًا و آدم بین المآء والطّین. (ترمذی)
"سن لو میرے باپ اس پر قربان جو اُس وقت بادشاہ اور سردار بن چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی آب وگل کے درمیان ہی پڑے تھے"۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ جسدِ عنصری کے لحاظ سے سب سے آخر میں ظاہر ہوئے اس لئے آپ آخرالانبیاء کہلائے ،لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ آپ ﷺ کو نبوت و رسالت سب سے آخر میں ملی ہو۔نبوت بلاشبہ سب سے پہلے ملی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سب کے بعد ہوئی۔

اول وآخر

جعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اوّل النبیّین و آخرهم واُمّتهٗ آخر الاُمم وتکون اوّلهم یوم القیامة.

عن انس فی حدیث طویل مرفوعًا قال تبارک وتعالیٰ: جعلتُ اُمتک هم الاٰخرون وهم الاوّلون (الی قوله) جعلت اوّل

النبیّین خلقًا و آخرھم (الٰی قولہ) وجعلتُک فاتِحًا و خاتمًا.

(ترجمان السنۃ: ۱/۳۸۴)

حضرت انس ﷺ سے ایک طویل حدیث روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری اُمت کو میں نے سب سے آخر میں بھیجا ہے اور حساب میں سب سے پہلے ہوگی اور میں نے تجھ کو نبیوں میں پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں بھیجا ہے، تجھ کو میں نے فاتح یعنی دورۂ نبوت شروع کرنے والا بنایا اور تجھ کو اس کا ختم کرنے والا بنایا ہے۔

اندازِ تعارف

عن ابی ھریرۃ فی حدیث الاسراء قالوا یا جبریل من ھذا؟ قال محمد رّسول اللہ ﷺ خاتم النبیّین؟

(ترجمان السنۃ: ۱/۳۸۴)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ معراج کی حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ معراج کے موقعہ پر فرشتوں نے حضرت جرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ وہ بولے محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''۔

لقب خاتم النبیین

عن سلمان فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ ﷺ إنّ ربّک یقول ان کنت احد طفیانیے آدم فقد ختمت بک الانبیاء وما خلقت خلقًا اکرم منک علیّ.

(ترجمان السنۃ:۱/۳۹۱ از مولانا بدر عالمؒ)

حضرت سلمان سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اکرم سے کہا کہ آپ کا پروردگار کہتا ہے اگر میں نے آدم کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

بنائے فضیلت

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فُضلتُ علی الانبیاء بستّ أُعطیتُ جوامع الکلم ونصِرتُ بالرُّعبِ وأُحِلّت لي الغنائم وجُعِلت لي الارضُ مسجدًا وّطهورًا وأُرسِلتُ الی الخلقِ کآفّةً وخُتِم بِيَ النّبیّون.

(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے باقی انبیاء پر چھ باتوں کی بناء پر فضیلت دی گئی ہے۔

۱:...... مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔
۲:...... دشمن پر رُعب ودبدبہ کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔
۳:...... میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔
۴:...... میرے لئے تمام زمین کو پاک کر کے مسجد بنا دیا گیا ہے۔
۵:...... مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔
۶:...... میرے بعد سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔

قائد المرسلین

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیّین ولا فخر وانا اوّل شافعٍ ومشفّعٍ ولا فخر. (بخاری، مسلم)

''میں تمام رسولوں کا قائد ہوں لیکن فخر نہیں کرتا، اور تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں مگر فخر نہیں کرتا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں کرتا''۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے قائد اور سردار ہیں۔

آپ علیہ السلام تمام نبیوں کے ختم کرنے والے یعنی خاتم النبیین ہیں۔
رحمت دو عالم ﷺ شفاعت کرنے والے ہیں اور مقبول شفاعت ہیں۔

نبوت و قیامت

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت انا والساعۃ کھاتین.

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں''۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ختم نبوت کا منہ بولتا شاہکار ہے، فرمایا کہ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح ملے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ میں سلسلۂ نبوت ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ میری نبوت قیامت تک چلے گی۔ انگلیوں کی مثال دے کر بتانا یہ مقصود تھا کہ میرے بعد قیامت تو آ سکتی ہے کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدۂ ختم نبوت کی پختگی عطا فرمائے۔ آمین

......☆......

فلسفۂ نزولِ مسیح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. (آل عمران: ۵۹)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) کی سی ہے۔ اس کو مٹی سے بنایا، پھر فرمایا ہو جا، پس وہ ہو گیا''۔

نبی معلمِ اُمت

ہر نبی اپنی اُمت کا معلم ہوتا ہے۔ نبی اپنے اُمتیوں کی فلاح ونجات اور رشد و ہدایت کے لیے ہر وقت سرگرم عمل رہتا ہے تاکہ اس کی اُمت گمراہیوں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صحیح راستہ پر چلے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے سچے خیر خواہ، حقیقی ہمدرد اور بے مثال معلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنی امت کی فکر رہتی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین وشریعت کے سارے احکامات و پیغامات اور مسائل اپنی امت تک پہنچائے اور انہیں ایک مخلص اور شفیق استاد کی طرح اپنی امت کے لوگوں کو سمجھایا۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ زمین پر درخت کی ایک شاخ کے ذریعہ کچھ لکیریں کھینچ رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا، یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: دیکھو میں نے ایک بڑی واضح لکیر کھینچی ہے، اور پھر اس میں سے کئی اور

لکیریں کھینچی ہیں۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقی راستہ بڑی لکیر ہے، یہی دین کا صحیح راستہ ہے۔ اس پر چلو گے تو کامیاب رہو گے۔ چھوٹی لکیروں پر نکل جاؤ گے تو بھٹک جاؤ گے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار مواقع پر ایسی آسان مثالیں دے کر اپنی امت کے لوگوں کو دین کے مختلف پہلو سمجھائے۔ معلمِ اُمت، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا سارا دین اپنی اُمت تک پہنچا دیا اور ان سے اس بات کی شہادت اور گواہی بھی لے لی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دین کے اساسی عقیدہ ختم نبوت سے آگاہ نہ کیا ہو۔ ختم الرسل ﷺ نے مسئلہ کی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر اس عقیدہ کے تمام گوشے اور پہلو اپنی اُمت کو بتائے۔

خطرے سے آگاہی

ختم نبوت اسلام کا کتنا اہم عقیدہ ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت پر دو سو سے زائد احادیث مروی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت پر واضح کیا۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں''

رحمت دو عالم ﷺ نے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے فرمایا:

سیکون فی اُمّتی ثلاثون کذابون دجّالون کلّھم یزعم انّہ نبیّ اللّٰہ وانا خاتم النبیّین.

''میری امت میں سے تیس کذاب، دجال ہوں گے ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ خبردار آخری نبی میں ہوں''

سرکار دو عالم ﷺ کے قربان جایئے کہ اپنی امت کو بڑے خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے کیسا انداز اختیار فرمایا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا خلاصہ حسب ذیل ہے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت:

......میری امت میں سے ہوں گے

......ان کی تعداد تیس ہوگی

......ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا

......لیکن میں انبیاء کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں!!

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے جھوٹے مدعیوں کیلئے کذابون اور دجالون کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے کو کذاب کہتے ہیں بہت زیادہ دجل، فریب اور دھوکہ دہی کرنے والے کو دجال کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جعلی مدعیانِ نبوت جھوٹ اور مکر و فریب کے چیمپئن ہوں گے۔ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ان کے شر سے بچانے کے لئے ان کی نشانیاں اور تعداد بھی بتادی اور یہاں تک وضاحت فرمادی کہ ایمان کے وہ لٹیرے یہودیوں اور نصاریٰ میں سے نہیں ہونگے یا کسی اور قوم میں سے نہیں ہونگے۔ بلکہ الفاظ فرمائے سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کہ وہ میری امت میں سے ہی ہوں گے۔ سرور کائنات ﷺ کی یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ اب تک جتنے جھوٹے مدعیان نبوت ہوئے ہیں انہوں نے واقعتاً حضور اقدس ﷺ کی امت میں نقب لگا کر اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ خواہ وہ مسیلمہ کذاب ہو۔ اسود عنسی ہو۔ صاف ابن صیاد ہو یا سجاح بنت حارث ہو۔

چور کی چوری

دیکھئے کسی مسافر کو لوٹنے کے لئے چور یا ٹھگ مسافر کا روپ اختیار کرتا ہے آئے روز آپ اخبارات میں ایسے واقعات پڑھتے رہتے ہیں۔ جوتا چور کبھی چور بن کر مسجد میں نہیں آتا بلکہ وہ نمازی کا روپ دھار کر مسجد میں آتا ہے اور اصل نمازی کا جوتا لے اڑتا ہے۔ روپ بدلنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوٹنے والے کو اعتماد میں لیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اعتماد کے جال میں پھنس کر مسافر اپنا سب کچھ لٹا بیٹھتا ہے۔ یہود و نصاریٰ یا کسی اور قوم میں سے دعویٰ کرنے والے کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ نبوت کے جھوٹے مدعیان نے ہمیشہ سرکار دو جہاں ﷺ کے امتی ہونے کا روپ اختیار کیا۔ نبی پاک ﷺ نے اس خطرہ کو پندرہ سو برس پہلے محسوس کیا اور امت کو خبردار فرمایا کہ جھوٹی نبوت کے دعویٰ دار لٹیرے میرے امتی بن کر میرے ہی سادہ لوح امتیوں کو ایمان کی دولت سے محروم کردیں گے

اس لئے رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنی امت کو پیشگی خبردار کردیا تا کہ وہ تاجدار ختم الرسول ﷺ کی نبوت رحمت سے کٹ کر جھوٹی نبوت کے دغل وفریب کا شکار نہ ہوجائیں۔ مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں سرور کائنات ﷺ نے اپنی امت کو ہر خطرہ سے آگاہ فرمایا۔ اس عقیدہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس سے سرکار دوعالم ﷺ نے پردہ نہ اٹھایا ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلامی عقیدہ کے مطابق قر قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ اشکال پیش آتا کہ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد کسی نبی کا دوبارہ آجانا عقیدہ ختم نبوت کے منافی تو نہیں۔ رحمت کائنات ﷺ نے اس پہلو پر اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔

نزول مسیح دلیل ختم نبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کے ارشادات بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ میں اس بات کی وضاحت کردوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں دوبارہ تشریف آوری ختم نبوت کے منافی نہیں بلکہ عقیدہ ختم نبوت کے لئے مزید پختگی اور تائید وتصدیق کے سلسلے میں ایک مستقل دلیل ہے تاریخ انبیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے دنیا میں اپنی بعثت کے بعد پہلے نبی کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی اور آنے والے نبی کی بشارت دی۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جاری رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے اپنے سے پہلے نبی کی تصدیق فرمائی اور آنے والے نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کی خوشخبری اور بشارت دی۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. (الصف: ٦)

"اور جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا! کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور اس حالت میں تورات شریف کی تصدیق کرنے والا اور اس رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے اور جس کا نام احمد ہے"

شہنشاہ کونین ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنے سے پہلے حضرت

عیسیٰ کی تصدیق فرمائی۔ لیکن آنے والے نبی کی بشارت نہیں دی۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت کا ایک واضح مقصد دنیا والوں کو نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد سے مطلع کرنا تھا لیکن نصاریٰ اور بالخصوص یہود کو یہ نوید کیوں کر بھلی لگ سکتی تھی۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا.

(المائدہ: ۸۲)

''آپ اہل ایمان کے سب سے بڑے دشمن یہود اور مشرکین کو پائیں گے''

یہود کی دشمنی کے سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مقصد بعثت کو وسیع پیمانے پر نہ پھیلا سکے۔ خدا تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آسمانوں پر اُٹھالیا۔ آقائے نامدار ﷺ کی دنیا میں بشارت تو بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی، دستور خداوندی کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی تصدیق ضروری تھی اب مسئلہ یہ درپیش تھا کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم تھا۔ کسی نئے نبی نے نہیں آنا تھا جو سرکار دو جہاں ﷺ کی تصدیق کرتا۔ ادھر تصدیق مصطفیٰ ﷺ بھی ضروری تھی اگر تصدیق نہ ہوتی تو دستور خداوندی پر حرف آتا۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے یہ فریضہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونپا گیا۔ قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اپنے مقاصد بعثت میں سے اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل فرمائیں گے۔ اور سید المرسلین ﷺ کے متعلق اس عنوان سے بشارت دیں گے کہ اے روئے زمین کے انسانو! سید الاولین والآخرین ﷺ پر ایمان لاؤ۔ میں نے ہی اسی ہادیٔ برحق کے متعلق پیش گوئی دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیامت کے قریب آمد بلاشبہ ''ولتؤمنن بہ ولتنصرنہ'' کی جامع تفسیر اور عملی تعبیر ہوگی۔

نزولِ مسیح کی حکمت

دین کے طالب علم کی حیثیت سے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے میں کیا راز اور حکمت ہے؟ بحیثیت مسلمان اس کی کوئی حاجت نہیں بلکہ ہمارا کام صرف اتنا ہی ہے کہ رب تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان لائیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا کمال ضرور ہوگا۔ تب ہی تو قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے اور واپس لانے کا اہتمام کر رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی دنیا میں آمد کی حکمت کا ایک واضح پہلو ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ پہلو عقیدۂ ختم نبوت کا ترجمان ہے اور اس خاص پہلو سے مسئلہ ختم نبوت کی عظمت اُجاگر ہو رہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو دنیا سے جانے کے بعد اعلیٰ درجے کی حیاتِ طیبہ حاصل ہے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق شہید یعنی خدا کی راہ میں جان دینے والے کو زندہ قرار دیا گیا ہے۔ صدیقین کی حیات ان سے بھی اعلیٰ ہے، درجے اور مراتب کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کی حیات پاک سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اس لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء زندہ ہیں۔ واقعہ معراج سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ تمام انبیاء نے مسجد اقصیٰ میں رحمتِ دو جہاں کی اقتداء میں نماز ادا کی تھی۔ انبیاء کی امامت کا اعزاز سرتاج الانبیاء کو حاصل ہوا، جب ان تمام انبیاء کرام کا وجود ختمِ نبوت کے منافی نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ثانی بھی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ معلوم ہوا کہ باقی انبیاء کرام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔ ان کا ایک ظہور ہو چکا دوسرا باقی ہے جو قیامت کے قریب ہوگا۔ جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔ محض دوبارہ ظہور سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی اور سلسلۂ نبوت جاری ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں حکمت یہی ہے کہ بابِ نبوت بند ہو چکا ہے یہ منصب عظیم اپنے جن بندوں کے لئے مخصوص تھا وہ اس پر فائز ہو چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نئے نبی کی حیثیت سے نہیں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ ختم نبوت سے فیض یاب ہونے کے لئے ایک عام اُمتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ بلکہ قرآن اور صاحب قرآن کی اتباع اور تابعداری اُن کا اولین منشور ہوگا۔

قائدانہ قوت وشوکت

نزولِ مسیح کی اصل حکمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن جو حقائق اور شواہد بتائے گئے ہیں انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی بے مثال قدرت وکبریائی کے سامنے سجدہ ریز ہونا پڑتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور قیامت کے قریب ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ہوگا کہ ہر طرف فتنہ وفساد کا لامتناہی سلسلہ پھیل چکا ہوگا۔ اُمتِ مصطفیٰ

کا شیرازہ بکھر چکا ہوگا۔ دجال کے شر کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں گی۔ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا ایک مقصد دجال کا خاتمہ اور اُمتِ مصطفیٰ کی شیرازہ بندی ہوگا۔ یہ تفصیلات ہم آگے بیان کریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد غیر یقینی حالات کے بادل چھٹ جائیں گے۔ امن، عدل اور انصاف کا وقار بحال ہوگا، ایسے مخصوص حالات میں ایک ایسی برگزیدہ ہستی کی ضرورت ہوگی جس میں نبوت کی معجزانہ اور قائدانہ قوت وشوکت کا کمال ہو۔ قیامت سے پہلے جن حالات کی نشاندہی فرمائی گئی ہے اگرچہ اصلاح وفلاح کے اعتبار سے وہ کسی نبی کے متقاضی ہیں لیکن نبوت کا سلسلہ بند ہے نیا نبی پیدا ہونا نہیں اس لئے قدیم نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کو ایک اُمتی کی حیثیت سے نبوت کے کمالات وخصائص، صبر واستقامت، قوت و شوکت اور غیر معمولی ہمت وجرأت دے کر وطنِ دنیا میں بھیجا جائے گا۔

ایک مثال

حضرات محترم! نزولِ مسیح کے مسئلہ پر ذہن میں اٹھنے والے سوال کا جواب ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر نبی کی حیثیت سے اٹھایا گیا اور ان کی دوبارہ واپسی نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگی۔ آسمانوں پر ان کا اٹھا جانا جسمانی طور پر ہے روحانی طور پر نہیں۔ اس لئے دوبارہ اس منصب سے محروم کیا گیا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکی تھی۔ اور اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف نبوت کے فرائض منصبی ادا کر چکے تھے۔ وہ لوگوں کو دو جہانوں کے سردار آقائے نامدار کی دنیا میں آمد کی نوید سنا کر چلے گئے اور بقیہ انسانوں کے سامنے قیامت قائم ہونے سے پہلے آ کر اپنی ہی بشارت کی تصدیق بھی کریں گے۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ نہ انہیں طبعی موت آئی نہ انہیں سولی پر لٹکایا گیا بلکہ مالکِ کائنات نے اپنی بے مثال قدرت کی بدولت انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا۔ اب ضروری نہیں کہ وہ نبوت کی عظمت ورفعت لے کے آئیں بلکہ یہ اکرام واعزاز کیا کم ہے کہ وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی اور خادم بن کر آئیں۔ اس بات کو میں سادہ سی مثال سے سمجھاتا ہوں ایک شخص فوج میں جنرل کے عہدے پر فائز ہے وہ اپنے ملک اور قوم کے لئے بہترین خدمات سرانجام دے کر ریٹائرڈ ہو جاتا ہے، اب

وہ سابقہ جنرل ہے البتہ وہ حاصل شدہ فوجی اعزازات اور میڈل کا مالک ہے کوئی دوسرا ملک اس جنرل صاحب کی خدمات مستعار لیتا ہے۔ اس کے تجربے اور مہارت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ جنرل صاحب چند برس دوسرے ملک گزارنے کے بعد اپنے وطن واپس آتا ہے، اب آپ بتائیں کیا وہ جنرل اپنے سابقہ عہدے پر ڈیوٹی سرانجام دے سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔ کیونکہ اس کے جانے کے بعد اس کے عہدے کا چارج کوئی اور جنرل لے چکا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر پیغمبرانہ کمالات وخصوصیات موجود رہیں گی لیکن نبوت کا منصب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آجانے کے بعد پُر ہو چکا ہے یہ اب قیامت تک خالی نہیں ہوگا۔

حضرات محترم! عقیدہ نزولِ مسیح اور اس کی حکمت کے بیان کے بعد ضروری ہے کہ فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق آنے والے مسیح علیہ السلام کی عظمت اور شان بیان کی جائے تاکہ اصلی مسیح اور نقلی مسیح کا فرق واضح ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چونکہ آسمانوں پر اٹھایا جانا اور پھر واپس لانا مقصود تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں عجوبہ روزگار ہستی بنا کر پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ. (آل عمران: ۵۹)

"بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے اس کو مٹی سے بنایا پھر فرمایا "ہوجا"، پس وہ ہوگیا"۔

یہ انفرادیت صرف دو پیغمبروں کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بن باپ کے پیدا فرمایا۔ ایک حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ پیغمبر اول حضرت آدم علیہ السلام کی مثل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بنانے کے لئے مٹی کا پتلا بنایا پھر اپنی قدرت سے اس میں روح پھونک دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا فرمایا لیکن نطفہ انسانی سے نہیں بلکہ حکمتِ ربانی سے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور پاک بندے تھے اسی طرح ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام بھی پاک باز،

متقی اور مطہرہ تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام ماں بیٹا دونوں کی زندگیاں انوکھی اور نرالی تھیں۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے:

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. (انبیاء: ۹۱)

''اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے مسیح کو تمام جہانوں کے لئے ایک معجزہ بنایا''۔

فضیلت مریم علیہا السلام

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ط كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ لا وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ. (آل عمران: ۳۷)

''اور اس مریم کی کفالت زکریا (علیہ السلام) نے کی، جب اس مریم کے پاس زکریا داخل ہوتے تو اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں رکھی پاتے۔ زکریا نے کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئی ہیں؟ کہنے لگی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے''۔

حضرت مریم علیہا السلام کے فضائل و مناقب میں ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں زہد، تقویٰ، عفت و عصمت، شرم و حیا، عبادت و ریاضت، پارسائی و پاک بازی میں اس قدر مشہور تھیں کہ لوگ آپ کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ سیدہ مریم علیہا السلام حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں۔ کبھی کبھی ان کے حجرہ میں تشریف لاتے۔ حضرت مریم کے حجرے میں بے موسمی پھل دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہتی۔ سردی کے موسم گرمیوں کے پھل اور میوے جب کہ گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور میوے موجود پاتے۔ ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام نے سیدہ مریم سے پوچھا کہ تمہارے حجرے میں یہ پھل کہاں سے آتے ہیں؟ حضرت مریم نے جواب دیا، بابا تمہیں معلوم نہیں یہ پھل مجھے کون دیتا ہے؟ یہ بے موسمی نعمتیں مجھے میرا پروردگار عطا فرماتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام فوراً سمجھ گئے کہ یہ سارا معاملہ تو درحقیقت مجھے سمجھانے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ جو رب مریم علیہا السلام کو بے موسمی پھل دے سکتا ہے، وہ رب تعالیٰ بڑھاپے میں مجھے اولاد بھی دے سکتا ہے۔ جو

پروردگارِ عالم سیدہ مریم پر ایسی نوازشات کرسکتا ہے وہ مولا میری بانجھ بیوی کو بیٹا بھی عطا فرما سکتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام فوراً سجدے میں گر گئے اور خدا کے حضور دامن پھیلا کر اولادِ نرینہ کے لئے خواستگار ہوئے۔ اللہ نے اپنے پیغمبر کی دعا کو نہ صرف شرف قبولیت بخشا بلکہ ہونے والے بیٹے کی بشارت دیتے ہوئے اس کا نام بھی تجویز کردیا۔

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ. فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ... (آل عمران: ۳۸-۳۹)

”اپنے رب سے عرض کی کہ اے میرے رب! عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد، بے شک آپ سننے والے ہیں دعا کے۔ پس پکار کے کہا ان کو فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے“۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کو خلاف عقل کہنے والوں کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کی زندگی ایک روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں بیٹا دونوں کو معجزانہ زندگی عطا فرمائی۔ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسمی پھلوں کے عطا کرنے میں اس بات کا اشارہ تھا کہ عقل انسانی کو ورطۂ حیرت میں گم کرنے والا کوئی واقعہ رونما ہونے والا ہے۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ. (التحریم: ۱۲)

”اور عمران کی بیٹی مریم (علیہا السلام) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس میں (اپنی مخلوق) روح پھونک دی۔ وہ اپنے پروردگار کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرتی تھی، اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی“۔

حضرات محترم! میں نے نزول مسیح کے ضمن میں قرآن واحادیث کے حوالے سے دلائل دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدہ میں پختگی عطا فرمائے اور قادیانی فتنہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اصلی مسیح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ مِّنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ع وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا. بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط (النساء: ۱۵۷)

''اور نہ تو یہود نے انہیں قتل کیا اور نہ اُن کو سولی دی بلکہ ان پر واقعہ کی حقیقت مشتبہ ہوگئی، اور جو لوگ یعنی یہود و نصاریٰ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ دراصل اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان اختلاف کرنے والوں کے پاس سوائے تخمینی باتوں کی پیروی کرنے کے اور کوئی صحیح علم نہیں ہے اور یہود نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا''۔

کرشمۂ قدرت

حضرات محترم! گزشتہ جمعہ فلسفہ نزولِ مسیح اور فضائل سیدہ مریم بیان ہوئے۔ عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم (علیہا السلام) کو معجزانہ زندگی عطا فرمائی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بلاشبہ اپنی والدہ کا عکس تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا آغاز بھی نرالے اور انوکھے انداز میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بن باپ کے پیدا فرمایا تاکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے وجودِ اقدس کو انسانی عقل و شعور کیلئے مستقل دلیل و برہان بنا دیا جائے۔ جو انسان بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا ہے وہ آسمانوں پر بھی جا سکتا ہے اور

اشارہ پر نومولود عیسیٰ علیہ السلام کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ ماں کا دودھ چھوڑا اور بول اٹھے:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا. وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ... (مریم: ۳۱)

''میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں خدا نے بابرکت کیا ہے''۔

کھلی نشانیاں

حضرات گرامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انوکھی ولادت ان کی معجزانہ زندگی کی تمہید تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے۔ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ایک گھڑی میں ہوئی یعنی قیامِ حمل کی تھوڑی دیر کے بعد وضع حمل ہو گیا۔ بعض علماء حضرات نے لکھا ہے کہ ایک گھڑی حمل ٹھہرا دوسری گھڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عام بچوں کی طرح نو ماہ بعد پیدا ہوئے۔

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ جہاں بیٹھی تھیں وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔

☆...... سوکھی کھجور کے تنے کو ہلانے پر تر و تازہ کھجوریں جھڑنے لگیں۔

اور اس سے قبل سیدہ مریم علیہا السلام کی کرامتیں یہ بھی کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی برکت کا نتیجہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو ان کا پہلا معجزہ ان کی ولادت اور پنگھوڑے میں کلام کرنا تھا۔

وَ اٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط (البقرہ: ۲۵۳)

''اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی مدد کی''۔

اور جگہ فرمایا:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ

(آل عمران: ۴۶)

"اور وہ لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کرے گا اور پوری عمر کا ہو کر بھی اور وہ اعلیٰ درجہ کے نیکوکاروں میں سے ہوگا"۔

معجزات عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے متعدد معجزات عطا فرمائے۔ وہ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس میں پھونک مارتے تو وہ قدرت الٰہی سے فضا میں اڑتے ہوئے پرندے بن جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ان کی آنکھیں دولت بینائی سے روشن ہو جاتیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوڑھ کے مریض پر اللہ کا نام لے کر ہاتھ پھیرتے وہ شفایاب ہو جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر میں پڑے مردے کو حکم دیتے وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہو جاتا۔

قرآن مجید شہادت دیتا ہے:

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(آل عمران:)

"بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں بے شک میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ بناؤں گا پھر اس میں روح پھونکوں گا پھر وہ اللہ کے حکم سے صحیح زندہ ہو جائے گا اور میں تندرست کروں گا پیدائشی اندھے اور برص کے مریض کو۔ اور اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کروں گا اور میں تمہیں بتاؤں گا جو کچھ تم کھاتے اور جو ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں، بے شک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم مومن ہو"۔

قتل کی سازش

ہم سب مسلمانوں کا قرآنی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت و کبریائی کی بدولت آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔ اب قربِ قیامت وہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور بقیہ زندگی انسانی معمولات کے مطابق گزار کر وفات پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنی کتاب اور نبوت کی نوید تو پہلے ہی روز سنادی تھی لیکن جب عملی زندگی کا آغاز کرتے ہوئے نبوت کا پہلا درس قولوا الٰہ الا اللہ دیا تو ان کے خلاف نفرت، بغض اور دشمنی کے کئی محاذ کھل گئے۔ ہر نبی کو اس کی تحریک میں جہاں کئی دشمنوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا وہاں سعادت مند جانثاروں کا تعاون بھی حاصل رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مشن میں ناکام کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ ہر دو قومیں شامل تھیں۔ جب ان کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں تو انہوں نے آخری حربہ یہ استعمال کیا کہ بادشاہِ وقت پلاطیس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف اُبھارا اور اس کے کان بھرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف انتشار پھیلا رہے ہیں بلکہ وہ تو اقتدار اور حکومت کے لئے بھی مستقل خطرہ بن گئے ہیں۔ یہ بات ہر دور کے حکمران کے لئے ناقابلِ برداشت رہی ہے۔ اہلِ اقتدار کو انسانی جان سے زیادہ اپنی کرسی عزیز ہوتی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے شہنشاہ پلاطیس کا اعتماد حاصل کرلیا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔

قتل یا شبہ

چنانچہ دشمنوں نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کا گھیراؤ کرلیا تاریخِ انبیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شمار انبیاء کے قتل کے منصوبے بنائے گئے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے طفیل وہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دشمنوں نے آگ میں ڈال کر ہلاک کرنا چاہا۔ پیغمبر صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش کی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف دشمن نے یلغار کی تو اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی۔ مشرکینِ مکہ نے امامِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی قتل کا منصوبہ بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے دشمنوں کا ہوا۔ وہ آنکھیں ملتے رہ گئے۔ بلکہ شبہ میں پڑ گئے۔ بچانے والا اتنا طاقتور ہے کہ وہ دشمن کی بھڑکائی ہوئی آگ میں سے بچالیتا ہے۔ دشمن کی فوجوں میں سے نکالتا ہے اور دشمن کے گھیرے میں سے اٹھاتا ہے۔ قرآن مجید شہادت دیتا ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا. بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا.

(النساء: ۱۵۷-۱۵۸)

"اور نہ تو یہود نے انہیں قتل کیا اور نہ اُن کو سولی دی بلکہ ان پر واقعہ کی حقیقت مشتبہ ہوگئی، اور جو لوگ یعنی یہود و نصاریٰ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ دراصل اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان اختلاف کرنے والوں کے پاس سوائے تخمینی باتوں کی پیروی کرنے کے اور کوئی صحیح علم نہیں ہے اور یہود نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

عربی قاعدہ کے مطابق ولکن ہمیشہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں پچھلے کلام میں شک وشبہ کو دور کرنا مقصود ہو۔ قرآن مجید واضح کرتا ہے۔ نہ تو انہیں قتل کیا گیا اور نہ ہی وہ سولی پر لٹکایا گیا۔ ولکن، لیکن ہوا یہ کہ وہ شبہے میں پڑ گئے۔ دشمنانِ عیسیٰ کا شبہ میں مبتلا ہونا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ وہ نہ تو قتل کیے جا سکے اور نہ انہیں سولی پر لٹکایا جا سکا پہلے دو باتوں کی نفی کر کے۔ آگے اللہ تعالیٰ وضاحت کرتے ہوئے انکشاف فرماتے ہیں بلکہ ہم نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور وہ قربِ قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے اس عقیدہ کی ہمیں قرآن مجید سے شہادت ملتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ

عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا. (النساء: ۱۵۹)

''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان کی تصدیق نہ کرے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے''۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو مشروط ظاہر کیا گیا ہے کہ ان کی موت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک تمام اہلِ کتاب ان کی تصدیق نہ کر لیں گے۔ پس ہمارے قرآن مجید کی شہادت کے مطابق آسمانوں پر اٹھانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں زندہ ہیں اور قیامت آنے سے پہلے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

معیارِ صداقت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تمام نشانیاں تفصیلاً بیان فرما دیں تا کہ آپ کی اُمت انہیں پہنچانے میں کوئی غلطی نہ کرے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ مسیح کی ایک سو ایک نشانیاں بیان فرمائی ہیں تا کہ آپ کی اُمت کے لوگ اگر ایک نشانی سے اصل مسیح کو پہچان نہ سکیں تو بتائی گئی دوسری نشانی سے شناخت کر لیں۔ اگر دوسری علامت سے پتہ نہ چلے تو تیسری علامت سے پہچان لیں۔ جعلی نبوت کے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:

''اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی موعود کو کرنا چاہئے تو پھر میں سچا، اور اگر ایسا نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا'' ''پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں یہ علت نمائی ظہور میں نہ آوے تو میں جھوٹا ہوں''۔

(مرزا صاحب کا خط بنام قاضی بدر حسین اخبار بدر۔ ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء)

میں قادیانیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی جماعت کے بانی کے اس جملے پر غور

کریں اوران کے بیان کی روشنی میں دیکھیں کہ آیا اسلام کی حمایت وخدمت میں انہوں نے مسیح حقیقی کا کردارادا کیا یا جعلی مسیح بن کر سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اصل مسیح کی نشانیاں

اصل معیار وہ فرمودات نبوی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا فرمائے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا مرزا غلام احمد قادیانی ''نشانات مسیح'' کے معیار پر پورے اترے ہیں۔ اصلی مسیح اور نقلی مسیح کا تقابلی جائزہ پیش کرنے سے قبل میں ضروری سمجھتا ہوں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح علیہ السلام کی جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان میں سے چند ایک نشانیاں پیش کروں۔

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے۔
(بخاری، کتاب الملاحم باب کسر الصلیب۔ ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال)

☆......ان کا نزول آسمانوں سے ہوگا۔
(مسلم۔ کتاب الحج باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

☆......ماں کا نام مریم ہوگا۔ (تمام احادیث میں عیسیٰ ابن مریم کا نام لیا گیا ہے)

☆......دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر نمودار ہوں گے پھر سیڑھی لگا کر انہیں نیچے اتارا جائے گا۔
(مسلم۔ ذکر الدجال۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم باب خروج الدجال۔ ترمذی۔ ابواب الفتن باب فی فتنۃ الدجال۔ ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال)

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام تازہ غسل سے ہوں گے، بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے ہوں گے۔
(مسلم۔ ذکر الدجال، ابوداؤد۔ کتاب الملاحم، ترمذی۔ ابواب الفتن، ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال)

☆......فجر کی نماز کی تیاری کے لئے لوگ صفیں باندھ چکے ہوں گے۔ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلیٰ امامت پیش کریں گے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں دھکیلتے ہوئے مصلیٰ پر کھڑا کردیں گے اوران کی

اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔

(بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب نزول مسیح، مسلم۔ بیان نزول مسیح، مسند احمد۔ روایات ابوہریرہؓ)

☆......نزول کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زرد رنگ کی دو چادریں پہن رکھی ہوں گی۔ (مسلم۔ ذکر الدجال)

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں 45 برس قیام کریں گے۔ یہیں شادی کریں گے ان کی اولاد ہوگی۔ یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پہلی زندگی میں نکاح نہیں کیا تھا۔ گویا نزول کے بعد معمول کی زندگی گزاریں گے۔

(ابوداؤد۔ کتاب الملاحم باب خروج الدجال، مسند احمد۔ روایت ابوہریرہؓ، روایت حضرت عائشہؓ)

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج و عمرہ کریں گے، بعد ازاں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دے کر ہدیۂ خلوص وسلام پیش کریں گے۔

(مسند احمد۔ روایت ابوہریرہؓ، مسلم۔ کتاب الحج باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل کی حیثیت سے ملتِ اسلامیہ کی سربراہی حکومت اور خلافت کے فرائض سرانجام دے کر لوگوں کی اصلاح وفلاح کے لئے سرگرمِ عمل ہوں گے۔

(بخاری۔ باب نزول عیسیٰ ابن مریم، مسلم۔ باب نزول عیسیٰ، ترمذی۔ باب نزول عیسیٰ۔ سند احمد)

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کا خاتمہ کریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ اپنی قوم نصاریٰ کی اصلاح کریں گے یہاں تک کہ وہ تمام کے تمام حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔

(بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء باب نزول مسیح، مسلم۔ باب نزول مسیح، ترمذی۔ ابواب الفتن باب فی نزول عیسیٰ، مسند احمد۔ روایات ابی ہریرہؓ)

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کے ساتھ مل کر دجال کے خلاف جہاد کریں گے اور اس کے وجود سے زمین کو پاک کردیں گے۔

(مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن باب الملاحم بحوالہ مسلم۔ مسند احمد)

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ سے تقریر کریں گے، کل روئے زمین کے انسان ان کی تقریر سنیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج سے فارغ ہو کر مکہ سے مدینہ آ رہے ہوں گے کہ راستہ میں ان کا وصال ہو گا، ان کی میت اٹھا کر مدینہ لائی جائے گی، انہیں روضۂ رسول میں ان کی مخصوص جگہ دفن کیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ میں سارے مسلمان شامل ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے صدقے جایئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ممکنہ خطرہ کے پیش نظر اپنی امت کی رہنمائی اس حد تک فرمائی کہ نزول مسیح کے بعد کے واقعات کی جزئیات تک بیان فرما دیں یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفر کے راستے اور منزلوں کی نشان دہی بھی فرما دی۔

حضرات محترم! میں آئندہ جمعہ تفصیلاً اصلی مسیح اور نقلی مسیح کا تقابلی جائزہ پیش کروں گا۔ پروردگار عالم ہمیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

......☆......

اصلی اور نقلی مسیح میں فرق

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا وعدلًا. (بخاری و مسلم)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے، اور تمہارے ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کریں گے''۔

حضرات محترم! آج میں چاہوں گا کہ اصلی مسیح اور نقلی مسیح، حقیقی مسیح اور جعلی مسیح، قرآنی مسیح اور شیطانی مسیح، خدائی مسیح اور مرزائی مسیح کا تقابلی جائزہ آپ کے سامنے پیش کروں تا کہ آپ فیصلہ کرسکیں کہ مسیحیت کا دعویٰ کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نشانات کے معیار پر پورا اترتا ہے کہ نہیں۔

ا۔ مسیح کی آمد

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا، حقیقت الوحی ص ۱۹۳ پر مرزا لکھتا ہے: ''اور یہ بھی اہل سنت کے درمیان متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں؟ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے''۔ مرزا صاحب کی مسیحیت کا خلاصہ یہ ہے۔ جب کہ اہل سنت کا اتفاق

ہے کہ آخری صدی کا آخری مجدد مسیح ہوگا۔ گویا مرزا صاحب نے آخری صدی کے آخری مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو مسیح قرار دیا ہے۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ چودہویں صدی آخری ہے اور اس میں آنے والا آخری مجدد ہی مسیح موعود بھی ہوگا لیکن اس صدی کے ختم ہونے پر پندرہویں صدی شروع ہوگئی۔ پس چودہویں صدی آخری صدی نہ ہوئی نہ مرزا صاحب آخری مجدد ہوئے۔ جب وہ مجدد ہی ثابت نہ ہوئے تو سچے مسیح موعود بھی ثابت نہ ہوئے۔ علماءِ اہل سنت میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ آخری مجدد اس امت کے حضرت مسیح علیہ السلام ہوں گے اور وہ قربِ قیامت تشریف لائیں گے۔

۲۔ ماں کا نام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام مریم ہوگا جب کہ نام نہاد مسیح مرزا قادیانی کی ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔ یہ پہلو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود ایک حدیث کو ان الفاظ میں پیش کر کے اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کر دیا ہے:

والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا وعدلًا. (بخاری و مسلم)

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے، اور تمہارے ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کریں گے"۔

اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ آنے والا مسیح موعود مریم کا بیٹا ہوگا، لیکن مرزا صاحب چراغ بی بی کے فرزند تھے، فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

۳۔ نزولِ آسمانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہمارے عقیدہ کے مطابق آسمانوں سے ہوگا۔ مرزا صاحب سے جب اس علامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ آسمانوں سے مراد میری ماں کا پیٹ ہے۔ دمشق کی جامع مسجد کے مینار سے مراد منارۃ المسیح ہے۔ یاد رہے کہ یہ نام نہاد مینارہ مرزا صاحب کو تاویل کے سلسلہ میں تعمیر کروانا پڑا۔ جو ان

کی وفات کے بعد مکمل ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے زرد رنگ کی چادروں سے مراد اپنی دو بیماریاں بیان کی ہیں۔ ایک جسم کے نچلے حصے میں یعنی مثانہ کی بیماری، دوسری جسم کے اوپر والے حصے میں یعنی مراق کی بیماری۔

حضرات! قربان جائیے ایسے دلچسپ مسیح موعود کے۔ دیکھئے کیسی تخیل پرواز ہے؟

آسمان سے مراد...... ماں کا پیٹ

مینارہ سے مراد...... منارۃ المسیح

زرد رنگ کی دو چادروں سے مراد، دو جسمانی بیماریاں

مسیح جوان ہوگا، غلام کے معنی جوان، لہٰذا مراد، میں مسیح موعود

شادی سے مراد...... نکاح آسمانی

یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے کہ سیاہ سے مراد سفید، سائیکل سے مراد ہوائی جہاز، ہاتھی سے مراد چیونٹی، مرزا صاحب کے اس استدلال کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

مرزا صاحب سے مراد...... مسیلمہ کذاب

مرزا سے مراد...... اسود عنسی !!

۴۔ قیامِ دنیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد دنیا میں ۴۵ برس زندہ رہیں گے۔ یہیں شادی کریں گے اولاد ہوگی، معمول کی زندگی گزار کر ان کی وفات ہوگی اور وہ روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے۔

ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض یتزوّج ویولد لهٗ یمکث فی الارض خمسًا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معي في قبری.

(مشکوۃ شریف)

''نازل ہوں گے حضرت عیسیٰ بن مریم طرف زمین کے، نکاح کریں گے، اولاد ہوگی، زمین پر ۴۵ برس رہیں گے، پھر فوت ہوکر میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے''۔

مرزا صاحب کی سوانح دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۹۰۸ء میں ان کا وصال ہوگیا۔ گویا اس لحاظ سے ان کی دورِ مسیحیت کا زمانہ تقریباً ساڑھے سولہ برس ہوا۔ اگر مرزا صاحب کے مجدد ہونے کا زمانہ بھی شامل کرلیا جائے تو بھی مدت قیام ۲۶ برس بنتی ہے۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق مسیح کے ۴۵ برس زمین پر قیام کے قول پر مرزا صاحب پورے نہیں اترتے۔

۵۔ حج و زیارات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح کے سوانح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، ان کے حج و عمرہ کرنے اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر سلام پیش کرنے کی بطور خاص نشان دہی فرمائی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ساری زندگی میں حج کیا نہ عمرہ کیا۔ خدا نے ساری زندگی اپنے گھر اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر کی زیارت سے محروم رکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس نکتہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر و دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا۔ دنیا جانتی ہے کہ ابھی دجال پیدا بھی نہیں ہوا جس کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ مرزا صاحب آخری وقت تک حج و عمرہ کی سعادت سے محروم رہے، لہٰذا ارشادِ رسول اکرم ﷺ کے مطابق مسیح موعود نہ ہوئے۔

۷۔ حکم عدل و انصاف

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نشانی یہ بتائی کہ وہ حاکم عادل کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ملت اسلامیہ کی خلافت و سیادت ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس کے برعکس مرزا صاحب کو ایک دن کے لئے بھی حکومت نہیں ملی۔ بلکہ وہ ساری زندگی انگریزوں کی چاپلوسی، کاسہ لیسی اور خوشامد کرتے رہے۔ مرزا صاحب کو خود اعتراف ہے کہ:

"یہ عاجز اس دنیا میں حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا بلکہ غربت اور درویشی کے رنگ میں آیا ہے"۔

پس مرزا صاحب فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس معیار پر بھی پورے نہیں اترے، لہٰذا مسیح موعود نہ ہوئے۔

۸۔ صلیب کا خاتمہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نمایاں پہلو یہ بیان فرمایا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری کا ایک اہم مقصد اور مشن اپنی قوم نصاریٰ کی اصلاح کرنا ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت یہود کی قیادت دجال یہودی کے ہاتھ میں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا خاتمہ کریں گے، فتنہ دجال کے خاتمہ سے فراغت کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف توجہ دیں گے۔ ان کے عقائد باطلہ کی اصلاح کریں گے۔ صلیب پرستی ان کے دین کا اہم حصہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی تردید کریں گے۔ چنانچہ تمام عیسائی صلیبی عقیدہ سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ اس طرح دنیا سے صلیب کا خاتمہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے۔ مختصر یہ کہ حضرت مسیح عیسائیوں کے معاشرتی بگاڑ کی ازسرِ نو اصلاح کریں گے۔ اس کے برعکس مرزا غلام قادیانی کے دور میں عیسائیت کو روز افزوں ترقی ہوئی۔ مرزا صاحب نے ایک گہری سازش کے ذریعہ عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے، عیسائیت کو پورے ہندوستان میں نہ صرف متعارف کروایا بلکہ درپردہ عیسائیت کو پھلنے پھولنے کے تمام مواقع مہیا کیے۔ یہ بات اعداد و شمار سے ثابت کی جا سکتی ہے کہ اس دور میں عیسائی مشنریوں کے جال سارے ہندوستان میں بچھائے گئے۔ قادیانیوں کے ترجمان رسالہ ''الفضل'' کی رپورٹ کے مطابق 81760 آدمی سالانہ برصغیر پاک و ہند میں عیسائی ہوتے رہے۔ مرزا صاحب کے قول و فعل اور کردار کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ درحقیقت انگریزی حکومت اور اس کے مذہب (عیسائیت) کے استحکام اور ترقی کے لئے سرگرمِ عمل رہے۔ عالم اسلام کے مسلمانوں کے برعکس مرزا صاحب وفاتِ مسیح کے عقیدہ کے قائل ہیں۔ عیسائی بھی وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سولی پر لٹکائے جانے سے

واقع ہوئی۔ قرآنی نظریہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل کیے گئے نہ سولی پر لٹکائے گئے بلکہ وہ آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا مرزا صاحب کا عقیدۂ ''وفاتِ مسیح'' عیسائیوں کے عقیدہ صلیب کی تائید نہیں کرتا؟ کہ صلیب کی اس کسوٹی پر بھی مرزا صاحب پورا نہیں اترتے۔ لہٰذا وہ جھوٹے ہوئے۔

۹۔ وفات اور تدفین

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موجود کی سوانحی شخصیت کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں مدتِ قیام پوری کرنے کے بعد ان کا انتقال ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اپنی بقیہ طبعی زندگی گزار حج کے لئے مکہ تشریف لے جائیں گے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان وفات ہوگی۔ پھر وہاں سے آپ کی میت مدینہ منورہ لائی جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی مخصوص جگہ میں انہیں دفن کیا جائے گا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں ایسا محسوس کر رہی ہوں کہ آپ ﷺ کے بعد زندہ رہوں گی لہٰذا مجھے اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا اس جگہ پر اختیار نہیں کیونکہ وہاں چار قبروں، میری، ابوبکر، عمر، عیسیٰ (علیہم السلام) کے سوا اور کسی کی جگہ نہیں۔

(کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد نمبر ۶ صفحہ ۵۷)

مرزا غلام احمد قادیانی اس ارشادِ نبوی کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''آنحضرت فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا، یعنی وہ میں ہی ہوں''۔

(کشتی نوح۔ ص ۱۵)

روضۂ اقدس میں دفن ہونا تو کجا، مرزا صاحب کو اس مرجع خلائق رشکِ خلد بریں کی ایک جھلک دیکھنا بھی نصیب نہ ہوئی۔ مرزا صاحب نے اس معیارِ نبوت پر بھی تبصرہ کرتے ہوئے گوہر افشانی فرمائی کہ حدیث میں یدفن معی فی قبری لکھا ہے یعنی مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا اور نبی کی قبر کو پھاڑ کر مسیح کو اس میں دفن کرنا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی اہانت ہے۔ پس اس سے مراد روحانی قبر ہے۔ سبحان اللہ مرزا صاحب نے کیسی خوبصورت تاویل کی۔ فی قبری سے مراد میری قبر کے پاس ہے۔ فی سے مراد کبھی قرب کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

بورک من فی النار.

''موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھا''۔

آخر مرزا صاحب نے یہ گل کھلایا، ''ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا آ جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو''۔

(ازالہ اوہام: ص ۱۹۶)

۱۰۔ جہاد مسیح

حضرت مسیح علیہ السلام اپنے نزول کے بعد امام مہدی کے ساتھ مل کر دجال کے خلاف جہاد کریں گے اور فتنہ دجال کو ختم کریں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا دجال سے مراد وہ عیسائی پادری ہیں جن سے میں مناظرے کرتا ہوں۔ حضرت امام مہدی حضرت مسیح کے دست راست ہوں گے۔ دونوں مل کر فتنہ وفساد کے خلاف سرگرم عمل ہوں گے۔ یہاں لطف کی بات یہ کہ مرزا صاحب نے نہ صرف مسیح ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا گویا خود ہی مسیح، خود ہی مہدی۔ اس معیار پر مرزا صاحب کاذب ثابت ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ایک واضح مقصد جہاد کرنا ہوگا۔ جب کہ مرزا صاحب نے سرے سے جہاد ہی کو حرام قرار دے دیا مرزا صاحب کے مرید خاص نے ان کے سامنے ان کے فتویٰ کی روشنی میں تنسیخ جہاد پر قصیدہ پڑھا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ وقتال

اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کیلئے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ و جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۱ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

۱۱۔ انسانی رُشد و ہدایت

حضرات محترم! نزولِ مسیح کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روئے زمین کے انسانوں کی رُشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی کو اس امر کا اعتراف ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں بکثرت پھیل جائے گا۔

۱۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت آنے والے مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ سے تقریر کریں گے جو کل دنیا کے انسان سنیں گے۔ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے قربان جائیں ایک صدی پہلے یہ بات انسانی عقل سے ماوراء تھی لیکن آج سائنسی ایجادات اور مواصلاتی ترقی نے ثابت کر دکھایا ہے کہ دنیا کے کسی ملک سے کہی جانے والی بات ساری دنیا میں نہ صرف سنی جاسکتی ہے بلکہ اب تو دیکھی بھی جاسکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سائنس نے سچ ثابت کر دکھایا ہے جس کا پندرہ سو برس پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نام نہاد مسیح موعود کی تقریر نہ ساری دنیا میں سنائی دے گی اور نہ ہی ان کی کسی تقریر کا ایسا ریکارڈ موجود ہے جسے کبھی براڈ کاسٹ کیا جاسکے گا۔ مرزا صاحب اس سعادت سے محروم ہیں، کیونکہ ان کی کوئی تقریر ایک محلہ سے کسی دوسرے محلہ تک نہ پہنچ سکی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق عقل انسانی کو راہنمائی ملتی ہے کہ جس طرح فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سچ ثابت ہوا ہے، اسی طرح آپ کی حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں باقی تمام پیش گوئیاں بھی سچ ثابت ہوں گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ ان کی دعوت خاص و عام ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حسنِ اخلاق اور قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت غلبہ اسلام کی تحریک میں کامیاب ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے اپنی قوم کی اصلاح کریں گے۔ سچے مسیح کا یہ کردار قابلِ ذکر ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو مسلمان بنائیں گے، ادھر بناوٹی مسیح کا یہ کردار دیکھیں کہ اس نے کل روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا۔

''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں''۔ (مکتوب مرزا بنام ڈاکٹر عبدالحکیم)

''اے مرزا جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے''۔ (رسالہ معیار الاخیار)

حضرات محترم! آپ فیصلہ فرمائیں، دنیا میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں انسان مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں مانتے۔ لہٰذا مرزا صاحب کے فتویٰ اور دعویٰ کے مطابق وہ کافر اور جہنمی ہوئے۔ کیا یہ مسیح کی شان ہے؟ کیا یہ مسیح کا کردار ہے؟ کیا یہ مسیح کا عمل ہے؟ حقیقی مسیح اپنی قوم عیسائی کو اسلام کے سچے مذہب کی طرف مائل کریں گے۔ مرزا صاحب مسیح بھی بنتے ہیں اور مسلمان بھی بنتے ہیں۔ آپ بتائیں کہ ان کی قوم عیسائی ہے یا مسلمان ہے؟ وہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں؟ مرزا صاحب کی قوم مرزائی ہے، پس مرزا صاحب نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اس معیار پر بھی وہ مسیح موعود ثابت نہیں ہوتے۔ مرزا صاحب کیا تھے؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے خود مرزا صاحب کو پتہ نہیں تھا کہ وہ کیا تھے؟

۱۴۔ قتلِ دجال اور اس کی نشانیاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کا عظیم الشان کارنامہ دجال کا خاتمہ اور قتل ہوگا۔

حضرات محترم! جس طرح محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی علامتیں اور نشانیاں بتائیں اس طرح آپ ﷺ نے دجال اور اس کے فتنے سے بھی اپنی اُمت کو آگاہ فرمایا۔ میں چاہوں گا کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں دجال کا حال بھی بیان کردوں۔

☆......دجال یہودیوں میں سے ہوگا، ابتداءً نیکی و پارسائی کا اظہار کرے گا۔

☆......نبوت کا دعویٰ کرے گا بعد ازاں خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

(ابن ماجہ، فتح الباری، طبرانی)

☆......دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ (مسلم،ابن ماجہ،طبرانی)

☆......اس کے ماتھے پر "کافر" لکھا ہوگا سے ہر پڑھا لکھا اوراَن پڑھ شخص بھی پڑھ سکے گا۔
(ابن ماجہ،احمد،حاکم)

☆......دجال نے اپنی جنت ودوزخ بنا رکھی ہوگی۔ (مسند احمد)

☆......اصفہان کے 70 ہزار یہودی اس کے ساتھ ہوں گے۔ (اسحٰق،ابن کثیر،کنز)

☆......شام اور عراق کے درمیان خروج کرے گا۔ (مسلم،ابوداؤد)

☆......دجال چالیس دن تک زمین پر اودھم مچائے گا۔ پہلا دن سال کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینے کے برابر ہوگا۔ تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا، باقی 36 دن معمول کے مطابق ہوں گے۔ (مسند احمد)

☆......ایسی تیزی سے مسافت طے کرے گا، گویا ہوا کے پیچھے بادل ہوں یعنی وہ دنوں کا سفر گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کرے گا۔

☆......لوگ دجال کے شر سے بچنے کے لئے پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیں گے۔

☆......دجال کے خروج سے پہلے تین سال ایسے گزریں گے کہ پہلے سال ایک تہائی بارش اور ایک تہائی غلہ کی کمی ہوگی۔ دوسرے سال دو تہائی کی کمی اور تیسرے سال نہ بارش ہوگی نہ غلہ ہوگا۔ شدید قحط سے حیوانات اور درندے مر جائیں گے۔
(مسلم،ابوداؤد)

☆......عجیب بات یہ ہوگی کہ جو لوگ دجال پر ایمان لائیں گے ان کی زمینوں پر بارش ہوگی ان کے ہاں خوشحالی ہوگی، ان کے چوپائے سیر ہو کر اپنے گھروں کو لوٹیں گے۔ جو لوگ دجال کو نہیں مانیں گے وہ مفلوک الحال ہوں گے، غلہ کم ہوگا ان کے مویشی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ (مسلم،ترمذی،ابوداؤد)

☆......دجال ویرانے سے گزرے گا تو زمین کو حکم دے گا وہ اپنے خزانے اُگل دے چنانچہ ایسا ہی ہوگا اور خزانے نکل پڑیں گے۔

☆......دجال ایسی شعبدہ بازیاں دکھائے گا کہ مخلوق دنگ رہ جائے گی۔ مثلاً قبر سے مردے زندہ کردے گا، دیہاتی کا مردہ اونٹ زندہ کردے گا۔

☆..... دجال بلآ خر اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ زمین روندتا ہوا مدینہ کا رخ کرے گا۔ احد تک پہنچ جائے گا جہاں سے اللہ کے فرشتے اس کے لشکر کا رخ ملک شام کی طرف پھیر دیں گے۔

☆..... دجال شام کی طرف سفر کرے گا۔ امام مہدی اس وقت قسطنطنیہ کے محاذ پر ہوں گے امام مہدی خروج دجال کی خبر سن کر ملک شام واپس آئیں گے۔

☆..... فجر کی نماز کی ادائیگی سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ امام مہدی کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ (الحاوی)

☆..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی مل کر دجال کے مقابلے کیلئے نکلیں گے۔

☆..... دجال بھاگنے کی کوشش کرے گا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدیؓ مقام لُد [1] (مقبوضہ اسرائیلی علاقے) پر اسے جالیں گے۔

(ابن ماجہ، ابوداؤد، الحاکم)

☆..... دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا اسی مقام پر دجال کو قتل کر کے اس کا خاتمہ کیا جائے گا۔

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات تفصیلاً بیان کیے ہیں جو آپ ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت امام مہدی کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے۔

آقائے نامدار ﷺ کی زبان مبارک سے ادا شدہ فرمودات ہمارے لئے عقائد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے عقائد پر پختگی اور یقین کامل عطا فرمائے۔ آمین

......☆......

1۔ لد (Lydda) تل ابیب سے چند میل دور جہاں یہودیوں نے ہوائی اڈہ بنایا ہے۔
(ختم نبوت از مولانا مودودی: ص۴۶)

خطبات جمادی الاول

① ...... حضور ﷺ کا سفرِ طائف

② ...... آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت

③ ...... پیغمبر انقلاب ﷺ

......☆......

حضور ﷺ کا سفرِ طائف

(از: حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہٗ)

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئٰت اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد أن سیّدنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ . صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

قُلْ اُوْحِیَ إِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْآ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا.یَهْدِیْٓ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا. وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا.[الجن: ۷۲/ ۱ تا ۳]

وقال فی مقام اخر: سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. [الاسراء: ۱۷/ ۱]

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اللّٰھم انّی اشکوا إلیک ضعفًا. او کما قال

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی ال محمّدٍ کما صلّیت علٰی

ابراهیم وعلی ال ابراهیم إنک حمید مجید. اللهم بارک علی محمد وعلی ال محمد کمابارکت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم إنک حمید مجید.

سرداروں کی طرف سے توہین

محترم بزرگو، عزیزو اور دوستو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے سلسلہ وار درس کا ہم نے گذشتہ جمعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور خواجہ ابوطالب کی وفات کا تذکرہ سنا تھا۔ اسی سال اللہ کے نبی مکہ والوں سے مایوس ہو کر مکہ سے ہجرت فرما کر طائف تشریف لے گئے۔ اس امید اور اس خیال سے کہ مکہ والے نہیں مانتے، طائف والے شاید مان لیں۔ مکہ والے بات نہیں سنتے شاید طائف والے سن لیں۔ مکہ والوں کو بات سمجھ نہیں آئی شاید طائف والوں کو بات سمجھ آ جائے۔ طائف مکہ سے قریب شہر ہے۔ بڑا سرسبز اور شاداب ہے۔ موسم بھی بڑا خوشگوار رہتا ہے۔ یہاں تین سردار تھے۔ ایک کا نام عبد یالیل تھا، ایک کا مسعود اور تیسرے کا نام حبیب تھا۔ یہ طائف کے لوگوں کے سردار تھے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور ایک ایک سردار کے پاس گئے۔ عبد یالیل کو دعوت دی، مسعود کو دعوت دی اور حبیب کو بھی دعوت دی۔ ان میں سے ایک بد بخت اور ظالم نے یہ کہا کہ اللہ نے کعبے کا پردہ چاک کرنے کے لئے تجھے نبوت دی ہے؟ دوسرے نے کہا کہ کیا نبوت کے لیے اللہ نے تجھے ہی چنا تھا۔ اور تو ہی اللہ کو ملا تھا؟ تجھے اللہ نے نبی بنانا تھا؟ اور تیسرے نے یوں مذاق اڑایا کہ میں تجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ تو اگر جھوٹا ہے تو اس قابل نہیں کہ تجھ سے بات کی جائے اور اگر تو سچا ہے تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ اس وجہ سے میں تو تجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔ مشرک کی عقل نے یہ کام نہ کیا کہ وہ جو بات اور جس انداز سے بات کر رہا ہے اُس سے بھی اللہ کے نبی کی توہین ہو رہی ہے۔ پھر ان تینوں نے توہین، تردید اور مخالفت کی۔

آپ ﷺ پر ظلم وتشدد کی داستان

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپسی کی طرف چل پڑے۔ تو ان ظالموں نے آوارہ چھوکرے اور نوجوان لڑکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیئے۔ انہوں نے اللہ کے نبیؑ پر سنگریزی کی۔ آپؑ اس سنگریزی اور ان پتھروں کی وجہ سے زخمی ہو گئے۔ یہ ایک جلوس تھا لڑکوں اور چھوکروں کا جو آپؑ کے پیچھے لگا دیا گیا تھا۔ زبانی اذیت الگ، جسمانی اذیت الگ اور روحانی اذیت الگ۔ آپؑ کا جسم مبارک ٹوٹ گیا۔ جسم سے خون کے فوارے چل پڑے۔ آپ ﷺ زخمی ہو گئے۔ پاؤں مبارک تک خون آ پہنچا۔ اللہ کے نبیؑ وہاں سے ہٹے، نکلے اور چلے راستے میں مشرکین مکہ کے دو بڑے سردار عتبہ اور شیبہ کا باغ پڑتا تھا۔ یہ انگوروں کا باغ تھا۔ اللہ کے نبیؑ یہاں آ کر کچھ دیر ستائے۔ جوتا مبارک اتارنے کی کوشش کی لیکن وہ خون سے چپکا ہوا تھا۔ آپؑ درد سے کراہ رہے تھے۔ اللہ کے دین کی خاطر آپؑ یہ دُکھ اٹھا رہے ہیں۔ بدن زخموں سے چُور ہے اور خون بہہ رہا ہے۔

آپ ﷺ کی اللہ کے حضور دعاء ومناجات

یہاں اللہ کے نبیؑ نے اپنے ہاتھ اللہ کے حضور اٹھا لئے اور ایک عجیب دعا فرمائی۔ اس دعا کو پڑھ کر اور سن کر بھی آدمی کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس دعا میں اللہ کے نبیؑ نے اپنی بے دردی، بے بسی، اپنے عجز اور اللہ کی قوت وقدرت کا اظہار کیا، اپنے آپ کو صبر کی تلقین فرمائی۔ صبر کا اظہار فرمایا۔ اور یوں ہاتھ اٹھا لئے:

اللّٰھم إنی اشکوا إلیک ضعف قوّتی وقلّة حیلتی وھوانی علی الناس. او کما قال

اے اللہ میں آپ کے دربار میں اپنی طاقت کی کمزوری کی شکایت کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سارے قضیے میں کسی پر الزام نہیں لگایا کہ طائف والے بدتمیز ہیں، بے قدر ہیں، ذلیل ہیں، اللہ کے نبیؑ کے موذن اور گستاخ ہیں۔ نہیں، یہ داعی کا کمال ہے کہ کمزوری کی نسبت اپنی طرف فرما رہے ہیں۔ اور اللہ کے حضور شکایت کر رہے ہیں:

اللّٰھم إنّی اشکوا إلیک ضعف قوّتی......

یااللہ میں اپنی قوت کے ضعف وکمزوری کی آپ کے دربار میں شکایت کرتا ہوں۔

وقلّة حیلتی ..... میں اپنی تدبیر کی کمی کی شکایت کرتا ہوں۔ میں کمزور ہوں اور میری تدبیر ناقص ہے۔ میں ضعیف ہوں اور میرا حیلہ اور میری تدبیر کمزور ہے۔ مولا! میں ان کو سمجھا نہیں سکا۔ اللہ میں ان کو قائل نہیں کر سکا۔

اشکوا إلیک ضعف قوّتی وقلّة حیلتی وھوانی علی الناس.

یااللہ میں آپ کی دربار میں لوگوں میں اپنی بے وقعتی کی شکایت کرتا ہوں۔ میں لوگوں میں اتنا بے وقعت ہوگیا ہوں اور بے قدر ہوگیا ہوں کہ یہ مجھے پتھر بھی مار رہے ہیں، یہ مجھے الزام بھی دے رہے ہیں اور یہ میری بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ یہ مجھے لہولہان بھی کر رہے ہیں اور پھر فرمایا یا ارحم الراحمین!......اوارحم الراحمین! آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں؟

إلی عدوّ یتجھمنی ام إلی صدیق .....

یا اللہ! آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں، مجھے دشمن کے حوالے کر رہے ہیں۔ جو مجھے نچوڑ لے، جھنجھوڑ لے:

ام إلی قریب ملکته أمری.

یا آپ مجھے میرے کسی دوست کے حوالے کر رہے ہیں اور میرا اُس کو مالک بنا رہے ہیں۔ میرے معاملے کا اس کو مختار بنا رہے ہیں۔

إن لم تکن ساخطًا علیّ فلا اُبالی غیر ان عافیتک اوسع لی.

مولا! اگر آپ مجھ پر ناراض نہیں، یااللہ اگر آپ مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے یہ تکلیف قبول اور برداشت ہے اور مجھے یہ پریشانی بھی قبول ہے۔ الٰہ العالمین، مولائے کائنات!

إن لم تکن ساخطًا علیّ فلا اُبالی...

مجھے کوئی پرواہ نہیں......

غیر ان عافیتک اوسع لی.

اللہ! تیری عافیت میرے لئے بہت وسعت والی ہے۔ تکلیف تو کبھی کبھی آتی ہے، عافیت تو ہر لحظہ آتی ہے۔ یا اللہ! پریشانی تو آج آئی ہے، دُکھ تو آج آیا ہے، سُکھ تو ہمیشہ آتا ہے۔

اعوذ بنور بوجھک الکریم الذی اضاءت لہ السموات واشرقت لہ الظلمات......

''میں اُس ذاتِ اقدس کے نور کی پناہ مانگتا ہوں، جس نے اندھیروں کو دور کر دیا۔ جس نور سے اندھیرے چھٹ گئے۔ یا اللہ میں آپ کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں، اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کی رحمت مجھ پر نازل ہو''۔

اللہ کے نبیؐ نے یہ دعا فرمائی تو دعا فوراً قبول ہوئی۔ عتبہ اور شیبہ یہ دونوں آپؐ کے دشمن تھے۔ وہ بیٹھے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ان سنگ دلوں کا دل بھی موم ہو گیا۔ شیبہ نے اپنے غلام کو بلایا، اس کا نام عداس تھا، عداس! یہ طشتری اور پلیٹ لے جاؤ، اس میں انگور کے خوشے اور گچھے رکھو اور اس مسافر کو جا کر دے آؤ، اور اگر وہ نہ کھائے تو ان کی منت کر لینا کہ تھوڑا کچھ تو ضرور کھا لو۔ عداس طشتری اور پلیٹ میں انگور رکھ کر اللہ کے نبیؐ کی خدمت میں لایا۔ اوئے لوگو! حضور علیہ السلام کی مظلومیت کو تو دیکھو، دشمن کو بھی ترس آ گیا ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی مقبولیت کو تو دیکھو کہ آج انسانی بنیاد پر عتبہ اور شیبہ جیسے ظالم، گستاخ اور موہن و مخالف ان کے دلوں میں بھی آج رحمت نے انگڑائی لی ہے، یہ حضور علیہ السلام کی مظلومیت کی برکت ہے۔ اللہ کے نبیؐ کی دعا کی برکت ہے۔ بترس از آہِ مظلوم...... مظلوم کی بددعا سے ذرا کرو، اور یہ تو سید المظلومین ہیں۔ سید النبیین ہیں۔ خاتم المرسلین ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں، مسافر بھی ہیں اور مظلوم بھی۔ مسافر کی دعا بھی قبول ہوتی ہے اور مظلوم کی دعا اور بددعا بھی قبول ہوتی ہے۔ ان پتھر دلوں کو بھی موم کر دیا۔ اور طشتری میں انگور بھجوا رہے ہیں۔

عداس سے آپ ﷺ کی گفتگو اور اس کا اثر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگور لانے والے، اس غلام عدّاس سے پوچھا: عداس! کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا کہ شام کا رہنے والا ہوں۔ عیسائی تھا۔ تو اس

نے کہا کہ میں شام کے فلاں علاقے کا رہنے والا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، تم تو یونس ابن متّی کے علاقے کے ہو۔ کہنے لگا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام کے علاقے کا ہوں، لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ کو یونس کی خبر کس نے دی؟ آپؐ نے فرمایا، یونس علیہ السلام میرے بھائی تھے۔ وہ بھی اللہ کے نبی تھے اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔ اُس نے اللہ کے نبی کی گفتگو کو سنا، ایسا متاثر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کو چومنے لگا۔ عتبہ اور شیبہ سامنے سے بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عداس واپس آیا تو عداس سے یہ کہنے لگے کہ خیال کرنا یہ شخص تجھے تیرے دین سے نہ ہٹا دے، تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ عداس خاموش ہو گیا۔ عداس کو تو شرفِ صحابیت حاصل ہو گیا تھا۔ جب بدر کی جنگ ہوئی اور عتبہ و شیبہ بدر میں جا رہے تھے تو عداس بیٹھا رو رہا تھا، کسی نے کہا عداس! کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اپنے سردار کی بدبختی پر رو رہا ہوں۔ کیا ہوا؟ کہا یہ اس نبیؐ کے مقابلے میں جا رہے ہیں۔ تو پوچھا گیا کہ واقعی وہ نبی ہیں؟ کہنے لگا، اللہ کی قسم میں جانتا ہوں یہ سچے نبی ہیں۔ اور یہ لوگ جنگ میں نہیں جا رہے بلکہ یہ اپنے مقتل میں جا رہے ہیں۔ یہ اپنی قتل گاہ میں جا رہے ہیں۔ وہاں انہوں نے قتل ہونا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے اس واقعے سے بڑے دُکھی تھے، مکہ کے قریب قرن الثعالب ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں پہنچے جبرائیل امین آئے، بادلوں نے سایہ کر لیا۔ جبرائیل نے سلام کیا، عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یہ میرے ساتھ جبال اور پہاڑوں کا فرشتہ موجود ہے۔ یہ آپ سے اجازت مانگ رہا ہے کہ آپ اجازت مرحمت فرمائیں۔ طائف دو پہاڑوں کے درمیان ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو اس فرشتے کو دیر نہیں لگنی، اس کو کوئی مشقت اور تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔ اس نے دونوں پہاڑوں کو ملانا ہے اور ان کا کچومر نکل جائے گا اور یہ ریزہ، ریزہ ہو جائیں گے۔ اللہ کے نبیؐ نے اجازت نہیں دی۔ اور اللہ سے دعا کی:

اللّٰھم اھد بنی ثقیف......

یا اللہ! طائف کے باسی جو قبیلہ بنو ثقیف کے رہنے والے ہیں تو انہیں ہدایت

نصیب فرما۔

کافر کو بددعا کب دی جائے!

حضور علیہ السلام نے ہدایت کی دعائیں مانگیں۔ بددعا نہیں فرمائی۔ اگر آج حضور علیہ السلام چاہتے تو یہ سارے ہلاک ہو جاتے۔ لیکن یہ اللہ کے نبیؑ کے حلم کی برکت ہے، صبر، حوصلہ، تحمل اور برداشت کی برکت ہے کہ یہ طائف والوں کی نسلیں اسلام کے سپاہی بنیں۔ طائف والے اسلام کے سپاہی بنے۔ اللہ نے انہیں دولتِ ایمان سے مالا مال فرمایا اور آج تک طائف اسلام کا مرکز ہے۔ اس لئے علماء نے لکھا کہ کسی کافر کی ہلاکت کی اُس وقت تک بددعا نہ کرو جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو۔ ورنہ ہدایت کی دعا مانگو۔ اللہ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ اور یوں بھی دعا مانگ سکتے ہو۔ مولا! انہیں ہدایت نصیب فرما۔ اگر اس کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے تو انہیں تباہ و برباد فرما۔

قرآن سن کر جنات کا قبولِ اسلام

حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعے پتہ چل گیا تھا کہ اس قوم کی نسل نے ایمان لانا ہے۔ اس قوم کے لوگوں نے ایمان لانا ہے۔ اس لئے آپؐ نے بددعا نہیں فرمائی۔ حضور علیہ السلام طائف سے واپس ہوئے، زخموں سے چُور چُور تھے اور مکہ واپس آ رہے تھے۔ وادیٔ نخلہ کے مقام پر اللہ کے نبیؑ نے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ فجر کی نماز آپ پڑھا رہے تھے تو جنات کی ایک جماعت آئی۔ یہ سات یا آٹھ جن تھے۔ اللہ کے نبیؐ کی اس نماز کو دیکھا، آپؐ سے قرآن کی تلاوت کو سنا تو جن بھی قرآن سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور جن قرآن کو سن کر چپ ہو گئے، واپس گئے اپنی قوم کو جا کر اطلاع دی اور حضور علیہ السلام کے احوال بتائے۔ اللہ کے نبیؑ کے صحابی بن کے گئے اور مبلغ بن کے گئے۔ جا کر جنات نے دعوتِ ایمان دی۔ یہ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی تاثیر ہے۔ جنات نے قرآن سنا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ سورۃ احقاف اور سورۃ جن دونوں میں اللہ تعالیٰ نے جنوں کی حاضری کا ذکر کیا ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ.[الاحقاف: ۴۶/۲۹]

فرمایا، میرے حبیب اُس وقت کو یاد کرو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت آپ کے پاس بھیجی۔ جو قرآن سن رہے تھے۔

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا...... [الاحقاف: ۲۹/۴۶]

جب اللہ کے نبی کی خدمت میں یہ جن پہنچے، حضور علیہ السلام قرآن پڑھ رہے تھے تو جنوں نے آداب قرآن معلوم کئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خبردار! قرآن پڑھا جارہا ہے، انصتوا، خاموش ہوجاؤ اور چپ ہوجاؤ، کان لگاؤ اس لئے کہ یہ قرآن کا ادب ہے۔

اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

[الاعراف: ۲۰۴/۷]

جب قرآن پڑھا جائے تو چپ ہوجایا کرو، کان لگالیا کرو، اگر قرآن کی تلاوت پر چپ رہوگے، سنوگے، خاموش رہوگے اور کان لگاؤگے، لعلکم ترحمون تو رب کی رحمتیں تم پر موسلا دھار برسیں گی۔

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ

یہ قرآن کا ادب ہے، جن قرآن کا ادب جانا کرتے تھے۔ اس لئے تو، ہم کہتے ہیں کہ اگر اکیلی نماز پڑھ رہے ہو تو ہر رکعت میں فاتحہ پڑھا کرو اور پہلی دو رکعتوں میں سورۃ بھی ملایا کرو، اور اگر امام کے پیچھے پڑھ رہے ہو تو پھر امام کی فاتحہ اور امام کی قرأت پر اکتفاء کیا کرو۔ نماز سرّی ہو یا جہری، امام اونچا پڑھ رہا ہو یا آہستہ۔ امام کی آواز سنائی دے یا امام کی آواز سنائی نہ دے۔ اس قرآن کا جو ادب ہے چپ اور خاموش رہو۔ سورت جب پڑھی جائے پوری دنیا کہتی ہے خاموش رہو۔ قرآن پڑھا گیا۔ حنفی، حنبلی، شافعی، مقلد، غیر مقلد سب یہی کہتے ہیں جب سورت شروع ہو چپ رہو۔ تو جب اللہ کی کتاب، سورت شروع ہوئی تو چپ رہنے کا حکم ہے۔ تو سورۃ فاتحہ تو اعظم السور ہے، سورۃ فاتحہ تو پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ جب فاتحہ پڑھی جائے تو اُس وقت بھی چپ رہو۔ مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے۔ دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے:

انما جعل الامام ليؤتم به ، إذا كبر فكبروا إذا رجع فارجعوا،

إذا قرء فانصتوا......

امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کیا کرو۔ امام کہے اللہ اکبر، تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع میں جایا کرو۔ امام کی اقتداء یہ ہے وہ اللہ اکبر کہے تم اللہ اکبر کہو، وہ رکوع کرے تم رکوع کرو، وہ سجدہ کرے تم سجدہ کرو، وہ کھڑا ہو جائے تم کھڑے ہو جاؤ، وہ بیٹھا کرے تم بیٹھ جاؤ اور اللہ کے نبیؐ نے آگے فرمایا، قرأت میں امام کی اقتداء یہ ہے:

إذا قرأ فأنصتوا.....

وہ پڑھا کرے تو تم چپ رہا کرو۔

اور دوسری روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

من كان لهٗ امامٌ فقرأة الامام لهٗ قرأةٌ.....

جو امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو سب کو پڑھنے کی ضرورت نہیں، امام سب کی طرف سے قرأۃ کر رہا ہے۔ ایک اذان پوری جماعت کی طرف سے کافی، ایک اقامت پوری جماعت کی طرف سے کافی، ہر آدمی کو اذان کہنے کی ضرورت نہیں، ہر آدمی کو اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔ آج جمعہ پڑھو گے ایک امام کا خطبہ پوری قوم کی طرف سے کافی، ہر مقتدی کو الگ خطبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، ایسے ہی جیسے ایک خطبہ پوری جماعت جمعہ کی طرف سے کافی، مؤذن کی ایک اذان پوری مسجد کی طرف سے کافی، مکبر کی ایک تکبیر پوری جماعت کی طرف سے کافی، ایسے ہی امام کی ایک فاتحہ پوری جماعت کی طرف سے کافی، سب کی طرف سے کافی ہے.....!!

جنات کی اپنی قوم کو تبلیغ

جن آئے اور کہا أَنْصِتُوا چپ رہو۔ اور جب واپس گئے تو إذا ولوا .....

منذرین..... سب دین کے داعی اور سپاہی بن کے گئے اور مبلغ بن کے گئے اور جا کر کہا:

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا..... [الجن ۲۷/۱] بڑا عجیب وغریب قرآن سنا ہے۔

يَهْدِیٓ إِلَى الرُّشْدِ..... [ایضاً] سراپا ہدایت ہے۔

فَآمَنَّا بِهٖ...... ہم سے رہا نہ گیا، ہم نے سنا مان کر آئے، ایمان لے کر آئے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ...... [الجن ۲/۷۲] ہم اعتقاد بدل کر آئے ہیں۔ عقیدہ بنا کر آئے ہیں۔ کل تک شرک کرتے تھے آج ہم قرآن وتوحید کا پیغام سن کر رب اور رب کے رسولؐ سے سودا کر کے آئے ہیں کہ ہم شرک نہیں کریں گے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ...... [الجن ۲/۷۲] اللہ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس لئے کہ یہ حقیقت آج ہم پہ قرآن نے کھول دی ہے۔

وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا. [الجن ۳/۷۲]

ہمارے رب کی شان بڑی بلند وبالا ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اس کی اولاد ہے۔

وَاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا. [الجن ۴/۷۲]

ہم کیسے بے وقوف اور کم عقل تھے، نادان اور جاہل تھے، جو اللہ پر فضول باتیں کیا کرتے تھے۔ حد سے بڑھی ہوئی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور یوں کہا کرتے تھے کہ جناب والا اللہ کی بھی بیوی ہے، اور اللہ کی اولاد بھی ہے اور وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور جنوں کے سردار جن نعوذ باللہ اللہ کی بیویاں ہیں۔ اور بعض کہا کرتے تھے کہ مریم اللہ کی بیوی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ عزیر (علیہ السلام) بھی اللہ کے بیٹے ہیں۔ ہم جاہلیت میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ وہ ہماری سُنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں۔ ہماری ان کے آگے اور ان کی اُس کے آگے۔ ہم شرک کیا کرتے تھے، آج قرآن سن کر حقیقت کھل گئی ہے۔ ہمارا اللہ ان کمزوریوں سے بلند وبالا ہے۔ آج کے بعد ہم نے شرک نہیں کرنا۔ جن بھی مسلمان ہو گئے۔ سب کہو سبحان اللہ!

جنات کا مقدمہ اور شاہ عبدالعزیزؒ کا فیصلہ

جنوں کا ایمان.... اور جن بڑی لمبی عمر کے ہوتے ہیں۔ علمی لطیفہ ہے۔ ہمارے بزرگوں میں ایک بزرگ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ گزرے ہیں، یہ دہلی کا جو شاہ ولی اللہؒ کا خاندان ہے یہ پورے برصغیر کا محسن ہے۔ پورے برصغیر میں حدیث بھی اسی

خاندان کی معرفت آئی اور تفسیر قرآن بھی اسی خاندان کی معرفت آئی۔ اور برصغیر میں قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ لکھنے والے اردو زبان میں شاہ ولی اللہؒ کے بیٹے ہیں اور فارسی زبان میں برصغیر میں قرآن کا ترجمہ سب سے پہلے خود حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ بہت اونچے محدث، مفسر اور فقیہ بھی تھے۔ ان کی تفسیر کی صرف دو جلدیں چھپ سکیں۔ ایک تیسویں پارے کی ہے اور ایک پہلے پارے کی۔ شاہ صاحب کے پاس ایک مقدمہ آیا۔ جنوں نے یہ مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ ہمارا ایک جن سانپ کی شکل میں ایک جگہ پھر رہا تھا، ایک آدمی نے اُس کو قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ جن کا قاتل ہے۔ تو ہمیں خون کا بدلہ قصاص چاہئے۔ اسلام کا قانون ہے کہ خون کا بدلہ خون ہوا کرتا ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، [المائدہ ۵/۴۵] نفس کا بدلہ نفس ہوتا ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓأُولِي الْأَلْبَابِ [البقرہ: ۲/۱۷۹] ...... تمہارے لئے قصاص میں زندگیاں ہیں۔ ہمیں بدلہ دلواؤ اور ہمیں قصاص دلواؤ۔ شاہ صاحب نے قاتل کو بھی بلوالیا، وہ انسان تھا اور مقتول کے ورثاء کو بھی بلوالیا جو کہ جن تھے۔ قاتل بھی آ گیا اور مقتول (جن) کے ورثاء بھی آ گئے اور ایک عدالت قائم تھی۔ شہادتیں قائم ہوئیں تو قاتل کے خلاف شہادتیں مکمل ہوگئیں کہ اس نے قتل کیا ہے، لیکن قتل کیا تھا جب جن اصلی شکل میں نہیں تھا۔ جن سانپ کی شکل میں تھا۔ شاہ صاحبؒ نے فیصلہ کیا اور فرمایا میرا فیصلہ یہ ہے کہ قصاص نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مخلوق اپنی اصلی شکل کو بدل دے اور اُسے کوئی مار دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ اپنے اصلی حلیے سے نکل جائے اور پھر اُسے کوئی مار دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ شاہ صاحبؒ نے فیصلہ کیا۔ کونے میں ایک بزرگ جن بیٹھے تھے، وہ فیصلہ سن کر کہنے لگے، هكذا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، اللہ کے نبیؐ سے میں نے ایسے ہی سنا تھا۔ گویا وہ صحابی جن تھے۔ جن کو اللہ کے نبیؐ کے دستِ حق پر بیعت، ایمان اور اسلام کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اتنی لمبی عمر پائی کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے زمانے تک وہ زندہ اور موجود تھے، اور شاہ صاحب کو اللہ نے ان کی زیارت کا شرف نصیب کیا۔ تو گویا اس لحاظ سے حضرت شاہ صاحب تابعی بن گئے۔

قرآن جنات پر بھی اثر کرتا ہے مگر......!

یہ جن مسلمان ہوئے۔اللہ نے اپنے نبی کو تسلی دی۔میرا نبی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انسان نہیں مانتے تو میں آپ کی بات جنوں سے منواؤں گا۔اگر انسانوں نے آپ کے اللہ کے دین کو چھوڑ دیا، طائف والے ایمان قبول نہیں کرتے، مکہ والے قبول نہیں کرتے، تو میں ان جنوں کو آپ کے تابع بنا رہا ہوں۔آپ کے دین کا خادم بنا رہا ہوں، آپ کے دین کا سپاہی اور چوکیدار بنا رہا ہوں۔یہ دین پھیل کر رہے گا۔اور یہ دین غالب آ کر رہے گا۔یہ دین ہر کچے اور پکے گھر میں پہنچے گا۔یہ دین ہر شہر اور دیہات میں پہنچے گا۔یہ دین ہر براعظم اور ملک میں پہنچے گا۔یہ دین ہر صوبے اور ہر شہر میں پہنچے گا۔ہر شہر کی گلی میں پہنچے گا۔یہ دین غالب آنا ہے اور پہنچ کر رہنا ہے۔آج کے بعد جن بھی مسلمان ہو گئے۔قرآن کو سن کر یہ جن بھی مسلمان ہو گئے۔قرآن اتنی تاثیر والی کتاب ہے۔ہم انسان سنگ دل ہیں ہم پر اثر نہیں ہوتا۔جنوں پر بھی اثر ہو گیا۔آج اس قرآن کی بڑے سے بڑے شیطان جن بھی قدر کرتے ہیں، اگر تم معوذتین (قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) کر لیا کرو۔اور قل ہو اللہ، فلق اور ناس اور آیۃ الکرسی پڑھ کر سویا کرو، شیطان اور جن تمہارے قریب نہیں آئیں گے۔اپنے بچوں پر بھی پڑھ کر دم کر دیا کرو، شیطان اور جن ان کے قریب نہیں آئیں گے۔بشرطیکہ دائمی معمول بناؤ۔جن قریب نہیں آتے۔آج بھی قرآن کا اثر ہے۔لیکن ہم انسان ہیں ہمارے سامنے روزانہ قرآن پڑھا جاتا ہے ہم اثر نہیں لیتے۔نماز بھی پڑھتے ہیں اور کم بھی تولتے ہیں۔نماز بھی پڑھتے ہیں اور ملاوٹ بھی کرتے ہیں۔ناراض نہ ہونا، میں اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ پھل اور گوشت، یہ دو چیزیں خریدنا بڑا مشکل ہے۔صحیح گوشت مل جائے اور صحیح پھل مل جائیں، بہت مشکل بات ہے۔چاہے جتنے پیسے بھی دے دو۔تجربہ ہوا، اثر ہو تو خیال آئے۔بھائی اللہ کا خوف کیا کرو۔میں باہر دنیا میں بھی جایا کرتا ہوں۔ہر کوئی پھل اٹھاتا ہے اور جا کر لے لیتا ہے۔یہ نہیں ہوتا کہ سامنے خوبانی اچھی رکھی ہے اور پیچھے خراب ہے۔اور بس نظر ہٹنے کی دیر ہے۔پانچ سات اچھی اور آٹھ دس خراب خوبانیاں اور آلو بخارے۔ہم طلبہ کو بھیجتے ہیں بعض

اوقات شرمساری اٹھانی پڑتی ہے کہ جب وہ مہمان کے سامنے آتا ہے تو ایک بھی دانہ کھانے کا نہیں ہوتا۔ یہ مثال دے رہا ہوں۔

جن اثر لیتے ہیں قرآن کا۔ میں اور آپ قرآن کا اثر کیوں نہیں لیتے۔ اللہ ہمیں قرآن کا خادم بنائے۔ قرآن والا بنائے۔ یہ ۱۰ نبوی کی باتیں ہیں۔ اسی سال اللہ نے اپنے حبیب کو آسمانوں پر بلا کر معراج بھی کرایا۔ ادھر خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جناب ابوطالب کی وفات کا غم تھا، ادھر طائف والوں کا صدمہ تھا، ایک تسلی تو اللہ نے دی جنات کو ایمان کی توفیق دے کر اور اس سے اللہ کے نبی کی مدارات پوری نہ ہوئی تو اللہ نے مدارات کا وہ طریقہ اختیار کیا جو حضور علیہ السلام سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ کے نبی کو اللہ نے معراج کروایا۔ ساتوں آسمان پر، عرشِ معلّٰی تک، جنتوں کی سیر کروائی، رات کے ایک حصے میں کروائی۔ اور کر کرا کے واپس مکہ میں پہنچا دیا۔ اپنی نوازشات کی بارش کر دی۔ انعامات کی بھی بارش کر دی۔ ہم کلامی کا شرف نصیب فرمایا۔ جہاد، نصرت، سورۃ بقرہ کا آخری رکوع، سورۃ فاتحہ کی نعمتیں نصیب فرمائیں، ۔ اور نماز جیسی دولت امت کو عطا کر دی معراج کی برکت سے۔ اور حضور علیہ السلام واپس بھی تشریف لے آئے۔ اور یہ نبوت کا دسواں سال تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ رجب کا مہینہ تھا۔

ان شاءاللہ معراج پر آئندہ۔

......☆......

آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسوله الکریم ، اما بعد. قال الله تعالٰی:
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. وقال النبی صلی الله علیه وسلم: فضّلت علی الانبیاء بستٍّ اعطیتُ جوامع الکلم ونصرت بالرعب واُحِلَّت لِیَ الغنائمُ وجُعِلَت لِی الارضُ مسجدًا وطهورًا وخُتِمَ بِیَ النبیُّون واُرسِلتُ اِلی الخلقِ کآفَّةً. صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت ہے۔۔۔۔۔ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ ۔۔۔۔۔ چھ باتوں میں مجھے سارے انبیاء پر فضیلت ہے۔ان میں سے پہلی بات یہ ہے۔۔۔۔۔ اوتیت جوامع الکلم ۔۔۔۔۔ یعنی میں جامع کلام کا حامل ہوں۔یعنی میرے ایک ایک جملے میں معانی کے سمندر پوشیدہ ہوتے ہیں۔

مثلاً میں آپ کو ایک لفظ حضور ﷺ کا بتاتا ہوں،حضور ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔۔ المومن مراۃ المومن ۔۔۔۔۔ مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے،مومن مومن کا شیشہ ہے۔لیکن اس میں اتنے معنی ہیں کہ اس ایک لفظ پہ علماء نے کتابیں لکھی ہیں۔کیسے؟ پہلی بات یہ ہے کہ مومن مومن کا شیشہ ہے۔یعنی جب آپ شیشہ میں چہرہ دیکھتے ہیں تو شیشہ آپ کے چہرے کا عیب بتاتا ہے۔یہ بتاتا ہے کہ تیرے چہرے پر یہ عیب ہے۔تجھے بتاتا ہے کہ مومن کو چاہئے کہ جو تیرا عیب ہے وہ تجھے بتائے اور جب وہ شیشہ دوسرے آدمی کے پاس جاتا

ہے تو پھر اس پہلے کا عیب اسے نہیں بتاتا۔ پھر اسی کو دوسرے کا عیب بتاتا ہے۔

مومن، مومن کا آئینہ ہے۔ یعنی جب مومن تیرے سامنے آئے، تو تیری کمزوری تجھے بتائے گا۔ کہ بھائی یہ کام اس طرح ٹھیک نہیں۔ یہ تیرے چہرے پر نشان ہے۔ لیکن جب وہ شیشہ دوسرے کے پاس جائے گا...... تو پھر اس کو اس کا عیب بتائے گا۔ یعنی مومن، مومن کے پاس جاکر اس کا عیب بتاتا ہے۔ یہ مومن دوسرے کا عیب اس کو کہیں نہیں بتاتا۔ تو اسی لئے فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے کہ...... **المومن مراۃ المومن** (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۴)...... مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے...... یہ تو ایک مثال ہے۔

اسی طرح ایک اور مثال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اصحابی کالنجوم** میرے تمام صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ حضور نے صحابہ کو ستارے کیوں کہا؟ لفظ تو صرف دو ہیں...... **اصحابی کالنجوم**......

لیکن اس میں سمندر ہے معنی کا پنہاں، سمندر...... اس کو کھولو تو موتی ہیں...... **اصحابی کالنجوم**...... میرے تمام صحابہ ستاروں کی طرح ہیں...... کیوں؟...... دیکھئے اس میں معنی بہت ہیں۔ لفظ ایک ہے۔ معنی بہت ہیں...... یہ ہے جامع الکلم کا معنی! کہ حضور نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ کہ آسمان پر کوئی ستارہ ایسا نہیں کہ جس ستارے میں روشنی نہ ہو...... تو میرے صحابہ میں کوئی صحابی ایسا نہیں جس میں روشنی نہ ہو۔ رات کو لوگ جب سفر کرتے تھے تو آسمان کے ستاروں سے راستہ تلاش کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے...... **وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ**...... آسمان والے ستارے دنیا کی زمین کا راستہ بتاتے ہیں اور میرے صحابہ بھی ستارے ہیں...... جنت کا راستہ بتاتے ہیں...... اور ستارے اس لئے بھی کہا کہ کوئی ستارہ زیادہ چمکتا ہے۔ کوئی تھوڑا چمکتا ہے...... تو صحابہ......

جتنے ابوبکر رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں...... اتنے عمر رضی اللہ عنہ نہیں چمکتے۔
جتنے عمر رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں اتنے عثمان رضی اللہ عنہ نہیں چمکتے۔
جتنے عثمان رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں...... اتنے علی رضی اللہ عنہ نہیں چمکتے۔
جتنے علی رضی اللہ عنہ چمکتے ہیں...... اتنے باقی صحابی نہیں چمکتے۔

کوئی زیادہ چمکتا ہے۔ کوئی تھوڑا چمکتا ہے۔ اسی لئے ستاروں سے تشبیہ دی، اور

ستارہ اس لئے بھی کہا کہ ستاروں کی طرف آدمی اگر تھوکے...... تو اس کا تھوک لوٹ کر اسی کے منہ پر آتا ہے۔ تو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف تھوکے گا...... اس کا تھوک بھی لوٹ کر اسی کے منہ پر آئے گا......!

اسی لئے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاوں کی مانند ہیں۔ (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۵۵۴) یہ دو حدیثیں صرف میں نے آپ کو بتائی ہیں تا کہ آپ کو پتہ چلے کہ اوتیت جوامع الکلم...... کا معنی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے جامع کلام کا حامل بنایا ہے کہ میری کلام تھوڑی ہوگی لیکن اس کا معنی بہت ہوگا۔ یہ کسی اور نبی میں نہیں۔

اور دوسرے نمبر پر فضیلت کیا ہے؟ ونصرت بالرعب اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا رعب دیا کہ میرے چہرے جیسا رعب دار چہرہ کسی کو نہیں دیا۔ حضور علیہ السلام درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں...... کافر تلوار لے کر حضور علیہ السلام سے کہا کہ "میری تلوار سے آپ کو کون بچائے گا۔" تو حضورؐ نے فرمایا "اللہ" اللہ کہا تو وہ کانپنے لگا۔ تلوار اس کے ہاتھوں سے گر گئی۔ اب تلوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھالی، فرمایا تو بتا کہ "میری تلوار سے تجھے کون بچائے گا۔"

تو اس نے کہا مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بچائے گی۔ تو دیکھو...... وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھ کر کانپتا کیوں تھا؟

ونصرت با الرعب......

اور تیسرے نمبر پر فرمایا: وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسَاجِدًا وَّطَهُوْرًا...... اللہ نے پوری زمین کو میرے لئے اور میری امت کے لئے مسجد اور پاکیزہ بنا دیا ہے۔ پہلی امتوں میں مسجد کے سوا آدمی نماز نہیں پڑھ سکتا تھا...... لیکن میری امت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعزاز رکھا ہے کہ آدمی نماز مسجد کی جگہ کے علاوہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تو یہ بھی مجھے اعزاز دیا گیا۔

وارسلت الی الخلق...... اور یہ بھی مجھے اعزاز بخشا ہے کہ میں خلق کا نبی ہوں...... دنیا میں جتنی مخلوق ہے۔ میں اس کا نبی ہوں...... جتنی مخلوق ہے...... چاہے گوروں کی ہے،...... کالوں کی ہے، جو بھی دنیا میں مسلمان ہے، جو بھی دنیا میں انسان ہے۔

وارسلت الی الخلق...... میں خلق کا نبی ہوں...... میں مخلوق کا نبی ہوں......

میں قوم کا نبی نہیں ہوں
ہر نبی نے کہا یا قوم اے قوم! اے علاقے والو!
لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وارسلت الی الخلق میں خلق کا نبی ہوں، ساری دنیا کا نبی ہوں ساری مخلوق کا نبی ہوں، ساری کائنات کا نبی ہوں!
اور آگے فرمایا وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ اور میں تمام انبیاء کے آخر میں آیا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور پیچھے فرمایا: ''میرے لئے ہر جگہ مسجد بنائی گئی'' اور میرے لئے پوری زمین کو پاک بنایا! زمین پاک ہے، تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا! یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہونا چاہئے! کچھ لوگ اس عقیدے کا انکار کرتے ہیں۔ منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور آدمی بھی نبی ہے جب ہم کہتے ہیں کہ وہ کیسے نبی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو آخری نبی ہیں کہتے ہیں کہ وہ مسیح موعود ہے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہے! اچھا جی عیسیٰ علیہ السلام وہ کیسے؟ کہتا ہے جی قرآن پاک میں ہے
وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ اے عیسیٰ! ہم تجھے وفات دیں گے۔
تو عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو گئے تو جس عیسیٰ نے آنا تھا وہ آ چکے ہیں۔
وہ ہمارے عیسیٰ یہ ہیں۔ ان کو کہو۔
اگر کوئی شخص آپ کو قرآن کی یہ آیت پڑھ کر دھوکہ دے، تو آپ نے اس سے ایک بات کرنی ہے آپ نے اس سے یہ کہنا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار جو نبی دنیا میں تشریف لائے، وہ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے وہ کہے گا کہ وہ فوت ہو گئے تو وہ بھی فوت ہو گئے۔ اور اس آیت میں بھی خبر ہے کہ ''اے عیسیٰ تجھے وفات ہوگی'' بقول اس کے تو باقی نبی بھی فوت ہونے تھے۔ تو صرف عیسیٰ کی وفات کی خبر کیوں دی؟ اور باقی نبیوں کی وفات کی خبر کیوں نہ دی؟ بھائی نبی تو باقی بھی سارے فوت ہو گئے ان کے لئے قرآن نے کیوں نہیں کہا کہ اے نبیو! تمہیں وفات ہوگی ان کو کیوں نہیں کہا؟ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں کہا؟ اس آیت میں ہمارا عقیدہ پوشیدہ ہے اگر کسی کو پتہ ہو یہ آیت بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات عام نبیوں کی وفات کی طرح

نہیں۔ ....اس لئے خاص طور پر اس وفات کا ذکر کیا۔ اگر اس کا معنی وفات کا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کہا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جو پھانسی دینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا ایک آدمی ..... جو ان کے قید خانے میں تھا..... اسے وہاں چھوڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پہ اٹھالیا، کیونکہ انہوں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! میں آخر الزماں نبی کا امتی ہوتا..... اللہ نے دعا قبول کر کے ان کو آسمانوں پہ اٹھایا......

اور جو ان کی شکل کا آدمی وہاں موجود تھا، اس کو اٹھا کر یہودیوں نے پھانسی دے دی۔

وما قتلوہ..... نہ قتل کیا ان کو..... وما صلبوہ..... نہ ان کو کسی نے سولی دی۔

ولکن شبہ لھم ..... بلکہ ہم نے ان کو مشابہت میں ڈال دیا..... ان کو چکروں میں ڈال دیا..... یعنی ان کو خلط ملط ہو گیا۔ پتہ نہ چلا کہ کس آدمی کو پھانسی دے دی..... وما قتلوہ وما صلبوہ ..... اور دیکھیں کوئی آدمی اگر آپ سے کہے کہ دیکھو جی اس کا یہ معنی ہے..... یہ معنی ہے۔ ان کو کہو اس کا جو بھی معنی ہو وہی بات ہوئی نا کہ ایک لڑکا اپنی ماں کو کہتا ہے کہ اماں گاؤں کا چوہدری فوت ہو گیا ہے اب کون چوہدری ہوگا؟..... تو اس ماں نے کہا فلاں ہوگا۔ کہنے لگا کہ وہ فوت ہو گیا تو پھر کون ہوگا..... اس نے کہا پھر فلان ہوگا..... اس نے کہا بیٹا! سارا گاؤں مر جائے..... تو چوہدری نہیں بن سکتا۔

اگر کوئی آپ سے کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے..... ان کو کہو وہ فوت ہو گئے۔ ٹھیک ہے۔ اب آگے چلو کیا کہتے ہو! کہتے ہیں جی! مرزا قادیانی نبی ہے۔ ان کو کہو..... جتنے نبی تھے سارے فوت ہو گئے..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے..... یہ نبی کوئی نہیں..... اس لئے کہ جس عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے آنا ہے، اس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہیں۔ ان کو کہو..... معنی اس آیت کا جو مرضی ہو..... لیکن جو نشانیاں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی..... وہ نشانیاں ان میں سے ایک نشانی بھی تو ان میں نہیں پائی جاتی ایک بھی.....

مثلاً پہلی نشانی کیا ہے؟..... کہ ان کا نام عیسیٰ ہوگا۔ اس کا نام عیسیٰ نہیں ہے..... اور وہ مینار جو دمشق کی جامع مسجد کا ہے۔ وہاں اتریں گے..... شام کے ملک میں ہے..... یہ وہاں نہیں اترا..... موٹی سی بات ہے..... اور ان کے آنے کے بعد دنیا میں کوئی عیسائی اور یہودی زندہ

نہیں بچے گا...... بڑی نشانی ہے...... اور وہ جب فوت ہو جائیں گے تو ان کے فوت ہونے سے پہلے دنیا میں عیسائی اور یہودی ختم ہو جائیں گے۔ اب ہو گئے ہیں ختم! وہ فوت ہو گئے...... لیکن اب عیسائی اور یہودی دنیا میں بھی بڑھ گئے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے، قبر ان کی وہاں جا کر بنے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے میں بنی قبر؟...... میں کہتا ہوں آیت کا معنی جو مرضی تم کرو...... اس کو چھوڑ دو...... ان کو کہو نشانی کونسی پائی گئی ہے؟ کہاں ہے نشانی؟

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص آخری پیغمبر مانتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ وہی مسلمان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں پیدا نہیں ہوں گے...... وہ آسمانوں سے آئیں گے۔ وہ پیدا ہو چکے ہیں آسمانوں پر ہیں...... کوئی پیغمبر قیامت کی صبح تک دنیا میں پیدا نہیں ہوگا...... دوبارہ جبرائیل امین علیہ السلام نہیں آئیں گے...... اور جس آدمی کو یہ لوگ عیسیٰ کہتے ہیں...... اس نے تو اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں محمد ہوں...... محمد لکھا ہے...... اور باقاعدہ ان ہی کتابوں میں یہ لفظ موجود ہے...... کہ قرآن پاک میں جو محمد رسول اللہ کا لفظ آیا ہے...... وہ میرے لئے آیا ہے...... میری شان میں ہے تو عیسیٰ کا ذکر کہاں ہے...... خیر! میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا......

اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

میں قیامت کی صبح تک کے لئے نبی ہوں...... اور ساری کائنات کے لئے...... ساری دنیا کے لئے میں ہی رسول ہوں...... مجھ پر وحی آئی ہے...... میرے جانے کے بعد وحی کا سلسلہ ختم...... جبرئیل کا آنا ختم...... نئی کتاب ختم...... نئی شریعت ختم! میرے بعد میرے نام لیوا میرے خلفاء ہوں گے...... جو میرے حکم پہ چلیں گے...... جو میری کتاب پہ چلیں گے...... نہ نئی شریعت آئے گی...... نہ نئی کتاب آئے گی...... نہ فرشتہ آئے گا...... کوئی نہیں آئے گا قیامت کی صبح تک...... ہر شخص میرا امتی ہو کر...... میرا نام آگے دنیا تک پہنچائے گا۔

یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا......

اے دنیا کے لوگو! ساری کائنات کے لئے میں آخری رسول ہوں۔ آخری پیغمبر ہوں۔

پیغمبر انقلاب ﷺ

(از) مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

بعد از خدا بزرگ توئی

ربیع الاول کے مہینے میں سید الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کی مبارک زندگی کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ کہیں پر ولادت باسعادت کے تذکرے ہوتے ہیں، کہیں پر عشق رسول اللہ ﷺ کے تذکرے ہوتے ہیں، کہیں اطاعت رسول اللہ ﷺ کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے، کسی جگہ اخلاق نبوی ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے، کہیں پر آپ ﷺ کی مبارک تعلیمات کے بارے میں تفصیلات بتائی جاتی ہیں۔ گویا کہنے والے کے سامنے ایک سمندر ہوتا ہے جس میں سے وہ کچھ چلو پانی بھر لیتا ہے مگر کسی بھی تعریف کرنے والے نے آپ کی تعریف کا حق ادا نہ کیا۔ بس اتنا کہہ کر بات کو مکمل کر دیا کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ویسے بھی جس ذات کی تعریفیں خود پروردگار نے کی ہوں، جن کی عظمتوں کی گواہی قرآن مجید نے دی ہو کہ ''وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ'' تو ہم جیسے طالب علم اس ہستی کی کیا تعریف کر سکتے ہیں۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اے پیارے آقا ﷺ! اگر ہزار مرتبہ بھی اپنے منہ کو مشک وگلاب کے ساتھ دھویا جائے تو ہم جیسوں کے لئے پھر بھی آپ کا نام لینا بے ادبی میں شامل ہوگا۔

انٹرنیٹ پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ

آج کی اس محفل میں انگریزی لکھے پڑھے حضرات سے متعلق چند باتیں کہی جائیں گی۔ ان کے ذہنوں میں کیا کیا سوالات گردش کررہے ہوتے ہیں اور وہ جب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پڑھتے ہیں تو کس انداز سے اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے اکثر نوجوان آج کل انٹرنیٹ کی وجہ سے کفار اور مشرکین کے کچھ ایسے مضامین بھی پڑھ لیتے ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی ذات طیبہ کے بارے میں عجیب وغریب بے بنیاد معلومات ہوتی ہیں۔

ہندوؤں کا پروپیگنڈہ

گزشتہ روز ایک نوجوان کمپیوٹر سے ایک پلندہ نکال کر لائے اور کہا کہ ہمارے پڑوسی ملک سے کسی ہندو نے نبی اکرم ﷺ کے متعلق فلاں فلاں باتیں کہی ہیں جن کو پڑھ کر ہم پریشان ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان کے جوابات عنایت فرمائیں۔ وہی سوال آج کے بیان کی بنیاد بن گیا۔ اس سلسلہ میں آپ کو خالصتاً وہ باتیں بتائی جائیں گی کہ اگر زندگی میں کبھی کسی کافر سے بات کرنی پڑے تو آپ ایسے دلائل دے سکیں جو وزنی ہوں اور ان کو توڑنا کسی عام آدمی کے بس کی بات ہی نہ ہو۔ ایسی ٹھوس اور پکی باتیں ہوں گی جو کہنے والے کے دل کو بھی سکون دیں اور جب کہی جائیں تو ''فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ'' والا معاملہ پیش آجائے۔ اس لئے نقلی دلائل کی بجائے عقلی دلائل دیئے جائیں گے۔ اس حوالے سے آج کا یہ بیان آپ کی توجہ کا زیادہ مستحق ہے۔

دنیا کا جغرافیائی دل

جزیرۂ عرب کو جب دنیا کے جغرافیے پر دیکھا جائے تو یہ تین طرف سے پانی کے ذریعے بقیہ زمین سے کٹا ہوا نظر آتا ہے اور چوتھی طرف سے یہ بقیہ زمین کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جس طرح انسان کے سینے میں دل لٹک رہا ہوتا ہے اگر آپ دنیا کا نقشہ سامنے رکھ کر غور کریں تو جزیرۂ عرب آپ کو دنیا کا جغرافیائی قلب نظر آئے گا۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو اس خطہ زمین میں مبعوث فرمایا۔

خطۂ عرب میں بعثت رسول ﷺ کی حکمتیں

اس خطے میں نبی اکرم ﷺ کو بھیجنے میں کئی حکمتیں تھیں۔

1۔ بہادر لوگوں کا خطہ:

اس خطے نے کبھی بہار نہ دیکھی تھی۔ جبکہ اس کے قرب و جوار کے ممالک میں تہذیب بھی تھی، تمدن بھی تھا، تعلیم بھی تھی اور زندگی گزارنے کی آسائشیں بھی تھیں۔ ایک طرف آپ کو قیصر روم کی سلطنت نظر آئے گی۔ تو دوسری طرف فارس میں بھی آپ کو ایک مستحکم حکومت نظر آئے گی۔ حبشہ اور یمن میں بھی عوام قانون کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ ان کے پاس سہولیات دنیا کی بھی فراوانی تھی۔ لیکن جب جزیرۂ عرب کے لوگوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ ایک جدا دنیا نظر آتی ہے۔ وہ لوگ قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ تھا۔ ظلم کا دور دورہ تھا۔ معاشرے کے مختلف لوگوں کے حقوق پامال کئے جا رہے تھے۔ چند لوگ جو چاہتے تھے وہ کر گزرتے تھے۔ نہ عورت کے حقوق کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور نہ ہی غریب اور کمزور کی دادرسی کی جاتی تھی۔ طاقت کے بل بوتے پر مسائل کا حل پیش کیا جاتا تھا۔ علم سے دور جہالت کی زندگی تھی۔ قریب کے بڑے بڑے ممالک کے بادشاہ اس خطۂ زمین پر حکومت کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کو اس خطۂ زمین سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہاں کے لوگ اکھڑ ہیں، جنگجو ہیں، قانون کو قانون نہیں سمجھتے۔ وہاں کی زمین بنجر ہے، غیر ذی زرع ہے۔ کچھ پہاڑی علاقہ ہے وہ بھی بے برگ و

گیاہ ہے اور بقیہ صحرا ہے جہاں میلوں ریت ہی ریت نظر آتی ہے۔لہٰذا ان بادشاہوں نے جزیرۂ عرب کے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑا ہوا تھا۔اس لئے اس علاقے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجنے کی پہلی حکمت یہ تھی کہ وہاں کے لوگ بڑی جرأت والے تھے، ہاں اور ناں کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں جانتے تھے۔اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جاتے تو پھر بھرپور تائید کرتے اور مخالفت کرتے تو ڈٹ کر مخالف ہوتے۔گویا وہ دوست ہوتے تھے یا دشمن۔ایسے کھرے لوگ اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کو بھیجا جائے تاکہ اگر ان ضدی لوگوں نے بات کو مان لیا اور اس بات پر یوں جم گئے تو پھر باقی دنیا کے لوگوں سے ان کے بات منوانا آسان ہو جائے گا۔یوں سمجھئے کہ ساری دنیا میں وہ سب سے زیادہ سرکش لوگ تھے۔

جب اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو اس جگہ بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے آکر صداقت کے بیج بوئے، وحی کی بارش اتری اور پھر اس زمین سے علم واخلاق کا وہ گلشن کھلا کہ دنیا نے ایسی بہار پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔

2۔وسائل کی کمی کا خطہ

اس علاقہ کے اندر شدید گرمی کا موسم تھا، پانی اور دیگر وسائل کی کمی تھی۔جس کی وجہ سے وہاں زندگی گزارنے کے مشکل ترین حالات موجود تھے۔لہٰذا دوسری حکمت یہ تھی کہ جب اس دشوار زندگی میں رہ کر وہ دین کو قبول کریں گے اور پھر دین کا پیغام لے کر نکلیں گے تو بقیہ آسان زندگی گزارنے والے علاقوں میں ان کے لئے جانا سہل ہو جائے گا۔چونکہ انہوں نے مشکل حالات دیکھے ہوں گے اس لئے زندگی کے ہر حال میں وہ دین کا پیغام پہنچانے والے بن جائیں گے۔

3۔فصاحت وبلاغت والے لوگوں کا خطہ

جزیرۂ عرب کے لوگوں کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا۔وہ اپنے آپ کو عرب کہتے تھے اور باقی سب کو عجم کہتے تھے اور عربی زبان کی فصاحت وبلاغت بھی اپنی جگہ مسلم تھی۔لہٰذا تیسری حکمت یہ تھی کہ چونکہ ان لوگوں کو اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کا ملکہ حاصل تھا اس

لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بھیجا کہ جب یہ لوگ میرے دین کا پیغام قبول کریں گے تو یہ پھر دین کے بہترین داعی بن کر پوری دنیا میں سفر کریں گے۔

4۔ ہیرے کی طرح چمکدار زندگی

میرے آقا ﷺ کی روشن زندگی کے جس پہلو کو دیکھا جائے اس سے انسان کو ہدایت ملتی ہے۔ ہیرے کی یہ صفت ہوتی ہے کہ جس زاویے سے بھی اسے دیکھیں وہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی بھی ایسی ہے کہ جس زاویے سے دیکھیں آپ کو ہر زاویے سے آپ ﷺ کی مبارک زندگی چمکتی ہوئی نظر آئے گی۔

نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں ایک ایسے وقت میں تشریف لائے جو تاریخی اعتبار سے پوری روشنی کا وقت تھا۔ یہ ایک بڑا اہم نکتہ ہے۔ جب بھی کسی سے بات کر رہے ہوں اس کو یہ بات کھول کر بیان کریں کہ میرے آقا اور میرے قائد حضرت محمد ﷺ وہ ہستی ہیں کہ جنہوں نے تاریخ کی پوری روشنی کے اندر زندگی گزاری۔ آپ عیسائیوں کے پاس جائیے اور ان سے کہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی بتائیں۔ وہ آپ کو چند واقعات کے سوا کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ یہودیوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھئے کہ وہ کب پیدا ہوئے، انہوں نے بچپن کیسے گزارا، لڑکپن کیسے گزارا، جوانی کیسے گزاری، ان کی ازدواجی زندگی کسی تھی، ان کے پیغامات کیا تھے، ان کی وفات کب ہوئی تو آپ کو ان کی زندگی کے شب و روز کی تفصیل کہیں نہیں ملے گی۔ آج یہود و نصاریٰ کا دامن اس نعمت سے خالی ہے۔

آپ ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے پوچھئے کہ اگر آج آپ کے معاشرے میں پیدا ہونے والا بچہ یہ چاہے کہ میں زندگی کا ہر کام اپنے پیغمبر کے طریقے کے مطابق کرنا چاہتا ہوں تو کیا اس کی راہنمائی کے لئے تعلیمات موجود ہیں؟ تو وہ اس بات کو تسلیم کریں گے کہ ہمارے پاس اس کی کوئی تفصیلات موجود نہیں ہیں۔

جب ان کے پاس کچھ نہیں ہے تو آیئے ہم آپ کو ایسی ہستی کے بارے میں بتائیں کہ جن کی پیدائش مبارکہ سے لے کر دنیا سے پردہ فرمانے تک زندگی کی ایک ایک بات کو کتابوں کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ محدثین نے وہ کمال کر دکھایا کہ جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل بیان کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے بیان کیا، آپ ﷺ کے ابرو

مبارک کیسے تھے، آپ ﷺ کی مبارک پلکیں کیسی تھیں، آنکھیں کیسی تھیں، بینی مبارک کیسی تھی، آپ ﷺ کی ریش مبارک کیسی تھی، آپ ﷺ کا سینہ مبارک کیسا تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کیسے تھے، آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کیسے تھے، آپ ﷺ جوتا مبارک کس طرح پہنتے تھے، لباس کس طرح کا پہنتے تھے، آپ ﷺ کا عمامہ مبارک کیسا تھا، آپ ﷺ کی سواریاں کیسی تھیں، ان سواریوں کے نام کیا تھے، جس بستر پر لیٹتے تھے اس کا تکیہ کیسا تھا، آپ ﷺ کا کمبل کیسا تھا، آپ ﷺ کی چادر کیسی تھی، آپ ﷺ میدان جہاد میں کھڑے ہیں تو وہاں کی تفصیلات کیا ہیں، آپ ﷺ کی انفرادی زندگی کیسی تھی، آپ ﷺ کی اجتماعی زندگی کیسی تھی، غرض نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے جس پہلو کو بھی معلوم کرنا چاہیں وہ تمام معلومات ہمارے پاس موجود ہیں۔ چنانچہ آج کا بچہ اگر چاہے کہ بچوں کے بارے میں اللہ کے محبوب ﷺ نے کیا تعلیمات دیں تو وہ بھی آپ کو ملیں گی، آج کا نوجوان اگر چاہے کہ جوانوں کے بارے میں اللہ کے محبوب ﷺ نے کیا تعلیمات دیں تو بھی آپ کو ملیں گی، مزدور اگر چاہے تو اس کو بھی تعلیمات ملیں گی، غرض معاشرے کا کوئی فرد ایسا نہیں کہ جس کو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں تعلیمات نہ ملتی ہوں۔ جس ہستی سے قدم قدم پر راہنمائی مل رہی ہو ہم اس ہستی کی پیروی کیوں نہ کریں؟

جب ہم نے یہ بات بعض نصاریٰ سے پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ جی آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہمارے پاس یقیناً بائبل (انجیل) کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور ہم اپنے Jesis Crist کے بارے میں تفصیلات نہیں بتا سکتے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر آپ یہ پوچھنا چاہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک کیسے تھے تو ہم وہ بھی بتا سکتے ہیں، اگر یہ پوچھنا چاہیں کہ ریش مبارک میں کتنے بال سفید تھے تو کتابوں میں ان کو بھی لکھ دیا گیا ہے، اگر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ مہر نبوت کیسی تھی تو یہ بھی لکھا جا چکا ہے، اگر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ آپ ﷺ کی اونٹنی کے کیا کیا نام تھے تو محدثین نے ان کو بھی کتابوں میں محفوظ فرما دیا ہے۔ ایسی Documented Life (تاریخی زندگی) آج تک کائنات میں کسی نے نہیں گزاری۔ بڑے بڑے جرنیل گزرے، بادشاہ گزرے، فلاسفر گزرے، لائیے کسی کو کہ جس کی زندگی کی اتنی معلومات کتب کے اندر موجود ہوں۔ فقط ہمارے پاک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ

مبارک ذات ہے جن کی زندگی کی اتنی تفصیلات کتب میں محفوظ ہیں۔ لاکھوں احادیث آپ ﷺ کی زندگی کے کسی نہ کسی گوشے پر روشنی ڈالتی نظر آتی ہیں۔ لہٰذا یہ اصولی بات یاد رکھئے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں ایسے پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائے ہیں کہ جن کی زندگی کی تمام تعلیمات آج بھی محفوظ ہیں اور قیامت تک محفوظ رہیں گی۔

فرانسیسی مصنف ''ہیٹی'' کا اعتراف

ہیٹی ایک فرانسیسی مصنف ہے۔ وہ نبی علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ

He was born in the full light of history.

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تاریخ کی پوری روشنی کے اندر دنیا میں تشریف لائے۔ جب کفر نے خود تسلیم کر لیا تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو ایک ایسی فضیلت حاصل ہے جو کسی دوسری ہستی کو حاصل نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی شان میں مائیکل ہارٹ کا خراج تحسین:

حضور نبی اکرم ﷺ ایسے لوگوں میں تشریف لائے جن کے پاس تعلیم نہیں تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ھُوَ الَّذِیْ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا '' وہ ذات جس نے ان پڑھوں میں اپنے رسول ﷺ کو بھیجا اور رسول بھی وہ تشریف لائے جو زندگی میں کسی انسان کے سامنے شاگرد بن کر کبھی نہیں بیٹھے۔ آپ نے پندرہ بیس سال پہلے ایک کتاب '' The Hnudred '' کا تذکرہ سنا ہوگا۔ وہ کتاب مائیکل ہارٹ نے لکھی۔ وہ عیسائی ہے۔ اس نے اپنے زعم میں تاریخ میں سے 100 ایسی شخصیتوں کو گنا جنہوں نے تاریخ میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔ اس میں اس نے سائنس دانوں کے حالات زندگی لکھے۔ بعض انبیاء کا بھی تذکرہ کیا۔ کئی جرنیلوں کے بارے میں بھی لکھا۔ لیکن ان 100 ہستیوں میں اس نے سب سے پہلے نبی آخر الزمان ﷺ کا مبارک تذکرہ کیا اور یہ تذکرہ کرتے ہوئے اس نے ایک فقرہ لکھا:

My choice of Muhammad to lead the ranking of the most influetcial personalities in the history will surprise some of the readers.

کہ میں نے ان سو آدمیوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے تاریخ کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ ان میں سب سے پہلے محمد ﷺ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے بعض لوگ حیران ہوں گے لیکن اس کی میرے پاس ایک ٹھوس دلیل موجود ہے کہ کائنات میں جتنی بھی ہستیاں آئیں اگر ان کے حالات زندگی پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے بچپن اور لڑکپن میں کسی نہ کسی استاد کے سامنے بیٹھے تعلیم پاتے نظر آتے ہیں۔ اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں کے اندر ہمیں ایک طالب علم بن کر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان تمام ہستیوں نے پہلے مروجہ تعلیم حاصل کی اور پھر اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنی زندگیوں میں کچھ اچھے کام کر دکھائے۔ لیکن دنیا میں فقط ایک ہستی ایسی نظر آتی ہے کہ جس کی زندگی کی تفصیلات کو دیکھا جائے تو وہ پوری زندگی کسی کے سامنے شاگرد بن کر بیٹھی نظر نہیں آتی۔ وہ ہستی محمد ﷺ ہیں۔ یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے دنیا سے علم نہیں پایا بلکہ دنیا کو ایسا علم دیا کہ اس جیسا علم نہ پہلے کسی نے دیا اور نہ بعد میں کوئی دے گا۔ لہٰذا اس بات پر میرے دل نے یہ چاہا کہ جس شخصیت نے ایسی علمی خدمات سرانجام دی ہوں۔ میں غیر مذہب کا آدمی ہونے کے باوجود ان کو تاریخ کی سب سے اعلیٰ شخصیات میں پہلا درجہ عطا کرتا ہوں۔

میرے دوستو! جب کافر اپنی زبان سے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یقیناً انسانیت کے اوپر بڑا احسان فرمایا ہے۔

انگلش رائٹر ”گبن“ کا اعتراف

جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس وقت عرب کے لوگ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بہت ہی گری ہوئی حالت میں تھے۔ گبن ایک انگلش مصنف ہے۔ وہ ان حالات کے بارے میں لکھتا ہے کہ

At that time Arabia was the most degarded nation of the world.

اس وقت عرب کے لوگ دنیا کی ایک ذلیل ترین قوم تھے۔ آپ ﷺ نے ایسے اَن پڑھوں میں اپنی مبارک زندگی گزاری۔ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ، وہ عثمانؓ و علیؓ، وہ طلحہ و زبیرؓ، وہ

عبدالرحمٰن بن عوف، وہ سعدؓ اور سعیدؓ ہی حضرات ہیں جو آپ ﷺ کے گرد دائرہ بنا کر بیٹھتے تھے اور آپ ﷺ سے تعلیمات حاصل کرتے تھے۔ دینی تعلیمات حاصل کر کے ان لوگوں میں اتنی بلندی پیدا ہوئی، اتنا علم آیا، اتنی معرفت آئی، جہانگیری اور جہانبانی کے انہوں نے اتنے راز سیکھے کہ جب آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اسی رائٹر کو لکھنا پڑا کہ:

Right after the death of Muhammad, the land of Arabia became the nursary of the Heroes.

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد عرب کی سرزمین تو ہیروں کی نرسری بن گئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محسن انسانیت ﷺ نے ان کو ایسی تعلیمات دی تھیں جن پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی عظمت نصیب فرمادی تھی۔

مقبولیت حاصل کرنے کے تین راستے

پہلا راستہ:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے تو علاقے کے اندر کسمپرسی کا حال تھا ظلم کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں آپ ﷺ کو مقبولیت حاصل کرنے کے لئے بڑے آسان طریقے حاصل تھے۔ مثال کے طور پر اگر اللہ کے محبوب ﷺ کھڑے ہو کر یہ نعرہ لگاتے کہ لوگو! ہم اقتصادی طور پر بہت پیچھے ہیں، نہ ہمیں کھانے کو ملتا ہے اور نہ ہمیں پہننے کو ملتا ہے لہٰذا ہمارے معاشی حالات اچھے ہونے چاہئیں، آیئے میں آپ کو روٹی، کپڑے اور مکان کے حصول کا طریقہ بتاتا ہوں۔ یہ ایسا نعرہ تھا کہ ایک نعرے کے اوپر پورے کے پورے عرب کے لوگ اکٹھے ہو جاتے۔ مگر آپ ﷺ نے یہ راستہ اختیار نہ کیا۔

دوسرا راستہ:

دوسرا راستہ یہ تھا کہ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ اس دھرتی کے اندر چاروں طرف ظلم نظر آتا ہے۔ لوگو! پرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے آؤ میں تمہیں اس معاشرے کے اندر عدل وانصاف قائم کر کے دکھاتا ہوں۔ تو جو لوگ ظلم سے تنگ آچکے تھے وہ آپ ﷺ کی آواز

پر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو جاتے۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے یہ آسان راستہ بھی اختیار نہ فرمایا۔

تیسرا راستہ:

ایک تیسرا راستہ یہ ممکن تھا کہ نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے کہ عرب کے لوگو! دنیا میں دائیں بائیں بڑی تہذیب یافتہ حکومتیں ہیں آؤ ہم ایک زبان بولنے والے ہیں ہم زبان کی بنیاد پر ایک ہو جائیں۔ اس طرح دنیا کے اندر قیصر و کسریٰ کی مانند عربوں کی بھی ایک بڑی حکومت ہو جائے گی۔ یہ ایک ایسا لسانی نعرہ تھا کہ جس کو سن کر عرب کے سب لوگ ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے مگر اللہ کے محبوب ﷺ نے اس آسان راستہ کو بھی اختیار نہ فرمایا۔

مشکل ترین راستے کا انتخاب:

بلکہ آپ ﷺ نے اس راستے کا انتخاب کیا جو سب سے زیادہ دشوار گزار تھا۔ وہ یہ تھا کہ پروردگار کی جانب سے پیغام آیا کہ اے میرے محبوب! کہہ دیجئے کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ چنانچہ اللہ کے محبوب ﷺ نے عربوں کو جمع کر کے فرمایا! ''یٰـاَیُّھَـا النَّـاسُ قُوْلُو'' تم سب کے سب کہو کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تم فلاح پا جاؤ گے۔ آپ ﷺ کا کہنا ہی تھا کہ پورے عرب کے لوگ آپ ﷺ کے مخالف بن گئے۔ مگر آپ نے جبل استقامت بن کر مشقتیں اٹھائیں اور دنیا سے شرک اور بت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔

مشقتیں اٹھانے پر انعام:

تنگیوں سے گزرنے کے بعد انسان کو آسانیاں ملتی ہیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے قربانیاں دیں اور انسانیت پر ایسا احسان کیا کہ جب آپ ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو وہی لوگ جو مشرک تھے اب ایک اللہ کی فرمانبرداری کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے وقت لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد اس زمین پر شیطان اور بتوں کی پوجا نہیں کی جائے گی۔ الحمد للہ اللہ رب العزت نے اس جگہ کو شرک اور بت پرستی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا۔

ابتدائے حیات میں مشکلات:

جب نبی اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کو ابتداء ہی سے عجیب مشکل حالات پیش آئے۔ ابھی اپنی والدہ کے بطن میں ہی تھے کہ والد محترم کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ پھر ابھی آپ ﷺ کی عمر چھ سال کی تھی کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی دنیا سے تشریف لے گئیں۔ پھر آٹھ سال کی عمر مبارک تھی کہ آپ ﷺ کے دادا بھی دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کے کفیل بنے۔ آپ ﷺ نے پچیس برس کی عمر میں نکاح فرمایا اور ازدواجی زندگی شروع کی۔ پھر ایک وہ وقت بھی آیا کہ آپ ﷺ کی اہلیہ بھی دنیا سے چلی گئیں۔ آپ ﷺ کے چچا بھی دنیا سے چلے گئے۔ آپ دیکھئے کہ شروع سے آخر تک انسان کے جو سہارے ہوتے ہیں وہ سب سہارے ٹوٹتے رہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم دے کر بھیجا تھا کہ میرے پیغمبر! دنیا کو بتادو کہ مخلوق کے سہارے ڈھونڈنے والو! آؤ ایک پروردگار کا سہارا پا لو، وہ پروردگار تمہارے لئے کافی ہوجائے گا۔

میرے دوستو! اگر آپ ﷺ خود سہاروں کے ذریعے پرورش پاتے تو لوگ اعتراض کر سکتے تھے کہ خود سہاروں کے ذریعے پرورش پانے والے دنیا کو سہاروں کی مخالفت کیسے بتلا سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے دنیا کو سبق دے دیا کہ دیکھو اگر میں یتیم ہوکر دنیا میں ایک انقلابی زندگی گزار سکتا ہوں تو آیئے عمر بھر مخلوق کے سہارے ڈھونڈنے کی بجائے ایک پروردگار کو سہارا بنالو۔ وہ پروردگار تمہیں دنیا میں بھی کامیابی دے گا اور آخرت میں بھی کامیابی عطا فرمائے گا۔

معاشرتی بائیکاٹ:

جب شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کو بھیجا گیا تو اس وقت سارے قریش نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ ان کے ساتھ مکمل طور پر سوشل بائیکاٹ کیا جائے گا۔ نہ کوئی چیز لی جائے گی اور نہ ہی کوئی چیز دی جائے گی۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی راہ ورسم بھی نہیں رکھی جائے گی۔ اب سوچئے کہ جب قوم اس بات کے اوپر متفق ہوجائے کہ ہم سب نے ایکا کر

کے ان کی مخالفت کرنی ہے تو انسان کو کتنی پریشانیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

مصائب کی انتہاء:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس دنیا کے اندر دین کی خاطر جتنی تکالیف مجھے دی گئیں اتنی تکالیف کسی اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں دی گئیں۔ آپ ﷺ کو اس دنیا میں اللہ رب العزت کا پیغام پہنچانے کے لئے اتنی تکالیف اٹھانی پڑیں مگر اللہ کے محبوب ﷺ نے اللہ کا پیغام انسانوں کے دلوں تک پہنچایا اور ان کی زندگیوں کو بدل کر رکھ دیا۔

سب سے بہتر گواہ:

ایک اصولی بات یاد رکھئے کہ جو انسان کوئی پیغام دیتا ہے تو قریبی لوگ اس کے سب سے بہتر گواہ ہوا کرتے ہیں کہ..... تم اپنی زندگی میں کس حد تک سچے ہو۔ اسی لئے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر کسی انسان کی زندگی کے بارے میں پوچھنا ہو تو اس کی بیوی سے پوچھئے، نوکر سے پوچھئے، دوست سے پوچھئے، پڑوسی سے پوچھئے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کے اندر کے حالات کو سمجھا کرتے ہیں۔

قریبی لوگوں کا قبول اسلام:

جب میرے پاک پیغمبر پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے گھر میں آکر اللہ رب العزت کا پیغام سنایا۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ وہ ہستی ہیں کہ جنہوں نے لسان نبوت سے سب سے پہلے اللہ کا قرآن سنا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سب سے پہلے ایک خاتون نے قرآن سنا، کسی مرد کو سب سے پہلے یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ آپ کی زوجہ محترمہ جیسے ہی آپ ﷺ سے پیغام خداوندی سنتی ہیں اسی وقت اسلام قبول کر لیتی ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے غلام حضرت زیدؓ نے اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کے دوستوں میں سیدنا صدیق اکبرؓ بڑے قریبی دوست تھے انہوں نے جب وہ پیغام سنا تو انہوں نے دین کو قبول کر لیا۔ آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں وہ مقناطیسی کشش تھی کہ آپ ﷺ کی زبان سے نبوت کا دعویٰ ہونا تھا کہ سب قریبی لوگوں نے اس پر سر تسلیم خم کر لیا کیونکہ صداقت اور امانت کی وجہ سے ان کے قلوب آپ ﷺ کی عظمتوں کی پہلے ہی گواہیاں دے رہے تھے۔ حضور ﷺ کی مبارک زندگی کو اس

انداز سے بھی دیکھا جائے تو آپ ﷺ کو اس زاویہ سے بھی انفرادیت حاصل ہے۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کے پرچار کا حکم

آدمی گھر میں زندگی گزارتے ہوئے اپنی بیوی کو عموماً یہ کہتا ہے کہ میرے اور آپ کے مسائل اپنی جگہ، لیکن ہم جب کمرے سے باہر نکلیں تو ہم اپنی باتیں دوسروں کے سامنے نہ کیا کریں۔ آپ کو دنیا کا ہر انسان اپنی بیوی کو یہی کہتا نظر آئے گا، الا ماشاء اللہ مگر پوری تاریخ انسانیت میں اللہ کے محبوب ﷺ کی شخصیت ایسی بھی نظر آئے گی جو اپنی بیوی کو بھی حکم دے رہی ہے کہ تم مجھے جو کچھ کرتا ہوا دیکھ رہی ہو تمہارے اوپر فرض ہے کہ ان تعلیمات کو دوسری عورتوں تک پہنچاؤ۔ جب آپ مسجد کی زندگی میں آتے ہیں تو وہاں بھی یہی تعلیم دیتے ہیں کہ تم جو کچھ مجھ سے سن رہے ہو یا جو کچھ مجھے کرتا دیکھ رہے ہو ان تعلیمات کو لوگوں تک پہنچاؤ۔ سبحان اللہ، میرے پیارے آقا ﷺ کی زندگی اتنی نکھری ہوئی زندگی تھی کہ آپ ﷺ نے اپنی اجتماعی زندگی کو بھی بیان کرنے کا حکم دیا اور اپنی انفرادی زندگی کو بھی لوگوں کے سامنے کھولنے کا حکم فرمایا۔ یہ معمولی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو زندگی میں اپنے تنہائی کے لمحات میں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا تھا جب ان سے عورتیں سوال پوچھتی تھیں تو وہ ان تعلیمات کو دوسروں کے سامنے پیش کر دیا کرتی تھیں۔

نبوت کی بہترین دلیل

جب پہلے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تو ان کی قوموں نے ان کی نبوت کے دلائل طلب کیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں عصا کو اژدھا بنا کے دکھا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے کو زندہ کر کے دکھا دیا۔ مختلف انبیاء نے اپنی نبوت کی گواہی کے طور پر مختلف معجزات پیش کیے مگر حضور نبی کریم ﷺ وہ مبارک ہستی ہیں کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کی نبوت کی دلیل کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" ارے کم عقلو! کیا میں اب تک کی زندگی تمہارے درمیان نہیں گزار چکا۔ تمہارے درمیان میری گزری ہوئی زندگی اتنی پاکیزہ ہے

کہ یہی میری نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ سبحان اللہ، وہ کتنی پاکیزہ زندگی ہوگی۔ وہ پھول کی پتیوں سے زیادہ نزاکت والی زندگی تھی، وہ دودھ سے بھی زیادہ سفیدی رکھنے والی زندگی تھی۔ اتنی پاکیزہ زندگی تھی کہ کسی کافر کو ساری زندگی آپ ﷺ کی طرف انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ عقل والوں کے لئے واقعی یہ بڑی بات ہوتی ہے۔ اچھا کردار دیکھنے میں تو ایک معمولی چیز ہے مگر اس کے ذریعے انسان بڑی بڑی قیمتی چیزوں کو بھی خرید لیتا ہے۔ لوگ تلوار کا مقابلہ تو کرلیا کرتے ہیں مگر کردار کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔

نبی اکرمؐ کے اخلاق کریمانہ

دیکھئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو مجنوں کہا گیا، شاعر کہا گیا، ساحر کہا گیا، مگر کسی نے آپ ﷺ پر کوئی اخلاقی بہتان نہ باندھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا کہ میں نے تو آپ ﷺ کی زندگی میں فلاں بات ایسے دیکھی ہے۔ نہ صرف آپ ﷺ نے خود ہی اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے دنیا کو بھی اخلاق کا ہی درس دیا۔ آپ نے اپنے اخلاقِ سیدہ کے ذریعے ان لوگوں کے دلوں کو فتح کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق ہی ایسے تھے کہ جو آپ ﷺ کے جتنا زیادہ قریب ہوتا جاتا تھا اتنا ہی وہ آپ ﷺ کا جانثار پروانہ بنتا جاتا تھا۔ اسی لئے احادیث میں لکھا ہے کہ ''فُتِحَتِ الْمَدِيْنَةُ بِالْاَخْلَاقِ '' کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخلاق کے ذریعے مدینہ منورہ فتح کیا تھا۔

اخلاق کی تلوار

کسی ملک میں ایک صاحب اعتراض کرنے لگے کہ آپ کے پیغمبر ﷺ نے تو تلوار کے زور پر دین کو پھیلا دیا تھا۔ اس عاجز نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگے، وہ ایسے کہ ان کے گرد چند جنگجو اکٹھے ہو گئے تھے، وہ تلوار کے دھنی تھے اس لئے انہوں نے تلوار کے زور پر پوری دنیا کے اندر زبردستی اسلام پہنچایا۔ میں نے ان سے دو سوال پوچھے۔ ایک سوال تو یہ پوچھا کہ ان تلوار کے دھنی لوگوں کو آپ ﷺ کے گرد کس تلوار نے اکٹھا کیا تھا؟ کہنے لگے، جی وہ تو ان کے اخلاق سے متاثر ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ میرے پیارے پیغمبر ﷺ کے اخلاق کی تلوار تھی جس نے حقیقت میں دنیا کو فتح کر دیا تھا۔

میں نے دوسرا سوال یہ پوچھا کہ آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ کے جنگجو ساتھیوں نے تلوار کے ذریعے دنیا کو فتح کیا تھا تو بتایئے کہ تلوار خود چلتی ہے یا تلوار کو چلانے والے ہاتھ ہوتے ہیں۔ کہنے لگے کہ تلوار خود تو نہیں چلتی، اس کو چلانے والے ہاتھ ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان ہاتھوں کو بھی کسی نے فتح کیا ہوا تھا، وہ ہاتھ بھی کسی کے ہاتھ میں آ چکے تھے۔ ان ہاتھوں میں آ کر ان میں وہ جرأت، وہ شجاعت، وہ دلیری، وہ جہانگیری، وہ جہان بانی اور کردار کی وہ پختگی آ گئی تھی کہ ان ہاتھوں نے جب تلوار اٹھائی تو پوری دنیا میں اسلم کی شمعیں فروزاں کر دیں۔

اُم جمیلؓ کا قبول اسلام

دیکھئے کہ ام جمیل ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے اوپر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی۔ وہ بیمار ہوگئی۔ اس کی بیٹی اس کی تیمارداری کرتی۔ ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔ ان کا حال پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ ماں اور بیٹی زندگی کا تکلیف دہ وقت گزار رہی تھیں۔ قریب کے لوگوں کے پاس فرصت ہی نہیں تھی کہ ان غریبوں کے کھانے یا دوائی کے بارے میں پوچھ لیتے۔ اس کسمپرسی کے عالم میں کئی دن گزر گئے۔

ایک مرتبہ بیٹی اپنی ماں کے پاس بیٹھی کچھ باتیں کر رہی تھی مگر ماں نقاہت کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے پاتی تھی۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں نے کہا، بیٹی! جاؤ دیکھو کون ہے؟ بیٹی دروازے پر آئی اور دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ باہر حضور نبی کریم ﷺ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہمراہ کھڑے تھے۔ وہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔ وہ بھاگ کر ماں کے پاس گئی اور کہا کہ جن کے اوپر تو کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی آج وہ بدلہ لینے کے لئے اپنے دوستوں کو لے کر آ گئے ہیں، ہمارے پلے تو کچھ نہیں ہے، وہ تو ہمیں گلا گھونٹ کر جان سے مار دیں گے۔ اس بیمار بڑھیا کے دل پر بہت پریشانی گزری، چنانچہ کہنے لگی، اب ہم کیا کر سکتے ہیں، پوچھو وہ ہمیں کیا کہتے ہیں، ہم رحم کی اپیل کر لیں گے، بہرحال ان کو آنے دو، ہم معافی طلب کر لیں گے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ام جمیل پریشان حال ہو کر بستر پر بیٹھی ہے، نگاہیں نیچی ہیں، پوچھتی ہے، اے محمد ﷺ! آج آپ نے یہاں

کیسے قدم رنجہ فرمایا؟ آپ فرماتے ہیں کہ کئی دنوں سے تو نے میرے اوپر کوڑا کرکٹ نہیں ڈالا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ جو عورت آپ پر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی وہ اب بیمار ہو چکی ہے۔ لہٰذا میں تیری بیمار پرسی کے لئے تیرے پاس چل کر آیا ہوں۔ اب بتایئے کہ اس عورت کے دل میں کیا ہی محبت پیدا ہوئی ہوگی کہ وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے والی عورت عین اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔

تین سو آدمیوں کا قبول اسلام

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آ کر بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے مسجد کے صحن میں ہی ایک طرف جا کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے دیکھا تو انہوں نے اس کو منع کیا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جو یہ کر رہا ہے تم اسے اس حال میں مت روکو۔ چنانچہ جب وہ فارغ ہو کر آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اللہ تعالیٰ عظمتوں والے ہیں اور عظمتوں والے اللہ پاک کے گھر کو بھی پاکیزہ رکھنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے اتنے پیار سے اسے سمجھایا کہ وہ بڑا متاثر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو پہننے کے لئے لباس بھی ہدیہ کے طور پر دیا اور جب وہ پیدل جانے لگا تو اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنی سواری بھی اس کو ہدیہ کے طور پر دے دی۔ اس نے لباس زیب تن کیا اور سواری پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ اپنے قبیلے کے لوگوں میں داخل ہونے لگا تو آبادی کے باہر سے ہی پکارنے لگا، او میرے بھائی، او میرے ماموں، او میرے چچا، ذرا میری بات سننا۔ لوگ بھاگ کر اکٹھے ہو گئے کہ کیا بات ہے، پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا؟ کہنے لگا، میں نے ایک ایسے معلم کو دیکھا جو یقیناً ایک بڑی شفیق اور با اخلاق ہستی ہیں۔ میں نے اتنا بڑا جرم کیا کہ اللہ کے گھر میں گندگی پھیلا دی مگر انہوں نے مجھے ڈانٹا نہیں، مارا نہیں، گالی نہیں دی، انہوں نے مجھ سے سختی نہیں کی بلکہ مجھے پیار سے سمجھا دیا اور پھر مجھے آتے ہوئے یہ ہدیے اور تحفے دے کر بھیجا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ اچھا ہم بھی جا کر ان کو دیکھیں گے۔ چنانچہ اس قبیلے کے

300 آدمی اس کے ساتھ آئے اور اسلام کے دامن میں داخل ہو گئے۔ سبحان اللہ!

فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان

آئیے، اپنے محبوب ﷺ کی زندگی کی عظمتوں کو دیکھنا ہے تو فتح مکہ کے واقعہ کو دیکھ لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ فاتح بن کر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس افرادی قوت موجود ہے، غلبے کی حالت میں ہیں، آج فتح وقت ہے کہ ان کافروں سے بدلہ چکائیں، انہوں نے جو آپ ﷺ کے اوپر ظلم کئے تھے ان کا بدلہ لیں لیکن آپ ﷺ عاجزی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ رات کا وقت تھا، مکہ کی عورتیں پریشان تھیں کہ آج ہمارے گھروں میں پتہ نہیں کیا نقشے پیش کئے جائیں۔ ان کو یاد آرہا تھا کہ انہوں نے سیدنا بلالؓ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ انہوں نے سمیہؓ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ انہوں نے دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے تھے؟ آج ان کو پرانی یادیں ستا رہی تھیں۔

رات کا کافی وقت گزر چکا تھا۔ آخری پہر آگیا۔ بالآخر عورتوں نے اپنے مردوں سے کہا کہ نہ کوئی گلیوں میں شور ہے نہ ہی کوئی ہمارے گھروں تک پہنچا ہے اور نہ ہی کسی آدمی کی چیخ و پکار کی آواز آئی ہے۔ یہ مسلمان ہیں کہاں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ مردوں نے کہا وہ آپس میں مشورے کر رہے ہوں گے۔ عورتوں نے کہا کہ جا کر دیکھو تو سہی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک حملہ کر دیں، کہیں ہماری عزتیں نہ لوٹ لیں، کہیں ہمیں جان سے نہ مار دیں، پتہ نہیں کہ ہم کل کی صبح دیکھیں گے بھی یا نہیں۔ چنانچہ مرد باہر نکلتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گلیاں سنسان پڑی ہیں۔ وہ حیران ہوئے کہ مسلمان کہاں چلے گئے۔ بالآخر وہ اللہ کے گھر کی طرف چل کر آتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر مطاف کے اندر ایک عجیب منظر دیکھا۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض طواف کر رہے ہیں، کوئی حجر اسود کو بوسے دے رہا ہے، کوئی مقام ابراہیم پر سجدہ ریز ہے۔ سب کی آنکھوں میں آنسو دیکھے، سب کی زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں سنیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ یہ سب ایک اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ یہ دنیا کے بدلے چکانے والے لوگ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے سامنے سر جھکانے والے لوگ ہیں۔ لہٰذا صبح کی روشنی کیا آئی کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا فرما دی۔ چنانچہ صبح ہوئی تو وہ ہندہ جو حضرت امیر حمزہؓ کا قلب و جگر چبانے والی تھی وہ آرہی ہے اور کہتی ہے کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے مسلمان بنا لیجئے۔ اے ہندہ! تو نے تو حضرت امیر حمزہؓ کے

قلب وجگر کا ہار پہنا تھا، آج تو بازی کیوں ہار گئی۔ کس لئے چل کر آئی ہے، تو قسمیں کھاتی تھی کہ بدلے لوں گی، آج تجھے کس چیز نے ہرا دیا۔ وہ میرے محبوب ﷺ کا اخلاق اور صحابہ کرامؓ کا کردار تھا جو ان کے دلوں کو گھائل کر چکا تھا۔ چنانچہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتی ہے۔

ارے! کلمہ پڑھنے والوں نے بعد میں یہ کہا کہ جب ہم کافر تھے اس وقت ہمیں آپ سے اتنی نفرت اور دشمنی تھی کہ دنیا میں کسی سے نہیں تھی، آج کلمہ پڑھ لیا ہے، آج جتنی محبت آپ سے ہے اتنی کسی اور سے نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عفو و درگزر کا یہ معاملہ ایسا تھا کہ آپ ﷺ نے مکہ کے پورے کے پورے لوگوں کے دل جیت لئے۔ آج دنیا اگر اپنے دشمن پر غالب آتی ہے تو بھلا کیا کرتی ہے؟ ذرا ان Civilized (تہذیب یافتہ) ممالک کے حالات پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ جب ان تہذیب و تمدن کا پرچار کرنے والوں نے کسی ملک کو فتح کیا یا دشمن کو فتح کیا تو انہوں نے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک اختیار کیا۔ میرے محبوب ﷺ کو اللہ نے فتح عطا فرمائی تو آپ ﷺ نے عفو و درگزر کا کیسا سبق عطا فرمایا۔ سبحان اللہ

عثمانؓ بن طلحہ کا قبول اسلام

مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کی کنجی عثمانؓ بن طلحہ کے پاس تھی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو آپ ﷺ نے عثمان کو بلا کر ان سے وہ کنجی لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی عبادت کی۔ سب صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا کہ آج بیت اللہ شریف کی کنجی ہمارے محبوب ﷺ کے ہاتھ میں ہے، جب آپ ﷺ بیت اللہ شریف سے باہر تشریف لائے تو سب صحابہ کرامؓ منتظر تھے کہ آپ ﷺ بیت اللہ کی کنجی اپنے غلاموں میں سے کسی غلام کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ مگر آپ ﷺ اسی عثمان کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ کنجی پہلے بھی تمہارے ہاتھ میں تھی، اب یہ کنجی پھر میں تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں۔ یہ کنجی قیامت تک تمہاری نسل میں رہے گی اور تم سے کوئی نہیں لے گا مگر وہی جو ظالم ہوگا۔

اس وقت صحابہ کرامؓ حیران رہ گئے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے عدل و انصاف کا کیا منظر پیش کیا۔ قریشی حیران ہیں، ہاشمی حیران ہیں، دوسرے قبائل کے لوگ حیران ہیں کہ جس کو چاہتے کنجی دے سکتے تھے مگر نہیں، جس سے لی تھی اللہ کے محبوب ﷺ نے غلبہ حاصل ہونے کے بعد کنجی اسی کے ہاتھ میں دے دی۔ اس کے ہاتھ میں کنجی کا آنا تھا کہ اس نے کہا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! کنجی تو آپ ﷺ نے پکڑا دی، اب مجھے اپنا دامن بھی پکڑا

دیجئے تاکہ کعبے کا پروردگار بھی مجھ سے راضی ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو کلمہ پڑھا کر مشرف بہ اسلام فرمادیا۔ سبحان اللہ!

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

دنیا کہتی ہے کہ جنگجو لوگوں کے ہاتھوں اسلام پھیلا۔ ارے! بتاؤ تو سہی کہ عمرؓ ابن الخطاب تو نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے لئے نکلے تھے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد محبوب ﷺ کے سامنے سر جھکائے ہوئے کیوں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ کس تلوار نے ان کو مجبور کیا تھا کہ آؤ اور اس یتیم مکہ کے سامنے تم اپنا سر جھکا کر بیٹھو۔ معلوم ہوا کہ بات دراصل کچھ اور تھی۔

حضرت خالدؓ بن ولید کا قبول اسلام

حضرت خالدؓ بن ولید کی زندگی کو کیوں نہیں دیکھتے۔ اتنے بڑے سپہ سالار آکر مؤدبانہ بیٹھ جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اتنے بڑے جنگجو، جرأت مند اور لیرانسان کو اگر نبی کریم ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنے کا شرف ملا ہے تو فقط آپ ﷺ کے اخلاق کی وجہ سے ملا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے بہادر انسان تھے جو تلواروں سے ماننے والے نہیں تھے، وہ تو تلوار کے دھنی تھے اور ٹکرا جایا کرتے تھے مگر محبوب ﷺ کا کردار جب سامنے آیا تو ان کی تلواریں بے کار ہو گئیں، انہوں نے تلواریں پیچھے رکھ دیں اور آکر محبوب ﷺ کے دامن کو پکڑ لیا۔ سہیل بن عمرو دوسی اور ثمامہ بن عصال کو بھی میرے محبوب ﷺ کے اخلاق کی تلوار نے مسلمان کیا۔

جاذبیت اسلام

دنیا میں کچھ ایسے علاقے بھی تھے جن میں کوئی مسلمان فوجی نہیں گیا مگر وہاں بھی اسلام کی شمع روشن ہو گئی۔ حیرہ کے اندر کوئی مسلمان فوجی نہ گیا، حبشہ، بحرین اور حیفہ کے اندر کوئی فوجی نہ گیا مگر وہاں کے لوگوں نے بھی اسلام کو قبول کر لیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ جنگجو ابھی نہیں پہنچے تھے کہ اسلام پہلے پہنچ گیا۔ اسلام میں ایسی جاذبیت، ایسی کشش اور ایسی مقناطیسیت تھی کہ اس نے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ سبحان اللہ! یہ کردار کی عظمت تھی کہ جس نے پوری دنیا کو مسخر کر لیا۔

وما علینا إلا البلاغ المبین.

محمدیؐ انقلاب کی خصوصیات

(از) مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَّمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ مَقَامٍ اٰخَرَ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

دنیا میں اب تک کئی انقلابات رونما ہو چکے ہیں۔ایک انقلاب حضور نبی کریمﷺ نے بھی برپا کیا تھا۔اس محمدیﷺ انقلاب کی چند اہم خصوصیات ذہن میں نقش کر لیجئے۔یہ وہ پکی باتیں ہیں جن کا کفر کی دنیا کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔جب آپ ان سے پوچھیں گے تو وہ اپنی بغلیں جھانکنا شروع کر دیں گے۔

1۔کم وسائل کے ساتھ انقلاب:

سب سے پہلی خصوصیت تو یہ تھی کہ اللہ کے محبوبﷺ نے دنیا کے اندر اتنا بڑا انقلاب اتنے کم وسائل کے ساتھ پیدا کیا کہ پوری دنیا میں اتنے کم وسائل کے ساتھ اتنا بڑا انقلاب برپا نہیں کیا گیا۔یہ معمولی بات نہیں بلکہ یہ خدائی مدد کی دلیل ہے۔

2۔کم وقت میں انقلاب:

انقلاب پیدا کرنے کے لئے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔محمدیﷺ انقلاب کی

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ فقط دس سال کے عرصہ میں برپا ہوگیا۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اصل میں اس وقت کام کے مکمل کرکرنے کی ابتداء ہوئی۔ فقط دس سال کے عرصہ میں قرآن بھی مکمل نازل ہو چکا تھا اور پھر اسلام کا پیغام لے کر بھی چل پڑے تھے۔ اس قلیل عرصہ میں اللہ کے محبوب ﷺ نے اس دنیا کو علم واخلاق کا انقلاب برپا کر کے دکھادیا۔ اتنے کم وقت میں کوئی بھی اتنا بڑا انقلاب پیدا نہیں کرسکتا۔ دس سال کے قلیل عرصہ میں قوموں کا رخ بدل دینا کوئی آسان بات نہیں ہے۔

3۔ غیر خونی انقلاب:

محمدی ﷺ انقلاب کی تیسری خصوصیت یہ تھی کہ اس انقلاب کے دوران سب سے کم جانی نقصان ہوا۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں ان میں مسلمان شہداء اور مقتول کفار کی کل تعداد 1062 افراد تھی۔ اس اعتبار سے آپ اس انقلاب کو ”غیر خونی انقلاب“ کہہ سکتے ہیں۔

میرے دوستو! ہمارا یہ اسلامی ملک ہے۔ اس میں امن بھی ہے مگر یہاں پر بھی آپ دیکھیں تو مختلف شہروں میں جھگڑوں کے دوران ایک دو ماہ میں سینکڑوں انسان قتل ہو چکے ہوں گے۔ لیکن میرے محبوب ﷺ نے پوری دنیا میں دس سالوں میں جو انقلاب پیدا کیا اس میں فقط 1062 انسان کام آئے۔

غور سے سنئے کہ بغداد کے اندر ہلاکو خان نے بھی ایک انقلاب برپا کیا تھا۔ مگر ایک دن کے اندر بغداد میں دو لاکھ مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ یہ تو ایک دن کی بات ہے اور انقلاب میں نہ معلوم کتنے لاکھ مسلمان کام آئے تھے۔ فرانس کے انقلاب میں 25 لاکھ انسان کام آئے۔ رشیا میں کمیونزم کا انقلاب آیا اور اس انقلاب کے دوران 40 لاکھ انسانوں کو قتل کیا گیا۔ قیام پاکستان کے وقت بھی ایک کروڑ انسانوں کو جانیں دینا پڑیں۔ مگر میرے محبوب ﷺ نے اتنے کم جانی نقصان کے ساتھ دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھادیا۔ پوری دنیا میں اس انقلاب کی مثال نہیں ملتی۔

کفار کا اعتراف:

اس عاجز نے ایک محفل میں کفار سے کہا کہ تم بڑی باتیں کرتے ہو کہ ہم دنیا میں

یہ انقلاب بھی لائیں گے اور وہ انقلاب بھی لائیں گے۔ ایک انقلاب 1400 سال پہلے بھی آیا تھا۔ بتاؤ کہ اتنے کم وسائل کے ساتھ، اتنے کم وقت میں، اتنے کم نقصان کے ساتھ دنیا میں اتنا بڑا انقلاب آسکتا ہے؟

میرے سامنے کفر کے بڑے بڑے گرو بیٹھے تھے۔ ان سب نے کہا کہ اتنے کم وسائل کے ساتھ، اتنے وقت میں، اتنی کم خونریزی کے ساتھ اتنا بڑا انقلاب برپا کرنا تو کسی کے بس کی بات نہیں۔ جب انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا تو میں نے انہیں کہا کہ پھر تم کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ یہ کام کر کے دکھانے والے اللہ کے پیغمبر ہیں۔ مگر وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے پیغمبر کی تو بڑی عزت کرتے ہیں، ہم تو ان سے محبت کرتے ہیں، ہمیں ان سے تو کوئی گلہ نہیں، ہمیں تو موجودہ دور کے مسلمانوں سے گلہ ہے۔ یہ کفر کا ایک داؤ تھا کہ اس بات کو ٹالنے کے لئے انہوں نے موجودہ مسلمانوں کی زندگی پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔

میرے دوستو! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی پاکیزہ زندگی تھی کہ دنیائے کفر کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ ہمیں آپ ﷺ کی ذات پر کوئی گلہ نہیں۔

انسان کامل:

ایک اور بات پر غور کیجئے۔ دنیا کے اندر بڑے بڑے لوگ آئے۔ کوئی جرنیل بنا، کوئی سپہ سالار بنا، کوئی وقت کا حکمران بنا، کوئی فلاسفر بنا اور کوئی حکماء میں شامل ہوا۔ ان سب نے دنیا میں اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔ کسی نے سائنس کے میدان میں، کسی نے شاعری اور فلاسفی کے میدان میں، کسی نے لغت اور ادب کے میدان میں تاریخ کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ لیکن جب ان سب کی زندگیوں کو میں پڑھتا ہوں تو مجھے ان سب میں ایک بات Common (یکساں) نظر آتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ اگر ہم نے کسی فاتح کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا تو سب سے آخر میں یہ بات پڑھنے کو ملی کہ انہوں نے تو اور بھی علاقوں کو فتح کرنا تھا مگر زندگی نے ساتھ نہ دیا اور مزید علاقوں کو فتح نہ کر سکے۔ میں نے مختلف شعراء کی زندگیوں کا مطالعہ کیا۔ ان میں سے ہر ایک کے حالات زندگی کے آخر میں یہ الفاظ پڑھے کہ اس نے بہت ہی اچھا کلام کہا، مگر زندگی نے وفا نہ کی ورنہ اور بھی اچھا کلام کہہ جاتے۔ ہم نے سائنس دانوں کی زندگیوں کا مطالعہ کیا۔ آخر میں یہی نظر آیا کہ وہ بڑے اعلیٰ سائنس

دان تھے، آخری عمر میں انہوں نے یہ کمال کر کے دکھا دیا، زندگی نے وفا نہ کی، اگر اور لمبی زندگی ملتی تو وہ اور بھی زیادہ سائنسی تحقیقات پیش کر جاتے۔ اسی طرح ہم نے مصنفین کے حالات زندگی پڑھے۔ آخر میں یہی پڑھنے کو ملا کہ انہوں نے بہت اچھی اچھی کتابیں لکھیں مگر زندگی نے وفا نہ کی ورنہ اور بھی بہترین کتابیں لکھ لیتے۔ اس طرح جس مشہور شخصیت کی زندگی کو بھی دیکھتا ہوں مجھے نامکمل نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ وقت نے مہلت نہ دی ورنہ کچھ کر کے دکھا دیتے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لکھنے والا (رائٹر) تسلیم کر رہا ہے کہ وہ کام کو ادھورا چھوڑ کر چلا گیا۔ گویا کسی کی زندگی میں تکمیل نظر نہیں آتی۔

لیکن پوری تاریخ انسانیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی ایک ایسی ہستی نظر آتی ہے کہ جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ پچیس ہزار جانثاروں سے پوچھا لوگو! بتاؤ میں جس پیغام کو لے کر آیا تھا کیا میں نے وہ پیغام آپ تک پہنچا دیا ہے۔ ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہ کرامؓ گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں "اَللّٰھُمَّ اَشْھَد" اے اللہ تو گواہ رہنا۔ سبحان اللہ! پوری تاریخ انسانیت میں مجھے صرف اور صرف اپنے محبوب ﷺ کی زندگی مکمل نظر آتی ہے۔ لہٰذا میں ایسی ہستی کو اپنا قائد کیوں نہ مانوں جن کی کامل اور مکمل زندگی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

رہبر کامل

میرے دوستو! جب آدمی آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھتا ہے تو اسے آسمان نظر آتا ہے۔ آپ زمین پر کھڑے ہو کر اوپر آنکھ اٹھایئے، آپ کو آسمان نظر آئے گا، آپ سمندر میں آنکھ اوپر اٹھایئے آپ کو آسمان نظر آئے گا، آپ پہاڑ کی چوٹی پر آنکھ اوپر اٹھایئے آپ کو آسمان نظر آئے گا، آپ ویرانوں میں اوپر آنکھ اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو آسمان نظر آئے گا، صحرا میں آپ آنکھ اوپر اٹھائیں تو آپ کو آسمان نظر آئے گا۔

بالکل اسی طرح جب میں عملی زندگی کی طرف دیکھتا ہوں تو میں اپنی زندگی کے کسی شعبے میں راہنمائی حاصل کرنے کے لئے ذرا نگاہ اٹھاتا ہوں تو مجھے نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی آسمان ہدایت کی مانند نظر آتی ہے۔ میں اگر جوانی میں تعلیم حاصل کرنا چاہوں تو اس

آسمان ہدایت سے مجھے آپ ﷺ کی جوانی نظر آتی ہے۔ حتیٰ کہ مجھے زندگی کے جس شعبہ میں رہبری کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں آنکھ اٹھا کر آسمان ہدایت سے وہ تصویر دیکھ لیتا ہوں۔ سبحان اللہ! میرے آقا ﷺ کی وہ پاکیزہ اور کامل زندگی ہے جس نے دنیا کے اندر ہر میدان میں انسانیت کو رہبری عطا فرمائی۔

معلم کامل:

میرے دوستو! مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کی بجائے خدا پرستی کی بنیاد کس نے ڈالی؟ میرے محبوب ﷺ نے ڈالی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ" کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاتی۔ اعتقادات کے اندر توہم پرستی کی بجائے حقیقت کی راہ دکھانے والے کون ہیں؟ وہ میرے آقا ﷺ ہیں۔ سائنس میں فطرت کی پوجا کرنے کی بجائے اس کو مسخر کرنے کا درس دینے والے کون ہیں؟ وہ میرے آقا ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ سیاسیات کے میدان میں نسلی بادشاہت کی بجائے اخلاق وصفات کے اعتبار سے عوام میں سب سے بہترین کو خلیفہ چننے کی تعلیمات کس نے دیں؟ میرے آقا ﷺ نے دیں۔ علم کی دنیا میں خیال آرائی کے بجائے حقیقت نگاری کا درس کس نے دیا؟ میرے آقا ﷺ نے دیا۔ ارے سماجی تنظیم میں ظلم کے بجائے عدل کو بنیاد بنانے کی تعلیم کس نے دی؟ میرے آقا ﷺ نے دی۔ میرے آقا ﷺ ہی تو تھے جنہوں نے مشرق ومغرب میں انقلاب برپا کر دیا۔ آج دنیا میں جتنی تعلیمات ہیں وہ سب کی سب اسی آفتاب ہدایت سے پھوٹی ہوئی کرنیں ہی نظر آتی ہیں۔ سبحان اللہ!

عدل نبوی ﷺ کفار کی نظر میں

پچھلے دنوں امریکہ میں ایک بات بڑی مشہور ہوئی کہ وہاں کی سپریم کورٹ کے اندر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی شبیہ بنائی، پوری صورت تو نہیں بنائی مگر ایسے ہی موٹا موٹا رنگ بھرا اور پھر انہوں نے اس کے نیچے لکھا کہ یہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں کو اس پر بڑا دکھ ہوا۔ انہوں نے صدر اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کو خطوط لکھے کہ تم نے یہ تصویر کیوں بنائی ہے، ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے اور

اس سے ہمارے جذبات مجروح ہو رہے ہیں۔ امریکہ کے صدر نے ان خطوط کا جواب دیا جو اخبارات اور دوسرے رسائل میں بھی چھپا۔ اس نے وضاحت کی کہ یہ ہمارے ملک کی سپریم کورٹ ہے، یہ عدل و انصاف پر قائم ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں ہر بات انصاف کے مطابق ہو۔ ہم نے پوری تاریخ کو اٹھا کر دیکھا، کہ دنیا میں انصاف کی تعلیم دینے والا کون تھا؟ ہم نے مسلمانوں کو دیکھا، غیر مسلموں کو دیکھا، حتیٰ کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جتنے انسان دنیا میں پیدا ہوئے ہم نے ان سب کی زندگیوں کا مطالعہ کیا۔ ہمیں پوری انسانیت میں ایک یہ ہستی نظر آتی ہے جنہوں نے عدل کی تعلیم دی ہے۔ ہم نے ان کی عظمت کو مانتے ہوئے ان کا نام اپنی سپریم کورٹ میں لکھا ہے۔ لوگو! جہاں دنیا میں عدل کی بات کی جائے گی وہاں ہمارے پیغمبر ﷺ کا نام لیا جائے گا۔ سبحان اللہ!

برطانیہ اور سویڈن کے شہزادوں کے تاثرات

میرے پیارے پیغمبر ﷺ کی مبارک زندگی کفار کے دلوں کو بھی متاثر کر رہی ہے۔ اسی لئے کبھی برطانیہ کے شہزادے کا بیان آتا ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ سے مجھے بڑی رہبری ملی ہے اور کبھی سویڈن کا شہزادہ 120 مذاہب کا مطالعہ کر کے بالآخر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے آقا ﷺ کی زندگی میں وہ جاذبیت تھی کہ اس نے غیروں کے دلوں کو بھی متاثر کر دیا۔

صداقت نبوی ﷺ ابو جہل کی نظر میں

ابو جہل حضور اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام کا فرعون چھوٹا تھا اور میرا فرعون (ابو جہل) بڑا فرعون ہے۔ بدر کے میدان میں ایک کافر نے ابو جہل سے پوچھا اے ابو الحکم! تمہاری عظمت کو میں جانتا ہوں۔ تم قریشیوں کے سردار ہو، مگر سچی بات بتاؤ کہ کیا تم اس پیغمبر ﷺ کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ کہنے لگا کہ میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ سچا انسان ہے اور اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس نے کہا کہ جب تم سمجھتے ہو کہ وہ سچا انسان ہے تو اس کے پیغام کو قبول کیوں نہیں کر لیتے؟ کہنے لگا

کہ اس سے میری سرداری چلی جائے گی۔ ارے! میرے پیغمبر ﷺ کے اخلاق کریمانہ نے تو ابوجہل جیسے دشمن اسلام کے دل کو بھی فتح کر لیا تھا لیکن "حَمِیَّۃً جَاھِلِیَّۃً" کی وجہ سے اس کو ایمان کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ارے! کفار کے دل بھی مانتے ہیں مگر جسے اللہ چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔

ہماری ذمہ داری

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آقا ﷺ کی تعلیمات کو حاصل کریں اور ان کے مطابق اپنی زندگی گزارتے چلے جائیں۔ کیونکہ

مرا قائد ہے وہ کہ زندگی پیغام تھا جس کا
صداقت ذات تھی جس کی امانت نام تھا جس کا
وہ رفتہ رفتہ جس نے قوم کو منزل عطا کر دی
کلی آغاز تھی جس کی چمن انجام تھا جس کا

جب آپ ﷺ تشریف لائے تو قوم یقیناً جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گری پڑی تھی۔ آپ ﷺ نے اس قوم کے نوجوانوں پر محنت فرمائی اور جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر پوری دنیا کے سامنے گئے تو

چڑھتے سورج سے تاج مانگا سمندروں سے خراج مانگا

کے مصداق اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔ آیئے اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتوں کو اسلام کرتے ہوئے آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے مطابق ہم اپنے دلوں میں ایک اچھی زندگی گزارنے کے ارادے کر لیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی پاکیزہ زندگی عطا فرما دیں۔ گناہوں سے خالی اور اچھے اخلاق والی زندگی عطا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کے نقش قدم پر چل کر زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرما دیں۔ (آمین ثم آمین)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○

خطباتِ جمادی الثانی

① ...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یارِ غار

② ...... نبی و صدیق کا سفر ہجرت

③ ...... ہجرتِ نبیؐ و صدیقؓ

④ ...... اولیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

......☆......

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یارِ غار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مُشِیْرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنَ لَہٗ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ الْمَبْعُوْثِ اِلٰی کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ط وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ط وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

میرے واجب الاحترام، قابل صد احترام ساتھیو! گزشتہ جمعہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور اسلامی خدمات کا تذکرہ شروع ہے۔ میں نے گزشتہ جمعہ کی تقریر میں تفصیل کے ساتھ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے ابتدائی حالات پیش کئے تھے اور میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ابو بکرؓ کو ابو بکر کیوں کہتے ہیں؟

میرے بھائیو! گزشتہ جمعہ کی تقریر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کتنی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے دوست بنے اور کتنا عرصہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں گزارا۔ آج جو قرآن پاک کی آیات میں نے پڑھی ہیں اس آیت کا نام ہے آیت ہجرت۔ اس آیت کا نام ہے آیت معیت کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی معیت میں ہجرت فرمائی اور اس ہجرت کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت معیت میں ہے۔ میں اس آیت کی روشنی میں حضرت ابو بکرؓ کا مقام آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ثانی اثنین کی تفسیر

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... اذا خرجه الذین کفروا...... اے پیغمبر ﷺ آپ اس وقت کو یاد کریں، اے نبی! تو اس وقت کو یاد کر...... اذا خرجه الذین کفروا...... جب کافروں نے تجھے اپنے گھر سے نکالا ہے اور...... ثانی اثنین اذ هما فی الغار...... تجھے بھی گھر سے نکالا تھا اور تیرے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی تھا۔ اسے بھی اس کے گھر سے نکالا تھا...... ثانی...... کا جو لفظ ہے اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیقؓ ہے۔

اور حضرت ابو بکر صدیقؓ جو ہیں ہر ایک اعتبار سے ثانی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھیں، قرآن پاک نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو ثانی کہا اور ثانی عربی زبان کا لفظ ہیں۔ اوّل اور ثانی، پہلا اور دوسرا، تو یہاں قرآن نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ثانی کہا ہے...... اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین...... دو میں سے دوسرا، یعنی تو بھی گھر سے نکلا تھا اور ابو بکرؓ بھی گھر سے نکلا تھا۔ گویا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ثانی کہا۔

علماء مفسرین کا عجیب نکتہ:

علماءؒ نے یہاں ایک نکتہ لکھا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ ہر معاملے میں ثانی ہیں۔ اوّل

نہیں ہیں۔ آپ تو کہتے ہیں کہ اوّل خلیفہ، خلافت اپنی جگہ، لیکن ابوبکرؓ ایمان لانے میں اوّل نہیں ہے، ایمان لانے میں بھی ثانی ہے، اوّل حضور ﷺ کی ذات ہے۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے اللہ کا کلمہ پڑھا تو جب حضور ﷺ نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا تو دوسرے نمبر پر کلمہ ابوبکرؓ نے پڑھا تو ابوبکرؓ ایمان لانے میں بھی ثانی ہے، تو یہاں قرآن نے حضرت ابوبکرؓ کو غار میں ثانی کہا ہے کہ غار میں پہلا نمبر حضور ﷺ کا اور دوسرا نمبر ابوبکرؓ کا، تو گویا کہ ثانی ہوئے۔

سیدنا صدیقؓ ہر اعتبار سے پیغمبر ﷺ کا ثانی

اور علماء کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ ہر بات میں ثانی ہیں، حضرت ابوبکرؓ ایمان لانے میں ثانی ہیں، پہلے ایمان حضور ﷺ لائے ہیں پھر ایمان ابوبکرؓ لائے، غار میں پہلے حضرت امام الانبیاء آئے پھر ابوبکرؓ آئے تو ثانی ہوئے، مزار میں پہلے حضور ﷺ آئے پھر ابوبکرؓ آئے تو مزار میں چودہ سو سال ہو گئے، آج تک، حضور ﷺ پہلے قبر میں اُترے بعد میں صدیق اکبرؓ اترے تو گویا کہ حضرت ابوبکرؓ نبی کے ثانی ہیں، ہر اعتبار سے ثانی ہیں۔

ایمان لانے میں ثانی......
غار میں چڑھنے میں ثانی......
رشتہ دینے میں ثانی
جنگ میں جانے میں ثانی
ہر بات میں ثانی ہیں۔ ابوبکر ثانی ہیں
سفر کا بھی ثانی
حضر کا بھی ثانی
حشر کا بھی ثانی

جب سب سے پہلے قبر شق کی جائے گی تو سب سے پہلے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پہلے قبر سے اٹھوں گا، پھر ابوبکرؓ اٹھیں گے تو گویا کہ

غار میں بھی ابوبکرؓ کا دوسرا نمبر
مزار میں بھی ابوبکرؓ کا دوسرا نمبر
جب قیامت کے دن اُٹھیں گے تو دوسرا نمبر اور حشر میں بھی دوسرا نمبر اور مقام

محمود پر بھی دوسرا نمبر، یہاں ایمان لانے میں بھی دوسرا نمبر، رشتہ داریوں میں بھی دوسرا نمبر اور جنگوں میں بھی دوسرا نمبر، صلح کرنے میں بھی دوسرا نمبر اور رفاقت میں بھی دوسرا نمبر، پہلے دوستی نبی ﷺ نے نبھائی پھر صدیقؓ نے نبھائی، گویا کہ ہر بات میں صدیقؓ ثانی ہے۔

اس لئے قرآن نے کہا...... ثانی اثنین ...... کہ وہ جو نبی کے ساتھ دوسرا تھا یہاں ایک بات ہے، قرآن پاک کا ایک لفظ یاد رکھیں۔ قرآن نے کہا...... اذا اخرجه الذین کفروا ...... کہ جب کافروں نے نکالا تھا۔ حضور ﷺ کو اور حضور ﷺ کے ساتھی کو...... اذ هما فی الغار ...... جب وہ دونوں غار میں گئے۔

اب یہاں ہم شیعہ سے کہتے ہیں کہ...... ثانی اثنین اذهما ...... هما ...... کا معنی دو، ثانی اثنین کا معنی دو، اگر ابوبکرؓ مسلمان نہیں تھا تو پھر یہ دوسرا کون تھا؟ بڑے بڑے شیعہ اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

ہجرتِ نبی ﷺ وصدیقؓ:

کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نبی ﷺ کے ساتھی تھے تو رافضی نے اس کا جواب دیا، کہنے لگے کہ ابوبکرؓ کو نبی ﷺ ساتھ اس لئے لے گئے تھے کہ پیچھے سے مخبری نہ کر دے۔ (نعوذ باللہ) غار میں ابوبکرؓ کو لے گئے کہ اگر میں انہیں پیچھے چھوڑ گیا تو یہ لوگوں کو بتا دیں گے تو جو مخبری کرنے والا ہوتا ہے وہ اس طرح مخبری چھوڑ دیتا ہے ساتھ لے جانے سے؟ یعنی حضور ﷺ چھپ کر اپنے گھر سے باہر نکلے اور پورا مکہ مخالف ہے۔ دشمن ہیں سارے اور گئے سیدھے ابوبکرؓ کے گھر تو مخالف کے پاس آدمی جاتا ہے کہ جب سارا مکہ مخالف ہے اور قتل کے لئے تلواریں لئے کھڑے ہیں اور حضور ﷺ سب کو چھوڑ کر وہاں چلے گئے۔

تو قرآن پاک نے اس واقعہ ہجرت کو جو ذکر کیا ہے۔ آج میں تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ واقعہ ہجرت کیا ہے؟ ہجرت کس کو کہتے ہیں؟ اور ہجرت میں سب سے پہلا نمبر نبی ﷺ کے بعد صدیقؓ کا ہے ورنہ کائنات میں ہر جگہ پر ان کا دوسرا نمبر ہے۔

نبی ﷺ نے ہجرت کی ساتھ صدیقؓ نے ہجرت کی، لیکن نبی ﷺ کے بعد ابوبکرؓ کا پہلا نمبر ہوگا۔ یہاں آیت کا ترجمہ آپ سمجھ لیں تاکہ بات ذہن میں اُتر جائے۔ اذا اخرجه الذین کفروا ...... جب اے پیغمبر ﷺ تجھے اور تیرے ساتھی کو نکالا تھا کافروں

نے،......اذھما فی الغار ......کہ جب تم دونوں غار میں تھے، تم اور تیرا ساتھی غار میں تھے، پھر کیا ہوا تھا پھر یہ ساتھی ......اذیقول لصاحبہ...... جب اپنے دوست سے تو نے کہا تھا، صاحب، صحابی سے ہے، صاحب ایک کو کہتے ہیں اور صحابی بھی ایک کو کہتے ہیں تو صاحب کا اطلاق صرف ایک پر ہوتا ہے اور جمع ہے اصحاب اور صاحب ایک کے لئے بولا جاتا ہے۔

صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا تذکرہ قرآن میں:

اس پر آپ غور کریں......اذیقول لصاحبہ...... نبی ﷺ نے نہیں کہا، کیونکہ اگر صحابی ہو تو وہ پوری قوم اور جمعیت کی طرف اشارہ ہے، لیکن قرآن نے کہا......اذ یقول لصاحبہ...... جب اپنے صاحب سے کہا۔

اگر آپ کے دوست حضرت ابوبکرؓ قابل اعتماد نہیں تھے، تو قرآن نے ابوبکرؓ کو نبی ﷺ کا صاحب کہا، صاحب کہتے ہیں صحابی کو، مخالف کو صاحب کوئی نہیں کہتے، مخالف کو لوگ دغاباز کہیں گے۔

جیسے قرآن پاک نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر کیا، لیکن کسی جگہ بھائیوں کو صاحب نہیں کہا، حالانکہ وہ سگے بھائی تھے، لیکن یہاں قرآن پاک نے صدیق اکبرؓ کو نبی کا صاحب کہا، نبی کا صحابی کہا، تو چودہ سو سال سے مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہوئی تو اب جو حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت کا منکر ہے وہ قرآن کی اس آیت کا منکر ہے وہ اس آیت کے انکار کی وجہ سے کافر ہے تو قرآن نے اس کا ذکر کیا......اذیقول لصاحبہ ...... جب اپنے دوست سے حضور ﷺ نے کہا تھا۔

کیا کہا تھا؟ غم نہ کر، جب کفار غار کے دہانے پر آگئے تھے تو وہ صاحب پریشان ہوگیا تھا کہ ان کی ٹانگیں غار کے نیچے سے نظر آرہی تھیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ کر پریشانی کا اظہار کیا۔

خوف اور حزن میں فرق:

اب روافض کیا کہتے ہیں کہ دیکھو حضرت ابوبکرؓ کو کہ جب غار میں دشمن آگئے تو

ابوبکرؓ ڈر گیا۔ نبی کو تسلی دینی پڑی، لیکن میں قدرت خداوندی پر قربان جاؤں ایک ہوتا ہے خوف، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپوں کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے تو قرآن نے کہا...... لا تخف ......خوف اپنا ہوتا ہے جو بات کرتا ہے۔ خوف اسی کا ہوتا ہے اور غم اپنا نہیں ہوتا، غم دوسرے کا ہوتا ہے۔

تو قرآن نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا...... لا تخف...... ڈرنا نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈر تھا اپنا، اس لئے فرمایا...... لا تخف...... اب حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ نہیں فرمایا...... لا تخف...... ڈرنا نہیں، کیوں، اگر ڈر صدیقؓ کو اپنا ہوتا تو پھر حضور ﷺ ان کو کہتے کہ ڈرنا نہیں، ابوبکرؓ کو تو حضور ﷺ کا غم تھا تو غم ہوتا ہی دوسرے کا ہے۔ اس لئے قرآن نے کہا...... لا تحزن...... ابوبکر میرا غم نہ کر، خوف اپنا ہوتا ہے اور غم دوسرے کا ہوتا ہے۔

صدیقؓ کی رفاقت نبی ﷺ کی زبانی:

یہاں ایک اور نکتہ علماء نے لکھا، اس پر آپ غور فرمائیں۔ بڑی عجیب وغریب نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جا رہے تھے اور پیچھے فرعون کی فوجیں تھیں۔ آگے دریا کی موجیں تھیں تو خطرہ پیدا ہو گیا تو راستے میں جنگل میں قوم نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام کہ اب کیا ہو گا؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے آگے سے کہا ان معی ربی سیھدین میرا رب میرے ساتھ ہے اور وہ عنقریب مجھے سیدھے راستے پر چلا دے گا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان معی ...... میرا رب میرے ساتھ ہے، حالانکہ قوم بھی ساتھ ہے تو کہنا کیا چاہئے تھا؟ ہمارے ساتھ رب ہے تو قرآن نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا...... ان معی...... میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ جماعت کو نہیں ملایا۔

لیکن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غم ہوا تو حضور ﷺ نے کیا جواب میں فرمایا...... لا تحزن ...... غم نہ کر...... ان اللہ معنا...... خدا ہمارے ساتھ ہے...... معنا...... ہمارے ساتھ ہے...... یہ قرآن میں ہے اور معنا عربی گرائمر کا لفظ ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کا فکر نہیں تھا، اس لئے انہوں نے قوم کو ساتھ ملایا ہی نہیں، اس لئے فرمایا...... ان معی ربی سیھدین ...... میرا رب میرے ساتھ ہے۔

لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور ﷺ کے رفیق تھے، جب حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ کا غم کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے ساتھ خدا ہے، فرمایا...... ان اللّٰہ معنا...... ابو بکر خدا میرے بھی ساتھ ہے اور تیرے بھی ساتھ ہے، تو یہ باریک نکتہ ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صداقت وعظمت پر۔

غار میں حفاظت:

اس کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... **فانزل اللّٰہ سکینتہٗ**...... اللہ تعالیٰ نے سکون اتارا، یعنی دشمن تو اوپر آچکا ہے اور نیچے غار میں ابو بکرؓ اور نبوت ﷺ ہیں اور جناب دشمن ابھی قتل کردے گا، لیکن قرآن کیا کہتا ہے...... **فانزل اللّٰہ سکینتہٗ**...... کہ غار میں بیٹھے ہوئے نبی اور ابو بکرؓ کو ہم نے سکون دیا...... **وایدہ بجنود**...... اور فرشتوں کا ایک لشکر غار پر پہرے دار بنا دیا...... **وایدہ بجنودٍ لم تروھا**...... ایسا لشکر جس کو نبی ﷺ نہیں دیکھ سکتے تھے، ابو بکرؓ نہیں دیکھ سکتے تھے...... **بجنودٍ لم تروھا**...... اور قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ لشکر بھی اور ابو بکرؓ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔

میرے بھائیو! یہ ہے قرآن کی وہ آیت جس آیت کی روشنی میں چند باتیں عرض کروں گا، تو میں نے بڑے اختصار کے ساتھ آیت کا ترجمہ آپ کو سنا دیا۔ اب میں یہ واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ قرآن نے ابو بکرؓ کی شان کو کتنے چاند لگائے ہیں؟ سیدنا صدیق اکبرؓ کو کتنا اونچا مرتبہ عطا کیا۔

ہجرت کی رات کو فیصلے:

میرے دوستو! حضور ﷺ نے صدیقؓ پر اعتماد کا اظہار کیا۔ ایک آدمی کہنے لگا اعتماد کا اچھا اظہار کہ بستر تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو دے دیا جس کو بستر ملے جس کو نبی ﷺ کا سامان ملے جس کو لوگوں کی امانتیں ملیں اس کو تم کہتے ہو کہ وہ چوتھے نمبر پر جس کو نبی کا سامان مل گیا نبی کا بستر مل گیا اس کو تو پہلا خلیفہ ہونا چاہئے میں نے کہا کہ جس کو بستر ملا اگر وہ خلیفہ ہے تو وہ کون ہے جس کو بستر والا ملا، ایک کو بستر ملا ایک کو بستر والا ملا، ہجرت کی رات نے بڑے فیصلے کئے ہیں ہجرت کی رات ہم دیکھتے ہیں کہ رات ایک ہے اور اس رات میں ایک

آدمی سوتا رہا اور دوسرا آدمی جاگتا رہا۔ ایک آرام کرتا ہے دوسرا نبی ﷺ کے ساتھ چلتا رہا، ایک آدمی آرام کرتا رہا دوسرا پہاڑوں کی چڑھائی چڑھتا رہا، ایک آرام کرتا رہا دوسرا پتھروں پر چڑھتا رہا، ایک آرام کرتا رہا دوسرا غار میں اترتا رہا، ایک بستر کے مزے لوٹتا رہا، دوسرا بستر والے کے مزے لوٹتا رہا۔

میرے دوستو! ہجرت کی ایک رات ہے اس میں سردار لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہجرت کا یہ واقعہ جس میں نبی ﷺ نے ہجرت فرمائی ہے بعد میں پیش آیا اور معراج کا واقعہ پہلے پیش آیا۔ معراج کے ایک سال کے بعد ہجرت ہوئی یہ معراج پہلے کیوں ہوا؟ معراج نبی ﷺ کو پہلے کیوں کرایا گیا؟ ہجرت بعد میں کیوں کرائی گئی۔ معراج کا سفر مسلمانوں کا سفر تھا ایک آسمانوں میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا ایک مدینے میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھلانا تھا او لوگو! نبی ﷺ کے اس سفر کو بھی دیکھو اور نبی ﷺ کے اس سفر کو بھی دیکھو!

نبی ﷺ کے اس سفر کے ساتھی کو دیکھو
نبی ﷺ کے اس سفر کے ساتھی کو بھی دیکھو
اس سفر کے ساتھی کی وفا کو بھی دیکھو
اس سفر کے ساتھی کی وفا کو بھی دیکھو
نبی ﷺ کے اس رفیق جبرائیل کو بھی دیکھو
نبی ﷺ کے اس رفیق صدیقؓ کو بھی دیکھو
اس کی رفاقت کو بھی دیکھو
اس کی رفاقت کو بھی دیکھو
اس کی یاری کو بھی دیکھو
اس کی یاری کو بھی دیکھو
اس کی اداؤں کو بھی دیکھو
اس کی اداؤں کو بھی دیکھو

اس کی ادا موڑ پر ختم ہوگئی
اس کی ادا قبر تک جاری رہی ہے
اپنی اپنی ادا ہے اپنی اپنی وفا ہے۔

دنیا کے لوگو! جبرائیلؑ اور ابوبکرؓ میں بڑا فرق ہے۔ راتیں دو ہیں ایک معراج کی رات، ایک ہجرت کی رات اور رفیق نبی ﷺ کے دو ہیں ایک رفیق وہ ہے جو فرشتوں کا سردار ہے، ایک رفیق وہ ہے جو نبیوں کے بعد تمام انسانوں کا سردار ہے۔

مرتبہ نبی ﷺ نے کھول دیا کہ جو معراج کی رات نبی ﷺ کا ساتھی بنا وہ نبی ﷺ کو جگانے آیا اور جو ہجرت کی رات نبی ﷺ کا ساتھی بنا اس کو نبی ﷺ جگانے آیا۔ فرق ہے یا نہیں۔

اور معراج کی رات جب سواری کی ضرورت ہوئی تو جبرائیلؑ براق لایا لیکن ہجرت کے سفر میں جب سواری کی ضرورت پڑی تو ابوبکر براق لینے نہیں گیا خود محمد ﷺ کی سواری بن گیا اور صدیقؓ نے اس رات دنیا کو فیصلہ سنا دیا تھا کہ پیغمبر ﷺ میرے کاندھوں پر سوار ہوتا ہے اور جس کندھے پر اور جس سواری پر پیغمبر ﷺ سوار ہو جائے بھلا وہ بھی کسی سے پیچھے رہی ہے۔ لوگو! سواریوں کے فیصلے تو نبی ﷺ نے بچپن میں کر دیئے تھے۔ جب مائی حلیمہ کی سواری پر نبی ﷺ سوار ہوتا ہے وہ سواری پیچھے نہیں رہا کرتی نبی ﷺ صدیقؓ کے کندھوں پر سوار ہوتا ہے اور صدیقؓ بھی سب سے آگے نکل گیا۔

راتیں دو ہیں، رفیق دو ہیں، وفائیں دو ہیں، ادائیں دو ہیں، الفت دو کی ہے۔

ایک موڑ کی یاری ہوتی ہے ایک توڑ کی یاری ہوتی ہے۔ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کہتے ہیں کہ موڑ پر جبرائیلؑ پہنچا تو موڑ پر کہا کہ

اگر موئے یکسر برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

ایک پر بھی اوپر اٹھتا ہوں تو اللہ کی تجلی میرے پروں کو جلا دیتی ہے یعنی جبرائیلؑ ایسا ساتھی ہے کہ موڑ پر اپنے پروں کو بچانے کے لئے پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس جگہ ہوتا صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ اس کے پر نہیں جسم بھی جل جاتا تو محمد ﷺ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتا یہ صدیقؓ کی وفا تھی۔

صدیق ﷜ کی نبی ﷺ سے وفائیں

میرے دوستو! صدیقؓ نے یاری نبی ﷺ سے نبھائی ہے اور اس ہجرت کے رفیق کی وفاؤں کو دیکھو کہ جبرائیلؑ تو موڑ پر نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ گیا اور نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا۔

لیکن صدیقؓ نے تو نبی ﷺ کو کبھی تنہا نہ چھوڑا، دیکھو لوگو! صدیق نبی ﷺ کو کیسے تنہا چھوڑتا، پیغمبر ﷺ مکہ کی گلیوں میں، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی پتھر کھا رہا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ کا چہرہ زخمی ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پہاڑ کی چوٹی پر ہے صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ غار میں اترتا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پیغمبر ﷺ اُم معبد کے خیمہ میں جاتا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ دودھ دوہتا ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پیغمبر ﷺ سواری پر سوار ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

پیغمبر ﷺ ابو ایوبؓ کی جھونپڑی میں ہے، صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے......

نبی ﷺ بدر میں صدیقؓ بدر میں......

نبی ﷺ اُحد میں صدیقؓ اُحد میں......

نبی ﷺ خیبر میں صدیقؓ خیبر میں......

نبی ﷺ خندق میں صدیقؓ خندق میں......

نبی ﷺ تبوک میں صدیقؓ تبوک میں......

نبی ﷺ صلح حدیبیہ میں صدیقؓ صلح حدیبیہ میں......

پیغمبر ﷺ فتح مکہ میں صدیقؓ فتح مکہ میں......

نبی ﷺ مزدلفہ میں صدیقؓ مزدلفہ میں......

نبی ﷺ عمرہ میں صدیقؓ عمرہ میں......

نبی ﷺ حج پہ صدیقؓ حج پہ......

نبی ﷺ مسکرانے میں صدیقؓ مسکرانے میں.....

پیغمبر ﷺ رشتہ لینے میں صدیقؓ رشتہ دینے میں۔

چودہ سو سال ہو گئے صدیقؓ قبر میں آج بھی محمد ﷺ کے ساتھ ہے.....

تم کہتے ہو کہ بستر علیؓ کو دیا فرمایا اے علیؓ! یہ میرا بستر ہے اس پر تو نے سونا ہے انیس سردار تلواریں لے کر باہر کھڑے ہیں نبی ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام ہے پیغمبر ﷺ اندر ہے دشمن باہر ہے۔

ایک بات توجہ سے ذہن میں رکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے اپنے بستر پر لٹایا نبی ﷺ کے شبہ میں حضرت علیؓ کو شہید بھی کیا جا سکتا تھا ٹھیک ہے نا۔ اگر علی نے نبی کے بعد پہلا خلیفہ بننا ہوتا تو جس کو شہید کئے جانے کا شبہ تھا اس کو نبی ﷺ شبہ میں شہید کئے جانے کے لئے سلا کر جاتے کہ میرے شبہ میں بے شک شہید کر دیا جائے اور جس نے خلیفہ بعد میں بننا تھا اس کو نبی مکہ میں چھوڑ نہیں گئے بلکہ ساتھ لے گئے تا کہ میرے ساتھ رہے؟

میرے دوستو! حضرت علیؓ سے فرمایا میرے بستر پہ لیٹ جاؤ۔ حضرت علیؓ بستر پر لیٹ گئے۔ اب ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے علیؓ تو بستر پر لیٹ گئے نبی ﷺ تلواروں کے نیچے سے گزرنا چاہتے ہیں۔ اکیلا کیا یہ بات بظاہر حضرت علیؓ کی غیرت کے خلاف نہ تھی کہ انیس تلواریں چمک رہی ہیں اور نبی ﷺ سے کہہ دیا ٹھیک ہے میں سوتا ہوں آپ چلے جائیں۔ پیغمبر ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا کہ نبی ﷺ اکیلے ہی تلواروں کے نیچے سے گزر جائیں کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت علیؓ کو چاہئے تھا یہ کہتے اے پیغمبر! جہاں آپ نے جانا ہے میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں بعد میں آ کر سو جاؤں گا۔ بظاہر یہ بات حضرت علی ؓ کی غیرت کے خلاف تھی کہ نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا..... لیکن اللہ کی مشیت میں یہ بات تھی کہ علی ؓ بستر پر لیٹ جائے اور نبی ﷺ اکیلا ہی گزر جائے کیوں؟ اللہ کو پتہ تھا کہ اگر آج کی رات علی نبی کے ساتھ ہوا تو چودھویں صدی کا ملنگ یہ کہتا کہ علی نبی کا مشکل کشا تھا جبھی تو علی نے مشرکوں کا مقابلہ کر کے نبی ﷺ کو تلواروں سے بچایا تھا۔

یہ فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی رات حل کر دیا کہ اے نبی ﷺ حضرت علیؓ کو بستر پر سلا دو اور خود تلواروں کے نیچے سے گزر جاؤ تا کہ چودھویں صدی کے ذاکر، ملنگ کو پتہ

چل جائے کہ مشکل کشا نہ علیؓ ہے، نہ نبی ﷺ ہے بلکہ مشکل کشا وہ اللہ ہے جو علیؓ کو بستر پر سلا کر بچاتا ہے اور نبی ﷺ کو دشمنوں کی تلواروں کے نیچے سے بچاتا ہے۔

رات ایک ہے آدمی دو ہیں
ایک علی ہے ایک صدیق ہے
ایک سویا ہے ایک جاگتا ہے
سونے والے سے پوچھو تو سویا کیوں؟
جاگنے والے سے پوچھو تو جاگا کیوں؟
ایک سے سونے کا راز معلوم کرو ایک سے جاگنے کا راز معلوم کرو۔ خلافت کا مسئلہ آج ہی حل ہو جاتا ہے۔

علیؓ سوتا رہا، صدیقؓ جاگتا رہا، علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ اس لئے سو گیا کہ میرے پاس امانتیں تھیں لوگوں کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا علی یہ امانت ہے یہ کپڑا ہے، یہ جو کی بوری ہے، یہ ستو کا توڑا ہے، یہ چاندی کی بالی ہے، یہ کچھ برتن ہیں، یہ کچھ زیورات ہیں، لوگوں نے مجھے امانت دی ہے۔ اے علیؓ! یہ امانتیں اپنے پاس رکھو اور صبح کو یہ امانتیں لوگوں کو واپس دے دینا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ امانتیں جو نبی ﷺ نے مجھے دی تھیں یہ امانتیں بہت سستی تھیں، اتنی ان کی قیمت نہ تھی۔ اس لئے میں بے فکر ہو کر سو گیا۔ میں یہاں کسی مولوی کے پاس آؤں میں مولانا سے یہ کہوں جناب یہ ایک لاکھ روپیہ امانت کے طور پر رکھ لیں میں دوسرے دن آپ سے جاتا ہوا لے لوں گا۔

مولانا فرمائیں گے جناب اتنی بڑی رقم میں کبھی گھر میں نہیں رکھ سکتا اور جب میں یہ امانت ان کو زور دے کر دے دوں گا تو یہ امانت اپنے گھر لے جائیں گے اور گھر کے اندر پیٹی کھول کر اس کے نیچے برتن اٹھا کر اس کے نیچے چھپے رکھیں گے پھر برتن رکھیں گے، پھر پیٹی کو بند کر کے اس کو تالہ لگائیں گے پھر بھی نہ ان کو نیند آئے نہ ان کی گھر والی کو، کیوں...... اس لئے کہ امانت بڑی مہنگی ہوتی ہے تو نیند نہیں آیا کرتی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے دنیا کے لوگو! میں اس لئے سو گیا تھا کہ جو امانتیں نبی نے مجھے دی تھیں ان کی قیمت زیادہ نہ تھی۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ مجھے نیند اس لئے نہ آئی

کہ جو امانت میری گود میں تھی اس کی قیمت ہی بہت زیادہ تھی، یعنی وہ تو بے مثال دولت تھی۔اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے ان کی فضیلت زیادہ ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر ایک نظر:

اور میں کہتا ہوں کہ تم کعبہ کی بات کرتے ہو میرے مرشد میرے بزرگ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا کہ کعبہ سے زیادہ فضیلت اس جگہ کی ہے کہ جس جگہ آج بھی رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ کعبہ سے زیادہ اس جگہ کی فضیلت ہے جس جگہ پر نبی ﷺ ہے کیوں؟ اس لئے کہ خانہ کعبہ میں خدا رہتا نہیں ہے یہ کہنا کہ خدا کعبہ میں رہتا ہے یہ کہنا کفر ہے کیونکہ رہتا وہ ہے جو محدود ہو کسی جگہ پر، خدا لامحدود ہے بیشک لامحدود ہے اس لئے یہ کہنا کہ وہ رہتا ہے یہ غلط ہے کعبہ کی فضیلت کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس پر خدا کی تجلی ہے خدا کی تجلی کعبہ پر اس کا مرتبہ بلند اور کعبہ سے بھی زیادہ تجلی اس جگہ پر ہے جہاں آمنہ کا لال ہے۔ سبحان اللہ جہاں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔ وہاں اللہ کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔

اور مولانا نانوتوی نے آب حیات میں کتنی خوبصورت بات لکھی، کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی روح کو قبض کیا۔ قبض کر کے اعلیٰ علیین میں لے گئے اور بعد میں لوٹا دیا نبی ﷺ کے جسم میں روح آ گئی حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ اللہ نے نبی کی روح کو قبض کر کے عرش پہ لے جانے کے بعد لوٹایا اس لئے کہ عرش پہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو نبی ﷺ کی روح کے لائق ہو اور نبی کی روح کے لائق وہی جگہ تھی جو نبی ﷺ کا جسم تھا جو نبی ﷺ کا جسم تھا وہی نبی کی روح کے لائق تھا چنانچہ روح کو قبض کرنے کے بعد اسی جگہ روح لوٹا دیا۔۔۔۔۔۔**الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔۔۔۔۔۔**

اسی لئے کہتے ہیں کہ نبی کے جسم میں نبی کی روح ہے۔ اس لئے کہ خدا کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ نبی کے وجود پر ہے نبی کے جسد اطہر پہ ہے۔ نبی ﷺ کے روضہ اقدس پر پیغمبر کے وجود پر ہے۔

جہاں نبی ﷺ موجود ہے وہاں کعبہ سے بھی زیادہ نور کی تجلی ہے تو جہاں کعبہ سے زیادہ خدا کی تجلی ہو میرا صدیقؓ تو وہیں ہے میرا فاروق اعظمؓ تو وہیں ہے، ہے یا نہیں؟ تو

حضرت علیؓ کعبہ میں پیدا ہوئے حضرت علیؓ کے پیدائش کا واقعہ تو دو گھنٹے کا ہے جبکہ آج تک صدیقؓ نبی ﷺ کے ساتھ ہے یہ تو لامحدود ساعتیں ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا خلیفہ:

اور میں آخر میں کہنا چاہتا ہوں کہ

دیکھئے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا نام ہے آدم، اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کا نام ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ، تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے میں اور آپ ﷺ کے خلیفہ بنانے میں بڑی مشابہت ہے بالکل اسی طرح اللہ کے خلیفہ کے منکر میں اور نبی کے خلیفہ کے منکر میں بھی بڑی مشابہت ہے۔

آپ اس گہرائی تک بے شک نہ جائیں، لیکن آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ......

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً......

کہ زمین میں میں اپنا خلیفہ بناؤں گا تو آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا دیا یہ اعلان خدا کا کافی تھا۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو آگے کر دیا اور فرشتوں سے کہا اس کے پیچھے سجدہ کرو یعنی خلافت منوانے کا اللہ نے طریقہ بھی بتا دیا کہ جس کو خلافت منوائی جاتی ہے۔ اسے پیچھے کیا جاتا ہے جس کی خلافت مانی ہے اس کو آگے کیا جاتا ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی بات ہے، تو جب رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے انتخاب کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کے انتخاب کی سنت کو پورا کیا اور ابوبکرؓ کو آگے کر دیا اور پوری امت کو کہا کہ پیچھے نماز پڑھو جو طریقہ اللہ نے اختیار کیا وہی طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا اور اب آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب فرشتے تھے۔ عبودیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے زیادہ قریبی کو خلیفہ نہیں بنایا اور خلافت میں قریبی کو نہیں دیکھا تو حضور ﷺ کے بھی رشتہ داری میں زیادہ قریب حضرت علیؓ تھے، تو حضور ﷺ نے بھی زیادہ قریبی کو نہیں دیکھا، صلاحیت کو دیکھا تو آپس میں بڑی مشابہت ہے تو میں نے کہا بالکل اسی طرح اللہ

تعالیٰ کے خلیفہ کا جس نے انکار کیا وہ بھی ش سے شروع ہوا اور نبی ﷺ کے خلیفہ کا جس نے انکار کیا وہ بھی ش سے شروع ہوا۔ جس نے اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو دنیا میں ایک سزا ملی اور جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو دنیا میں دو سزائیں ملیں ۔ جس نے اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو دنیا میں یہ سزا ملی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو پتھر مارو۔ حاجی لوگ جا کر اس کو پتھر مارتے ہیں کس جرم میں مارتے ہیں اس جرم میں کہ اس نے اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا تو جس نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا انکار کیا اسے سزا ملی پتھروں کی اور جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو سزا ملی چھریوں کی تو اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا جس نے انکار کیا اس کو سزا ملی رہی ہے پتھروں کی اور پتر لوگ مار رہے ہیں ہر سال حاجی جاتے ہیں تو ایک حاجی ۲۱ کنکریاں مارے اور ۲۶ لاکھ حاجی کنکریاں ماریں تو شیطان کے حصے میں بہت سارے پتھر آگئے کس جرم میں کہ اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا۔ تو جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو سزا ملی چھریوں کی تو اب پتھر تو آپ مار رہے ہیں، لیکن اگر چھریاں آپ ماریں آپ پر تو پرچہ ہو جائے گا۔ آپ تو جیل میں چلے جائیں گے۔ سپاہ صحابہ والوں پر تو پہلے بھی بہت پرچے ہیں۔ تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں میں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ چھریاں بھی ان کی اپنی ہوں گی سینہ بھی ان کا اپنا ہوگا تو ماریں گے، اللہ نے فرمایا میں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ یہ خود درخواست لکھیں گے بخدمت جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ہم نے دس محرم کو فلاں چوک فلاں جگہ پر اپنے آپ کو چھریاں مارنی ہیں لہٰذا ہمیں باقاعدہ اجازت دی جائے اور نہ صرف اجازت بلکہ ہمیں خطرہ ہے کہ لوگ چھریوں کو روک نہ دیں اس لئے پولیس کا پہرہ لگایا جائے، چنانچہ آپ نے دیکھا کہ ساری پولیس محرم کے لئے حرکت میں آرہی ہے۔ میٹنگیں ہوتی ہیں۔ امن کمیٹیاں بن رہی ہیں۔ حکومت کمشنروں اور ڈی آئی جی کو ایک لیٹر جاری کر رہی ہے کہ جناب محرم کو امن سے گزارا جائے، مطلب ہے کہ ان کو چھریاں مارنے میں کوئی دقت پیدا نہ ہو۔ یہ چھریاں ٹھیک ٹھاک اپنے نشانے پر لگالیں اور پھر چھریاں دیکھو بھائی اپنی ٹانگوں پر بھی ماری جاسکتی ہیں۔ منہ پر بھی ماری جاسکتی ہیں، لیکن نہ ٹانگوں پر نہ منہ پر تو اللہ نے فرمایا کہ یہ چھریاں سینے پر پڑیں گی، اس لئے کہ اسی سینے میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بغض ہے تو

چھریاں بھی یہاں پڑ رہی ہیں تو اب دیکھو باقاعدہ اجازت مل رہی ہے، میں نے دیکھا کہ جن جن علماء سے خطرہ تھا وہ چھریوں سے روک دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا داخلہ بھی بند کرا رہا ہے یہ داخلے کیوں بند ہوتے ہیں تا کہ ان کو چھریوں سے کوئی نہ روکے اور اب آپ دیکھیں کہ ان کو ایک سزا ملی یہ چھریوں کی اور دوسری سزا ان کو ملی کہ کالے کپڑے پہننے پڑے تو آپ یہ کہیں گے کہ فاروقی صاحب یہ کالے کپڑے کونسی سزا ہے۔ کسی نے سفید پہن لئے کسی نے کالے پہن لئے یہ کوئی سزا ہے؟ آپ یہ کہہ سکتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ سزا ہے، اس لئے کہ شیعوں کی کتابوں میں لکھا ہے...... انہ لباس فرعون...... کہ فرعون کا بھی یہی لباس تھا اور...... هذالباس اهل النار ...... یہ دوزخیوں کا لباس بھی ہے تو اب لوگ کہیں گے کہ چلو جب مریں گے تو جہنم میں جائیں گے تو اگر آج کسی نے کالے کپڑے پہن لئے تو اس میں کیا حرج ہے تو یہ بات یوں سمجھیں...... آپ مجھ سے پوچھیں کہ فاروقی صاحب صبح کو آپ نے کہاں جانا ہے تو میں کہوں کہ میں نے صبح ۹ بجے تک ملتان پہنچنا ہے تو آپ کہیں گے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا رات ۲ بجے تک تم تقریر کرتے رہے اور صبح ۹ بجے ملتان کیسے پہنچیں گے، لیکن اگر آپ صبح میرے پاس آئیں تو میں ساڑھے پانچ چھ بجے بریف کیس ہاتھ میں لے کر غسل کر کے اور کپڑے تبدیل کر کے تیار ہو کر بیٹھا ہوں تو آپ کہیں گے کہ پہلے شک تھا جائے گا یا نہیں جائے گا لیکن اب تو یقین ہو گیا ہے کہ یہ ضرور جائے گا۔ اس لئے جہنم میں تو انہوں نے جانا ہے پتہ نہیں کب جانا ہے اب یہ کالے کپڑے پہن کر بیٹھ گئے تو یقین ہو گیا کہ یہ جا رہے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

......☆......

نبی و صدیقؓ کا سفر ہجرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مُشِيْرَ لَهٗ وَلَا مُعِيْنَ لَهٗ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ اَلْمَبْعُوْثُ اِلٰى كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا.

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

چاند یثرب کا نہ جب تک میرے دل میں چمکا
دل و جان مطلع انوار نہ ہونے پائے
رب نے محبوب سے پردے میں جو باتیں کیں
جبرائیل بھی ان سے خبردار نہ ہونے پائے
شافع محشر شفاعت کے لئے آ بھی پہنچے
ہم ابھی سے بیدار نہ ہونے پائے
مجھ سے ناخوش ہے زمانہ تو کوئی بات نہیں
مجھ سے ناراض میری سرکار نہ ہونے پائے

میرے واجب الاحترام جھنگ کے غیور نوجوانو اور دوستو! اس سے قبل بھی آپ کے اس جھنگ میں حاضری کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ۱۰ محرم کے دن بھی احرار پارک میں حضرت سیدنا حسینؓ کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں مجھے یہاں آنے کا موقع ملا اور آج پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرے دوستو! ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمارا تعلق ابوبکرؓ کے ساتھ ہے، ہمارا تعلق عمرؓ کے ساتھ ہے، عثمانؓ کے ساتھ ہے، علیؓ کے ساتھ ہے، معاویہؓ کے ساتھ ہے، حسنینؓ کے ساتھ ہے۔

صحابہؓ کی عظمت نسبت پیغمبر کی وجہ سے

صحابہ کرام کو جو عظمت حاصل ہے اور ہم صحابہ کی عظمت کو نہیں سمجھتے۔ بات تو ہم کرتے ہیں کہ صحابہ کا مقام بہت اونچا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ جو صحابہؓ کو اتنا اونچا مقام ملا ہے کیوں ملا ہے؟ جنت میں صحابہؓ گئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ جنگ احد میں گئے، صحابہ کرامؓ کی عظمت اس وجہ سے نہیں ہے کہ حضورؐ کے ساتھ 27 جنگوں میں گئے۔ صحابہؓ کی عظمت اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ مکے میں رہے یا مدینے میں رہے یا پیغمبرؐ کے ساتھ جنگوں میں گئے نہیں صحابہ کی عظمت صرف اس وجہ سے ہے کہ صحابہؓ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

اس مسجد کو بنے ہوئے پچاس سال ہوگئے ہوں گے آج سے 50 سال پہلے اس جگہ پر جہاں آج مسجد ہے۔ عام آدمی جوتا پہن کر گزر سکتا تھا۔ لیکن اب یہاں جوتا کوئی آدمی نہیں پہن سکتا اور اس سے پہلے ایک وقت آیا تھا کہ جوتوں سمیت یہاں آیا کرتے تھے اور اب ایک وقت ایسا ہے کہ میں بے شک یہاں تقریر کرنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے بھی جوتا وہاں اتارنا پڑا۔ اور آپ کو بھی اتارنا پڑا اور کوئی قطب آئے تو وہ بھی جوتا اتار کر آئے کیوں؟ اس لئے کہ اس جگہ کی نسبت 50 سال سے پہلے کسی کے ساتھ نہیں تھی۔ آپ جوتا لا سکتے تھے۔ اب اس کی نسبت خدا کے گھر کے ساتھ ہے۔ اب مولوی بھی جوتا نہیں لا سکتا۔ اس لئے کہ نسبت بدل گئی ہے۔

اگر ابوبکرؓ صرف ابوبکرؓ ہوتا تو آپ اس کو برا کہہ دیتے جب سے ابوبکرؓ کی نسبت نبوت کے ساتھ ہوگئی ہے۔ قطب اور اولیاء کو بھی ابوبکرؓ کی عزت کرنی پڑے گی۔ جب تک

نسبت نہیں بدلی آپ مسجد میں جوتوں سمیت آجائیں اور جب نسبت بدل جاتی ہے۔ جب اللہ کے گھر کے ساتھ نسبت ہو جائے۔ تو مولوی بھی جوتا اتار کر مسجد میں آنے گا۔ ابوبکرؓ کی نسبت جب نہیں بدلی تھی۔

ابوبکرؓ جب ابوبکر تھا۔ عمر جب عمر تھا، عثمان جب عثمان تھا، علی جب علی تھا۔ آپ ان کو جو مرضی کہتے۔ لیکن ابوبکرؓ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر صدیق اکبر بن گیا، عمرؓ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر فاروق اعظم بن گیا، عثمان جب نبیؐ کے ساتھ مل کر ذوالنورین بن گیا۔ علی جب نبیؐ کے ساتھ مل کر اسداللہ الغالب بن گیا۔ حنظلہ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر غسیل الملائکہ بن گیا۔ اب عباس جب نبیؐ کے ساتھ مل کر مفسر قرآن بن گیا۔ عبداللہ ابن مسعود جب نبیؐ کے ساتھ مل کر محدث بن گیا۔ بلال حبشیؓ جب نبیؐ کے ساتھ مل کر جنت کا وارث بن گیا۔ تو اب دنیا کے کسی آدمی کو صحابہؓ کی توہین کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ صحابہؓ کی نسبت بدل گئی ہے۔

اب اگر نسبت بدلنے کے بعد صحابہ کو برا کہو گے تو یہ برا صحابہ کو نہیں کہا جائے گا۔ یہ برائی پیغمبر کے لئے ہو جائے گی۔ پیغمبر کو برا کہنا ہو جائیگا۔

اس لئے جب نسبت نبیؐ کے ساتھ ہو گئی۔ تو اب ان کو برا کہنے سے نبی کی عظمت پر داغ لگے گا۔ اور پیغمبرؐ پر انگلی اٹھانے والا مسلمان نہیں ہے۔

رسول اللہؐ کے شہر سے نسبت

فیصل آباد میں ایک آدمی آیا لوگ اس کے ہاتھ چومنے لگے، ایک آدمی نے پاؤں پکڑ لیا۔ ہم بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ جس کے تم ہاتھ چومتے ہو یہ کون ہے؟ اس نے کہا یہ وہ مولوی صاحب ہیں جو تین سال پہلے مدینہ منورہ گئے تھے اور مدینہ کی مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے تو پھر کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ تجھے حضورؐ کا ادب نہیں ہے؟ وہ مسئلہ سمجھ گیا آدمی، اس نے کہا کہ تمہیں حضورؐ کا ادب نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ ادب ہے اس نے کہا کہ حضور ﷺ مدینے میں موجود ہیں اور جو مدینے میں پڑھ کر آئے اس کا ادب ہونا چاہئے۔

ایک آدمی صحابہ کا دشمن تھا۔ وہ بھی اس کو سلام کر رہا تھا۔ میں نے اس کو مسئلہ سمجھانے کے لئے کہا، میں نے کہا اس کی عزت کرتے ہو۔ اس نے کہا بالکل اس لئے کہ یہ

مدینے سے آیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ مدینہ میں کہاں پڑھتا ہے۔ جواب دیا کہ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے مدینہ یونیورسٹی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور وہ یونیورسٹی روضہ رسولؐ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور اس یونیورسٹی میں حضور بھی موجود نہیں ہیں۔ حضور بھی نہیں پڑھاتے۔ حضور بھی خود درس نہیں دیتے اور یہ جو طالب علم ہے جس کے تم ہاتھ چومتے ہو۔ یہ حضورؐ کا براہ راست شاگرد بھی نہیں ہے۔ اس نے حضورؐ سے پڑھا بھی نہیں ہے۔

میں نے کہا چودہ سو سال کے بعد وہ مدینہ یونیورسٹی جہاں کا استاد نبی نہیں ہے۔ جہاں استاد نبی نہیں ہے...... جہاں کا استاد پیغمبر نہیں ہے...... اس مدینہ یونیورسٹی میں چودہ سو سال کے بعد آدمی چلا جائے، حالانکہ وہ پیغمبرؐ کے روضے سے بھی دور ہے، اس کے ہاتھ چومتے ہو اور جن ایک لاکھ چوالیس ہزار شاگردوں کو جنہوں نے محمدی یونیورسٹی میں پیغمبرؐ کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کیا ان شاگردوں کا حال کتنا بلند ہوگا؟ ان کی عظمت کیا ہوگی؟ بات تو نسبت کی ہے۔ جب صحابہؓ کی نسبت نبیؐ کے ساتھ ہوگئی۔ تو ان کی کیا قدر و منزلت ہوگی۔

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

جب آپ فیصل آباد سے آئیں جھنگ کی طرف تو راستے میں پہلی بڑی نہر آتی ہے۔ پھر چھوٹی نہر آتی ہے۔ آپ کو یہ معلوم ہے کہ یہ جو نہر ہے۔ یہ دریائے چناب سے نکل کر آئی ہے۔ مجھے بھی معلوم ہے۔ فلاں بڑی نہر فلاں جگہ سے نکلتی ہے۔ اگر آپ کو کوئی آدمی یہ بتائے کہ یہ جو دریائے چناب ہے اس دریائے چناب کا پانی پلید ہے اور پینا ٹھیک نہیں ہے۔ اس میں غلاظت ہے۔ اور چار پانچ دریاؤں اور نہروں سے ہوکر جو ندی آپ کے جھنگ میں آئے گی اس کا پانی پاک ہوسکتا ہے؟ (نہیں) جب دریا کا پانی پلید ہے۔ تو ندی کا پانی پاک نہیں ہوسکتا۔

اسلام کا ایک دریا مدینے سے چلا ہے۔ ایک سمندر ہے تاجدار مدینہ کا اس سمندر سے ایک سر نکلا ہے ابوبکرؓ کا ایک سر نکلا ہے عمرؓ کا ایک سر نکلا ہے عثمانؓ کا ایک سر نکلا علیؓ کا۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار دریا نکلے ہیں۔ ان دریاؤں کا پانی کوئی ہندوستان میں پہنچا ہے۔ کوئی پاکستان میں پہنچا ہے۔ اگر وہ دریا مدینے والا پاک نہیں ہے۔ تو پھر یہ نہر اسلام والی کیسے پاک ہوسکتی ہے؟ بات تو دریا کی ہے۔ صحابہ والا دریا اگر پاک ہے تو اسلام والی نہر ٹھیک

ہے ورنہ ان کے پانی میں بھی شک پڑ جائے گا۔ صحابہ کا مقام بہت اونچا ہے۔

امامتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

لوگ آج ابوبکر کو برا کہتے ہیں۔ وہ ابوبکرؓ جس کے بارے میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یا عائشہؓ ..... اے عائشہ اپنے باپ ابوبکرؓ کو بلاؤ کہ وہ میرے مصلے پر آ کر نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔ جمع الفوائد ابن عساکر کی روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... اِنَّ اَبَانِیْ قَدْ سَقِیْمٌ ..... میرے باپ ابوبکرؓ بیمار ہیں۔ آپ عمرؓ کو کہہ دیں کہ عمر آ کر نماز پڑھائیں۔ حضورؐ نے فرمایا.....

یا عائشہ ..... مروا ابوبکر فلیصل باالناس.

عائشہ ابوبکرؓ ہی کو بلاؤ کہ وہی آ کر میرے مصلے پر نماز پڑھائیں تین دفعہ جب حضورؐ نے فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے تین دفعہ ایک ہی جواب دیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا..... عائشہ میں کیا کروں؟ یَابَی اللّٰہُ اِلَّا اَبَابَکْرٍ ..... اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ کے علاوہ اور کسی کو میرے مصلے پر کھڑا کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

منکرینِ صدیقؓ کا سوال اور جوابِ علیؓ

حضرت علی المرتضیٰ کو لوگوں نے کوفہ کی جامع مسجد میں پکڑ لیا اور کہا کہ اے علیؓ..... آپ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟ ابوبکر کو امام کیوں مانا؟ ابوبکرؓ کو خلیفہ کیوں مانا؟ ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں حضرت علیؓ کا جواب سنو حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم ابوبکرؓ کی امارت..... خلافت..... بیعت..... کا طعنہ دیتے ہو میں نے حضور کی زندگی میں دیکھا کہ ہم آپس میں خلافت کی باتیں کر رہے تھے۔ ہماری باتوں کے دوران ہماری بحث کے دوران ہماری گفتگو کے دوران تاجدارِ مدینہ نے فرمایا او لوگو! جاؤ ابوبکرؓ کو بلا کر لاؤ۔ وہ مسلمانوں کو آ کر جماعت کرائے۔ جب ہم نے دیکھا کہ اسلام کا سب سے بڑا فریضہ نماز ہے اور اسلام کے اس بڑے فریضے کے لئے، جب پیغمبرؐ نے ابوبکرؓ کو ہمارا قائد بنا دیا۔ اور حکومت تو دین کا دوسرا فریضہ ہے۔ جس دین کے فریضے کے لئے ابوبکرؓ کو نبیؐ نے ہمارا قائد بنا دیا اور حضورؐ کی وفات کے بعد اسی ابوبکرؓ کو ہم نے دنیا کے لئے قائد بنا لیا۔ حضورؐ نے جس کو دین کے لئے

قائد بنایا۔ اس ابو بکرؓ کو ہم نے دنیا کے لئے قائد بنالیا۔ یہی بڑی عظمت کی بات ہے۔

نبیؐ و صدیقؓ کی امامت

میرے دوستو! وہی ابو بکر صدیقؓ ہے جس نے حضورؐ کی زندگی میں 17 نمازیں حضورؐ کے مصلے پر پڑھائیں۔ ان سترہ نمازوں میں پندرہ نمازیں ایسی ہیں کہ جو بلا واسطہ ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں کو پڑھائیں اور دو نمازیں ایسی ہیں کہ ابو بکرؓ مصلے پر کھڑے ہیں اور جماعت کرا رہے ہیں۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے۔ حضورؐ کا اشارہ پا کر آپ کی آہٹ سن کر ابو بکرؓ اپنے مصلے پر پیچھے ہٹتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے ان کو مصلے پر ہی کھڑا رہنے کو کہتے ہیں۔ جب ابو بکرؓ زور سے پیچھے ہٹے حضورؐ نے اشارہ کر کے ابو بکرؓ کو اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ تصور کریں کہ یہ مصلیٰ ہے یہاں مسلمانوں کی جماعت ہے۔ ابو بکر صدیقؓ اس مصلے پر کھڑے ہیں۔ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں۔ جب اس مصلے کے قریب پہنچے تو ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ حضورؐ نے روکا لیکن ابو بکرؓ جب پیچھے ہٹ گئے۔ تو حضورؐ نے ابو بکر صدیقؓ کو پیچھے لوگوں کے ساتھ کھڑا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ساتھ ہی مصلے پر کھڑا کر لیا۔ حضورؐ ابو بکرؓ کو جماعت کرا رہے ہیں اور ابو بکرؓ پوری امت کو جماعت کرا رہے ہیں۔ اور دنیا کو بتایا جا رہا ہے او لوگو! میری اقتداء ابو بکر کر رہا ہے اور ابو بکرؓ کی اقتداء پوری امت کر رہی ہے۔

مشکل کشا صرف خدا

کہتے ہیں کہ ہجرت والی رات حضرت علی بستر پر لیٹ گئے۔ بستر پر سونا آسان ہے۔ پہاڑوں پہ کندھے پر اٹھا کر چڑھنا مشکل ہے۔ حضورؐ گھر میں موجود ہیں۔ حضورؐ گھر میں تشریف فرما ہیں۔ علی المرتضیٰ بھی موجود ہیں۔ حاجیوں کو پتہ ہے کہ حضورؐ کا جہاں گھر تھا۔ وہ گھر جہتہ بازار میں تھا۔ جہاں آج بہت بڑا مکتبہ، کتب خانہ بنا ہوا ہے اور درمیان میں خانہ کعبہ آتا ہے۔ خانہ کعبہ سے گزر کر آگے محلہ مصفلہ میں جا کر ابو بکرؓ کا مکان آتا ہے۔ اوپر والی جگہ پر حضورؐ کا مکان ہے اور علیؓ اندر موجود ہیں۔ باہر 19 سرداروں کی تلواریں چمک رہی ہیں۔ حضورؐ موجود ہیں علی المرتضیٰ موجود ہیں۔ حضورؐ کو معلوم ہوا کہ 19 سردار آج میرے قتل کے درپے ہیں۔

حضورؐ نے حضرت علی المرتضیٰ کو بلایا اور بلا کر کہا کہ علیؓ! یہ لوگوں کی امانتیں تیرے سپرد ہیں۔ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ علی کو بستر پر لٹا دیا۔ اور خود ان تلواروں کے نیچے سے گزرنے کیلئے حضورؐ اکیلے ہی آگئے۔

آج جو کہتا ہے کہ علی المرتضیٰ بستر پر لیٹ گئے اور حضور تلواروں کے نیچے سے اکیلے کیوں گزرے؟ علی ساتھ کیوں نہیں تھے اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ سمجھانا چاہتے تھے کہ آج اگر تلواروں کے نیچے سے گزرنے کے لئے علی نبی کے ساتھ ہوتا تو رافضی کہتا کہ علی مشکل کشا ہے۔ رافضی کہتے کہ علی وہ ہے جس نے نبی کو تلواروں سے بچایا ہے۔ لیکن اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اے کملی والے! اپنے بستر پر علی کو لٹا دو اور تم اکیلے تلواروں سے گزر دو تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے۔ کہ مشکل کشا علی نہیں ہے۔ مشکل کشا وہ ہے جو علی کو بستر پر بچاتا ہے اور نبی کو تلواروں کے نیچے سے بچاتا ہے۔

نبوت صدیق اکبرؓ کے دروازے پر

حضورؐ اپنے گھر سے باہر نکلے اپنے گھر سے نکل کر خانہ کعبہ کے راستے سے آئے علی بستر پر ہے۔ علی کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور حضورؐ خانہ کعبہ سے گزر کر ابو بکرؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔

ابن حجر کہتا ہے کہ خانہ کعبہ سے گزر کر حضورؐ گئے ابو بکرؓ کے گھر۔ حضورؐ تو روزانہ خانہ کعبہ ہی میں آیا کرتے تھے۔ آج خانہ کعبہ سے بھی گزر کر آگے چلے گئے۔ اور ابو بکرؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے اگر خدا چاہتا تو ابو بکر صدیق کو اتنا کہہ دیتا کہ میرا نبی آ رہا ہے۔ دروازہ کھول کر رکھو لیکن اتنا نہیں کہا گیا تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ وہ دیکھو نبوت صداقت کے دروازے پر دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے۔ اور ابو بکر صدیقؓ کے گھر کا دروازہ ہے۔ ابو بکر صدیقؓ آواز لگاتے ہیں۔

مَنْ دَقَّ الْبَابَ...... کون ہے دروازہ کھٹکھٹانے والا......؟

آواز آئی۔ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ...... میں محمد رسول اللہ ہوں۔

ابو بکر صدیقؓ نے جوتا نہیں پہنا۔ اسی حالت میں آئے دروازہ کھولا اور فرمایا:

فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ......

میرے ماں باپ آپ کے قدموں پر قربان ہو جائیں۔

آپ مجھے حکم دیتے نوکر سر کے بل چل کر آجاتا آپ میرے دروازے پر چل کر آ گئے ہیں۔ کملی والے نے فرمایا کہ ابو بکر! میں وہ پیغمبر ہوں جس کے دروازے پر قیصر چل کر آیا...... کسریٰ چل کر آیا...... نبیؑ چل کر آئے...... انبیاء چل کر آئے...... قطب چل کر آئے...... میں وہ ہوں جس کے دروازے پر جبرائیل چل کر آیا۔ لیکن اے ابو بکرؓ آج میں خود تیرے دروازے پر چل کر آیا ہوں۔ تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ آج پیغمبر اس کے دروازے پر چل کر گیا ہے کہ جس کو پیغمبرؐ کے بعد پہلا خلیفہ بننا ہے۔

دو راتیں دو رفیق

میرے دوستو! اسلام میں راتیں دو ہیں۔ ایک ہجرت والی رات ایک معراج والی رات اور قطرے بھی اسلام میں دو ہیں۔ ایک ہجرت والی رات کا رفیق ہے اور ایک معراج کی رات کا رفیق ہے۔ یاری دو قسم پر ہے۔ ایک توڑ کی یاری ایک موڑ کی یاری، معراج کی رات جو یار بنا وہ یار موڑ پر جا کر نبی کا ساتھ چھوڑ گیا اور ایک یاری ہجرت والی رات کی ہے۔ وہ موڑ کی نہیں ہے وہ توڑ کی ہے۔ اور وہ آج تک توڑ میں نبیؐ کے ساتھ سویا پڑا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ ......

اے نبیؐ تیری تصدیق کرنے کے لئے میں نے صدیق کو بھیج دیا۔

ہجرت کا آغاز

میں ابن حجر عسقلانی کے نکتے کھول رہا ہوں۔ ابن حجر کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو بکرؓ آئے اور ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ حکم ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ابو بکر چلنا ہے کہاں چلنا ہے؟ یہ ابو بکرؓ نے نہیں پوچھا کہ کہاں چلنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا چلنا ہے ابو بکرؓ نے کہا چلو۔ اوصدیق کو گالیاں دینے والے! ابو بکر نبوت کو لے کر جا رہا ہے۔ اگر تجھے دکھ ہوتا ہے تو روک کر دکھا۔ چلے گھر سے نکلے ہیں۔ چند قدم چلے ابو بکرؓ سے رہا نہ گیا، ابو بکرؓ نے فرمایا یا اللہ کے نبیؐ...... یہ پہاڑ آ گئے یہ پتھر آ گئے ہیں۔ یہ سنگ ریزے آ گئے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ میرے کندھوںؓ پر سوار ہو جائیں۔

نبوت صداقت کے کندھے پر

کیا عجیب بات کہی ہے ابن تیمیہ نے ابن تیمیہ کہتا ہے کہ ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں۔ نبی کو پوری زندگی میں کسی نے نہیں کہا کہ میرے کندھے پر چڑھ جائیں۔ اس لئے کہ نبی کا بوجھ کوئی اٹھا نہیں سکتا تھا۔ ایک ابو بکرؓ تھا جو نبیؐ کے جسم کا بوجھ دنیا میں اٹھاتا ہے اور حضورؐ کی وفات کے بعد آپ کی خلافت کا بوجھ اٹھاتا ہے۔

پیغمبر نے فرمایا ابو بکرؓ تم کیا کیا کہتے ہو؟ فرمایا کہ آپ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضورؐ کو اپنے کندھے پر سوار کیا ابن حجر کہتا ہے...... کہ دیکھو کتنا اچھا منظر ہے کہ ابو بکرؓ کا کندھا ہے اور نبوت کا وجود ہے۔ جھنگ کے دوستو! ذرا تصور کرنا عشق و محبت کا یہ معیار ہے یہ عشق و محبت ہے۔ رات کی تاریکی ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آتا۔ تلواریں چمک رہی ہیں۔ 19 سردار پیغمبرؐ کے خون کے پیاسے ہیں۔ گلی گلی میں دشمن ہے چاروں طرف اندھیرا ہے۔ اگر ابو بکرؓ پیغمبرؐ کا راز دار نہ ہوتا تو آج اس ہجرت والی رات نبیؐ اپنے اس راز کو ابو بکرؓ کے سامنے کبھی نہ کھولتا۔

میرے دوستو! راستے میں حضورؐ تیار ہو گئے کہ میں ابو بکرؓ کے کندھے پر سوار ہو جاؤں حضورؐ ابو بکرؓ کے کندھے پر سوار ہو گئے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ نبوت ابو بکرؓ کے کندھے پر ابن حجر کہتا ہے۔ کہ تم نے آج یہ سنا ہو گا کہ رسول اللہؐ کے کندھے پر مہر نبوت ہے۔ حضورؐ کے کندھے پر مہر نبوت ہے۔ لیکن ابو بکر تیری عظمت پر قربان جاؤں کہ تیرے کندھے پر وجود نبوت ہے۔ اور اس نبوت کو ابو بکرؓ لے کر جا رہا ہے۔ ابو بکرؓ کے حصے میں نبوت آئی ہے۔ ابو بکرؓ تیرا انتخاب اچھا ہے۔

پروانے کو شمع بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

نبوت و صداقت غار ثور میں

دونوں غار ثور کے سامنے پہنچے اور ابو بکر صدیقؓ نے حضورؐ کو اتارا اور اتار کر یہ نہیں فرمایا کہ میں آپ کو اٹھا کر لایا ہوں۔ میں تھک گیا ہوں۔ تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں۔ باہر

بیٹھتے ہیں ابوبکرؓ حقیقت میں پہرہ دار تھا۔ پیغمبر کو اپنا کپڑا بچھا کر نیچے بٹھا دیا اور ابوبکر صدیقؓ نیچے غار میں اتر گئے۔

میرے دوستو! رات کی تاریکی ہو۔ پہاڑ کی چڑھائی ہو۔ اندھیرا ہو دشمن ہو اور غار میں پہلے کوئی اترا نہ ہو، غار کو دیکھا نہ ہو۔ غار کو پہنچانا نہ ہو۔ اسے کہتے ہیں۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

اگر ابراہیم کو آگ کا خطرہ نہیں ہے۔ تو ابوبکرؓ کو بھی سانپوں کا خطرہ نہیں ہے ابوبکرؓ کو بھی کالے ناگ کا خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ کالے رنگ والے ابوبکر کو ڈنگ مارا ہی کرتے ہیں اور اس وقت تک مار رہے ہیں اور اس غار میں بھی مارا تھا اور آج تک مارتے آئے ہیں۔ اور کالے ناگ نے جب غار میں ڈنگ مارا تھا۔ تو اس زہر کو ختم کرنے کے لئے نبوت نے لعاب کا مرہم لگا دیا تھا۔ اور قیامت تک ابوبکرؓ کو دنیا کا کالے رنگ والا ناگ ڈنگ مارے گا تو قیامت تک حضورؐ اسی طرح مرہم لگاتے جائیں گے۔

میرے دوستو! حضورؐ باہر تشریف فرما ہیں۔ ابوبکرؓ غار میں اترے اور ابوبکر صدیقؓ نے غار میں اتر کر بلوں (سوراخوں) میں کپڑا دے دیا۔ ایک بل بچ گیا اس پر اپنی ایڑی دے دی۔ یہ امتحان تھا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ کپڑا پورا آ جاتا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بل ہی نہ ہوتی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سانپ ہی نہ آتا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ابوبکرؓ کے جسم میں زہر اثر نہ کرتا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سانپ ڈنگ ہی نہ لگاتا۔ لیکن سانپ نے ڈنگ لگانا تھا۔ سانپ کا ... آنا تھا، اور ابوبکرؓ کے آنسوؤں کے قطرے نکلنے تھے۔ اور وہ موتی جھڑنے تھے اور جھڑ کر ... کے چہرے پر پڑنے تھے۔ اور اس سے رسول اللہ کی آنکھ کھل جانی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگ ہو جانی تھی اور عشق و محبت کا امتحان ہونا تھا۔ یہ امتحان تھا...... غار کے سارے بلوں میں ابوبکرؓ نے کپڑا دے دیا اور آخری بل پر ایڑی دے دی اور پھر اس کے بعد فرمایا رسول اللہ تشریف لے آئیں۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔

نبوت صداقت کی گود میں

ابن حجر کہتا ہے کہ تشریف لے جانے کے بعد ابوبکرؓ نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ کے نبیؐ ہم دونوں آرام کرتے ہیں۔ ابوبکرؓ تو تھکے ہوئے ہیں۔ لیکن جمال جہاں آرائے نبوت کا

دیدار کر کے ابو بکرؓ کو تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی ہے۔اس لئے کہ جمال کو دیکھا ہے۔اس جمال کو دیکھا ہے۔ یہ عشق ومحبت ہے یہ حسن جمال ہے۔ وہ پیکر اناں ہے۔ وہ جمال صباحت کی رنگینی ہے،وہ جمال صباحت کی نارنگی ہے۔وہ حسن وجمال کا چرچہ ہے۔وہ دل نشینی ہے۔

میرے دوستو! ابن حجر کہتا ہے غار میں حضورؐ تشریف فرما ہیں اور ابو بکر صدیقؓ بھی موجود ہے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبیؐ رات کا وقت ہے آپ آرام فرمائیں۔میں اپنی گود کو پھیلاتا ہوں۔اس گود کو کھولتا ہوں آپ اپنا نبوت والا سر میری گود میں رکھیں۔حضورؐ نے اپنا نبوت والا سر وہ سر جو عرش پر گیا تھا۔وہ سر جس کے بالوں کی قسم قرآن نے کھائی،وہ سر جس کے بارے میں جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا۔میں کبھی پیغمبرؐ کے چہرے کو دیکھتا کبھی چاند کو دیکھتا وہ کہتے ہیں کہ مجھے پیدا کرنے والے کی قسم ہے۔ مجھے عرش سے زیادہ فرش کا چاند خوبصورت نظر آیا۔ وہ حسن وجمال والا جس کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

وہ نبوتؐ والا سر ابو بکر صدیقؓ کی گود میں ہے ابن حجر کہتا ہے کہ جب پیغمبرؐ کا نبوت والا سر ابو بکرؓ کی گود میں آیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے رحل پر اللہ کا قرآن پڑا ہوا ہے۔اور ابو بکر صدیقؓ حضورؐ کے چہرے کو دیکھ رہے ہیں کیا عجیب کہہ گیا ابن تیمیہؒ وہ کہتا ہے کہ دیکھو کتنا اچھا منظر ہوگا کہ غار میں صداقت اور نبوت تنہا ہے۔نبوت ہے یا صداقت ہے اور کوئی چیز نہیں ہے اور ابو بکرؓ تجھے اتنا موقع ملا نبوت کے دیدار کرنے کا کہ تنہا تو ہے اور نبوت ہے تیسری کوئی چیز نہیں ہے۔ابو بکرؓ تو دیدار کر رہا ہے اور ابو بکرؓ کی گود ہے۔غار میں کوئی شریک نہیں ہے جو نظارے ابو بکرؓ نے اٹھائے ہیں۔اور جب سانپ نے ڈنگ مارا اور پھر اس کے بعد ابو بکرؓ کے جسم میں زہر اثر کر گیا لیکن اس زہر سے بھی ابو بکرؓ نے حرکت نہ کی۔کہ گود میں مدنی کی ذات ہے۔

امام مالک کا عشقِ رسولؐ

ہم لوگ قصے بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کے حدیث کے درس میں 17 مرتبہ بچھو نے ڈنگ مارا اور انہوں نے حرکت نہیں کی۔امام مالک حدیث کا کبھی اتنا ادب نہ کرتا

اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ پیغمبرؐ کے چہرے کا ادب نہ کرتا۔ یہ سبق ابو بکرؓ دے کر گیا ہے کہ نبی کا جب سر گود میں ہو تو مجھے حرکت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ نبوت ہے جس نبوت کا پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

قیمتی قطرہ

اور جب ابو بکر صدیقؓ کے آنسوؤں کا قطرہ جذبات کی روانی کا پیکر بن کر نبوت کے چہرے پر گرتا ہے تو نبوت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ ذرا تصور کرنا حضورؐ کے چہرہ اقدس پر ابو بکرؓ کے آنسوؤں کا قطرہ گرا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ زمین پر گر سکتا تھا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ غار کے پتھروں میں جذب ہو سکتا تھا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ پتھروں میں جا سکتا تھا۔ وہ آنسوؤں کا قطرہ غار میں نہیں گیا، پتھروں میں نہیں گیا، وہ آنسوؤں کا قطرہ پیغمبرؐ کے چہرے پر گرا اس لئے کہ وہ قطرہ بڑا قیمتی تھا اور قیمتی قطروں کے لئے زمین بھی قیمتی ہوا کرتی ہے...... جو قطرے قیمتی ہوتے ہیں ان کے لئے زمین بھی قیمتی ہوتی ہے۔ جب ابو بکر صدیقؓ کے آنسوؤں کا قطرہ نبوت کے چہرے پر گرا تو دنیا کو بتا دیا گیا کہ او لوگو...... دنیا میں دو ہی قطرے ہیں، ایک ابو بکرؓ کے آنسوؤں کا قطرہ جو اتنا پسند خدا کو آیا کہ اس کے لئے زمین اللہ کے نبیؐ کا چہرہ منتخب کیا گیا۔ اور ایک عثمان کے خون کا قطرہ کہ اس کے خون کا قطرہ گرا تو قرآن کے صفحات پر گرایا گیا۔

دو راتیں اور دو قطرے

دو قطرے ہیں اور دو راتیں ہیں۔ بات یہاں ختم نہیں ہوگئی...... ذرا آگے چلئے یہ بات آگے آتی ہے۔ دو راتیں خدا کو پسند ہیں اور دو قطرے خدا کو پسند ہیں۔ ایک رات میں ابو بکرؓ نبیؐ کا رفیق ہے اور ایک رات میں جبرائیل نبی کا رفیق ہے۔ جبرائیل کی یاری عارضی ہے اور ابو بکرؓ کی یاری توڑ تک ہے۔ اگلی بات جو ابن حجر نے لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ جب ابو بکرؓ کے آنسو کا قطرہ نبوت کے چہرے پر گرا تو نبوت کی آنکھ کھل گئی اور نبوت کی آنکھ جب اس وقت غار میں کھلی تو اس نے پیار والی نگاہ ابو بکرؓ کی طرف اٹھائی۔ آج تک تو تم نے یہ سنا ہوگا کہ جو نبوت کو دیکھے وہ صحابی ہے اور جس کو نبوت پیار سے دیکھے جس کو نبوت

محبت سے دیکھے، جس کو نبوت عشق سے دیکھے جس کو نبوت راعنائی سے دیکھے۔ جس کو نبوت صحابت سے دیکھے اسے صدیق کہتے ہیں۔ جس کو نبوت دیکھے وہ صدیق ہے اور جو نبوت کو دیکھے وہ صحابی ہے۔ میرے دوستو! بات ایک رفاقت کی نہیں ہے اس سے بڑی رفاقت دنیا میں کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

ایک صحابیہ کا جذبہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے۔ آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ غزوہ تبوک میں حضورؐ نے چندے کی اپیل فرمائی۔ ایک عورت تین مہینے کا بچہ لے کر آ گئی۔

ایک صحابی کا جذبہ جہاد

ایک آدمی نے حضور کی اپیل سنی بازار میں جا رہا تھا۔ حضور کی اپیل سن کر رونے لگا۔ کسی نے کہا کیوں روتا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے پاس تو اس تہبند کے سوا کچھ نہیں ہے کیا دوں گا ساری رات مدینے کے محلے میں آوازیں لگاتا رہا کہ کوئی مجھ سے مزدوری کرائے۔ ایک یہودی کی گری ہوئی دیوار کو ٹھیک کر دیا اور صبح کو دو سیر چھوہارے اس مزدوری کے بدلے میں لے آیا۔ ادھر جبرائیل آ گیا۔ فرمایا کملی والے! یہ چھوہارے بڑی برکت والے ہیں یہ عشق تھا۔

غزوہ تبوک میں صدیق اکبرؓ کا ایثار

میرے دوستو! تفسیر عزیزی میں لکھا ہے اسی غزوہ میں ابوبکرؓ گھر کا سارا سامان لے کر آئے۔ اسی غزوہ تبوک میں جب سارا سامان نبی کے قدموں پر ڈال دیا اور واپس گھر چلے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن میں اپنے والد کے گھر میں تھی۔ تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرا باپ ابوبکرؓ رات کے وقت آیا اور اس طرح دیوار پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ میں نے کہا ابا جان کیا ہوا؟ فرمانے لگے کہ کپڑا سینے والی ایک سوئی ادھر رہ گئی ہے۔ سب کچھ نبیؐ کے قدموں میں ڈال آیا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ سوئی بھی ابوبکرؓ کے گھر نہ رہے سوئی مل گئی۔ وہ بھی نبیؐ کے قدموں میں ڈال دی۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کے بدن پر ٹاٹ کا لباس

اور جب پیغمبرؐ نے دوبارہ اپیل فرمائی کہ اڑھائی لاکھ رومیوں سے مقابلہ ہے اور 30 ہزار صحابہ کے لئے ابھی تن و توش کا چارہ پورا نہیں ہوا ہے۔ ابھی تو روٹی کا خرچہ پورا نہیں ہوا۔ تو ابوبکر صدیق نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا کہ اے ابوبکر! تو اچھے کپڑے پہنتا ہے اور تیرے محبوب کو ابھی چندے کی ضرورت ہے۔ 32 درہم کا کپڑا ابوبکرؓ نے پہنا ہوا تھا۔ لیکن مدینے کے بازار میں ابوبکرؓ گئے۔ 32 درہم کا کپڑا اتار کر وہ کپڑا مدینے کے بازار میں بیچ دیا۔ ٹاٹ کا لباس پہنا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر ابوبکرؓ رسول اللہ کے پاس تشریف لائے اور جو پیسے بچ گئے تھے وہ پیسے بھی نبیؐ کے قدموں میں ڈال دیئے اور خود ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔

تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ جب ٹاٹ کا لباس پہن کر ابوبکرؓ نبیؐ کے پاس آئے تو کیا عجیب منظر تھا کہ نبوت موجود ہے صداقت موجود ہے اور صداقت کے جسم پر ٹاٹ کا لباس ہے۔

حضورؐ نے مسجد نبوی کے دروازے پر دیکھا حضورؐ حیران ہو گئے کہ دروازے پر جبرائیل کھڑا ہے۔ حضورؐ نے غور سے دیکھا کہ جبرائیل بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جبرائیل تو کیسے آیا ہے؟ جبرائیل نے کہا کہ اے اللہ کے نبیؐ...... جب تیرے عشق میں، جب تیری محبت میں...... جب تیرے پیار میں...... تیرے ایک عاشق صادق نے مدینے کے بازار میں اپنے کپڑے اتار دیئے اور اپنے کپڑے اتار کر ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر آ گیا۔ تو خدا کی رحمت جوش میں آ گئی فرمایا جبرائیل جلدی کر...... میرے نبیؐ کے پاس جاؤ اور ابوبکرؓ کی سنت پر عمل کر کے فرشتوں کو ٹاٹ کا لباس پہنا دو۔ اور مدینے میں جا کر میرے نبی کو مبارک دو کہ اے اللہ کے نبیؐ...... جب تیری امت میں ابوبکرؓ جیسے عاشق موجود ہیں دنیا کی کوئی طاقت تجھے شکست نہیں دے سکتی ہے۔ یہ ابوبکرؓ کا عشق ہے۔ اور تمام صحابہؓ کا یہی عشق تھا۔

حضرت معاویہ کا عشق رسول

سیدنا معاویہ اتنے بڑے صحابی ہیں۔ حضرت معاویہ مدینہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اماں کے پاس بیٹھ کر کہنے لگے کہ اماں جی مجھے نبیؐ کے کپڑے تو دکھاؤ۔ حضورؐ کے کپڑے دیکھے اور حضرت معاویہ حضورؐ کے کپڑوں کو آنکھوں سے لگاتے تھے۔ پانی میں بھگو کر پانی جسم پر ملتے تھے اور پانی کا گھونٹ پیتے تھے اور کہتے تھے کہ میری نجات کے لئے یہ کافی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول کا ایک اور واقعہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے کہا کہ کعب ابن ربیعہ ایک صحابی مصر میں رہتا ہے۔ اس کا چہرہ رسول اللہ کے چہرے سے ملتا ہے۔ حضرت معاویہ نے اسی وقت تیز رفتار قاصد بھیجا کہ اس کو سواری پر سوار کر کے لاؤ۔ جب وہ قاصد اس کو سوار کرالایا تو حضرت معاویہ تخت سے نیچے اتر آئے۔ اور باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت معاویہ نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ فرمایا کعب...... مجھے تیری ذات سے محبت نہیں ہے۔ تیرے چہرے سے محبت ہے۔ اس لئے کہ تیرا چہرہ رسول اللہؐ کے چہرے سے ملتا ہے۔ یہ حضرت معاویہ کا عشق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔

انبیاء ورسل اور صحابہ کی تعداد

ایک لاکھ چوالیس ہزار کم وبیش صحابہ آئے ہیں اور آپ حیران ہوں گے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار کم وبیش اور بعض روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار اور صحابہ کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے۔

نبیؐ اور رسول میں فرق

ایک نبی ہوتا ہے اور ایک رسول ہوتا ہے۔ نبی اس کو کہتے ہیں کہ جو نئی شریعت لے کر نہ آئے اور رسول اسے کہتے ہیں کہ جسے نئی شریعت ملے۔ جتنے رسول ہیں ان کی تعداد 114 ہے۔ اور مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف جتنے صحابی آئے ان کی تعداد بھی ایک سو چودہ ہے۔

اسلامی معلومات

خانہ کعبہ کی دیواریں بھی چار ہیں، بڑی کتابیں بھی چار ہیں اور بڑی فرشتے بھی چار ہیں اور میرے محمدؐ کے دوست بھی چار ہیں۔

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے

حضورؐ نے فرمایا...... خیر القرون قرنی...... میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ عربی میں میرے زمانے کا لفظ ہے قرنی۔قرن عربی میں زمانے کو کہتے ہیں اس قرنی کے چار لفظ ہیں۔ق،ر،ن یا اور چاروں کے آخری حروف بھی یہی ہیں۔

خیر القرون قرنی...... میرا زمانہ قرنی میں پہلا حرف ''ق'' اور صدیق کا آخری حرف ق ہے۔

قرنی میں دوسرا حرف ''ر'' ہے اور عمر میں آخری حرف ''ر'' ہے

قرنی میں تیسرا حرف ''ن'' ہے اور عثمان کا آخری حرف ''ن'' ہے

قرنی کا چوتھا حرف ''ی'' ہے اور علی کا آخری حرف ''ی'' ہے

حضورؐ نے فرمایا...... خیر القرون قرنی...... میرا زمانہ سب سے بہتر ہے میرا زمانہ کون سا؟ یہ چاروں کا زمانہ ہے، یہ میرا زمانہ ہے۔

دشمنِ صحابہؓ کا تعارف

اس زمانے کی محبت جزو ایمان ہے اور دشمن صحابہ کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ قرب قیامت میں ایک قوم آئے گی۔ جو میرے صحابہ کو برا کہے گی۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ نہ ان کے جنازوں میں جاؤ...... نہ ان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاؤ...... نہ ان کے ساتھ تعلق رکھو۔ جو ابوبکرؓ و عمر کا عاشق ہے۔ اس کو صحابہؓ کے دشمنوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ہجرتِ نبیؐ وصدیقؓ

الحمد للہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نؤمن بہٖ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ و من یضللہ فلا ھادی لہٗ و نشھد أن لا إلٰہ إلّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و نشھد أن سیّدنا و مولانا محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ و علٰی الہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین. اما بعد. فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ أَوْ يَقْتُلُوْكَ أَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ.[الانفال: ۸/۳۰]

وقال تعالٰی: إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.[التوبۃ: ۹/۴۰]

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: واللہ إنّک لخیر من ارض اللہ واحب ارض اللہ واللہ لو لا اخرجتُ ما خرجتُ.

او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین.

اللّٰھم صل علٰی محمّدٍ وعلٰی ال محمّدٍ کما صلّیت علٰی

ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنک حمید مجید. اللھم بارک علٰی محمّدٍ وعلٰی اٰل محمّدٍ کمابارکت علٰی ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم إنک حمید مجید.

محترم دوستو، بزرگو اور بھائیو! اللہ کے فضل وکرم سے ماہِ مقدس رمضان المبارک اختتام پذیر ہوا، اور یہ شوال کا پہلا جمعہ ہے۔ اللہ اس رمضان المبارک کے ہمارے اعمال کو قبول فرما کر پورا سال ہمیں ایسے ہی اعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اہلِ علم کہتے ہیں کہ رمضان کا فلسفہ یہی ہے کہ مومن کی مثال، گنہگار مسلمان کی مثال ایک بیمار اور مریض کی سی ہے۔ جب مرض بڑھ جاتا ہے تو اسے کچھ دنوں کے لئے ہسپتال منتقل کردیا جاتا ہے۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں کی نگرانی میں علاج معالجہ ہوتا ہے اور غذا و خوراک دی جاتی ہے۔ اور جب طبیعت بہتر ہوتی ہے تو ہر دن کی ہدایات دے دی جاتی ہیں کہ تم نے اب یوں وقت گزارنا ہے۔ فلاں فلاں دوائی فلاں فلاں وقت استعمال کرنی ہے۔ فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرنی ہے، اور یوں اپنے آرام کا خیال کرنا ہے۔ ایسے ہی مسلمان گیارہ مہینے جب گناہوں میں لت پت ہوکر بیمار ہوجاتا ہے، روحانی مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ عطا فرما کر مومن کو اپنی نگرانی میں لے لیتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کردیتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور شیطانوں کو جکڑ دیتے ہیں۔ روزوں اور طاعات واذکار میں ہمیں مشغول فرمادیتے ہیں۔ گویا کہ مومن کو اپنی نگرانی میں لے لیتے ہیں۔ پھر جب مہینہ گزر گیا تو اب ہمیں حکم یہ دیا گیا کہ دیکھو باقی گیارہ مہینے تم نے یہ یہ کرنا ہے اور یہ یہ نہیں کرنا۔ گناہوں سے بچنا پرہیز ہے اور نیکی کا کرنا یہ دوائی کا استعمال ہے۔ اور جو مریض ہسپتال سے آکر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایام گزارتا ہے تو یقیناً وہ صحت مند رہتا ہے۔ اور جو ڈاکٹر کے بتائے ہوئے نسخہ اور ہدایات کو نظرانداز کرتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ جو مسلمان رمضان گزارنے کے بعد اپنی تقویٰ والی زندگی پر قائم رہیں گے وہ روحانی طور پر صحت مند رہیں گے اور جو رمضان میں زور لگا کر دن گزارتا ہے رمضان گزرا تو فرائض بھی گئے۔ طاعت ختم تو ظاہر ہے کہ گناہوں کی مرض پھر سے بڑھ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان کے تقاضوں کو پورا سال پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت

ہمارا جو سلسلہ سیرت النبیؐ ربیع الاوّل سے چل رہا تھا، وہ پہنچا تھا نبوت کے تیرہویں اور عمر مبارک کے ۵۳ ویں سال تک۔ اور میں نے اپنے گذشتہ بیان میں رمضان سے پہلے یہ عرض کیا تھا کہ اللہ کے نبیؐ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ سے آنے والے بہتر (۷۲) افراد نے بیعت کی، اور آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں، جس کی تفصیل پچھلے بیان میں عرض کی جا چکی ہے۔ اس بیعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب آپ علیہ السلام کے چچا بھی شریک تھے۔ یہ ۱۳ نبوی کی بات ہے۔ منیٰ میں یہ بیعت ہوئی۔

اس بیعت کے بعد آپ کو اللہ کی طرف سے ہجرت کا اشارہ مل گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اجازت دے دی گئی ایسی زمین میں جو نخلستان ہے، یعنی کھجوروں والی زمین ہے۔ اور ما بین لابتین ...... جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے ہجرت کرنا شروع کر دی۔

سب سے پہلے ہجرت کا شرف کس کو ملا؟

سب سے پہلے مہاجر، جنہوں نے ہجرت کی اُن کا نام ہے سیدنا ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو سلمٰی کا مختصر سا خاندان تھا۔ ایک ابو سلمٰی خود تھے، ایک ان کی اہلیہ سیدہ اُم سلمٰی تھیں اور ایک ان کے بیٹے تھے۔ یہ خاندان جب ہجرت کرنے لگا، تو ابو سلمٰی کے سسرال آ گئے اور سسرال والوں نے کہا کہ تم مکہ چھوڑ کر تو جا رہے ہو صرف تم تو جا سکتے ہو، ہماری لڑکی کو لے کر نہیں جا سکتے۔ انہوں نے حضرت ابو سلمٰی رضی اللہ عنہ کے خاندان کو تقسیم کر دیا۔ اور اُم سلمٰی کو الگ کر کے قابو کر لیا۔ جب ابو سلمٰیؓ کے خاندان نے دیکھا کہ اُم سلمٰی کے خاندان نے اپنی لڑکی کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ تم دونوں اب ہمارے خاندان کا بچہ نہیں لے سکتے۔ ابو سلمہ اور اُم سلمہ سے بچہ ابو سلمہ کے خاندان نے چھین لیا۔ چھوٹا سا خاندان تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ابو سلمہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ اکیلے۔ بیوی اور بیٹے کو چھوڑا، خاندان کو چھوڑ دیا، رشتے داروں کو چھوڑ دیا۔ اکیلے مدینہ چلے گئے۔ ام سلمہ کو

میکے والے لے گئے۔ بیٹے کو ابو سلمہ کا خاندان لے گیا۔

اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا کی ہجرت

اُم سلمہ کو تین صدمے (۱) ہجرت نہ کرنے کا (۲) دوسرا صدمہ شوہر سے جدائیگی کا، (۳) تیسرا صدمہ بیٹے سے جدائیگی کا۔ اُم سلمہؓ بیچاری کا وقت روتے ہوئے گزرتا۔ صبح ہوتی تو مکہ سے باہر نکل آتیں اور ایک مقام پر بیٹھ کر سارا دن روتی رہتیں اور شام کو واپس چلی جاتیں۔ کئی دن یوں روتے روتے گزر گئے۔ تو کچھ لوگوں کو ترس آیا، انہوں نے کہا کہ تمہیں اِس مسکینہ پر ترس نہیں آتا؟ اس کا کیا قصور ہے؟ چنانچہ تحریک پر بچہ واپس کیا گیا۔ اور یہ اپنے بچے کو لے کر تنِ تنہا تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا سفر کر کے مکہ سے مدینہ پہنچیں۔ اکیلے سفر کیا اس خاتون نے۔ اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب سڑکیں اور روڈ نہیں تھے۔ بسیں، موٹریں، کاریں، ٹرینیں اور ہوائی جہاز نہیں تھے۔ پیدل سفر کیا ۵۰۰ کلومیٹر، اللہ کے دین اور اسلام کی خاطر۔ حضور علیہ السلام کی محبت میں اس خاتون نے اپنے بچے کے ساتھ سفر کیا۔ تنعیم مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ جہاں مسجد عائشہؓ ہے اور یہیں سے مکہ مکرمہ والے عمرہ کرنے کے لیے احرام باندھتے ہیں۔ یہاں تنعیم تک پہنچی تھیں تو حضور علیہ السلام کے ایک صحابی جن کا نام عثمان بن ابی طلحہ ہے، یہاں وہ ملے۔ اور انہوں نے انہیں اپنے ساتھ لیا۔ اور حفاظت سے انہیں ان کے شوہر تک پہنچا دیا۔

حضرت صہیب رومیؓ کی ہجرت

یہ ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے لگے تو مکہ والے سامنے آ گئے۔ انہوں نے کہا صہیب! جب تو مکہ میں آیا تھا تو تنگ دست، فقیر تھا، مسکین اور غریب تھا۔ یہ مال تو تُو نے مکہ سے کمایا ہے۔ یہ تیرا کاروبار تو مکہ کا ہے۔ جا سکتے ہو لیکن مال لے کر نہیں جا سکتے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں مال تمہارے حوالے کر دوں اور کچھ بھی ساتھ نہ لے جاؤں تو پھر؟...... مکہ کے ان لالچیوں نے کہا کہ اگر تم مال ہمارے حوالے کر دو تو جا سکتے ہو۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری کمائی اور جائیداد، سارا مال اور دولت مکہ والوں کے حوالے کر دی اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ربح صہیب، ربح صہیب......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت اور حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کا معاملہ

صہیب نے تجارت میں نفع پایا ہے، صہیب نفع مند ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عیاش بن ربیعہ، ولید ابن ولید، چند ساتھیوں کے ساتھ انہوں نے طے کیا کہ کل فلاں وقت میں ہم مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کریں گے۔ چنانچہ ولید بن ولید کو تو روک لیا گیا۔ عیاش اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے ہجرت شروع کی۔ مکہ سے مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ کا ابتدائی مقام قبا تھا۔ قبا میں پہنچے تھے کہ پیچھے سے ابی جہل مکہ کا سردار، اور اس کا ایک ساتھی یہاں دوڑتے ہوئے پہنچے اور عیاش رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، عیاش! تیری امی نے قسم اٹھالی ہے۔ کیا قسم اٹھالی؟ کہنے لگے کہ تیری امی نے قسم اٹھالی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہیں لے گی وہ غسل نہیں کرے گی اور وہ سائے میں نہیں بیٹھے گی، وہ دھوپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ہمارے ساتھ چلو اور اپنی امی کی قسم پوری کرو۔ عیاش رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا، ماں ماں ہوتی ہے۔ میری امی دھوپ میں بیٹھی ہے۔ وہ سائے میں نہیں جارہی۔ اُس نے قسم اٹھالی ہے کہ میں سر میں پانی نہیں ڈالوں گی، جب تک اپنے بیٹے کو دیکھ نہیں لوں گی۔ دل بھر آیا۔ فیصلہ کیا کہ میں واپس ابوجہل کے ساتھ جاتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بڑا سمجھایا، فرمایا عیاش! تیری امی کو جب دھوپ لگے گی اور گرمی ستائے گی تو وہ خود بخود سائے میں جائے گی۔ جب اُسے میل اور جوں کاٹیں گے تو وہ خود بخود غسل کرے گی۔ میں کہتا ہوں کہ تم نہ جاؤ، یہ ان کا حربہ ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ تمہیں فتنے میں ڈالیں گے۔ یہ تمہیں دین سے مرتد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تمہیں اسلام سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ لیکن عیاش رضی اللہ عنہ کے دل میں ماں کی محبت غالب آ گئی۔ چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اچھا اگر تم جانا چاہتے ہو تو ان کے اونٹوں پر نہ جاؤ، میری یہ اونٹنی لے جاؤ، یہ بہت تیز رفتار ہے۔ دیکھنا اگر تمہیں کوئی خطرہ لگے تو اونٹنی پر واپس دوڑ آنا۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی لے کر روانہ ہوئے۔ ابھی راستے ہی میں تھے، ابوجہل نے کہا کہ تمہاری اونٹنی تھکی ہوئی لگ رہی ہے، تم میری اونٹنی پر آ جاؤ، اکٹھے

بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ سادہ طبیعت کے آدمی تھے، اپنی اونٹنی سے اترے، ابوجہل بھی اترا۔ وہیں اترتے ہی حضرت عیاشؓ کی مشکیں کس لیں، جھکڑی لگادی، اونٹ پر بٹھادیا، گرفتار کر کے مکہ لائے۔ اور مکہ میں ابوجہل نے آ کے اعلان کر دیا۔ جو اپنے دین سے پھر جائے اور جو تمہارے دین کو چھوڑ جائے اس کے ساتھ یہی سلوک کرو جو سلوک میں نے عیاش کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایک عرصے تک کفار و مشرکینِ مکہ کی قید میں رہے۔ اور ہجرت کا یہ سلسلہ بھی جاری رہا۔

ہجرتِ نبیؐ و صدیقؓ کی تفصیلات

دو مہینے کے اندر اندر تمام صحابہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ مکہ میں صرف تین شخصیتیں باقی رہ گئیں۔ ایک اللہ کے نبیؐ خود، ایک سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ایک سیدنا علی المرتضیٰؓ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی حضور علیہ السلام نے روکے رکھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ آپؐ نے منع فرماتے ہوئے فرمایا، تم نہیں جاسکتے۔ امید ہے کہ اللہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دے دیں گے۔ ابوبکرؓ رک گئے اور پوچھا حضرت! کیا صحبت کے لئے میرا انتخاب ہوگا؟ فرمایا، اللہ صحبت کے لئے تمہارا انتخاب کریں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے، دو اونٹنیوں کو سفر ہجرت کے لیے پالنا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں میں نے انہیں ببول کے پتے کھلانا شروع کر دیئے تاکہ یہ موٹی تازہ ہو جائیں اور سفر کے قابل ہو جائیں۔ سفر میں دشواری پیش نہ آئے۔

کفارِ مکہ کی میٹنگ میں شیطان کی شرکت

ادھر مکہ خالی ہو گیا۔ صرف حضور علیہ السلام اور ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما باقی تھے۔ ادھر سے مشرکینِ مکہ میں کھلبلی مچ گئی کہ اب فیصلہ کن مرحلہ آ گیا ہے۔ مکہ تو خالی ہو گیا، لوگ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہو کر مکہ چھوڑ کر جا رہے ہیں اور یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ اب فیصلہ کرو تم نے کیا کرنا ہے؟ چنانچہ ایک میٹنگ بلوائی گئی۔ پارلیمنٹ کا ایک اجلاس بلوایا گیا۔ ان کا ایک پارلیمنٹ ہاؤس تھا جس کا نام دارالندوہ تھا۔ دارالندوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے غالباً قصی نے تعمیر کروایا تھا۔ یہاں مشورے

ہوتے تھے اور سردار جمع ہو کر اہم فیصلے کیا کرتے تھے۔ دار الندوہ میں یہ اکٹھ ہوا۔ اس اکٹھ میں مکہ کے تمام قبائل کے سرداروں کو جمع کیا گیا۔ بنی مخزوم میں سے ابوجہل آ گیا۔ بنی عبد مناف میں سے، بنی عبد دار، عبد الشمس میں سے بھی مختلف لوگ آ گئے۔ یہاں ابوجہل بھی تھا، اور عتبہ، شیبہ بھی تھے۔ اسود، ابوالبختری وغیرہ تمام بڑے سردار تھے۔ اور یہاں شیطان ابلیس ایک بزرگ اور بوڑھے آدمی کی شکل میں موٹی چادر پہن کر وہ بھی داخل ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں؟ اپنا تعارف کروائیں۔ کہنے لگا میں شیخ نجد ہوں، تمہارے اس مشورے میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی اچھی رائے ملے گی تو میں بھی پیش کر دوں گا، شاید تمہیں فائدہ ہو جائے۔ شیطان، ملعون ابلیس کو بھی اجازت مل گئی۔ یہ شیخ نجد کی شکل میں موٹی چادر پہن کر داخل ہو گیا۔ مشورہ شروع ہوا، کیا کرنا چاہئے؟ فیصلہ کرو۔ آخری فیصلہ کرو۔ اب ہمیں کیا کرنا ہو گا؟

اسود نے رائے دی میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس کو اپنے شہر سے نکال دو۔ اور قریب قریب کے تمام شہروں سے جلاوطن کر دو۔ جہاں جائے جائے، ہمیں اس سے کیا؟ ہمارا شہر تو محفوظ ہو جائے گا۔ ہمارا شہر تو بچ جائے گا۔ شیطان جو شیخ نجد کی شکل میں بیٹھا ہوا تھا، اُس نے کہا، نہیں نہیں یہ رائے بہت غلط ہے، اس لئے کہ تم اس کی زبان کی مٹھاس کو جانتے ہو، تم اس کی تاثیر کو جانتے ہو، تم اسے جلاوطن کرو گے وہ جہاں بھی جائے گا وہ اپنی میٹھی میٹھی اور پُر تاثیر باتوں سے وہاں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لے گا۔ ایک جماعت تیار ہو جائے گی پھر وہ جماعت، لشکر اور فوج تم پر حملہ کر دے گی، اور وہ تمہارے شہر کو فتح کر لے گی۔ تم اس جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ لہٰذا یہ تجویز مجھے پسند نہیں ہے۔

ایک تجویز ابوالبختری کی آئی، اُس نے کہا کہ میری تجویز یہ ہے کہ تم اِن کو گرفتار کر لو، اور قید و جیل میں بند کر دو۔ اور عرصۂ دراز تک محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جیل میں پڑے رہیں، اور جیسے پچھلے شاعروں کا انجام ہوا، ان کا بھی انجام سامنے آ جائے اور یہ جیل میں پڑے پڑے ختم ہو جائے گا اور مر جائے گا۔ شیطان نے کہا یہ تجویز بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ اگر تم نے اسے جیل میں بند کر دیا تو تمہیں پتا ہے کہ اس کے جو ساتھی اور جان نثار ہیں وہ ان پر اپنی جان قربان کرتے ہیں۔ انہیں اپنی اولاد، والدین، بیوی بچوں اور جان و مال سے زیادہ عزیز

اور محبوب سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے میرا مشورہ ہے ایسا نہ کرو، وہ تم پر ٹوٹ پڑیں گے، اور تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گے، اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ چھڑا کر لے جائیں گے اور تم بے بس ہو جاؤ گے۔

ابو جہل کی تجویز اور شیطان کی تائید

ابو جہل نے کہا میرا تو ایک ہی فیصلہ ہے، اور وہ فیصلہ کن تجویز ہے وہ یہ کہ ہمیشہ کے لئے اس قصے کو ختم کرو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر قبیلے کا ایک بہادر، سردار لے لو، تمام قبائل کے سردار اور بہادر جمع ہو جائیں اور مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کر دیں، ان کو قتل کر دیں۔ جب وہ قتل ہو جائیں گے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاندان وہ پورے مکہ والوں سے قصاص نہیں لے سکے گا۔ اور وہ خون کا بدلہ خون نہیں لے سکے گا۔ نتیجتاً خون بہا کا فیصلہ ہوگا۔ تو یہ دیت پورے مکہ میں تقسیم ہو جائے گی۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصے کی دیت دے گا۔ کسی پر بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور تمہارا کام بھی پورا ہو جائے گا۔ کفار کے چیمپئن اور سردار ابو جہل نے یہ تجویز دی اور ابلیس نے اس تجویز کو پاس کیا، اور کہا یہ تجویز بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ تم ایسا ہی کر لو۔

حضور ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر

مجلس برخاست ہو گئی، فیصلہ ہو گیا کہ آج رات اس فیصلے پر تم نے عمل کرنا ہے۔ آج رات یہی کر گزرنا ہے۔ اُدھر اللہ نے اپنے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ میرے حبیب! آج رات آپ نے ہجرت کرنی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنے ابو کے گھر میں تھی، اتنے میں دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو ایک شخص نے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دے دی: ھذا محمد، یہ حضور آ رہے ہیں۔ میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اس بے وقت اللہ کے نبی کی آمد خیریت سے نہیں ہے، کوئی خاص مہم اور خاص کام لے کر آئے ہیں۔ آپ تشریف لائے اور آ کر دروازے پر کھڑے ہو گئے، اور اجازت مانگی۔ اندر آنے کی اجازت ہے؟ ابو بکر! پردہ کرا لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مانگ کر اندر آئے۔ ابو بکر

رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضرت! تشریف لائیں۔ ھم اھلی، یہاں صرف میرے گھر والے ہیں کوئی اور نہیں ہے۔ گویا اشارہ کیا کہ میرے گھر والے آپ کے گھر والے ہیں۔ آپ اندر تشریف لے آئیں۔ دیکھو یہاں سے بھی ایک مسئلہ معلوم ہوا اور قرآن کا بھی یہی حکم ہے۔ کسی قریبی سے قریبی کے گھر میں بھی جاؤ تب بھی اجازت لے کر جاؤ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا...... [النور: ۲۴/۲۷]

جب تم کسی کے گھر میں جاؤ، ایک تو سلام کرو اور دوسرا اجازت طلب کرو۔ اگر تمہیں اجازت ملے تو داخل ہو جاؤ۔

وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا...... [النور: ۲۴/۲۸]

جب تمہیں کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔

ہمارے ہاں ان آداب کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ جس کی وجہ سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو یہاں تک کہا کہ تین اوقات ایسے ہیں اُن میں تم داخل ہی نہ ہوؤ۔ تین اوقات جو آرام کے ہیں، دوپہر کا وقت آرام کا ہے۔ اس میں بے تکلفی سے آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ سو جاتا ہے۔ رات کا اور صبح کا وقت ہے۔ فرمایا ان اوقات میں داخل نہ ہوؤ۔ داخل ہونا ہو اور کسی کے ہاں اگر جانا ہو تو اجازت لے کر جاؤ۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بسترِ رسول ﷺ پر!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا ابوبکر! ہجرت کی اجازت مل گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے، حضرت! مجھے بھی اجازت مل گئی صحبت کی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، آپ کو بھی صحبت کی اجازت مل گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سارے گھرانے کو الرٹ کر دیا اور فرمایا ہجرت اور سفر کے لیے سامان سفر تیار کرو۔ حضور علیہ السلام گھر واپس تشریف لے گئے۔ رات کو گھر میں آرام فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سُلایا۔ اور جونہی رات کا اندھیرا ہوا تو فیصلے کے مطابق پارلیمنٹ آف مکہ کے فیصلے کے مطابق یہ تمام لوگ اپنے اسلحہ

اور ہتھیار لے کر حضور علیہ السلام کے گھر کے اردگرد محاصرہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ فیصلہ یہ تھا کہ جونہی اللہ کے نبی نکلیں گے، یک بارگی حملہ کریں گے۔ سب حملہ کر کے قتل کر دیں گے۔

اللہ کی تدبیر غالب رہتی ہے

اسی کو قرآن نے نقل کیا ہے:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاكِرِیْنَ. [الانفال:]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس وقت کو میرے حبیب یاد کریں جب آپؐ کے بارے میں خفیہ تدبیریں ہو رہی تھیں اور کفار سازشیں کر رہے تھے۔ ان کی تجویزیں منظور ہو رہی تھیں،

لیثبتوک...... آپ کو زندہ رکھیں......

او یقتلوک...... یا آپ کو قتل کر دیں۔

او یخرجوک...... یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔

وہ یہ تین تجویزیں پاس کر رہے تھے۔ ویمکر اللہ ، وہ اپنے مکر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے۔

واللّٰہ خیر الماکرین...... اللہ کی تدبیر سب سے بہتر اور غالب آنے والی ہے۔ جس کو رب بچانا چاہے اس کو کوئی مار نہیں سکتا۔ اور جس کو رب باقی رکھنا چاہے اُس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ اسباب کے درجے میں ساری دنیا دشمن ہے۔ مکہ کے سارے لوگ مخالف ہیں۔ اور بظاہر اللہ کے نبی کا محافظ بھی کوئی نہیں۔ بچانے والا بھی کوئی نہیں۔ لیکن اللہ نے فرمایا، واللّٰہ خیر الماکرین، جس کے بارے میں میں فیصلہ کرتا ہوں، جس کے ساتھ میری نصرت اور مدد ہوتی ہے اس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ یہیں سے اہل ایمان کے لئے حوصلے کا پیغام ہے۔ جب پوری دنیا دشمن ہو جائے، پوری دنیا فیصلہ کر لے کہ تم سب کو اور ایمان والوں کو ختم کرنا ہے، اور ایمان والوں کا اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو تو پوری دنیا کی ٹیکنالوجی، ایجنسیاں، اسلحہ اور تمام غیر مسلم، ان کی خفیہ تدبیریں، سازشیں اور پلان ناکام ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی تدبیر کامیاب ہو جاتی ہے۔

ہجرت کیلئے صدیقِ اکبر ﷛ کی دو اونٹنیاں کام آئیں

حضور ﷺ صدیق اکبر ﷛ کے گھر تشریف لائے۔اور فرمایا ابو بکر!

ان اللّٰہ قد اذن لی الخروج.

''اللہ نے مجھے ہجرت کی اجازت دے دی۔''

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا حضرت! میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا الصحبة، تم نے میری صحبت، سنگت اور رفاقت میں رہنا ہے۔ اللہ کے حکم سے؟ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے۔ حضرت صدیق ﷛ فرماتے ہیں میرے لئے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کوئی نہیں تھی۔ مجھے پہلے سے اندازہ تھا۔ میں نے پہلے سے ہی دو اونٹنیاں پال رکھی تھیں۔ ببول کے درخت کے پتے کھلا رہا تھا۔ حضرت صدیق ﷛ نے فرمایا حضرت! میری اونٹنیاں تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل قبول ہیں۔ لیکن پیسوں کے ساتھ۔ ویسے تو سب کچھ صدیق ﷛ کا حضور ﷺ پر قربان تھا۔ لیکن ہجرت کی اونٹنیوں کی حضور ﷺ نے رقم ادا کی کیوں؟ یہ اتنی بڑی نیکی تھی حضور ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اس میں میرا اپنا مال خرچ ہو۔

نبیؐ و صدیقؓ کی مکہ سے روانگی

رحمتِ عالم ﷺ دن کو حضرت صدیقِ اکبر ﷛ کے گھر تشریف لا کر آپ ﷺ نے انہیں مطلع فرمایا کہ آج رات ہجرت ہے۔ اور رات کو آپ ﷺ کفار کے محاصرے کو توڑتے ہوئے سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے بستر پر سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ کو سلا کر اہل مکہ کی امانتیں ان کے حوالے فرما کر باہر نکلے اور سیدنا صدیقِ اکبر ﷛ کے گھر پہنچے۔ حضرت صدیق اکبر ﷛ کو ساتھ لیا اور طے ہوا کہ صبح سے پہلے پہلے ہمیں مکہ چھوڑ دینا چاہئے۔ یہ دونوں یار رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلے اور جب آپ مکہ چھوڑ کر جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ایک اونچی جگہ پر بیت اللہ کی جانب رخ کر کے ارشاد فرمایا۔ مکہ کی سرزمین اور بیت اللہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''واللہ...... میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں او مکہ کی سرزمین! تو اللہ کی سب سے پسندیدہ زمین ہے۔ سب سے افضل ہے۔ تو اللہ کی سب سے مبارک زمین ہے۔ واحب ارض اللّٰہ اور تو اللہ کی محبوب ترین سرزمین ہے۔ اللہ کی قسم

اگر مجھے مکہ سے نکالنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں کبھی بھی مکہ سے نہ نکلتا۔"

غارِ ثور کی کٹھن منزل اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایثار

میرا مزاج یہ ہے کہ میں واقعہ برائے واقعہ یا برائے کہانی نہیں بیان کرتا۔ چونکہ ربیع الاول سے ہم حضور ﷺ کی پوری سیرت اور زندگی کو سن رہے ہیں۔ ولادت سے لے کر اب نبوت کے تیرہویں سال تک آپ نے اہم واقعات وحالات سنے ہیں۔ اور ان سے جو راہنمائی ملتی ہے، ہمیں ہدایت ملتی ہے وہ بھی میں آپ حضرات کے سامنے عرض کر دیا کرتا ہوں۔

حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے، یمن کے راستے پر چل دیئے۔ مکہ سے نکل کر ایک پہاڑ ہے جبل ابی قبیس بڑا اونچا پہاڑ ہے۔ اس کی چڑھائی مشکل اور بہت دشوار ہے۔ حضور ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اس پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ بہت دشواری کے ساتھ چڑھے۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی پتھروں اور پہاڑوں پر چڑھنے کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر حضور ﷺ کو بٹھایا۔ بارِ نبوت اٹھایا اور پہاڑ کی طرف چل پڑے۔ آج بھی وہ پہاڑ حجاجِ کرام دیکھتے ہیں۔ اس کی چوٹی پر ایک غار ہے۔ اس کا نام غارِ ثور ہے۔ اللہ کی توفیق سے میرے گیارہ سفر ہوئے ہیں۔ لیکن آج تک مجھے ہمت نہیں ہوئی کہ میں اس غار تک چڑھ سکوں۔ کیا ایمان کا جذبہ تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں، کیا ایمان کی حرارت، عشق کی گرمی، اور کیا محبتِ رسول ﷺ تھی قلبِ صدیق میں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکیلا نہیں حضور ﷺ کے ساتھ، تنہا نہیں آقا کو اپنے کندھے پر سوار کر کے پہاڑ کی چڑھائی چڑھا ہے۔ اور کبھی دائیں دیکھتا ہے، کبھی بائیں دیکھتا ہے، کبھی آگے دیکھتا ہے اور کبھی پیچھے دیکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا کرتے ہو؟ فرمایا حضرت! جب یہ ذہن میں آتا ہے کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر دے تو پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں، جب یہ ذہن میں آتا ہے کہ دشمن سامنے سے نہ آئے تو آگے چلا جاتا ہوں اور یہی خیال دائیں طرف کی جانب جب آتا ہے تو دائیں ہو جاتا ہوں اور جب بائیں جانب کی طرف ذہن جاتا ہے تو بائیں ہو جاتا ہوں۔ تو چڑھتے چڑھتے اس غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ حضور ﷺ کو اتارا، فرمایا حضرت

ٹھہریے! پہلے میں غار میں جاؤں گا۔ خادم ہونے کا حق ادا کیا۔ غار کی صفائی کی، ویران سی غار تھی، یہاں کون انسان جاتا ہوگا؟ اتنی مصیبت...... اس ویران غار کو صاف کیا۔

صدیق ﷛ کی رگوں میں سانپ کا زہر اور نبی ﷺ کا لعاب

بعض روایات میں آتا ہے اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخ بند کیے۔ کہیں کوئی جھانکنے کی جگہ نہ رہے۔ اس کے سوراخ بھی بند کر دیئے۔ اور پھر حضورؐ سے عرض کیا حضرت! تشریف لائیے۔ اللہ کے حبیب ﷺ تشریف لائے، غار کے دو سوراخ کھلے رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ کو یوں گود میں لٹایا۔ اپنی گود کو حضور ﷺ کا بستر بنایا۔ اور غار کے ان دو سوراخوں پر اپنی ایڑیاں رکھ کر بیٹھ گئے، آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ کیا منظر ہوگا جب گود صدیق ﷛ کی ہوگی اور آرام حضور ﷺ فرما رہے ہوں گے۔ اور صدیق اکبر ﷛ جی بھر کر حضور ﷺ کا دیدار اور آپ کی زیارت کر رہے ہوں گے۔ حضور ﷺ کو رات کا جاگنا بھی تھا اور تکان بھی تھی، سفر کا اپنا اضطراب ہوتا ہے اور پھر یہ پُر خطر سفر...... تو آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی اور نیند آ گئی۔ اور صدیق اکبر ﷛ کی سب سے بڑی راحت یہی ہوا کرتی تھی کہ صدیق ﷛ جاگے اور آقا ﷺ آرام فرمائیں۔ صدیق ﷛ تکلیف اٹھائے اور حضور ﷺ کو سکون پہنچے۔ حضور ﷺ سو گئے اور آرام فرمایا۔ حضرت ابوبکر ﷛ کی ایڑی سوراخ پر ہے۔ ایک سانپ نکلا اس سوراخ سے جو اس سوراخ کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اس نے حضرت صدیق ﷛ کی ایڑی پر ڈسا۔ حضرت صدیق ﷛ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ سانپ کے ڈسنے کا کتنا درد ہوتا ہے؟ لیکن صدیق اکبر ﷛ نے اپنے اس درد کو ہضم کیا۔ اور حرکت تک نہیں کی کہ حضورؐ کے آرام میں خلل نہ آ جائے۔ آقا کا آرام متاثر نہ ہو۔ اللہ کے نبی کے آرام میں کمی واقع نہ ہو۔ سانپ کے ڈنک کو آنسو چہرۂ نبوی ﷺ پر پڑ گیا۔ اور یہ گرم گرم آنسو کا قطرہ جب چہرۂ اطہر پر پڑا تو اللہ کے نبی کی جاگ ہوئی۔ دیکھا کہ یار رو رہا ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ تو آقا بھی بے قرار ہو گئے۔ ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کیا حضرت! سانپ نے ڈسا ہے اور تین بار ڈسا ہے۔ اور درد کی شدت ہے، برداشت نہیں ہو رہا۔ آقا اٹھ بیٹھے، فرمایا ایڑی قریب کرو، ایڑی قریب کی میرے آقا نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا لعاب دہن صدیق ﷛ کی ایڑی پر لگایا، اللہ نے صدیق ﷛ کی ایڑی

سے درد بھی دور کر دیا اور اس شفاء والے لعاب کی برکت سے ہمیشہ کے لئے زہر کا اثر بھی ختم کر دیا۔ یہ بھی اللہ کی نصرت تھی۔

صدیق اکبر ﷛ کے خاندان میں لعابِ نبوی ﷺ کا اثر

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک عرصہ دراز تک صدیق اکبر ﷛ اور ان کے خاندان میں حضور ﷺ کے ان لعاب کا اثر رہا ہے۔ صدیق ﷛ کے واسطہ سے ان کے خاندان میں یہ اثر منتقل ہوا اور نسل در نسل یہ اثر منتقل ہوتا رہا۔ اس لئے اگر کوئی سچا صدیق ہوتا اور صدیق اکبر ﷛ کی نسل میں سے ہوتا، سانپ اسے ڈستا تھا سانپ مر جاتا تھا اور صدیق ﷛ کی اولاد کے اس چشم و چراغ کو اس مرد کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے نبیؑ کے لعاب اطہر کا اثر صرف صدیق ﷛ میں نہیں بلکہ صدیق کی صداقت، رفاقت، محبت، اور عقیدت و محبت کا اثر اللہ نے صدیق کے خاندان میں بھی باقی رکھا۔ آج کچھ لوگ صدیق اکبر ﷛ کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں۔ حضرت صدیق ﷛ نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا کہ میری رفاقت کے لئے میرا انتخاب آپ کا ہے یا اللہ کا ہے؟ میں یہ بتلا چکا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا صحبت کے لئے آپ اللہ کا انتخاب ہیں۔ صدیق ﷛ رب کا انتخاب ہیں، اور صدیق اکبر ﷛ کی یہ جاں نثاری اور یہ وفاداری یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صدیق اکبر ﷛ رب کے وفادار تھے، رب کا انتخاب تھے، پیغمبر کے جاں نثار تھے۔ جو اس قدر جاں نثار ہوتا ہے اور اللہ کا انتخاب ہوتا ہے اس کے ایمان پر شک نہیں کیا جاتا۔

غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا اور کبوتری کا انڈا

ادھر اللہ نے اپنا نظام غیب متحرک کیا۔ ایک مکڑی آئی اس نے غار کے دہانے پر ایک جالا بن دیا۔ اللہ نے فرمایا او میری ضعیف مخلوق عنکبوت! قرآن کی ایک سورۃ کا نام بھی عنکبوت ہے۔

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ. [العنکبوت: ۴۱/۲۹]

اللہ نے فرمایا سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ آپ کے گھروں میں بھی جالا ہوتا ہے۔ ہاتھ لگ جائے تو اس بے چاری کا گھر ختم۔ اس کمزور گھر کی اللہ نے تعمیر کروائی۔

کبوتر آیا اس نے گھونسلہ بنا دیا۔ اور گھونسلے میں انڈے دے دیئے۔ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ حضور ﷺ کے بستر پر آرام فرما ہیں۔ مشرکین مکہ کو کچھ نہیں پتہ چلا کہ کیا ماجرا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہو چکا ہے۔ صبح ہوئی حضرت علی ﷺ باہر نکلے۔ پوچھا حضور ﷺ کہاں ہیں؟ فرمایا حضور ﷺ تو یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔

صدیق ﷺ کی بیٹی کے چہرے پر ابو جہل کا تھپڑ

بعض روایات میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ نے غصہ میں حضرت علی ﷺ کو مارا بھی۔ پھر فوراً ان کا ذہن صدیق اکبر ﷺ کی طرف گیا، دوڑ کر ابو بکر ﷺ کے گھر گئے، ابو جہل آگے آگے تھا۔ اس نے ابو بکر ﷺ کے دروازہ پر آواز دی۔ ابو بکر ﷺ کی بڑی بیٹی سیدہ اسماء بھی چھوٹی تھیں۔ اسماء باہر نکلیں۔ اس نے پوچھا ابن ابو کب؟ تمہارے ابو کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں پتا۔ یہ ننھی منی بچی یہ بھی اتنی وفادار ثابت ہوئی۔ رات کو جلدی میں اسی نے کھانا تیار کیا۔ کھانا باندھا۔ باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو پھر اس نے اپنے جسم کا کپڑا (دوپٹہ) پھاڑا، اس کے دو حصے کیے، ایک میں کھانا باندھا اس لئے ان کا لقب ذات النطاقین (دو ٹکڑوں والی) پڑا۔ آج ابو جہل کے سوال پر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ابو جہل بپھر گیا۔ جنگل کے جانور کی طرح اور اس نے اس معصوم بچی کے چہرے پر ایک تھپڑ رسید کیا۔ اس معصومہ کے چہرے پر تھپڑ لگا تو اس کا سر چکرایا دور پتھر پر جا گری۔ اتنا زور دار تھپڑ مارا۔ کہتے ہیں کہ کان پھٹا، بالی نکل گئی۔ لیکن اسماء نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کھڑے ہو کر کہنے لگی ابو جہل! تو میری جان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تب بھی اللہ کے نبی ﷺ کی محبت تو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ اب مکہ میں اعلان ہو گیا۔ جو ابو بکر ﷺ کو گرفتار کرے، جو حضور ﷺ کو گرفتار کرے، زندہ حالت میں لائے، مردہ حالت میں لائے ایک سو اونٹ انعام میں ملے گا۔ اور یاد رکھو عرب میں سونے سے زیادہ قیمتی مال اونٹ ہوا کرتا تھا۔ چاندی سے زیادہ قیمتی مال اونٹ تھا۔ اور آج ڈالر ہیں اور ڈالروں کے ساتھ اعلان ہوتا ہے۔ فلاں کو زندہ یا مردہ حالت میں پکڑوا دیجئے ملین ڈالر ملیں گے۔

غار میں چھپنا کوئی نئی بات نہیں ہے!

آج اگر کچھ لوگ غاروں میں جا کر چھپتے ہیں انہوں نے بھی کوئی نیا کام نہیں کیا۔

اللہ کے نبی غار میں چھپے ہیں ہمیں قرآن غار سے ملا ہے پہلی وحی غار میں آئی۔

قرآن کی ایک سورۃ کا نام بھی غار کے ساتھ ہے اور وہ سورۃ الکہف ہے اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہر جمعہ اس سورۃ کو پڑھا کرو اور تلاوت کیا کرو۔ جو ہر جمعہ اس کی تلاوت کرے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ جو ہر جمعہ اس کی تلاوت کرے گا زمین اور آسمان کے درمیان کا خلا نور اور اجر سے بھر جائے گا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے غالباً اسی وجہ سے سورۃ کہف ہر جمعہ پڑھنے اور تلاوت کرنے کی ترغیب دی تاکہ تمہیں پتہ چلے کبھی دین اور اسلام پر ایسے بھی حالات آجاتے ہیں کہ غاروں میں جانا پڑتا ہے۔ غاروں میں روپوش ہونا پڑتا ہے۔ غاروں میں چھپنا پڑتا ہے۔ لیکن ان غاروں میں چھپنے کی برکت سے اللہ غاروں سے دین کو نکال کر بازاروں میں لاتے ہیں۔ دیہاتوں سے دین کو نکال کر شہروں میں لاتے ہیں اور ضعیفوں سے دین کو نکال کر سپر طاقتوں میں لاتے ہیں۔ اور پھر دین پوری دنیا، پوری کائنات اور پوری روئے ارض پر غالب آتا ہے اور حق کا پرچم لہرایا کرتا ہے۔ ہمیں یہ سبق ملا ہے حضور ﷺ کے اس واقعہ سے۔

اللہ کے نبی ﷺ بھی روپوش ہیں، تین دن تک حضور ﷺ روپوش رہے اور پھر تلاش شروع ہوئی۔ تو تلاش کرتے کرتے اس غار تک پہنچ گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تو جان نکلنے کو ہو گئی۔ آقا وہ دیکھو ابوجہل کھڑا ہے۔ فرمایا ابوبکر! لا تحزن اِنَّ اللّٰہ معنا. تو میری فکر نہ کر محمد کا رب ابوبکر کے بھی ساتھ ہے اور محمد کے بھی ساتھ ہے۔ یہ ہے اِنَّ اللّٰہ معنا کا معنی۔ اللہ نے مکڑی سے کام لے لیا ہے۔ وہ چاہے تو مکڑی سے کام لے لے۔ اور وہ چاہے تو مکھی، مچھر، لکڑی اور پانی سے بھی کام لے لے۔

اس لئے اگر دین کے کسی شعبہ میں تم استعمال ہو جاؤ تو رب کا شکر ادا کیا کرو کہ اس نے تمہیں قبول کر لیا ہے۔ ورنہ نہ وہ تمہارا محتاج ہے نہ میرا محتاج اور نہ کسی اور چیز کا محتاج ہے۔ وہ اپنا کام جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اس نے اپنے نبی کی حفاظت کا کام لوگو! ایک مکڑی سے لے لیا ہے۔ اس نے اپنے نبی کی حفاظت کا کام ایک کبوتری سے لے لیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ غار کی بھی تلاشی لے لو۔ ابوجہل کہتا ہے اگر اس کے اندر ہوتے تو یہ جالا کہاں سے آتا۔ گھونسلہ کہاں سے ہوتا؟ اندر جاتے تو گھونسلے میں انڈے کہاں سے نظر

آتے؟ کبوتری یہاں کیسے بیٹھتی؟ رب نے سبق دیا ہے میں اپنے نبی کی حفاظت اپنی کمزور ترین مخلوق سے کرواتا ہوں۔ اپنی ضعیف اور حقیر ترین مخلوق سے کروارہا ہوں۔ میں مکڑی سے کروارہا ہوں۔ اور سنو! رب نے آقا ﷺ کی حفاظت کا کام مکڑی سے لیا ہے۔ اور نمرود کے خاتمے کا کام مچھر سے لیا ہے۔ اور اللہ نے کبھی مکھی سے کام لیا ہے، اور کبھی مکڑی سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ اِنَّ اللّٰہَ علٰی کلِّ شَیْءٍ قدیر وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

غار سے آگے کے سفر کی تفصیلات

27 صفر کو آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تھے نبوت کے تیرہویں سال اور تین دن تک غار میں رہے۔ یکم ربیع الاول کو حضور ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار سے مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یہ پہلی ربیع الاول کی تاریخ تھی۔ مختصر سا یہ قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ مشہور راستے پر خطرات تھے۔ اس لئے گمنام راستہ تجویز کیا گیا۔ اس گمنام راستے کی راہنمائی کے لئے راستہ دکھانے کے لئے ایک راہبر جس کو عربی میں دلال کہتے ہیں اس کو اُجرت پر حاصل کیا گیا۔ یہ اگر چہ غیر مسلم اور کافر تھا لیکن اسے راستوں کا خوب علم تھا اور راز دار بھی تھا۔ اُجرت اور مزدوری اس سے طے کر کے اسے ساتھ رکھا گیا۔ اس کا نام تھا عبداللہ بن اریقط، اسی سے اہل علم نے مسئلہ اخذ کیا کہ غیر مسلم سے معاملہ کر سکتے ہیں اور غیر مسلم کو اجیر اور مزدور بنا سکتے ہیں اور غیر مسلم کاریگر سے کام کروا سکتے ہیں۔ حضور ﷺ اور سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اس غیر مسلم کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ رکھا۔ اونٹنیاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہلے سے تیار کر رکھی تھیں۔ ان کو پالا ہوا تھا۔ ان کی خدمت کی ہوئی تھی۔ ایک اونٹنی پر حضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے۔ دوسری پر آپ کے غلام عامر بن فہیرہ سوار ہوئے تیسری اونٹنی پر یہ دلال اور رہبر عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے۔ چار آدمیوں کا یہ قافلہ روانہ ہوا۔ معروف راستے کو چھوڑا غیر معروف راستے پر چلے۔ مشہور راستہ چھوڑا اور گمنام راستہ پر پڑ گئے۔ سحری کے قریب قریب روانہ ہوئے۔ راستے میں لوگ حضرت ابوبکر کو ملتے اور پوچھتے من معک؟ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب میں مختصر جملہ ارشاد فرماتے اور وہ جملہ ایسا ہوتا کہ جس میں حضور ﷺ کی جان کی بھی

سلامتی ہوتی اور صدیق ﷺ کے ایمان کی بھی سلامتی ہوتی تھی۔ فرماتے ھٰذا رجل یھدینی یہ ایسا شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے راہ بتاتا ہے اور راستے کا پتہ دیتا ہے۔ سننے والے یہ سمجھتے کہ یہ یہی راستہ بتانے والا ہے اور حضرت ابوبکر ﷺ کے ذہن میں آتا کہ یہ جنت کا راستہ بتانے والا ہے۔

صدیق ﷺ کا کمال

سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے اس کڑے موقع پر بھی جھوٹ نہیں بولا اور غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ اس لئے کہ صدیق کہتے ہی اسی کو ہیں جو زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولے۔ اور صدیق اسے کہتے ہیں جس کی قوتِ عملی وہ نبی کے قریب تر ہو اور خوابوں کی تعبیر جاننے والا ہو۔ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صدیق کہا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی صدیق کہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی صدیق کہا۔

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ. [یوسف: ۱۲/۴۶]

حضرت یوسف علیہ السلام بھی خوابوں کے معبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی صدیق اور خوابوں کے معبر، اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا...... وہ صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ تو صداقت ایک منصب ہے اور اس پر صداقت کا منصب اللہ نے نبیوں میں بھی رکھا اور غیر نبیوں میں بھی رکھا۔ غیر نبی جتنے صدیق ہیں ان میں صدیق اکبر ابوبکر ﷺ ہیں اور صدیق جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے فرمایا ھٰذا رجل یھدینی یہ شخص ہے جو مجھے راہ بتاتا ہے۔ اور ارادہ کیا کہ جنت کا راہ بتاتا ہے۔ سننے والے نے سمجھا کہ یہ راستہ بتانے والا ہے۔ لیکن صدیق نے سچ بولا اور درست فرمایا اور چل پڑے۔ راستہ عبور فرمایا اور راستہ طے کر کے چلے گئے۔

نبی ؐ و صدیق ؓ اُم معبد کے خیمے پر!

حضور ﷺ کو ساتھ لے کر حضرت ابوبکر ﷺ روانہ ہوئے تو راستے میں تین عجیب واقعات رونما ہوئے۔

پہلا واقعہ یہ رونما ہوا کہ ایک خاتون جن کی کنیت ام معبد تھی، قبیلہ خزاعہ سے ان کا تعلق تھا۔ اس کا ایک خیمہ تھا اور خیمے کے باہر ایک دالان تھا۔ یہ ایک نیک، صالحہ خاتون اور ان کے شوہر ابو معبد بکریاں چراتا تھا۔ یہ سارا دن خیمے سے باہر نکل کر اپنے دالان میں بیٹھا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ کے راستے پر یہ خیمہ تھا۔ اللہ کے نبی کا گذر اس خیمے سے ہوا۔ آپ ﷺ ٹھہر گئے۔ اس بڑھیا عورت کو سلام کیا۔ دیکھا گھر کے دالان میں اس بڑھیا کے ساتھ ایک بکری بھی موجود ہے۔ پوچھا اماں! ہم اس بکری کا دودھ نکال سکتے ہیں؟ ام معبد نے کہا کہ دودھ نکالنے میں تو کوئی رکاوٹ اور ممانعت نہیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن ماجرہ یہ ہے کہ میرا شوہر ابو معبد بکریاں چراتا ہے وہ ریوڑ لے کر نکلا ہوا ہے۔ یہ بکری اتنی کمزور اور لاغر ہے کہ چلنے کے قابل نہیں تھی۔ اس لئے ریوڑ کے ساتھ نہیں گئی۔ جو بکری اتنی لاغر اور کمزور وضعیف ہو اور وہ کھا نہ سکتی ہو، پی نہ سکتی ہو بھلا اس کے تھنوں میں دودھ کہاں سے آیا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ ہمیں دودھ نکالنے کی اجازت دے دیں۔ اس نے کہا کہ اجازت ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور اپنے دستِ مبارک اس بکری کی پیٹھ پر پھیرے اور تھنوں پر لگا دیئے۔ تھنوں پر ہاتھ کا لگانا تھا یہ تھن دودھ سے بھر گئے۔ ام معبد سے کہا کہ برتن لاؤ۔ اس نے برتن دیا، آقا ﷺ نے اس برتن میں دودھ نکالا وہ دودھ سے بھر گیا۔ یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے وہ دودھ ام معبد کو پلایا، جس کی بکری تھی اسے پلایا۔ وہ سیر ہوگئی۔ دوسرے نمبر پر آپ ﷺ نے دودھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ وہ بھی سیر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے دودھ عامر بن فہیرہ کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن اریقط کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئے پھر آقا ﷺ نے خود دودھ نوش فرمایا۔ ام معبد نے یہ ماجرا دیکھا تو حیران رہ گئیں۔ دودھ پھر بھی بچ گیا۔

شام کو ابو معبد آیا اور اس نے گھر میں دودھ دیکھا تو پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ ام معبد نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ ام معبد کہنے لگی کہ آج ایک مسافروں کا قافلہ آیا تھا۔ ان میں ایک شخص تھا کان مربوعاً درمیانے قد کا تھا۔ لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر۔ نہ بہت لمبے قد کا، نہ بہت چھوٹے قد کا۔ ذرا غور کیجئے ام معبد نے اللہ کے نبی کی ایک مجلس میں رفاقت اور صحبت اٹھائی اور ایک نظر سے دیکھا اور حضور ﷺ کا پورا نقشہ اپنے

شوہر کو بتایا۔اور بال اس کے گھنگھریالے تھے۔نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بالکل پیچ دار تھے بلکہ ہلکے سے گھنگھریلے تھے۔پیشانی اس کی چوڑی تھی۔واسع الجبینہ کھلی پیشانی والا تھا۔ آنکھیں اس کی سرمیلی تھیں۔موٹی تھیں۔رخسار بڑے خوبصورت تھے اور ابھرے ہوئے تھے اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں نرم تھیں۔ پاؤں کے تلوے بھی نرم وملائم تھے اور اندر کو گھسے ہوئے تھے۔اور دانت مبارک سفید اولے کی طرح تھے۔جب بولتے تو دانتوں سے نور کی کرن نکلتی۔ نور کی ایک لڑی نکلتی۔ درمیان میں متوازن فاصلہ تھا۔ یہ شخص آیا تھا اور اس نے مجھ سے اجازت مانگی کہ میں اس بکری کا دودھ نکال لوں؟ میں نے اسے بتایا کہ بکری تو دودھ کے قابل نہیں ہے۔ان کے اجازت مانگنے پر میں نے انہیں اجازت دے دی۔انہوں نے اس بکری کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور تھنوں پر ہاتھ رکھا تو اس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ یہ ساری علامات بیان کی گئیں تو ابومعبد کہنے لگے واللہ یہ وہی شخص ہے جس کو قریشِ مکہ تلاش کر رہے ہیں۔ یہ وہی شخص ہے۔جن کی جستجو ہے اور جن کے وارنٹِ گرفتاری جاری ہیں جو قریشِ مکہ کا اشتہاری ہے۔یہ وہی شخص ہے لوگ جس کے خون کے پیاسے ہیں۔لیکن یہ تو مبارک شخص ہے۔اگر اللہ نے مجھے موقع دیا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ضرور ان کی صحبت اٹھاؤں گا۔

ایک جن کے اشعار جو مکہ میں سنائی دیئے!

ادھر اللہ کے نبی ﷺ یہاں سے روانہ ہوئے، ادھر سے ایک جن نے مکہ مکرمہ میں کھڑے ہو کر زور سے آواز دی اور شعر پڑھے۔ہاتف غیبی نے کہا۔ہاتف غیبی نے مکہ کے لوگوں کو خطاب کر کے کہا: مکہ کے لوگو! تم حضور کو یہاں ڈھونڈھ رہے ہو وہ دو رفیق تو ام معبد کے خیمے میں اترے ہیں۔

ھما نزلا بالھدیٰ واھتدت بہ

وقد فاز من الفی برفیق محمد

وہ ہدایت لے کر گئے اور ہدایت کو پھیلایا۔اور جس نے محمد ﷺ کے رفیق کے ساتھ وقت گزارا اللہ نے اسے بھی ہدایت نصیب کر دی۔یھنا ابابکر ....ابوبکر کو اس کا بکر مبارک ہو، ابوبکر کو اللہ نے ان کی رفاقت کے لئے چن لیا ہے۔اللہ کے نبی کے اس

سفر میں یہ معجزہ رونما ہوا۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار اور اللہ کی طرف سے اکرام

امام رازیؒ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے غنی کیا، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ۔ آپ علیہ السلام کو غنی کیا اس طرح کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں ڈالا، ابوبکرؓ نے اپنا سارا مال آپ علیہ السلام کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ نچھاور کرنے والا ابوبکرؓ ہے، لیکن توفیق دینے والا میرا اللہ ہے۔ تو نسبت اللہ کی طرف کر دی۔ فرمایا:

ووجدک عائلا فاغنٰی......

آپ تنگ دست تھے، اُس نے آپ کو غنی کیا، اور سبب ابوبکر کو بنا دیا۔ کسی نے مدد نہیں کی، رب نے مدد کی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کروائی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کروائی۔

اِلّا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ......

مفسرین کہتے ہیں کہ پوری امت کو رب نے ڈانٹ پلائی ہے، ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے جو اِس زجر میں شامل نہیں، اس تنبیہ میں شامل نہیں۔ پوری امت شامل ہے کہ تم پر حضور علیہ السلام کی مدد لازم تھی اور تم نے نہیں کی۔ تو اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ رب کو کام لینا تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیا۔ صداقت دینی تھی یہ تاج ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سر پر سجا دیا۔

اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار.

نکالنے والے کافر تھے اور ساتھ لے جانے والا صحابی تھا۔

صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر قرآن کی مہر

اذ یقول لصاحبہ......

جو نکال رہے ہیں وہ کافر ہیں، جو ساتھ لے کر جا رہا ہے وہ کون ہے؟ اذ یقول لصاحبہ، وہ سفر و حضر، وہ مکہ و مدینہ، وہ دنیا و برزخ، وہ آخرت و جنت، وہ فردوس و کوثر اور وہ جگہ جگہ کا صاحب ہے، ساتھی ہے، رفیق ہے اور صحابی ہے اور ایسا صحابی ہے جس کی صحابیت

پر قرآن کی مہر لگ گئی۔

صحابی عمر رضی اللہ عنہ بھی ہے، قرآن کی مہر نہیں۔

صحابی عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہے، مہر قرآن کی نہیں......

صحابی علی رضی اللہ عنہ بھی ہے، قرآن کی مہر نہیں......

صحابی طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما) بھی ہیں، قرآن کی مہر نہیں......

عبدالرحمن ابن عوف بھی ہیں، قرآن کی مہر نہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، قرآن پاک کی مہر نہیں۔

ایک صحابی ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا ہے کہ جس کی صحابیت پر اللہ کی کتاب قرآن پاک کی مہر ہے۔ اذ یقول لصاحبہ، ساری دنیا کہتی ہے کہ صاحب سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کوئی ابوبکرؓ کی عزت کرے نہ کرے، قرآن نے تو ابوبکر کو صاحب کہہ دیا ہے۔ نہیں سمجھے بات؟...... مولانا صاحب، چوہدری صاحب، ملک صاحب، راؤ صاحب، خانصاحب، میں صاحب کہوں گا، کوئی کہے گا میں نہیں مانتا اس کو صاحب، آپ صاحب کہیں گے، کوئی کہے گا میں نہیں مانتا اس کو صاحب۔ اے ابوبکر! قیامت کی صبح تک جو تجھے نہیں مانے گا، منکر قرآن ہوگا۔ تجھے تو اللہ نے کہہ دیا اذ یقول لصاحبہ، اذ یقول لصاحبہ، ارے صاحبو! ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحب رسول ہے۔ آپ ہمارے صاحب ہیں، ابوبکر تو صاحب رسول ہیں۔ ابوبکر کو اللہ نے صاحب کہا، اذ یقول لصاحبہ۔ اذ اخرجہ الذین کفروا، نبی و صدیق کے نکالنے والے کافر ہوتے ہیں۔ سارے بولو! نبی اور صدیق کے نکالنے والے کون ہوتے ہیں؟ کافر۔ بولتے نہیں ہو؟ (سامعین نے کہا، کافر) کیوں ڈرتے ہو؟ اللہ کے بندو! میں کہہ رہا ہوں نا! میرے ساتھ کہو نا!

نبی ﷺ کا محافظ اللہ ہے

اذ اخرجہ الذین کفروا......

آج جو لوگ خواب دیکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور روضہ پاک سے نکال لیں گے اور نبی علیہ السلام کے یار ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی روضہ پاک سے نکالیں گے...... کل مکہ سے نکالنے کے خواب دیکھنے والوں کو بھی رب نے کہا: اذ اخرجہ الذین کفروا......

اور رب نے فرمایا اِلّا تنصروہ فقد نصرہ اللہ ......

آج روضے سے، مدینے سے نکالنے والوں کو بھی قرآن کا یہی پیغام ہے، اذ اخرجہ الذین کفروا...... نکال کل بھی کوئی نہیں سکا تھا، نکال آج بھی کوئی نہیں سکے گا۔ کل جنہوں نے کوشش کی وہ کافر ٹھہرے اور آج جو کوشش کریں گے وہ بھی کافر ٹھہریں گے۔ آج بھی جو مدینے سے نکالنے کی، روضہ پاک سے نکالنے کی جسارت کریں گے، کافر ٹھہریں گے۔ کل بھی رب نے مدد کی تھی، آج بھی رب مدد کرے گا۔ مکہ کا محافظ بھی میرا اللہ ہے، مدینہ کا محافظ بھی میرا اللہ ہے۔ نکال دی جائے گی وہ آنکھ جو مکہ، مدینہ کی طرف اٹھے گی۔ توڑ دیئے جائیں گے وہ ہاتھ جو میرے اللہ کے کعبہ کی طرف اٹھیں گے، نبی علیہ السلام کے روضہ پاک کی طرف اٹھیں گے۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ وقت قریب ہے جب ہم حرمین میں پہنچیں گے۔ کبھی نہیں پہنچو گے......!! کہوان شاء اللہ۔

والله يعصمك من الناس...... [المائدہ: ۶۷/۵]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ کون ہے؟ بولو نا! (اللہ!) کون ہے اس روضہ کا محافظ؟ (اللہ!) کون ہے محافظ اس گنبد کا؟ اللہ!! اس گنبد خضراء اور مکینِ جنت کا محافظ کون ہے؟ اللہ!! اللہ ہے! اوئے سب کچھ ہوسکتا ہے......

با خدا دیوانہ باشد ، با محمد ہوشیار!

رب سب کچھ گوارہ کرتا ہے، اپنے نبی کی عزت، عصمت، حفاظت کے اوپر حرف نہیں آنے دیتا۔ یہ میرے رب کی قدرت کو چیلنج ہے۔ جب اسلام نہیں تھا، ایمان نہیں تھا، کلمہ نہیں تھا، قرآن نہیں تھا، دین نہیں تھا۔ فترت تھا، ابرہہ اپنا لشکر لے کر بیت اللہ کو ڈھانے آیا تھا، تو اللہ نے ابرہہ کو ناکام کیا۔ مکہ والوں کی مدد کر دی۔ آج تو دور ایمان کا ہے، اسلام کا ہے، قرآن اور نبی کے فرمان کا ہے، حدیث کا ہے، رب کی توحید کا ہے، وہ مرکزِ توحید ہے، وہ منزلِ قرآن ہے، وہ اللہ کی رحمت، کے اُترنے کی جگہ ہے۔ اگر شرک کے دور میں ابرہہ برباد ہوا تو یہ یمنی کتا اسلام کے دور میں اگر کعبہ کی طرف نظر اٹھائے گا تو برباد ہوگا، مدینہ کی طرف نظر اٹھائے گا تو کہو! برباد ہوگا!! مکہ، مدینہ کا محافظ کون ہے؟...... اللہ! باقی سیاست تم جانو تمہارا کام جانے۔ خبردار مکہ مدینہ کا نام نہ لینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ ایسا شہر ہے:

لا یدخله الدجال ولا الطاعون......

اس میں تو وبائی مرض بھی داخل نہیں ہوگی۔ یہ جگہ وبائی تھی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے یہ ارض الوباء تھی، وبا کی سرزمین تھی۔ جو باہر کا آدمی یہاں آتا تھا بیمار ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بلال رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو کہہ رہے تھے:

کل امرءٍ مصبح فی اهله

والموت ادنٰی من شراکِ نعله

ہر آدمی اپنے گھر میں صبح کرتا ہے، موت تو اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جوتے کا تسمہ اتنا قریب نہیں جتنا موت قریب ہے۔

اور دوستو! دیکھ رہے ہو کہ کتنے ہمارے ساتھی آناً فاناً دنیا سے جا رہے ہیں۔ پتہ ہی نہیں چلتا کتنے ہم روزانہ جنازے پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ابوبکر کو، حضور علیہ السلام نے سنا بلال رضی اللہ عنہ کو، بخار میں ہیں اور مکہ کو یاد کر رہے ہیں تو فوراً دعا کے ہاتھ اٹھا دیئے اور فرمایا:

اللهم اجعل حبّ المدینة کحبّی مکه.

یا اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں دُگنی کر دے، اس محبت سے جو تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی رکھی تھی۔

الله ! اُنقُل حُماها الی جُحفة.

اس وباء کو تو مدینہ سے نکال دے، آؤٹ کر دے اور مقامِ جُحفہ میں بھیج دے۔

وبارک فی مُدّنا وصاعنا......

مدینہ کے باٹوں میں، مدینہ کے پیمانوں میں برکتیں عطا فرما دے۔

یہ ارضِ وبا تھی، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں اور دعاؤں کی برکت سے وہ ارضِ شفاء بن گئی ہے، وہ ارضِ شفاء بن گئی ہے۔ جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دم کیا کرتے تھے:

بسم اللّٰہ تُربتِ ارضنا، بریقۃ بعضنا، یشفٰی سقیمنا.

یہ حضور علیہ السلام کا دم تھا۔ کیا دم ہے؟ بسم اللّٰہ! اللہ کے نام کی برکت، اللہ کے نام کی مدد، بسم اللّٰہ، اللہ تیری مدد کے ساتھ، بتربۃ ارضنا، مدینہ کی زمین کی مٹی کی برکت سے، بریقۃ بعضنا، محمد عربی کے لعاب کی برکت سے، یشفٰی سقیمنا، یہ بیمار تھا تندرست ہو کر جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرتے تھے تو بیمار ٹھیک ہو جایا کرتے تھے، بیمار تندرست ہو جایا کرتے تھے۔ یشفٰی سقیمنا، اللہ تعالیٰ مکہ مدینہ کی حفاظت فرمائے۔

اول حضور ﷺ اور ثانی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین......

فرمایا: یہ ابوبکر ثانی اثنین ہیں۔ ثانی کہتے ہیں دوسرے کو اور اثنین کہتے ہیں دو کو۔ ثانی اثنین کا معنی دو کا دوسرا، ابوبکر رضی اللہ عنہ دو کے دوسرے تھے۔ گویا اللہ نے اشارہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ثانی ہیں۔

لوگ بحثیں کرتے پھرتے ہیں کہ پہلا خلیفہ کون ہے؟ یہ قرآن کا فیصلہ ہے، ثانی اثنین.

ایمان میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر ہیں......

قرآن میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

نماز میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

امامت میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

جہاد میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

تبلیغ میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

اوئے لوگو! تبلیغ میں اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں......

جہاد میں بھی، تزکیہ میں بھی، اللہ کی توحید کا نعرہ لگانے میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں اور ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور منصب امامت و خلافت پر اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

غار میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مزار میں بھی اول حضور علیہ السلام ہیں اور ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

قیامت کے دن میدانِ حشر میں اُٹھ جانے سے، قبروں میں اٹھنے میں بھی ساری دنیا سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے، ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ کے دربار کی پیشی میں اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اور جنت کے داخلے میں اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو ہر معاملے میں ثانی ہیں ہی ابوبکر، اللہ نے جو فرمادیا ''ثانی اثنین''۔

مولانا نورالحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں قریب کے زمانے کے، بوڑھی عمر کے لوگ یہاں بیٹھے ہیں، انہوں نے اُن کو دیکھا ہوگا، ان کی تقریریں سنی ہوگی، کہ یہ سچا سید تھا، آلِ رسول تھا، ملتان سے تعلق تھا، ساری زندگی اس نے اللہ کی توحید کے نغمے سنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ناموس کے نغمے سنائے، کتابیں بھی لکھیں۔ ان کی ایک کتاب کا نام ہی ''ثانی اثنین'' ہے۔ اور ثانی اثنین کتاب میں علامہ نورالحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ ولادت سے شروع ہوئے وصال تک چلے گئے، اوصاف ذکر کیے، خصائل ذکر کیے، اور اختیاری کام، غیر اختیاری کام ذکر کیے اور فرمایا کہ دیکھو! اختیاری کاموں میں بھی اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر ہیں اور غیر اختیاری کاموں میں بھی اوّل حضور علیہ السلام ہیں ثانی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مثلاً انسان کی زندگی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی، یہ تو اختیار میں ہے نا کہ ... جیسا ہو، یہ بھی اختیار میں ہے کہ بال ایک جیسے بنالیں، آدمی پگڑی ایک جیسی پہن لیں، لیکن عمر محبوب جیسی ہو، یہ اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ نے ان غیر اختیاری چیزوں میں بھی ابوبکر کو حضور علیہ السلام کا ثانی بنایا۔ کیسے؟......

حضور علیہ السلام کی عمر ۶۳ سال، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر بھی ۶۳ سال......

حضور علیہ السلام کو بھی وصال کے وقت بخار آیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی وصال کے وقت بخار آیا......

حضور علیہ السلام کو بھی زہر دیا گیا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی زہر دیا گیا......

حضور علیہ السلام پر بھی زہر کا اثر بعد میں ہوا، ابو بکر رضی اللہ عنہ پر بھی زہر کا اثر بعد میں ہوا......

حضور علیہ السلام کا جنازہ جس چارپائی پر آیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اس چارپائی پر آیا۔

جن لوگوں نے حضور علیہ السلام کی قبر کھودی، انہی لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی۔

جہاں حضور علیہ السلام دفن ہوئے وہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے۔

جس وقت حضور علیہ السلام کی تدفین ہوئی اُسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو روضہ ہے وہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کا روضہ ہے۔

پھر فرمایا: دیکھو! اولاد تو اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ نے حضور علیہ السلام کو جو داماد عطا کیے تھے وہ عشرہ مبشرہ میں تھے، عثمان عشرہ مبشرہ میں سے، علی رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بھی دو داماد، وہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں، ایک روایت کے مطابق خود حضور علیہ السلام بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسے شہید ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نواسے بھی شہید ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نواسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نواسوں کے قاتل بنو اُمیہ میں سے ہیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل بھی بنو اُمیہ میں سے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا نواسہ خلافت کے عنوان پر شہید ہوا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نواسہ بھی خلافت کے عنوان پر شہید ہوا۔

حضور علیہ السلام نے کبھی شراب نہیں پی، صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی کبھی شراب نہیں پی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسلام سے پہلے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام سے قبل کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

حضور علیہ السلام شاعر نہیں تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شاعر نہیں تھے۔

بہرحال ہر معاملہ میں حضور علیہ السلام اول ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ثانی ہیں۔ اللہ نے یہ مقام عطا کیا ہے۔ تو اللہ نے جبھی کہا "ثانی اثنین"۔ قرآن تو جامع کتاب ہے نا،

ثانی اثنین اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ......

اور پھر فرمایا: **اذ هما فی الغار** ...... دونوں غار میں تھے۔ یہ یارِ غار ہے اور یارِ غار کی جو اصطلاح ہے اس کا آغاز بھی یہیں سے ہوا ہے۔ یہ یارِ غار ہے یعنی جگری یار ہے۔

اذهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللّٰه معنا.

[التوبۃ: ۹/۴۰]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں

یکم ربیع الاول رحمتِ عالمؐ نے غارِ ثور سے مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔ اور اللہ کے نبیؐ ۸ ربیع الاول کو قباء میں پہنچے۔ یہ سوموار کا دن تھا۔ مدینہ کے باسیوں اور رہائشیوں کو حضور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ لوگوں کو آپ ﷺ کا شدت سے انتظار تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کے دیوانے، مستانے اور آپ ﷺ کے محبّ اور آپ ﷺ کی زیارت کے طالبین وشائقین لوگ روزانہ صبح نکلتے اور مدینہ سے باہر پہاڑیوں پر چڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور مکہ سے آنے والے راستوں اور راہوں کو تکتے۔ کہ کس وقت آپ ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوں، کس وقت آقا ﷺ کی تشریف آوری ہو اور ہم آپ کی جھلک دیکھ سکیں۔ آپ ﷺ کی زیارت کر سکیں۔ آپؐ سے ملاقات کر سکیں۔ اللہ کے آخری نبی اور رسول کی صحبت کے لمحات حاصل کر سکیں۔ اور شام تک جب حضور نظر نہ آتے تو یہ لوگ مایوس ہو کر واپس چلے جاتے۔ آج کے دن بھی یہ لوگ آئے۔ اور دوپہر تک انتظار کرتے واپس چلے گئے۔ دوپہر کے بعد آپ کا یہ مختصر سا قافلہ جو دو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ جس میں حضور ﷺ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ شامل تھے یہ قافلہ دور سے نمودار ہوا۔ ایک یہودی ٹیلے پر چڑھ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی دور نظر پڑی تو اس نے ٹیلے پر ہی کھڑے ہو کر چیخ کے کہا: **یا اهل قیلة هذا جدکم** مدینے والو! وہ دیکھو تمہارا وفد آ گیا ہے۔ تمہاری چاہت تمہیں نصیب ہو گئی ہے۔ تمہارے نبی آ چکے ہیں۔ لوگ دوڑ کر آئے۔ حضور ﷺ کا دیدار کیا۔ زیارت اور ملاقات کی۔

مسجد قبا کی تعمیر

یہاں قبا میں آپ ﷺ نے بنی عوف بن مالک قبیلہ میں قیام فرمایا، چار دن آپ ﷺ کا قبا میں قیام رہا۔ پیر، منگل، بدھ اور جمعرات۔ یہاں ایک مسجد کی تعمیر کی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا اور یہ وہی مسجد ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآنِ کریم میں کیا ہے۔ اور اس مسجد کے بنانے والوں کی قرآنِ کریم میں اللہ نے تعریف کی ہے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ، فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ. [التوبۃ: ۹/۱۰۸]

میرے حبیب! اس مسجد میں جا کر نماز پڑھا کریں۔ جس کی اساس اور بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر ہے۔ جس کی اساس اور بنیاد رضاء الٰہی کے لئے ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ،

جب سے یہ مسجد بنانے والوں نے یہ مسجد بنائی تو تقویٰ اور اخلاص کے ساتھ بنائی ہے۔ آپ اس مسجد میں قیام کیا کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی آبادی کا راز اور قبولیت کا راز اونچے مینار، پختہ اور خوبصورت عمارتیں اور نقش ونگار نہیں بلکہ اللہ کے ہاں مسجد کی قبولیت کا مدار بنانے والوں کا اخلاص ہے۔ بنانے والوں نے مسجد کس جذبہ اور نیت سے بنائی اور ان کے دلوں میں اخلاص کتنا ہے؟ مسجد کچی ہے لیکن بنانے والوں نے بنایا ہے اللہ کی رضا کے لئے۔ وہ اللہ کی اتنی قبول کہ قیامت کی صبح تک اللہ نے اس کے تذکرے اور چرچے کردیئے۔ مسجد پختہ بنی، بنانے والوں کی نیت خراب، نیت ہے ریا، دکھلاوے، نام کی شہرت اور نیت ہے صرف برادری کی بنیاد پر الگ ہونے کی، نیت ہے تخریب، فساد، سازشوں وغیرہ کی تو اللہ کو یہ عمل قبول نہیں ہوتا۔ اللہ ایسے اعمال رد کر کے منہ پر مار دیتا ہے۔

اسلام کی سب سے پہلی مسجد یہی ہے!

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہنچنے سے پہلے ہی نواحِ مدینہ اور مدینہ کے پڑوس میں سب سے پہلا کام یہی کیا کہ مسجد تعمیر فرمائی۔ اور یہی سنت اللہ ہے اور یہی سنتِ نبوی

ہے۔اوراس میں آبادی کا راز بھی ہے۔حضورؑ نے بھی مدینہ منورہ پہنچ کرسب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر کروائی۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی مکہ میں کعبۃ اللہ تو پہلے سے بنا ہوا تھا۔ یہ پہلی مسجد عام تھی جو اسلام میں تعمیر کی گئی۔ اسلام کی سب سے پہلی بنیاد، سب سے پہلی مسجد اور مدنی زندگی کا آغاز تعمیرِ مسجد سے ہے۔ اور اللہ کی سنت بھی یہی ہے۔ اللہ نے جب اس کائنات، دھرتی اوراس نظامِ بودوباش کو بنایا۔ اس زمین کو بنایا تو سب سے پہلے وہ جگہ بنائی جہاں اب مسجد حرام ہے کعبۃ اللہ ہے۔

محققین لکھتے ہیں اور قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے کہ زمین کی تخلیق سے پہلے یہاں پانی تھا۔ وکان عرشہ علی الماء [ھود:۱۱/۷]... اللہ فرماتے ہیں میرے عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی۔ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ نے سب سے پہلے زمین بنائی۔ تو زمین کا وہ حصہ بنایا جہاں آج کعبہ ہے اور کعبے کو بھی کعبہ اس لئے کہتے ہیں کہ کعبہ کعب سے ہے۔ کعب بمعنیٰ ابھری ہوئی جگہ۔ اس لئے ان ٹخنوں کو کعبین کہتے ہیں۔ یہ بھی ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہیں۔ کعبہ سب سے پہلے کعبے والی زمین بنی۔ اور پھر دنیا کی آبادیوں میں سب سے پہلے تعمیر وہ مسجد حرام ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ. فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ ۚ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ. [ال عمران: ۳/۹۶،۹۷]

سب سے پہلا گھر کعبہ بنا۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اُس کے وہ پاسباں ہمارا

مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

اللہ نے اس دھرتی پر پہلی تعمیر اور عمارت مسجد بنوائی۔ اور اللہ کے نبی نے بھی اپنی ریاست میں، مدینہ طیبہ میں سرزمین مدینہ میں آکر سب سے پہلے اپنا گھر، مکان، دفتر،

بلڈنگ، پلازہ اور عمارت تعمیر نہیں کی بلکہ سب سے پہلے اللہ کا گھر تعمیر کروایا۔اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ اللہ کے گھر کی برکت سے سارے گھر بنتے ہیں۔اور اللہ کے گھر کی آبادی سے سارے گھر آباد ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دنیا قائم ہے، اللہ کے گھر بیت اللہ کے ساتھ۔یہ تمام مساجد بیت اللہ کی بیٹیاں ہیں اور بیت اللہ مرکز ہے۔ہر مسجد کا رخ بیت اللہ کی طرف ہے۔ہر مسجد کی ادا بیت اللہ والی، ہر مسجد کا طرز بیت اللہ والا، ہر مسجد کے معمولات بیت اللہ والے۔ہر مسجد میں نماز بیت اللہ والی تو بیت اللہ مرکز ہے۔بیت اللہ بنیاد ہے۔مسجد حرام تمام مسجدوں کی سردار ہے۔اس لئے عام مسجد میں اگر نماز پڑھو اس سے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ، جامع مسجد سے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ اور مسجد نبوی سے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

قربِ قیامت میں بیت اللہ کی شہادت

دنیا اس مسجد کے ساتھ قائم ہے اور جب یہ مسجد گر جائے گی اور کعبہ شہید ہو جائے گا تو دنیا فنا ہو جائے گی۔قیامت آجائے گی۔اور میں اپنا قیاس نہیں بلکہ نص پیش کر رہا ہوں۔حضور ﷺ کی حدیث ہے، آپ ارشاد فرماتے ہیں: قربِ قیامت ایک حبشی بادشاہ کالے رنگ کا بادشاہ، سیاہ فام بادشاہ کعبۃ اللہ پر حملہ کرے گا۔(اللہ اس وقت سے محفوظ فرمائے آمین) وہ تاریک دور ہوگا کہ جب بیت اللہ پر حملہ ہوگا۔اور وہ حملہ کر کے یقلعها حجرًا حجرًا وہ اس کا ایک ایک پتھر الگ کر دے گا۔اتنا ظلم ڈھائے گا کہ بیت اللہ کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔پتھر الگ الگ ہو جائیں گے اور دنیا ختم ہو جائے گی۔قیامت آجائے گی۔تو دنیا کی آبادی کا راز یاد رکھو! مساجد کی آبادی سے ہے۔ان مسجدوں کو آباد رکھو تمہارے گھر آباد رہیں گے۔ان مسجدوں کو آباد رکھو تمہاری دکانیں، بازار آباد ہونگے۔وطن اور ملک آباد رہے گا۔اور جب مسجدیں ویران ہوں گی اس کی نحوست سب پر آنی ہے۔اس لئے آپ ﷺ کی سنت بن گئی، آپ ﷺ نئی آبادی میں تشریف لائے، مسجد نہیں تھی تو سب سے پہلے مسجد بنوائی۔مسجد کی تعمیر کی، چار روز تک یہاں قیام رہا۔

قبا میں حضور ﷺ کے اقرباء کی آمد

کلثوم ابن ہدف نامی ایک شخص کی سعادت میں آپ ﷺ کی مہمانی آئی۔ یا سعد ابن خثیمہ سیرت میں یہ دو نام آتے ہیں۔ ان کے مقدر میں آپ ﷺ کی مہمانی آئی اور انہوں نے آپ ﷺ کی میزبانی کی۔ آپ ﷺ ابھی یہیں تھے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر کے قبا آگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں اور ایک زوجہ محترمہ سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ فاطمۃ الزہراء، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن وہ بھی ہجرت کر کے قبا آگئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ابھی ابو العاص کے نکاح میں تھیں۔ ابو العاص ابھی مسلمان نہیں ہوئے اور انہوں نے آنے بھی نہیں دیا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت عثمان تو ہجرت کر کے پہلے ہی آچکے تھے۔

نبی ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ میں مماثلت

یہاں لوگ آتے آپ ﷺ کی زیارت کے لئے۔ لیکن جب زیارت کے لئے آتے تو پتہ نہ چلتا کہ نبی کون ہے، صدیق کون ہے؟......

آقا کون ہے اور غلام کون ہے؟......

صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ میں اتنی مماثلت تھی کہ جو اوصاف حضور ﷺ کے ہیں وہی اوصاف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں نبوت کا تاج ہے اور وہاں نبوت کا تاج نہیں۔ اس لئے آنے والے کو مغالطہ ہو جاتا کہ حضور ﷺ کون ہیں اور صدیق کون ہیں؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ادراک کیا، محسوس کیا کہ لوگوں کو اشتباہ ہو رہا ہے تو خادم، غلام اور نوکر ہونے کا حق ادا کیا۔ کھڑے ہو گئے، اپنی چادر اللہ کے نبی ﷺ پر پھیلا کر آپ ﷺ کے اوپر سایہ کر دیا۔ آنے والوں کو پتہ چل گیا کہ خادم یہ ہے اور مخدوم یہ ہیں۔ غلام یہ ہے اور آقا یہ ہیں۔ امتی یہ ہے اور نبی یہ ہیں۔

آپ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری اور استقبال

چار دن قبا میں قیام رہا۔ یہاں سے آپ ﷺ جمعہ کے دن مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بنی نجار کا قبیلہ آپ ﷺ کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بنی نجار میں سے تھیں۔

اور یہ لوگ آپ ﷺ کے ماموں تھے۔ حضرت عبداللہ کی شادی مدینہ میں ہوئی تھی آپ ﷺ نے انہیں پہلے پیغام بھیج دیا تھا کہ میں آ رہا ہوں۔ حضور ﷺ کے پیغام پر بنی نجار کے مرد تلواریں لٹکائے وہ بھی آپ ﷺ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں بنی سالم بن عوف کا محلہ تھا۔ یہاں جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے زندگی کی پہلی نماز جمعہ یہاں ادا فرمائی۔ اور تاریخ تھی ۱۲ ربیع الاول کی، تو اسلام کا پہلا جمعہ وہ ۱۲ ربیع الاول میں پڑھا گیا۔ اللہ کے نبیؐ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ خطبہ پڑھ کر حضورؐ کے حلم، صبر، حوصلہ، عفو درگزر کا کمال معلوم ہوتا ہے۔

مدینہ میں پہلا خطبۂ جمعہ

تیرہ سالہ مظلومانہ، مقہورانہ زندگی مشدد کی زندگی، تیرہ سالہ بربریت کی زندگی گزار کر اللہ کے نبی ﷺ مدینہ پہنچے ہیں۔ پہلا خطبہ، پہلی تقریر اور پہلا خطاب ارشاد فرمایا ہے لیکن مسلمانو! اس نبی کا حلم اور حوصلہ، صبر، جمال، کمال، نوال، عطا، رحم شفقت اور اس کی رحمت دیکھو کہ اس خطبہ میں اللہ کے نبی الرحمت اپنی سلطنت اور ریاست میں پہنچے ہیں ایک جملہ جملہ تو درکنار ایک کلمہ کی شکایت نہیں ہے۔ مشرکین مکہ کے ظلم کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے اتنے حوصلے کا ثبوت دیا، صبر کے پہاڑ بن گئے کہ اس تیرہ سالہ زندگی کے ایک لمحے کو بیان تک نہیں کیا۔ بلکہ اپنا پروگرام پیش کیا۔ ماضی کی بات نہیں کی بلکہ اپنا پروگرام اور اپنا مستقبل پیش کیا۔ انتقام کی بات نہیں کی بلکہ اپنا مشن پیش کیا۔ غصے کی بات نہیں کی اللہ کے احکام سنائے۔

آپ خود تصور کریں آپ کے لیڈر اس ملک میں رہتے ہوئے دنیا کا ذلیل ترین منصب ملتا ہے۔ دنیا بھی ذلیل ہے اور اس کے منصب بھی ذلیل ہیں۔ الیکشن جیتتے ہیں اور پھر جو بیان بازیاں کرتے ہیں اس میں 80 فیصد باتیں ہوتی ہیں پچھلے دور کے متعلق یہ ہوا تھا اب نہیں ہوگا۔ اب کرپشن نہیں ہوگی یعنی پہلے سے بڑھ کر ہوگی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اب کرپشن نہیں ہوگی تو معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ پہلے سب بڑھ کر ہوگی۔ مہنگائی نہیں ہوگی اس کا معنیٰ ہوتا ہے کہ اب چار گنا ہوگی۔ یہ حکومت نے یہی کہا اور کیا بھی یہی جواب دیکھ رہے ہیں۔ اب تو کرپشن، بدعنوانی اور خیانت کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔

آپؐ نے تعمیر کی بات کی، تخریب کی نہیں

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے اس پہلے خطبے میں مکہ کے ظلم کی بات نہیں کی ستم کی بات

نہیں کی۔ابوجہل ملعون کا نام نہیں لیا۔ابولہب کے پتھر مارنے کا ذکر نہیں کیا۔سمیہ کے ٹکڑے کیے ہوئی لاش کا تذکرہ نہیں کیا۔اللہ کے نبی ﷺ نے خبیب رضی اللہ عنہ کے ابلتے ہوئے تیل میں جلنے کا ذکر نہیں کیا۔بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے مکہ میں گھسیٹے جانے کا ذکر نہیں کیا۔اپنے اوپر گرنے والی اوجھڑی کا ذکر نہیں کیا۔طائف کے پتھروں کا ذکر نہیں کیا۔اپنے لہولہان جلد اور جسم کا ذکر نہیں کیا۔راستے اور سفر کی مشکلات کا ذکر نہیں کیا۔غار ثور کی روپوشی کا ذکر نہیں کیا۔زخمی ہونے والے پاؤں نہیں دکھائے بلکہ بات صرف تقویٰ،عدل،انسانی مساوات،اخوت،بھائی چارے کی بات کی ہے گویا کہ سبق دیا ہے کہ مشکل سے آسانی سے ملے ظلم سے باہر نکلو تو پھر انتقام کی باتیں نہ کیا کرو۔ماضی کے قصے نہ چھیڑا کرو۔اپنی منزل کی طرف چلا کرو۔اپنا پروگرام تلاش کیا کرو۔اور اپنے کام کی طرف توجہ کیا کرو جو قومیں ماضی کے افسانوں میں کھو جاتی ہیں وہ ترقی نہیں کیا کرتیں۔جو مستقبل پر نظر رکھتی ہیں ترقی ان کی ہوتی ہے۔آقا ﷺ نے تخریب کی نہیں تعمیر کی بات کی ہے۔

بنی نجار کی بچیوں کا استقبالی گیت

خطبہ ارشاد فرمایا جمعہ کے بعد مدینہ کی طرف چل پڑے۔بنی نجار کی بچیاں وہ بھی خوشی سے جھوم رہی تھیں۔اور وجد میں آ کے پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

جنوب کے پتھروں سے ہم پر چاند طلوع کر گیا۔

وجب الشکر علینا ما دعا لِلّٰہ داع

اللہ کی طرف سے ہمیں داعی مل گیا اس پر ہمارے ذمے اللہ کا شکر ادا کرنا لازم ہو گیا۔

ایها المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اللہ نے انہیں نبی بنا کر بھیجا وہ حکم کریں گے ہم تعمیل کریں گے۔وہ اشارہ کریں گے ہم جانیں قربان کریں گے۔وہ اشارہ کریں گے ہم مال نچھاور کریں گے ہر حکم کی تعمیل ہمارے ذمے ہو گئی۔یہ ان بچیوں کی خوشی تھی۔حضور ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہیں۔بنی نجار کے مرد بھی آپ کے ساتھ ہیں ہر ایک کے دل کی خواہش یہ ہے کہ آقا ﷺ کا قیام میرے گھر ہو۔اور حضور ﷺ کے اخلاق یہ ہیں کہ آپ کسی کا دل دُکھانا نہیں چاہتے کسی کو کسی پر ترجیح دیں اور دل دکھائیں یہ آپ ﷺ کا اخلاق نہیں۔فرمایا میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔

ابوایوب انصاریؓ میزبانِ رسولؐ

دعوھا فانّھا مامورۃ من اللّٰہ......

یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں اسے اللہ حکم دیں گے یہ وہیں ٹھہر جائے گی اور وہیں میرا قیام ہوگا۔ وہی شخص میرا میزبان ہوگا جس کے گھر کے سامنے اونٹنی ٹھہر جائے گی۔ اونٹنی چل رہی ہے لوگ ساتھ ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ اونٹنی پر جلوہ افروز ہیں۔ اونٹنی جا کر بیٹھی اس جگہ جہاں آج مسجد نبوی ہے اور حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ پھر اٹھی اور آگے چل پڑی۔ پھر واپس آئی اور اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ آقا ﷺ نیچے اترے ہیں پوچھا سامنے والا مکان کس کا ہے؟ ابوایوب انصاری کہنے لگے ھـا انـا حضرت! یہ تو میرا مکان ہے۔ ھـذا بابی یہ میرا دروازہ ہے۔ چلیے تشریف لے چلیے۔ حضور ﷺ نے یہ سعادت ان کو بخش دی، فرمایا سامان اتارو، کجاوہ اٹھایا سامان اتارا گھر لے گئے۔ فرمایا میرے قیلولے کا انتظام کرو۔ انتظام کیا۔ گھر کے دو حصے تھے ایک بالائی منزل تھی اور ایک نیچے کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نیچے رہوں گا۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی اور ادب تھا کہ آقا ﷺ اوپر رہیں۔ درخواست کی حضرت! آپ اوپر رہیں۔ فرمایا نہیں میں نیچے رہوں گا اور آپ ﷺ نے مدینہ میں ڈیرے لگا لئے۔

مہاجرینؓ پر آب وہوا کے منفی اثرات

چند ہی دن گزرے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا۔ بلال رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا اور یاد رکھو اس شہر کا نام یثرب تھا۔ اور اس میں بخار کی وبا تھی۔ یثرب بخار میں مشہور تھا۔ لوگ باہر سے آتے یہاں بیمار ہو جاتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و بلال رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں چھوٹی بچی تھی میں نے دیکھا کہ ابو بخار میں تڑپ رہے ہیں اور شعر پڑھ رہے ہیں۔

کـل امـرئ مـصـبـح فـی اھـلـہ
والـمـوت ادنـی مـن شـراک نعلہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بخار میں ہیں کچھ افاقہ ہوتا ہے تو مکہ کو یاد کر کے روتے ہیں اور شعر پڑھ رہے ہیں۔

الا لیت شعری ھل أبیتن لیلۃً
بوادٍ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اردن یوماً میاہ مجنۃٍ
وھل یبدون لی شامۃٌ وطفیلُ

الا لیت شعری ...... اے کاش میں ایک رات گزارلوں ایسی وادی میں۔ میرے پڑوس میں مکہ کا اذخر گھاس ہو، میری نظر مکہ کے پہاڑوں پر پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضورؐ کے پاس آئی اور یہ ساری بات بتادی کہ بلال ﷺ اور ابوبکر ﷺ کو بخار ہے اور یہ یہ کہہ رہے ہیں۔ گویا ان کو مکہ یاد آرہا ہے تو آقا ﷺ نے ہاتھ بلند کردیئے۔

حضور ﷺ کی مدینہ کے لئے خصوصی دعا

فرمایا:

اللّٰھم حبب إلینا المدینۃ کحب مکہ......

یااللہ جتنا تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دی تھی اس کی دگنی محبت مدینہ کی ڈال دے اور مدینہ کی فضا کو صحت افزاء بنادے۔ یا اللہ مدینے کے بخار کو مدینے سے نکال کر جحفہ میں پہنچادے۔ یہ ایک جگہ کا نام تھا۔

اللھم بارک لنا فی مدنا وصاعنا......

یا اللہ ہمارے مدینہ کے پیمانوں میں برکت دے دے۔ مد اور صاع میں برکت دے۔ بس پیغمبر ﷺ کے ہاتھ اٹھانے تھے کہ صحابہؓ کے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی رچ گئی۔ اللہ کے نبی کے دل میں بیٹھ گئی۔ حضور ﷺ کے دل میں اتنی بیٹھی اور آپ ﷺ نے مدینہ میں ایسے ڈیرے لگائے کہ کل قیامت میں آقا ﷺ مدینہ سے ہی اٹھیں گے۔ اور مدینہ کی سرزمین کو جنت میں لے جا کر جنت کا حصہ بنا کر پھر مدینہ میں رہیں گے۔ اور مدینہ میں اللہ نے صحت بھی دے دی۔ پہلے دن ہی اس شہر کا نام یثرب ختم ہوا اور مدینۃ الرسول بن گیا۔

......☆......

اولیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم، اما بعد. قال اللہ تعالٰی:
وسیجنّبھا الاتقٰی. الذی یؤتی مالہٗ یتزکّٰی. صدق اللہ العظیم.

محترم بھائیو اور دوستو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہِ راست زیارت ایک بہت بڑا شرف اور فضیلت کی بات ہے، اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں ۴۳ سال تک پیغمبر ﷺ کا چہرہ دیکھتے رہے اور کوئی شخص عرب میں ایسا نہیں جس نے اس تسلسل کے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ دیکھا ہو۔

حضور ﷺ نے جس دن اعلان نبوت فرمایا تو کچھ عرصہ کے بعد آیت نازل ہوئی...... **وانذر عشیرتک الاقربین**...... جس وقت آپ پر وحی آئی، اس وقت تک یہ اعلان نہیں آیا تھا، لوگوں کے پاس جا کر پیغام پہنچائیں، تین سال فترتِ وحی کا زمانہ رہا، تین سال کے بعد یہ آیت اتری...... **وانذر عشیرتک الاقربین**...... کہ اپنے رشتہ داروں کو بلاؤ اور بلا کر ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا دین پہنچاؤ، یہ اعلان ہوا۔

حضور ﷺ نے پہاڑ پر رشتہ دار بلائے اور آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ حضور ﷺ نے سارے رشتہ داروں قریشیوں کو بلا کر کہا...... **ھل وجدتمونی صادقا او کاذبا**...... تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا پایا؟ **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ**...... چالیس سال میں نے تمہارے اندر گزارے تم نے مجھے کیسے پایا، تو بیک زبان سب نے کہا...... **ماوجدناک الا صدقا**...... اے پیغمبر ﷺ تیری رائے سے اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن

تیری صداقت والی چادر پر کوئی داغ نہیں ہوسکتا یہ سارے مخالفین کہہ رہے ہیں۔

اس پہاڑ کے اوپر ابوبکر صدیقؓ نہیں تھے، جب پہاڑ پر رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کو بلایا، تو صدیق اکبرؓ وہاں موجود نہیں تھے۔ حضرت علیؓ کی عمر ویسے ہی چھ سال تھی اور بعض روایتوں میں ہے کہ نو سال تھی، تو چھ یا نو سال کے لڑکے کی وہ بات نہیں ہوتی جو بڑے آدمی کی ہوتی ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ پر جب لوگوں کو بلایا تو انہوں نے پتھر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر مارے، نبی ﷺ کا چہرہ لہولہان ہوگیا، پیغمبر ﷺ پریشان ہوکر گھر چلے گئے، یہ واقعہ صبح دس گیارہ بجے کا ہوگا۔

ظہر کی نماز کے بعد خانہ کعبہ میں کچھ لوگ جمع تھے۔ کپڑے کے تاجر جمع ہیں۔ ان میں ابوجہل بھی تھا یہ پہاڑ کے اوپر نبی ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ یہ سارے لوگ خانہ کعبہ میں موجود ہیں اس وقت ابوبکرؓ یہاں موجود ہیں۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ شام سے تجارت کے قافلے آکر گزرتے ہیں۔ ان کی حفاظت کا انتظام کیا جائے، یہ بحث ہو رہی تھی تو اس بحث کے دوران حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام ان میں کھڑے ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ کپڑے کی بات بعد میں کریں گے۔ ایک آپ کو نئی بات بتاؤں، ابوجہل نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ یہ جو میری پھوپھی کا شوہر، جس کا نام محمد ﷺ ہے انہوں نے کہا ہے کہ میں نبی ﷺ ہوں، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں۔ ابوجہل نے کہا کہ صبح فاران پر اس نے یہی کہا تھا کہ میں نبی ﷺ ہوں۔ ہم نے تو نہیں مانا...... تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے یہ بات حکیم بن حزام سے سنی، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے سے سنی، حضور ﷺ کی زبان سے نہیں سنی، ابوبکرؓ تھوڑی دیر کے بعد اس محفل سے نکلے اور سیدھے رسول اللہ ﷺ کے گھر پہنچے اور جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اور حضور ﷺ باہر نکلے اور حضور ﷺ کا چہرہ زخمی تھا۔ حضور ﷺ سے پوچھا کہ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کیا بات ہے؟ سنا ہے کہ آپ نبی ﷺ ہوگئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نبی ﷺ ہوگیا ہوں۔ صدیق اکبرؓ نے کہا کہ ہاتھ آگے کرو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔

میرے بھائیو! ابھی تک پورے عرب میں کسی شخص نے نبی ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ میرا پیغمبر ﷺ زخمی چہرے کے ساتھ پتھر کھا کر اپنے چہرے سے خون کے قطرے بہا کر بیٹھا ہے اور ابوبکرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور یہ نہیں پوچھا! کس طرح نبی بنے...... کس کے نبی بنے...... فرشتہ کب آیا...... کون سی بات ہوئی...... نہیں، فرمایا! آپ نبی ﷺ بن گئے ہیں؟ جی میں بن گیا ہوں، ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں کلمہ پڑھوں، تو حضور ﷺ نے ہاتھ آگے کیا۔ صدیقؓ نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا...... اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ...... یہ پہلا کلمہ پڑھنے والا صدیق اکبر تھا کہ جب میرا پیغمبر ﷺ خون آلود چہرے کو صاف کرتا ہے۔ خون آلود کپڑوں کو صاف کرتا ہے اور ابوبکر پہلا انسان ہے جو کافر سے نبی ﷺ کی نبوت کی بات سن کر نبی ﷺ پر جا کر ایمان لے آیا اور یہ بات نبی ﷺ نے نہیں کی ہے، بلکہ کافر نے کی ہے اور ابوبکرؓ نے کافر کی وہ بات بھی مان لی۔

میرے بھائیو! کلمہ صدیق اکبرؓ نے پیغمبر ﷺ کا ایسے پڑھا اور کلمہ پڑھنے کے بعد ابوبکر صدیقؓ اذیتوں کے اندر مبتلا کر دیئے گئے، آپ کو نہیں معلوم یہ واقعہ بھی ابن ہشام نے لکھا ہے کہ صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کے ساتھ خانہ کعبہ میں تھے، جب حضور علیہ السلام نے خانہ کعبہ میں سب سے پہلے اعلان نبوت فرمایا تو حضور ﷺ کو کافروں نے پتھر مارے، پیغمبر ﷺ زخمی ہو گئے، صدیق اکبرؓ نبی ﷺ کے اوپر لیٹ گئے اور ابوبکرؓ مار کھاتے رہے۔ ابوبکر کو اتنا مارا، علماء کہتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے منہ پر ناک پر، جوتے مارے گئے، پتھر مارے گئے، سلاخیں ماری گئیں، ابوبکر صدیقؓ کے ناک سے لہو بہنے لگا، منہ سے لہو بہنے لگا، حضور ﷺ کو صحابہؓ نے نیچے سے نکال لیا، ابوبکرؓ کو وہ لوگ مارتے رہے۔ حضور ﷺ دار ارقم میں پہنچ گئے اور ابوبکرؓ بے ہوش ہیں بے ہوشی کی حالت میں صدیق اکبرؓ کے رشتہ دار نہیں بنی تیم قبیلے کے افراد نے اٹھایا اور انہیں گھر لے گئے۔ ابوبکرؓ بے ہوش ہیں۔ تمام تاریخوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ صدیق اکبرؓ رات گئے تک بے ہوش رہے اور جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہوش آیا حضرت ابوبکرؓ کی والدہ سلمیٰ بنت صخر، ام الخیر دودھ کا ایک پیالہ لے کر ابوبکرؓ کے سرہانے

کھڑی ہے ایک برتن میں شہد ہے اور ابوبکر کو جب ہوش آیا آنکھ کھلی تو آنکھ کھولتے ہی صدیق اکبرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟

ابوبکر صدیق ؓ کی والدہ رو پڑیں اور کہا کہ اسی حالت میں تو مر جائے گا۔ تیرا جسم خون آلود ہے۔ تیرے چہرے سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں اور تیرے جسم پر زخموں کے نشانات پڑے ہوئے ہیں، اور تمہیں اب بھی محمد کی پڑی ہوئی ہے کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ہمارے گھر کے پاس یہاں ایک عورت رہتی ہے جس کا نام ام جمیل ہے جاؤ اسے جا کر پوچھو کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ تو ام جمیل کے پاس ابوبکر کی والدہ گئیں اور پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ حضور ﷺ کہاں ہیں، تو ام جمیل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آ گئیں اور آ کر کہا کہ ابوبکرؓ تیری والدہ کہتی ہے کہ حضور ﷺ کا پتہ بتاؤ، اگر تیری اجازت ہو تو بتا دوں؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ بتاؤ، تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں ہیں۔

اب آپ دیکھیں کہ رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ نے ایک ہاتھ اپنی ماں کے کندھے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ ام جمیل کے کندھے پر رکھا۔ چہرے سے لہو بہہ رہا تھا۔ جسم سارا زخمی تھا۔ دودھ نہیں پیا۔ شہد نہیں پیا، جب تک رسول اللہ ﷺ کی خبر نہ پہنچے۔ اس وقت تک حضرت ابوبکرؓ کے حلق میں کوئی قطرہ نہیں جائے گا۔ اسی حالت میں پتھروں پر چلتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ دار ارقم میں پہنچے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ دروازہ کھولا گیا، رات کا وقت تھا اور چراغ جل رہا تھا۔ صدیق اکبرؓ کے زخمی چہرے کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، حضور ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کے ماتھے پر بوسہ دیا اور فرمایا ابوبکرؓ تیرا چہرہ زخمی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ تجھے میری وجہ سے بڑی تکلیف پہنچی، صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے پیغمبر ﷺ! آپ کا چہرہ دیکھا، آپ کے چہرے کو دیکھ کر صدیقؓ کے سارے دکھ دور ہو گئے۔ عشق و محبت کی یہ وہ منزل ہے جو صدیق اکبرؓ کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ایک عاشق زار کی کہانی ہے۔ عشق و محبت کا یہ وہ مقام ہے جس کا ذکر میں نے شروع میں کیا۔ علامہ اقبالؒ نے کہا!

صدیقؓ یار و یاور محبوب کردگار

صدیقؓ سے ہی رسم محبت ہے استوار
صدیقؓ جب تلک کسی دل میں نہ آئیں گے
اس دل میں نہ آئیں گے نبوت کے تاجدار

یہ سب کچھ پیغمبر کے ایک عاشق زار صحابیؓ کی عظمت اور آپ کے کردار اور آپ کی بلندی کا نشان ہے، جو عشق و محبت ابو بکرؓ نے امت کو دیا۔

قرآن کریم کی نو آیات ایسی ہیں کہ جو صدیق اکبرؓ کی شان میں اتری ہیں۔

میں نے جو آیت پڑھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... وسیجنبھا الاتقیٰ...... الاتقیٰ کا معنیٰ کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو، عنقریب آگ کو اس سے دور کر دیا جائے گا، جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اس اتقی سے مراد صدیق اکبرؓ ہے تمام مفسرین کہتے ہیں، کیوں؟

اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ۱۸ غلام آزاد کرائے تھے، جن میں حضرت بلالؓ بھی تھے، عامر بن فہیرہؓ بھی تھے، ابو فکیہہؓ بھی تھے، ستاسی ہزار درہم ان پر خرچ کیا تھا۔ آٹھ آٹھ ہزار اور چار چار ہزار درہم دے کر ان پر مال لٹا دیا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کے والد ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ باپ کو ابھی تک لذت ایمان کا پتہ نہیں تھا۔ باپ یہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ پیسہ اپنی ذات کی تشہیر کے لئے لٹایا جا رہا ہے۔

صدیق اکبرؓ کے والد نے بھی محفل میں آ کر کہہ دیا کہ ابو بکرؓ تجھے کیا ہوا۔ اگر تو چوہدری بننا چاہتا ہے تو کسی بڑے چوہدری پر پیسہ لٹاتا نعوذ باللہ تو ان کمیوں پر پیسہ لٹاتا ہے۔

بلالؓ پر پیسہ کیوں لٹایا...... ابو فکیہہؓ پر کیوں لٹایا...... یہ تو غریب اور کمی لوگ ہیں۔ یہ تیرے کیا کام آئیں گے۔ اگر تو دولت لٹانا ہی چاہتا تھا، تو کسی چوہدری پر پیسہ لٹاتا، یعنی ان کے ذہن میں یہ تھا۔ ابو بکر کا پیسہ لٹانا یہ یہ کسی دنیوی غرض کے لئے ہے۔ دنیوی خواہشات کی وجہ سے ہے تو صدیق اکبرؓ کی نیت پر باپ نے شبہ کیا۔ باپ کو پتہ نہیں، ابھی کلمہ نہیں پڑھا، لذت ایمان کا پتہ نہیں اور جو بات والد مکرم کو سمجھ نہیں آئی اس نے کہہ ڈالی اور والد کو حق پہنچتا تھا کہ بیٹے پر تنقید کرے، باپ کا بیٹے پر تنقید کرنا کوئی عیب نہیں تھا، باپ نے ایک بات کو غلط سمجھا تو سر عام کہہ دیا، لیکن بات اور تھی۔

صدیق اکبرؓ نے جب بات سنی کہ باپ یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی چوہدراہٹ کے لئے پیسہ لٹاتا ہوں، ابوبکرؓ رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور سارا واقعہ نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا۔ قریب تھا کہ پیغمبر ﷺ جواب دیتے، لیکن نبی نہیں بولے، اللہ کا قرآن بولا، عرش معلی سے جبرائیل آیا اور یہ آیت لے کر آیا...... وسیجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزكى ...... کہ جس نے اللہ کے راستے میں یہ پیسہ لٹایا ہے، غلام آزاد کرنے کے لئے...... الذی یوتی ماله يتزكى وما لِاَحَدٍ عندهٗ من نعمةٍ تجزى الاابتغاء وجه ربه الاعلى... میں خدا عرش پر اعلان کرتا ہوں کہ ابوبکرؓ نے جتنا پیسہ نبی پر لٹایا۔ اپنی ذات کے لئے نہیں لٹایا، بلکہ خدا کو خوش کرنے کے لئے لٹایا ہے۔

میرے بھائیو! حضرت صدیق اکبرؓ روضہ اقدس میں آرام فرما ہیں اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا یہ عظمت عطا فرمائی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ صدیقؓ آج تک نبی ﷺ کے ساتھ سویا ہوا ہے۔ یہ بھی عظمت ہے، صدیقؓ نے ۴۳ سال نبی کا چہرہ دیکھا، یہ بھی عظمت ہے، علیؓ نے ۲۷ سال نبی ﷺ کو دیکھا، صدیقؓ نے ۴۳ سال نبی ﷺ کو دیکھا یہ عظمت ہے، اس کا کوئی انکار نہیں۔

لیکن میرے بھائیو! بتاؤ نمازیں اور بھی دنیا پڑھتی ہے، روزہ اور بھی لوگ رکھتے ہیں، حج اور بھی دنیا کرتی ہے، صحبت اور بھی لوگوں کو نبی ﷺ کی ملی ہے، لیکن صدیقؓ کا مقام اتنا اونچا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو وہ خلق عطا فرمائی، وہ شان عطا فرمائی، وہ مرتبہ عطا فرمایا، وہ عظمت عطا فرمائی کہ جو پوری دنیا میں کسی کو نہیں ملی۔

حضور ﷺ کی عمر ۶۳ سال ہے...... صدیقؓ کی عمر بھی ۶۳ سال

حضور ﷺ کی وفات سوموار کے دن...... صدیقؓ کی وفات بھی سوموار کے دن

حضور ﷺ کو وفات سے پندرہ دن پہلے بخار آیا...... صدیقؓ کو بھی وفات سے پندرہ دن پہلے بخار آیا

حضور ﷺ کے پہلے سر میں درد ہوا...... صدیقؓ کے بھی پہلے سر میں درد ہوا

حضور ﷺ کو وفات سے دو سال پہلے زہر دیا گیا...... صدیقؓ کو بھی وفات سے دو

سال پہلے زہر دیا گیا

حضور ﷺ کو زہر یہودیوں نے دیا...... صدیقؓ کو بھی زہر یہودیوں نے دیا

حضور ﷺ کو زہر ایک لڑکی نے دیا...... صدیقؓ کو بھی زہر ایک لڑکی نے دیا

حضور ﷺ کو زہر کھانے میں دیا گیا...... صدیقؓ کو بھی زہر کھانے میں دیا گیا

حضور ﷺ کو زہر گوشت میں دیا گیا...... صدیقؓ کو بھی زہر گوشت میں دیا گیا

حضور ﷺ کے ساتھ کھانے میں ایک صحابی شریک تھا...... صدیقؓ کے ساتھ بھی کھانے میں ایک صحابی شریک تھا

جو حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھا وہ زہر کی وجہ سے شہید ہو گیا، حضور ﷺ کو خدا نے بچا لیا...... صدیقؓ کے ساتھ جو صحابی شریک تھا وہ زہر کی وجہ سے شہید ہو گیا صدیقؓ کو خدا نے بچا لیا

اس عظمت کو دیکھو...... حضور ﷺ کی پہلی جنگ، جنگ بدر ہے۔ جنگ بدر میں چودہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے...... صدیق کی پہلی جنگ، جنگ ذوالقریہ ہے، جن ذوالقریہ میں بھی چودہ صحابہ شہید ہوئے

حضور ﷺ کے دو داماد عشرہ مبشرہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ...... صدیقؓ کے بھی دو داماد عشرہ مبشرہ میں، حضرت زبیرؓ اور ایک خود حضور ﷺ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں

حضور ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ نے چکی پیسی...... صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ نے بھی چکی پیسی

حضور ﷺ کی بیٹی زینبؓ کو دھکا دیا گیا...... صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ کو بھی دھکا دیا گیا

حضور ﷺ کے نواسے حسینؓ کو شہید کیا گیا...... صدیقؓ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی شہید کیا گیا

حضور ﷺ کے نواسے کا سر کاٹا گیا...... صدیقؓ کے نواسے کا بھی سر کاٹا گیا

حضور ﷺ کے نواسے کو خلافت کے مسئلے پر شہید کیا گیا...... صدیقؓ کے نواسے کو بھی خلافت کے مسئلے پر شہید کیا گیا

حضور ﷺ کے نواسے کو ظلما شہید کیا گیا...... صدیقؓ کے نواسے کو بھی ظلما شہید کیا گیا

حضور ﷺ کی وفات مدینہ میں ہوئی...... صدیقؓ کی وفات بھی مدینہ میں ہوئی

حضور ﷺ نے وفات سے پہلے مسواک مانگی......صدیقؓ نے بھی وفات سے پہلے مسواک مانگی

حضور ﷺ کی مسواک کو بھی عائشہؓ نے چبایا......صدیقؓ کی مسواک کو بھی عائشہؓ نے چبایا

حضور ﷺ نے آخری الفاظ فرمائے......الصلوۃ الصلوۃ......صدیقؓ نے بھی آخری الفاظ فرمائے......الصلوۃ الصلوۃ......

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا......اللھم فی الرفیق الاعلی......صدیقؓ نے بھی فرمایا......اللھم فی الرفیق الاعلی......

وفات کے بعد جس چارپائی پر حضور ﷺ کا جنازہ آیا......اور وفات کے بعد اسی چارپائی پر صدیقؓ کا جنازہ آیا

جو چادر حضور ﷺ کے چہرے پر ڈالی گئی......وہی چادر صدیقؓ کے چہرے پر ڈالی گئی

جس حجرے میں حضور ﷺ کی قبر بنی......اسی حجرے میں صدیقؓ کی قبر بنی

اور قیامت کے دن......جس دن نبی ﷺ اٹھیں گے......اسی دن صدیقؓ اٹھیں گے

جس طرف نبی ﷺ جائیں گے......اسی طرف صدیقؓ جائیں گے

نبی ﷺ حوض کوثر پر جائیں گے......صدیقؓ بھی حوض کوثر پر جائیں گے

وہ مقام، وہ مرتبہ جو اللہ تعالیٰ نے جانشین رسول، خلیفہ رسول، خلیفہ اوّل صدیق اکبرؓ کو عطا فرمایا، وہ امت میں کسی اور کو عطا نہیں کیا۔

اور یاد رکھئے کہ خلافت جو ہے وہ رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں ملتی بلکہ خلافت ملتی ہے صحبت پیغمبر ﷺ سے کہ نبی ﷺ کی صحبت کسی نے کتنی اٹھائی، اس سے خلافت ملتی ہے۔ اگر خلافت ملتی، رشتہ داری کی بنیاد پر تو پھر بھی حضرت علیؓ کا حق نہیں تھا کہ حضرت عباسؓ کا حق تھا حضرت عباس حضور ﷺ کے حقیقی چچا تھے تو چچا کا خلیفہ ہونا چچا کے لڑکے سے زیادہ بہتر ہے کہ حضرت علیؓ تو چچا کے لڑکے تھے اور حضرت عباس خود چچا تھے اور اگر رشتہ داری کی بنیاد پر خلافت ملتی تو خلافت حضرت عباسؓ کا حق تھا۔

اور اگر خلافت ملتی داماد ہونے کی وجہ سے تو حق عثمان غنیؓ کا تھا۔ ان کے گھر میں نبی ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں، یکے بعد دیگرے۔ تو حق حضرت عثمان غنیؓ کا تھا اور اگر آپ جنرل

ریلیشن، عمومی رشتہ داری کی بنیاد پر بات کریں گے۔

عمومی رشتہ داری کی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اس میں بھی آپ دیکھیں کہ صدیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ کی دونوں کی نبی ﷺ کے ساتھ کیا رشتہ داری ہے کہ صدیق اکبرؓ نے نبی ﷺ کو بیٹی دی ہے عائشہؓ......اور علیؓ نے نبی ﷺ سے بیٹی لی ہے فاطمہؓ، تو جو بیٹی لیتا ہے وہ داماد ہوتا ہے اور جو بیٹی دیتا ہے وہ سسر ہوتا ہے تو آپ دیکھیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو جتنا بھی بڑھاؤ گے وہ حضور ﷺ کے داماد ہونے کی وجہ سے بیٹے کی جگہ پر ہے اور صدیق اکبرؓ کو جتنا بھی گھٹاؤ گے اور صدیقؓ سسر ہے اور سسر باپ کی جگہ پر ہوتا ہے اور اس رشتہ کی وجہ سے صدیق اکبرؓ نبی ﷺ کے باپ کی جگہ پر ہے اور علی المرتضیٰؓ نبی ﷺ کے بیٹے کی جگہ پر ہے تو اب آپ دیکھیں کہ مرتبہ کس کا زیادہ ہوگا؟

اور یہ بھی بات یاد رکھیں کہ اس پر غور فرمائیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی عظمت اور رفعت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن آپ یہ دیکھیں کہ اٹھارہ سال کی عمر سے لے کر ۶۱ سال کی عمر تک صدیقؓ نے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھا اور یہ بنتے ہیں ۴۳ سال اور حضرت علیؓ جب نبی ﷺ کے گھر آئے تو حضرت علیؓ کی عمر تھی دو سال اور جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ کی عمر تھی ۲۹ سال تو گویا کہ حضرت علیؓ نے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھا ۲۷ سال اور یہ بھی دیکھو۔

حضور ﷺ کی جب وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کی عمر تھی ۶۱ سال اور حضرت علیؓ کی عمر ہے ۲۹ سال، اب دیکھیں کہ دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں، ان میں سے ایک کی عمر ۶۱ سال اور ایک کی عمر ہو ۲۹ سال تو یہ باپ اور بیٹے کی عمر ہے۔ ۲۹ سال کا بیٹا ہوگا اور ۶۱ سال والا باپ کی جگہ پر ہوگا۔

اب حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو بٹھائیں تو دونوں باپ اور بیٹا لگیں گے تو آپ بتائیں کہ باپ کو خلافت دے دیں یا بیٹے کو خلافت دے دیں؟ (باپ کو) باپ اور بیٹے کی عمر کے دو آدمی بیٹھے ہوں تو مرتبہ کس کا زیادہ ہوگا؟ (باپ کا) تو خلافت ابوبکرؓ کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ابوبکر صدیقؓ کا غلام بنائے۔ (آمین)

......☆......

الهادی

0300-4118276

الحافظ کتب خانہ